بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر القرآن

جلد اول

قرآنی خزائن

مفسر القرآن
مؤلانا مقصود احمد نسیم

فہرست ۔ ۱

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۰	بسم اللہ	۳
۱	سرورق	۴
۲	فہرست	۵
۳	انتساب	۷
۴	پانچ ارکانِ ایمان	۱۵
۵	اللہ تبارک وتعالیٰ	۱۶
۶	اسمائے حسنہ	۲۴
۷	اسمائے حسنہ کے معنی	۲۶
۸	تخلیق کائنات	۲۸
۹	وقت	۳۱
۱۰	تخلیق آدم	۳۹
۱۱	عبادت	۵۰
۱۲	شِرک اور تثلیث	۵۴
۱۳	مشیت ایزدی	۶۶
۱۴	اسلام	۶۸
۱۵	ایمان	۷۱
۱۶	فرشتے	۷۳
۱۷	انبیائے کرامؑ	۸۰
۱۸	حضرت آدم علیہ السلام	۱۰۴
۱۹	حضرت نوح علیہ السلام	۱۰۹
۲۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام	۱۱۵
۲۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام	۱۳۲
۲۲	حضرت داؤد علیہ السلام	۱۴۶
۲۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۱۴۸
۲۴	صحائفِ قمران	۱۸۰
۲۵	سیدنا حضرت محمد احمد ﷺ	۲۰۰
۲۶	حضرت مسیح موعود علیہ السلام	۲۰۷
۲۷	سات دنوں والے	۲۲۲
۲۸	ایک قابل غور نقطہ	۲۲۴
۲۹	انجیل کا تجزیہ	۲۴۲
۳۰	بارہ انجیلی پیشگوئیاں	۲۴۹
۳۱	مذہبی رواداری	۲۶۱
۳۲	نبوت	۲۸۰
۳۳	قوم عاد	۲۸۷
۳۴	قوم ثمود	۲۸۸
۳۵	قوم سدوم	۲۹۰
۳۶	قوم مدین	۲۹۱
۳۷	گمنام اقوام میں نبوت	۲۹۲
۳۸	حضرت ذوالقرنین علیہ السلام	۲۹۴
۳۹	حضرت لقمان علیہ السلام	۲۹۵

فہرست ۔۲

نمبرشمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۴۰	صحابہ رضوان اللہ علیہم	۲۹۶
۴۱	کتب اللہ	۲۹۸
۴۲	اہلِ کتاب	۳۰۰
۴۳	حق پہچاننے والے نصرانی	۳۰۱
۴۴	وحی	۳۰۳
۴۵	کتاب نوح	۳۱۱
۴۶	صحف ابراہیم	۳۱۱
۴۷	تورات	۳۱۲
۴۸	زبورِ	۳۱۴
۴۹	انجیل	۳۱۵
۵۰	قرآن	۳۱۷
۵۱	رموز اوقاف	۳۳۷
۵۲	ترتیل	۳۴۱
۵۳	قواعد تجوید	۳۴۳
۵۴	طریق تلاوت	۳۴۵
۵۵	قرأت	۳۴۶
۵۶	اوقات تلاوت	۳۵۱
۵۷	اجر تلاوت	۳۵۲
۵۸	سجدہ تلاوت	۳۵۴
۵۹	جوابی دعائی کلمات	۳۵۶
۶۰	کاتبین وحی	۳۶۲
۶۱	تشہیر	۳۶۸
۶۲	اعراب	۳۶۹
۶۳	وقف، رکوع، سیپارے	۳۶۹
۶۴	منازل قرآن	۳۷۰
۶۵	ترتیب قرآنی سیپارہ جات	۳۷۳
۶۶	دعائے تکمیل	۳۷۴
۶۷	دیوانِ نسیم	۳۷۶
۶۸	عرضداشت	۳۷۹
۶۹	امپریسم	۳۸۰
۷۰	نوٹس	۳۸۱
۷۱	اختتام	۳۸۴
☆	☆	☆

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمُوْعُوْدِ

ھو الناصر

انتساب

معزز ومحترم قارئین گرامی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مؤدبانہ عرض ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں اپنے ایک معزز رسول حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک خط کا عکس قرآن مجید کی سورت نمل کی ایک آیت میں پیش کیا ہے جو کہ حضرت سلیمانؑ نے عرب کے جنوب مشرق میں واقع ایک ملک یمن کی ملکہ صبا کو تحریر کیا تھا۔ اس خط کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے ہمیں سمجھا دیا ہے کہ اپنا ہر خط بلکہ اپنی ہر تحریر کو اسی کا مبارک نام لے کر شروع کرو تا کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے۔ آمین۔ قرآن کریم کی وہ آیت مبارکہ پیش خدمت ہے۔ فرمایا:۔
اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ (النمل ۲۷: آیت ۳۰) ''یہ خط سلیمان کی جانب سے ہے اور میں

اسے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر شروع کرتا ہوں جو کہ بے انتہا اور بار بار رحم کرنے والا ہے‘‘۔

پس! ارشاد باری تعالیٰ کی تعمیل کے لئے ہی تو ہم سب اپنے خطوط کا آغاز اس بابرکت کلمہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ (النمل : ۳۱) یعنی ’’ شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے معزز اور بابرکت نام کے ساتھ‘‘ سے کرتے ہیں۔بعض لوگوں نے ۷۸۶ کے عدد میں اس کا مخفف بھی نکال لیا ہے لیکن اس قسم کی باتیں قرآن مجید کے پاکیزہ الفاظ کی توہین ہیں کیونکہ ابھی بسم اللہ کا مخفف نکلا ہے اور کل کو بقیہ قرآن مجید کا مخفف بھی نکل آئے گا اور یہ ایک کھلی کھلی تحریف ہے کہ جس کی ہمیں سختی سے ممانعت ہے کیونکہ اگر تحریفات سے ہی کام چل سکتا تو خدا تعالیٰ کو اتنی بڑی کتاب نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیوں نہ بدھ مت کے پیروکاروں کی طرح کہ جنہوں نے اپنی مقدس کتب کی آیات اپنی ہر عبادت گاہ یعنی مندر (پگوڈا) میں گھومنے والے لٹو یا ایک چرخی پر لکھ کر لگا رکھی ہیں اور وہ آیات کسی کو ازبر یاد ہوں یا نہ ہوں لیکن اُس دعائیہ لٹو کو چرخی پر گھمانے والا یہی سمجھتا ہے کہ اس نے یہ دعا پڑھ لی ہے اور اسے اس دعا کا ثواب مل جائے گا۔یعنی اس طرح اگر صرف مخفف سے ہی کام چل سکتا ہے تو پھر ہمیں بھی صرف یہی مخفف پڑھ کر اپنا کام نکال لینے کی اجازت ہوتی۔لیکن ہم سب بخوبی یہ جانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ان سب سے بھی زیادہ مکروہ فعل یہ ہے کہ بعض نام نہاد مسلمان ۷۸۶ کا ہندسہ اپنی اپنی موٹر کاروں کے نمبر پلیٹ کی صورت میں بھی نعوذ باللہ بغرض برکت استعمال کرتے ہیں لیکن وہ یہ نمبر پلیٹ لگاتے ہوئے اس اہم نکتہ کو بھول جاتے ہیں کہ جہاں وہ اپنی موٹر کار یا رکشا یا موٹر سائیکل وغیرہ کے سامنے نمبر پلیٹ لگا رہے ہیں وہاں گرمیوں کے موسم میں عموماً پتنگے اور کیڑے مکوڑے وغیرہ اس سواری سے ٹکرا کر اپنی جان دے دیتے ہیں پھر اس پر طرہ یہ کہ نہ صرف ان کا خون بلکہ ان کے پیٹ سے نکلنے والا غلیظ گند بلا بھی ان تمام جانوروں کے جسم سے نکل کر اس نمبر پلیٹ پر لگ جاتا ہے اور پھر یہی نہیں بلکہ سڑکوں پر گھوڑوں سے کھینچ کر چلنے والے تانگوں، ریڑھوں اور گدھا گاڑیوں نیز بیل گاڑیوں کے بیلوں یا بھینسوں کا گوبر بھی راہ چلتے رکشاؤں، موٹر کاروں، بسوں اور ٹرکوں کے ٹائروں سے اُڑ اُڑ کر نمبر پلیٹ پر لگتا رہتا ہے۔

مجھے تو یہ سوچ کر ہی جھرجھری آجاتی ہے کہ لوگ نہ جانے کیا سوچ کر ایسی غلیظ جگہ پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا پاکیزہ اور مقدس نام خواہ وہ مخفف کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو لکھنے کی جسارت کرتے رہتے ہیں جبکہ موٹر گاڑیوں کو ایجاد ہوئے اب سو سال سے بھی زائد عرصہ ہو چلا ہے لیکن کیا اب تک بھی لاکھوں کروڑوں مسلمانوں میں سے کسی ایک کو بھی اس بات کا علم نہیں ہوا کہ وہ کیسی بری حرکت کر رہے ہیں؟ اس کے علاوہ بعض لوگ اپنی کار کے اندر بھی مختلف مقامات پر قرآنی آیات چسپاں کرنے کا کھلم کھلا استعمال کر رہے ہیں لیکن ان آیات کریمہ کی موجودگی کے باوجود دوران سفر اللہ اللہ کرنے کی بجائے صرف دل لگی کی خاطر کار کے ریڈیو۔کیسیٹ یا سی ڈی اور اب تو یو ایس بی سٹک کے ذریعہ بھی حمد وثناء کے ساتھ ساتھ بیہودہ اور لچر نیز فحش گانے بھی سنے جا رہے ہیں۔اس سلسلہ میں حضرت محمد

احمد ﷺ نے کیا فرمایا تھا؟ لیجئے آپ بھی پڑھ لیجئے۔فرمایا:- آنحضور ﷺ کی یہ سنت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ کسی ٹیلہ یا بلندی پر چڑھتے تکبیر (اللہ اکبر) اور اُترتے تسبیح (سبحان اللہ) پڑھا کرتے تھے۔جیسے صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی غزوہ یا حج وعمرہ سے واپس ہوتے تو جب بھی کسی بلند جگہ کا چڑھاؤ ہوتا تو تین مرتبہ ''اللّٰہ اکبر'' کہتے اور یہ دعا پڑھتے :-

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر ۔''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اُسی کا ہے اور حمد اُسی کے لئے ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔ (صحیح البخاری باب ما يقول اذا رجع من الحج اوالعُمرةِ اَوِ الغزو)

اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ

كُنَّا اِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَاوَ اِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا ۔''کہ ہم جب چڑھائی چڑھتے تو تکبیر (اللہ اکبر) کہتے اور جب بلندی سے نیچے آتے تو تسبیح (سبحان اللہ) کہتے''۔(صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر روایت نمبر 2993)

حضرت رسول کریم محمد احمد ﷺ کی اس سنت مبارکہ سے مجھے یاد آیا کہ آج کل فاصلوں کے سکڑ جانے، لوگوں کے شہروں میں منتقل ہوجانے اور وہاں آبادی کے بڑھ جانے کی وجہ سے ملٹی پل سٹوریز (multiple stories) بن گئی ہیں۔بعض جگہوں پر تو لفٹ کی سہولت بھی میسر ہے لیکن اکثر جگہ پر سیڑھیوں کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔یہاں مغربی دنیا میں تو قریباً ہر گھر ہی دومنزلہ ہے اور سیڑھیاں استعمال کر کے دوسری منزل پر جانا پڑتا ہے۔اس لئے آنحضرت ﷺ کی اس مبارک سنت پر عمل کرتے ہوئے سیڑھیاں چڑھتے یا لفٹ استعمال کرتے ہوئے ''اللہ اکبر'' اور اُترتے وقت ''سبحان اللہ'' پڑھا جائے تو ہم :-

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْم ''۔(ال عمران ۳ : آیت ۳۱)''اے محمد! کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تم سے محبت کرے گا''۔

کے عین مطابق ہم سب بھی انشاءاللہ، اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جائیں گے۔بہرحال یہاں بات ہو رہی ہے قرآن مجید کے مقدس و محترم الفاظ کی۔پس! اسی لئے تو قرآن مجید کے تمام الفاظ اور ان کی طرز قرأت سیدنا حضرت محمد احمد ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک تبدیل نہیں ہوئے ورنہ جیسا کہ جنگ عظیم اول کے بعد ترکی کے ایک مطلق العنان فوجی حاکم مصطفٰے کمال پاشا المعروف کمال اتاترک نے نئی اصلاحات کے تحت ۱۹۲۸ء میں ترکوں کے مادری رسم الخط فارسی (جو کہ ہزاروں سال سے چلتا چلا آرہا تھا اور ترک قوم کے قبول اسلام کے بعد عربی رسم الخط میں تبدیل ہوگیا تھا) کو بزور بازو بدل کر لاطینی الفاظ استعمال کرنے کا حکم دیا اور اس

بیہودہ قانون کی پابندی نہ کرنے والوں کو سرعام کوڑے مارے گئے بلکہ انہیں قید و بند کی سخت سزائیں بھی دی گئیں کہ جن کی بدولت مجبوراً معصوم ترک عوام کو ہزاروں سال سے رائج فارسی رسم الخط اور سینکڑوں سال سے نافذ العمل عربی رسم الخط کو چھوڑنا پڑا کہ جس کے بعد عربی زبان میں تحریر شدہ قرآن مجید اور احادیث نبویہ ؐ جیسی لاثانی اور نایاب کتب کو سمجھنا ترک قوم کے لئے نہ صرف مشکل ہوگیا بلکہ ممکن ہی نہ رہا۔ یہ سب کچھ ایک ایسے ملک میں ہوا کہ جس کی آبادی کا نوے فیصدی (۹۰٪) حصہ مسلمان ہے۔ اس ظلم کا سب سے زیادہ بدترین نتیجہ یہ نکلا کہ آج کے زمانہ میں بسنے والے لاکھوں کروڑوں ترک باشندوں کو اپنی ہی مذہبی کتب مثلاً قرآن مجید اور احادیث نبویہ ؐ پڑھنا ہی نہیں آتیں اور یہ لوگ ترکی زبان میں صرف ان کا ترجمہ یا تشریح ہی سن کر ان کا مفہوم سمجھ سکتے ہیں اور اس ترجمہ یا تشریح کو ہر کسی ملاں نے اپنی اپنی مرضی اور اپنے اپنے فرقہ کے مسلک کے عین مطابق ڈھالا ہوا ہے کہ جس کی بناء پر کھوٹے اور کھرے کی تمیز کرنا اب ترک اقوام کے لئے انتہائی مشکل ہو گیا ہے لیکن اس سے بھی زیادہ افسوس! صد افسوس! کہ اب ترک اقوام قرآن مجید اور احادیث نبویہ ؐ میں درج الفاظ کے معنی اور مطالب پر خود غور و خوض کر ہی نہیں سکتے۔ اِنَّـا لِلّٰهِ وَ اِنَّـآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ ؕ (البقرة ۲: آیت ۱۵۶) ''ایسے لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت درپیش تو یہی کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ کے بندے ہیں اور اسی کی طرف واپس لوٹنے والے ہیں''۔

یہی نہیں بلکہ اس قانون کا نتیجہ بے حیائی کے سرعام مظاہروں کی شکل میں بھی سامنے آیا کہ جس میں مغربی اقدار کو اپنانے کی دوڑ میں سبقت لے جانے کی مشق اور مغربی فیشن کی تقلید میں بدنام زمانہ حسینہ عالم کے مقابلہ جات وغیرہ میں حصہ لینا روز کا معمول بن چکا ہے۔ طرہ اس پر یہ ہے کہ اب تو ۲۰۰۸ء سے ترکی میں مسلمان مستورات کو پردہ کرنے پر بھی پابندی لگادی گئی ہے اور اس کا آغاز یونیورسٹی کی طالبات سے کیا گیا ہے کیونکہ مسلمان ممالک میں یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے والی طالبات کو عموماً آزاد خیال کیا جاتا ہے اور ان کے بارہ میں یہی قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ خواتین ہر طرح کی آزادی کی خواہش مند ہیں لیکن اس کے برعکس خدا تعالیٰ کے فضل سے اب بھی کروڑوں مسلمان مستورات ایسی ہیں جو کہ پردہ کی پابندی کو نہ صرف پسند کرتی ہیں بلکہ برقعہ ,نقاب اور حجاب وغیرہ کے ذریعہ پردہ کرنے کا باقاعدہ اہتمام بھی کرتی ہیں لیکن اب ایسی تمام باپردہ لڑکیاں ترکی میں یونیورسٹی کی تعلیم حاصل نہیں کرسکتیں اور اگر وہ پرائیویٹ تعلیمی مراحل طے کریں گی تو بھی امتحانات کے پرچے دینے کے وقت انہیں بہرحال پردہ اتار کر ہی امتحان دینا ہوگا یعنی مذہب اسلام کی عزت و وقار کو برسرعام تخت و تاراج کیا جارہا ہے اور وہ بھی صرف اس لئے تاکہ ترکی کسی نہ کسی طرح یورپی یونیئن کا ممبر بن جائے۔ اپنی قومی زبان اور اپنی قومی روایات کو پس پشت ڈال کر اپنے ضمیر کو بیچنے کی جو رسم اتاترک نے ڈالی تھی اس کا انجام اب پردہ نہ کرنے کے احکامات و قوانین کی صورت میں اپنی ہی غیرت کو برسرعام رسوا کرنے کی سزا پر منتج ہورہا ہے۔ ننگ و ناموس اور بے غیرتی کے اسی قسم کے جنازہ کو نکلتے دیکھ کر ہی شائید کسی شاعر نے کیا خوب کہا تھا کہ:-

؎ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

بہر حال اب ترکی میں بننے والے اس قانون کے بعد فرانس کے شہر پیرس میں انسانی حقوق کی علمبر دار عدالت نے بھی پردہ کے خلاف فیصلہ دے دیا ہے کہ جہاں ترکی کی معصوم اور باحیا خواتین نے اپنا مقدمہ دائر کیا تھا۔ یہ وہ تمام امور ہیں کہ جس نے نہ صرف تمام مسلمان مما لک بلکہ مغربی مما لک کے بھی بیشتر حیادار عوام کو بھی یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ دیکھیں اب اگلی نسل پر ان قوانین کا کیا اثر پڑتا ہے۔ بے حیائی تو تقریباً ہر ملک میں ہی پائی جاتی ہے لیکن اب تک مسلمان مما لک میں اکا دکا واقعات ہی ہوا کرتے تھے یا چھپ چھپا کر ہی سب کچھ ہوتا تھا لیکن افسوس کہ اب تو بے حیائی کے فروغ کے لئے قوانین بن رہے ہیں اور ان پر عمل نہ کرنے والوں کو سزائیں دی جا رہی ہیں۔ وہی سزائیں جو کہ اتا ترک نے اپنے معصوم مسلم عوام کو فارسی اور عربی رسم الخط نہ چھوڑنے کے لئے دی تھیں اور پھر ڈنڈے کے زور پر جبراً ان کو رومن رسم الخط لکھنے پڑھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مختلف مغربی مما لک میں مسلمان حیادار مستورات نے پردہ اوڑھنے کو ابھی تک نہیں چھوڑا لیکن ان کی راہ میں بھی اب ایک مسلمان ملک ترکی کی مثال کو سامنے رکھ کر پتھر اٹکائے جا رہے ہیں اور انہیں پردہ پہن کر کوئی دفتری یا سرکاری کام کرنے کی اجازت نہیں دی جا رہی۔ اب آپ خود ہی موازنہ فرمائیں کہ سیدنا آنحضرت محمدؐ مصطفےٰ احمدؐ مجتبےٰ ﷺ ہمیں کیا سبق سکھا رہے ہیں اور آج کے یہ نام نہاد مسلم حکمران ہمیں کس راہ پر چلانا چاہتے ہیں؟ ۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ○ (البقرۃ ۲: آیت ۱۵۶) ''ایسے لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت درپیش تو یہی کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ کے بندے ہیں اور اسی کی طرف واپس لوٹنے والے ہیں''۔

معزز قارئین! ہندومت، بدھ مت، یہودی، عیسائی اور مسلمان یعنی دنیا کا ہر مذہب اپنے اپنے معاشرہ میں باحیا زندگی بسر کرنے کے گُر سکھاتا ہے بلکہ تمام مذاہب کی بنیاد ہی جسم و روح کی پاکیزگی پر قائم ہے لیکن اس کے باوجود دنیا کے عوام آہستہ آہستہ اپنی ہزاروں برس سے چلتی چلی آنے والی روایات کو چھوڑ کر راہ راست سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ایسے وقت میں جبکہ دنیا پاکیزہ مذہبی اقدار سے دور ہوتی چلی جا رہی ہے قرآن مجید کے احکامات دنیا بھر کے عوام کے لئے ایک انمول نعمت ہیں اور یہ بات تو یقیناً آپ سب کے علم میں ہوگی کہ قرآنی انوار تا قیامت نسل انسانی پر سایہ فگن رہیں گے لہذا جو شخص خود اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام پاک یعنی قرآن مجید کی تلاوت نہ کر سکے تو اس کے دماغ میں کیا چیز روشن ہوگی ؟ اس کے دل میں کون سا نور جگمگائے گا؟؟ اور اس کی روح کس طرح منور ہوگی؟؟؟ اور اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ قرآن کریم کے صرف معنی سن کر ہی کسی قسم کی کوئی تفہیم کر سکتا ہے تو یہ اس کی سخت غلطی ہے کیونکہ جب وہ قرآن شریف پڑھ ہی نہیں سکتا تو اس کے معنی کیسے سمجھ سکتا ہے؟ اور پھر اگر کسی دوسرے شخص کا ترجمہ پڑھے گا تو بھی اسے کیا فائدہ؟ جب کہ قرآن مجید کی تمام آیات کا ترجمہ اور تشریح بہت سے مذہبی راہنماؤں نے اپنے اپنے فرقہ کی تعلیمات

کے مطابق یعنی دراصل اپنی اپنی مرضی کے مطابق کیا ہوا ہے ۔ بہرحال انہی تمام حالات کی بنا پر بھی اس کتاب کو لکھنا ایک نہایت ضروری امر بن گیا ہے۔

یعنی اب اسی ایک ہی مثال سے آپ اس بات کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ عیسائیوں نے اپنی مذہبی کتاب انجیل میں کیوں اتنی تبدیلیاں کی ہوئی ہیں کیونکہ اصل انجیل یہودی زبان عبرانی اور فلسطین کی زبان آرامیئش میں ہے اور وہ کوئی عام انسان پڑھ نہیں سکتا بلکہ عیسائیوں کے بہت سے پادریوں کو بھی اس زبان کا کچھ علم نہیں۔ لہذا اسی لئے سب سے پہلے انجیل کا ترجمہ فلسطین اور عرب ممالک کے لئے عربی میں ہوا اور اس کے بعد فارس ، آرمینیا اور ترک ممالک کے لئے فارسی اور ترکی اور یونانی زبانوں میں ہوا۔ لاطینی زبان میں اس کا ترجمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام یعنی حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے بہت بعد میں رومنوں کے لئے ہوا کہ جس کے بعد سپینش ، جرمن، فرانسیسی اور انگریز نیز دوسری اقوام کی زبانوں میں بھی ہو گیا۔ پس! دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں **بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ** ہ (النمل ۲۷ : آیت ۳۱) عربی رسم الخط میں ہی لکھنے اور پڑھنے نیز سمجھنے کی ہی توفیق عطا فرماتا رہے اور اپنے وعدہ کے مطابق قرآن مجید کی ہر آیت اور ہر ہر لفظ کو ہر قسم کی تحریفات سے محفوظ رکھے۔ آمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے کہ جو بہت ہی مہربان اور انتہائی رحم کرنے والا ہے ۔ کے بارہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ سیدنا آنحضرت ﷺ نے فرمایا:- **کُلُّ اَمۡرٍ ذِی بَالٍ لَا یَبۡدَا فِیۡہِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ فَھُوَ اَقۡطَعُ** (الجامع الصغیر للسیوطی حرف کاف) ہر وہ کام جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کے بغیر شروع کیا جاتا ہے وہ برکت سے خالی ہوتا ہے۔

ایک دوسری حدیث نبویؐ میں درج ہے کہ سیدنا آنحضرت ﷺ نے فرمایا:- **کُلُّ اَمۡرٍ ذِی بَالٍ لَمۡ یَبۡدَا فِیۡہِ بِالۡحَمۡدِ اَقۡطَعُ وَفِی رَوَایَۃٍ** یعنی اگر خدا تعالیٰ کی تعریف کے بغیر کوئی بھی اہم کام شروع کیا جائے تو وہ بے برکت اور ناقص ٹھہرتا ہے۔ اسی طرح ایک اور روایت میں تحریر ہے کہ سیدنا آنحضرت ﷺ نے فرمایا:- **کُلُّ کَلَامٍ لَا یَبۡدَاُ فِیۡہِ بِحَمۡدِاللّٰہِ فَھُوَ اَجۡزَمُ** (ابن ماجه ابواب النکاح باب خطبة النکاح-ابو داؤد کتاب الادب باب الھددی فی الکلام) اگر کوئی گفتگو ، خدا تعالیٰ کی تعریف کے بغیر شروع کی جائے تو وہ برکت سے خالی اور بے اثر ہوتی ہے۔

لہذا خاکسار نے اس کتاب کے سرورق کو بھی انہی مبارک کلمات یعنی ’’بسم اللہ الرحمٰن الرحیم‘‘ سے مزین کر کے اس کتاب کو بلکہ

اپنی ہر کتاب کو شروع کرتے ہوئے ان احادیث نبویہؐ پر عمل کرنے کی سعادت کو حاصل کرنے کی حقیری سی کوشش کی ہے کیونکہ حضرت عمروؓ بن عوف بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- جو شخص میری سنتوں میں سے کسی سنت کو اس طرح زندہ کرے گا کہ لوگ اس پر عمل کرنے لگیں تو سنت کے زندہ کرنے والے شخص کو بھی عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس شخص نے کوئی بدعت ایجاد کی اور لوگوں نے اسے اپنا لیا تو اس شخص کو بھی ان پر عمل کرنے والوں کے گناہوں سے حصہ ملے گا اور ان بدعتی لوگوں کے گناہ میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔(ابن ماجہ باب من احیا سنۃ قدامیت)

خاکسار کی دعا ہے کہ ہمارے بعد آنے والے مؤلفین و مصنفین بھی ان پاکیزہ روایات پر عمل کرنے کی پابندی کرتے رہیں تاکہ اس حدیث نبویہؐ پر عمل کرنے کی تلقین کی بدولت خاکسار کو بھی ثواب ملتا رہے۔ آمین۔ اس کتاب کے لکھنے کی دوسری وجہ یہ پیدا ہوئی کہ ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمدؒ (ایم۔ایم۔احمدؒ) صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے بیان کیا کہ:-

''ایک مرتبہ حضرت مصلح موعودؓ مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر تشریف لائے اور ہم بچوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ : دیکھو ! قرآن کریم، اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور علم کا سمندر ہے۔ تم لوگ اس پر غور کرنے کی عادت ڈالو۔ اس غور کرنے کی عادت کے ثبوت میں تم اگر کوئی موتی نکال کر پیش نہیں کر سکتے تو کم از کم ایک سیپی ہی نکالو تا کہ معلوم ہو سکے کہ تم نے غور کرنے کی اس عادت کو اپنا لیا ہے''۔(ماہنامہ خالد ''سیدنا ناصر'' نمبر)

اسی طرح سیدنا حضرت مصلح موعود صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؒ خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ:
''زندہ قوموں کی یہ علامت ہوا کرتی ہے کہ اُن کے نوجوان اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ وہ اپنے بڑوں کے قائمقام بن جائیں''۔
(الفضل انٹرنیشنل لندن صفحہ نمبر ایک مؤرخہ ۱۵/دسمبر ـــــہ)۔ پس ! خاکسار کی یہ ادنیٰ سی کوشش صرف انہی اغراض کے حصول کیلئے حاضر خدمت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے نوجوانوں کو نہ صرف اپنے بزرگوں کا قائمقام بنائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بڑھ کر سلسلہ عالیہ احمدیہ مسلمہ کی خدمت کرنے کی بہترین توفیق عطا فرمائے۔ آمین ۔ تفسیرات تو دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں ہیں لیکن خاکسار کی تحریر کردہ تفسیر بقیہ تمام تفاسیر سے بالکل منفرد ہے کیونکہ میں نے سورت بہ سورت اور آیت بہ آیت تفسیر تحریر نہیں کی بلکہ یہ تفسیر شروع سے لے کر آخر تک ایک خاص ترتیب کو مدنظر رکھ کر تحریر کی گئی ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی اور اس ترتیب سے آپ تمام قارئین گرامی کی دلچسپی اول تا آخر قائم رہے گی۔ انشاء اللہ

خدمت دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلہ میں کبھی طالب انعام نہ ہو (کلام محمود)

اب آخر میں عرض ہے کہ خاکسار اپنی اس کاوش کو اپنے مربی و محسن و مشفق ترین معزز و مکرم و محترم بزرگ ہستیوں:۔

سیدنا حضرت قمرالانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور آپ کی زوجہ محترمہ یعنی خاکسار کی مونہہ بولی والدہ حضرت سرور سلطان جہان صاحبہؓ المعروف ام مظفر

کے معزز و محترم نام نامی سے منسوب کرنے کو اپنے لئے ایک سعادت عظمیٰ سمجھتا ہے کیونکہ آپؓ دونوں نے خاکسار کی لڑکپن سے لے کر جوانی تک انتہائی اعلیٰ دینی، بہترین روحانی، عمدہ ترین اخلاقی اور بے مثال معاشرتی راہنمائی فرما کر اس عاجز کو دنیا میں سر اٹھا کر چلنے کے قابل بنا دیا اور خاکسار کی تمام کتب اس بات کا ثبوت ہیں کہ درحقیقت ایسا ہی ہے کہ جن کے لئے یہ عاجز تا حیات ان عزیز بزرگوں کا ممنون و مشکور رہے گا۔ جَزَاهُ اللهُ وَ اَحْسَنَ الْجَزَا فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ ۔اس سلسلہ میں ایک حدیث نبویہؐ پیش خدمت کرتا ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ ’’جو شخص تمہارے ساتھ احسان کرے تم اسے اس کا بدلہ دو اور اگر تم اس کے احسان کا بدلہ نہ چکا سکو تو پھر اس کے لئے دعا کرو تا کہ وہ جان لے کہ تم نے اس کا شکریہ ادا کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ شکرگزاروں کو پسند کرتا ہے‘‘۔ (المعجم الاوسط للطبرانی جلد ایک صفحہ ۴۵)

پس! دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ میرے ان تمام معزز و محترم بزرگوں کو ان کے اس محبت آمیز شفقت بھرے سلوک کے صدقے انہیں اپنے قرب میں بہترین مقام عطاً فرمائے اور جنت الفردوس میں آپؓ جیسے معزز و محترم محسن عظیم کے درجات تا قیامت بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے۔ آمین اللھم آمین۔ طالب دعا

مفسر القرآن خاکسار

مقصود احمدؐ نسیم

عفی عنہٗ اللہ تعالیٰ (تابعی)

☆

پانچ ارکانِ ایمان

مؤدبانہ عرض ہے کہ دین اسلام کے پانچ رکن ایسے ہیں کہ جن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ان کی تفصیل اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں یوں بیان فرمائی ہے کہ:-

لَّيۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَلٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓـئِكَةِ وَالۡكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ‌ۚ وَاٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِۙ وَالسَّآئِلِيۡنَ وَفِى الرِّقَابِ‌ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّکٰوةَ‌ۚ وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ اِذَا عٰهَدُوۡا ۚ وَالصّٰبِرِيۡنَ فِى الۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيۡنَ الۡبَاۡسِ‌ؕ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا ‌ؕ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ (البقرہ ۲ :آیت ۱۷۷) ۔''نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے مونہہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو بلکہ نیکی تو یہ ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر، اور اس کی محبت میں رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں کو اور گردنوں کے چھڑانے میں مال دے، اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے، اور جو اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہیں جب وہ عہد کرلیں، اور تنگدستی میں اور بیماری میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں، یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں''۔

قرآن کریم کی درج بالہ آیات مبارکہ کی تلاوت اور ترجمہ کے بغور مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان وہ شخص ہے جو کہ اوپر درج ارشادات الٰہیہ پر صدق دل سے یقین رکھے لیکن مسلمان بن جانے کے بعد اللہ اور اس کے رسول اور شریعت اسلامیہ پر ایمان لانے والا متقی انسان ایک ایسا ایماندار شخص ہے جو کہ بقیہ لوازمات کا بھی تہہ دل سے خیال رکھتے ہوئے ان پر عمل درآمد بجالائے یعنی ایمان کے درج ذیل پانچ ارکان پر بھی صدق دل سے عمل پیرا ہوکر مؤمن بن جائے۔ان پانچ ارکان اسلام کی تفصیل پیش خدمت کرتا ہوں:-

۱:-خدائے واحد و یگانہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا۔

۲:- اللہ تبارک وتعالیٰ کے تمام فرشتوں پر ایمان لانا۔

۳:- اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے معبوث کئے ہوئے تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان لانا۔

۴:-تمام کتب الٰہیہ پر ایمان لانا۔

۵:-جزاوسزا کے دن یعنی روز قیامت پر ایمان لانا۔

یعنی اسلام کی بنیاد انہی پانچ عقائد یا ارکان ایمان پر قائم ہے۔ یہاں ارکان ایمان کو نہ صرف قبول کرنے کا کہا گیا ہے بلکہ ان پر عمل کرنے کا ارشاد بھی ہے یعنی ان پر ایمان لانے کا حکم ہے اور ایمان کے بارہ میں ہم ابھی یہ نکتہ بیان کر چکے ہیں کہ ایمان لانے سے مراد ان احکامات پر تہہ دل سے عمل کرنا ہے۔ پس! تقویٰ کا تقاضا ہے کہ ایک مسلمان شخص مؤمن بننے کے لئے ان پانچ ارکان ایمان پر سچے دل اور خلوص نیت کے ساتھ عمل پیرا ہو جائے۔ اسی لئے تو ہر مؤمن متقی ہر وقت یہ دعا کرتا رہتا ہے کہ جب کبھی بھی اس کی موت آئے تو اسے مرنے کے بعد نیک لوگوں کے ساتھ ہی اٹھایا جائے لہذا خاکسار یہاں ایمان لانے اور ایمان کو پہچاننے کی دعا تحریر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے:۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۗ رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْعَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَامَعَ الْاَبْرَارِ o (ال عمران ۳ : آیت ۱۹۳) ۔''اے ہمارے رب! ہم نے یقیناً ایک منادی کرنے والے کی صدا کو سن لیا ہے جو یہ پکارتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ پس! ہم تجھ پر ایمان لے آئے لہذا، اے ہمارے رب! تُو ہمارے قصور معاف فرما اور تمام بدیوں کو ہم سے دور فرما کر ہمیں نیک لوگوں میں شمار کر کے وفات دینا''۔ آمین

پس! ثابت ہوا کہ ارکان ایمان کی تعداد پانچ ہے اور اب میں تفصیل سے یہاں ان پانچ ارکان کو قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ

☆

اللہ تبارک وتعالیٰ

معزز و محترم قارئین گرامی! تمام تاریخ دان اس امر کو بخوبی جانتے ہیں کہ معبود حقیقی خدا تعالیٰ کی ذات بابرکات یعنی اس کی پاکیزہ ہستی کے لئے استعمال ہونے والا مبارک لفظ '' اللہ '' ازمنہ وسطیٰ سے بھی بہت قبل یعنی ہزاروں ہزار سال سے عربی زبان میں صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات بابرکات کے لئے استعمال ہوتا چلا آ رہا ہے۔ قرآن مجید کو غور سے پڑھنے والے کو اس کا ثبوت قرآن مجید میں درج کئی ایک آیات کریمہ کی تلاوت سے بھی ملتا ہے۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کے بعد دوسرا اہم نام حضرت نوح علیہ السلام کا ہے۔ طوفان نوح کے وقت حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے متبعین سے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر اس کشتی میں سوار ہو جاؤ:۔

وَقَالَ ارۡکَبُوۡا فِیۡهَا بِسۡمِ اللّٰهِ مَجۡرٖهَا وَ مُرۡسٰهَا ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ○ ۔(ہود ۱۱ :آیت۴۱) ''چنانچہ اُس نے کہا کہ اس کشتی میں سوار ہو جاؤ کیونکہ اللہ کے نام کے ساتھ ہی اس کشتی کا چلنا اور لنگر انداز ہونا مقصود ہے اور میرا رب یقیناً بہت زیادہ بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے''۔

سفر اختیار کرنے والوں کے لئے یہ دعا ہزاروں سال سے اس دنیا میں مستعمل ہے۔ اس کے علاوہ قرآن مجید کا مطالعہ اور تلاوت کرنے سے ہمیں مزید یہ علم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے بابرکت اور پاکیزہ نام ''اللہ'' کا تحریری استعمال ملک فلسطین کے فرمانروا حضرت سلیمان علیہ السلام بھی کیا کرتے تھے۔ اس لئے جب آپؑ نے جزیرہ نمائے عرب کے جنوبی مشرقی ملک یمن کی ملکہ سبا کو ایک مکتوب بھجوایا تو آپؑ نے اس خط کا آغاز اللہ تبارک وتعالیٰ کا معزز ومحترم اور بابرکت نام تحریر کرتے ہوئے ہی کیا تھا اور یہ کوئی نئی اختراع نہ تھی بلکہ اس خط سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ نام یعنی اللہ اس خط کے تحریر کئے جانے سے بھی قبل عرب اور فلسطین کے متعدد ممالک کی عام بول چال کی زبان میں رائج ہو چکا تھا۔فرمایا:-

اِنَّهٗ مِنۡ سُلَیۡمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ (النمل ۲۷ :آیت ۳۰) ۔''یہ خط سلیمان کی جانب سے ہے کہ جسے اللہ کے نام سے شروع کیا جاتا ہے جو کہ انتہائی مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے''۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس مکتوب گرامی کے تحریر کئے جانے کے ہزاروں سال بعد کی ایک سادہ سی مثال میں یہاں مزید تحریر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے والد محترم کا نام نامی عبداللہ بن عبدالمطلب تھا اور آپ مکہ کے قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے۔ اس مثال سے بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ اسلام کے نزول سے بھی قبل اللہ تعالیٰ کا یہ نام یعنی '' اللہ '' عربی زبان کا حصہ ہونے کی بدولت لکھا، پڑھا اور بولا نیز رکھا جاتا تھا لیکن یہ پاکیزہ لفظ خدا تعالیٰ کی ذات بابرکات کے سوا کسی بھی دوسری چیز یا ذات یا ہستی کے بارہ میں استعمال نہ ہوتا تھا۔جیسا کہ حضرت محمد احمد ﷺ کے والد محترم کے اسم گرامی عبداللہ کے نام نامی سے بھی ظاہر ہے یعنی اللہ کا بندہ۔

معزز قارئین ! اللہ کا لفظ کہاں سے آیا؟ آپ میں سے بہت سے علم دوست معزز احباب کو یہ ضرور علم ہوگا کہ عربوں کا یہ ایک عام دستور ہے کہ وہ ہر ایک نام کے ساتھ '' ال '' کو ضرور لگاتے ہیں مثلاً مملکت پاکستان کو الباکستان یا زمین یعنی ''بر'' کو ''البر'' یا سمندر یعنی ''بحر'' کو '' البحر'' کہہ کر پکارتے ہیں۔برصغیر میں ہماری اپنی زبان '' اردو '' چونکہ عربی، فارسی، ترکی، چینی ، انگریزی، پنجابی اور ہندی زبانوں کا ملغوبہ ہے لہذا کم وبیش یہی الفاظ ہماری زبان اردو میں بھی بری یا بحری فوج یا بحر ہند یا بحر الکاہل

وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔پس! اسی طرح عربوں نے بھی زمانہ قدیم سے چلے آنے والے خدا تعالیٰ کے بابرکت نام '' الہٰ'' یعنی معبودِ حقیقی کے لفظ سے پہلے اپنی عام بول چال کی زبان میں عموماً مستعمل شدہ لفظ ''ال'' کو ''الہٰ'' کے ساتھ لگا کر ''اللہ'' بنالیا۔جیسا کہ آپ سب کو علم ہے اللہ کا مطلب ہے معبود یعنی عبادت کے لائق خدا۔جیسا کہ :-

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّد'' رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔''نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے محمدؐ رسول خدا ہیں''

یعنی: اللہ تبارک وتعالیٰ کے سِوا دنیا میں کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسُول ہیں۔اس ایمان افروز کلمہ کے بابرکت الفاظ سے بھی یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ ''الہٰ'' سے مراد وہ معبودِ حقیقی ہے کہ جس کا نام اللہ ہے لہٰذا وہی ہماری تمام عبادات کے لائق بھی ہے۔فرمایا:-

اِنَّ اِلٰھَکُمْ لَوَاحِد'' ۝ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَابَیْنَھُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ ۔(**الصّٰفّٰت ۳۷ : آیات ۴ –۵**) '' یقیناً تمہارا معبود ایک ہی ہے جو کہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور جو کچھ بھی ان دونوں کے درمیان موجود ہے اور تمام اشراق (اطراف) کا بھی''۔

اسی طرح جب ہم ہر دعا کے بعد'' **اللھم آمین** '' کے الفاظ بولتے ہیں تو ان الفاظ کا بھی یہی مطلب ہے کہ اے میرے اللہ! میری یا ہماری دعا کو قبول فرما۔(آمین) کیونکہ درحقیقت اگر غور سے دیکھا جائے تو'' **الـلھـم** '' کے لفظ میں بھی ''ال'' اور '' لہٰ'' نیز ''م'' کے الفاظ '' اللہ '' کی صورت میں شامل ہیں یعنی اللہ کے ساتھ م کے اضافے سے '' **الـلھم** '' بن جاتا ہے۔پس جب ہم کسی دعا کے اختتام پر''**الـلھم آمین** '' کہتے ہیں تو یہ خدا تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزی کے ساتھ ایک درخواست ہوتی ہے کہ'' اے میرے اللہ! میری تمام دعاؤں کو اپنے فضل سے قبول فرما۔آمین'' ۔اس کے علاوہ اگر آپ سورہ فاتحہ کو غور سے دیکھیں تو اس کے آغاز میں ہی یہ دعا ہے کہ:-

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (الفاتحۃ ۱ :آیت ۱) ۔''تمام پاکیزہ تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو کہ تمام جہانوں کا پروردگار ہے''۔

اسی طرح '' یاالٰہی '' کا مطلب بھی یہ ہی ہے کہ اے میرے معبودِ حقیقی! اے میرے اللہ ! یعنی الٰہی ے لفظ میں بھی '' الہٰ اور ي'' کے الفاظ شامل ہیں اور جیسا کہ ہمیں علم ہی ہے کہ عربی زبان میں کسی بھی لفظ کے آخر میں جب ''ی'' لگا دی جائے تو اس کا مطلب میرا یا میرے یا میری بن جاتا ہے۔مثلاً یااَخي کا مطلب ہے میرا بھائی یا میرے بھائی۔

اوراسی طرح پھر '' الم یعنی میں اللہ ہربات کوخوب جاننے والا ہوں '' کا لفظ ہے یعنی عربی زبان میں کسی بھی لفظ کے آخر میں م کا لفظ لگا دینے سے اس کا مطلب میں یا میرا یا میرے یا میری بھی بن جاتا ہے۔جس کے لئے اوپر اللھم کی مثال دی جا چکی ہے۔اس لئے زمانہ قدیم سے ہی '' م '' کو میرے معبود! میرے محبوب! میرے مقصود! میرے مطلوب! میرے پیارے ! میرے خدا ! میرے اللہ ! میرے رب ! میرے پروردگار ! وغیرہ کہنے کے لئے ''ال اور الہٰ ''کے الفاظ کے ساتھ ساتھ بہت سے دوسرے الفاظات کے آخیر میں بھی استعمال ہوتا چلا آرہا ہے۔پس! ثابت ہوا کہ یہ وہی ''م'' ہے جو کہ قرآن مجید کے آغاز میں ہی ''الم'' اور پھر جا بجا '' اللھم ''کے الفاظ کی صورت میں تمام قرآن خوانوں کو سرعام یہ دعوت دے رہا ہے کہ آؤ! اور قرآن شریف کے ایک ایک لفظ پر غور کر کے تو دیکھو۔اسی لئے تو سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے منظوم کلام میں قرآن مجید کی پاک صفات کو بیان کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے کہ:۔

جمال و حُسنِ قُرآں نُورِ جانِ ہر مُسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے (درثمین)

اب جیسا کہ ہم سب یہ بھی جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ذات بابرکات ایک نہ نظر آنے والی ایک ایسی مستور ہستی ہے کہ جس کا وجود ہم ہر چیز میں محسوس تو کر سکتے ہیں لیکن بذات خود اس کے وجود کا دیدار نہیں کر سکتے کہ جیسے ہوا کو ہم محسوس تو کر سکتے ہیں لیکن اپنے ہاتھ سے پکڑ نہیں سکتے اسی طرح خوشبو کو ہم سونگھ تو سکتے لیکن اپنے ہاتھ سے پکڑ نہیں سکتے اور یہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک خاص صفت ہے لہذا انسانی فطرت کو جانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ نظام قدرت اور زمین وآسمان کی گردش نیز زندگی وموت کو خوب غور سے دیکھ لینے کے باوجود بھی میری یہ مخلوق یعنی انسان کسی نہ کسی دن یہ سوال ضرور کرے گا کہ اگر خدا تعالیٰ موجود ہے تو وہ غائب کیوں ہے؟ اور اگر غائب ہے تو پھر وہ جلوہ پذیر کیوں نہیں ہوتا؟ نیز اس کے وجود کا ثبوت کیا ہے؟ بلکہ ایک عام انسان تو کیا بڑے بڑے پایہ کے نبی بھی اللہ تعالیٰ کی جلوہ نمائی کے منتظر رہے لہذا یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کا ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کی حسرت لے کر کوہِ طُور پر تشریف لے گئے تھے اور صفات باری تعالیٰ کا ایک چھوٹا سا نظارہ دیکھتے ہی بیہوش ہو گئے تھے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَکَلَّمَه‘ رَبُّه‘ لا قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ ط قَالَ لَنْ تَرٰنِیْ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَه‘ فَسَوْفَ تَرٰنِیْ ج فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّه‘ لِلْجَبَلِ جَعَلَه‘ دَکًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ج فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ (الاعراف ۷ :آیت ۱۴۳) ۔'' اور جب موسیٰ وقت مقررہ پر ہماری مقرر

کردہ جگہ پر آ گیا تو اللہ نے اس کے ساتھ کلام فرمایا۔موسیٰ نے اس موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے عرض کیا کہ اے میرے رب! تُو مجھے اپنا حقیقی وجود دکھلا تا کہ آج موقعہ کی مناسبت سے لگے ہاتھوں میں تیرا دیدار بھی کرلوں لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر رحم کرتے ہوئے جواب میں فرمایا کہ اے موسیٰ ! تُو مجھے دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا مگر تُو اُس پہاڑ کی جانب دیکھ اور اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو پھر تُو بھی مجھے دیکھ لے گا اور پھر جب موسیٰ کے رب نے اُس پہاڑ پر اپنا جلوہ دکھایا تو وہ پہاڑ اس جلوہ کی تاب نہ لا کر پاش پاش ہو گیا اور یہ ہیبت ناک نظارہ دیکھ کر موسیٰ دہشت سے بے ہوش ہو کر گر پڑا لیکن پھر جب اسے اس بے ہوشی سے کچھ افاقہ ہؤا تو موسیٰ نے خدا تعالیٰ کے حضور نہایت لجاجت سے عرض کیا کہ اے میرے رب! بلاشبہ تُو ہر عیب سے پاک ہے لہذا میں صرف تیری ہی جانب مؤدب ہو کر جُھکتا ہوں اور تُو دیکھ کہ درحقیقت میں اس زمانہ میں تجھ پر ایمان لانے والوں میں سب سے زیادہ پختہ ایمان لانے والوں میں سے ایک ہوں''۔

پس ! اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام پاک قرآن مجید کے آغاز میں ہی ہم سے یہ وعدہ لے لیا کہ سب سے پہلے تو تم اللہ پر ایمان لاؤ یعنی ایک ایسے خدا پر کہ جس کو تم دیکھ نہیں سکتے اور جس کو تم چُھو نہیں سکتے۔ پھر اس کی ان تمام ایسی چیزوں پر کہ جسے تم نے سنا ہؤا ہے یا اب سن رہے ہو لیکن انہیں اب تک کسی نے دیکھا نہیں۔مثلاً یوم آخرت یعنی جزا اور سزا کا دن۔ جنت دوزخ۔یا پھر اللہ تعالیٰ کی کسی ایسی مخلوق پر کہ جو ہم عام انسانوں کو نظر نہیں آتی لیکن انبیائے کرام پر نازل ہوتی ہے مثلاً فرشتے یا خواب میں کسی کی روح کا ادھر سے ادھر آنا جانا یا وفات شدگان کی ارواح سے ملاقاتیں اور گفتگو۔یا پھر کوئی روحانی آواز کہ جسے الہام یا وحی بھی کہا جاتا ہے جو کہ انبیائے کرام کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سے لوگوں کو سنائی دیتی ہے لیکن اس شخص کے ساتھ والے انسان کو کانوں کان اس کی خبر نہیں ہوتی اور پھر الہام تو جانوروں کو بھی ہوتا ہے مثلاً شہد کی مکھی کو۔یعنی یہ قرآن تو صرف اُن لوگوں کی ہدایت کے واسطے اترا ہے کہ:-

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ---(البقرۃ ۲ : آیت ۳) ۔''جو لوگ غیب پر ایمان لائے''---

یعنی ایسے انسانوں کے لئے جو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہستی پر اسے دیکھے بغیر ہی ایمان لے آتے ہیں کیونکہ جیسا کہ ہم سب کو بخوبی علم ہے کہ خدا تعالیٰ خود تو جسمانی طور پر نظر نہیں آتا لیکن اپنے بعض خاص الخاص پیارے بندوں پر الہام کے ساتھ یا کشفی رنگ میں یا کسی رؤیا کے ذریعہ ظاہر ہوتا رہتا ہے۔اسی طرح وہ کسی نہ کسی رنگ میں اپنی تجلی بھی دکھاتا رہتا ہے۔کسی کو طور کی چوٹی پر تو کسی کو معراج کے ذریعہ۔کسی پر اپنے الہام کے ساتھ تو کسی پر اپنے کلام کے ساتھ۔اسی لئے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے انسانو! میرے سوائے کسی کو غیب کا علم نہیں کہ اگلی چند گھڑیوں میں کیا ہونے والا ہے یا کیا ہو سکتا ہے ؟ بلکہ تم تو اپنی موت کا وقت بھی تعین نہیں کر سکتے اور اسی خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہو کہ ہم سے ہر ایک نے شائید ایک لمبا عرصہ اس دنیا میں بسر کرنا ہے۔پس اسی لئے فرمایا کہ ہاں! نہ صرف

میں حاضر کا علم رکھنے والا ہوں بلکہ عالم الغیب بھی ہوں۔ ارشاد ہے کہ:-

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ ج هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○ (الحشر ۵۹ : آیت ۲۲) ۔''

اللہ وہ ہے کہ جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ جو کہ عالم الغیب اور حاضر کا بھی جاننے والا ہے اور بن مانگے عنایت کرنے والا اور بے انتہا رحم کرنے والا اور پھر بار بار رحم کرنے والا بھی ہے''۔

اسی طرح مزید فرمایا کہ:-

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ط وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○ (النمل ۲۷ :آیت ۶۵) ۔

'' تو کہہ دے کہ اللہ کے سوا اس تمام دنیا جہان میں کوئی نہیں جو کہ غیب کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہو بلکہ تم میں سے کسی کو تو اتنا معمولی سا شعور بھی حاصل نہیں کہ اسے اس دنیا سے کب اٹھا لیا جائے گا''۔

اللہ تبارک وتعالیٰ چونکہ ایک نورانی وجود ہے کہ جس کا ذکر آگے چل کر آئے گا لیکن ظاہری طور پر کسی جسمانی شکل میں چونکہ ہم خدا تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے اس لئے خدا تعالیٰ از خود ہی ہمیں اپنی معزز و بابرکت نورانی ہستی کا تعارف کرواتے ہوئے فرماتا ہے کہ دیکھو:-

--- **لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ'' (شوریٰ ۴۲ : آیت ۱۱)** --''اس کائنات کی کوئی دنیاوی یا سماوی چیز اس کے مشابہ نہیں''۔

تاہم اس کے بعد انسانی بشری کمزوریوں کو جانتے ہوئے ہم پر رحم کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:-

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ز وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ج وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ○ (الانعام۶: آیت۱۰۳) ۔''اے انسانو! یاد رکھو کہ تمہاری نگاہ وہاں تک یعنی اس اللہ تک نہیں پہنچ سکتی لیکن اگر وہ خود چاہے تو اپنی رحمت سے تمہیں اپنی پاکیزہ صفات کے ذریعہ اپنی جلوہ نمائی کروا سکتا ہے کیونکہ وہ تو انسانوں کی تمام بشری کمزوریوں کو جانتے ہوئے ان پر ازل سے لے کر ابد تک نہایت ہی مہربانی کرنے والا ہے''۔

اور پھر ہماری زبوں حالی پر مزید رحم کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر واقعی تم لوگ مجھے کسی چیز سے منسوب کرنا ہی چاہتے ہو تو، لو! مجھے ایک پاکیزہ اور منور نور کی تعبیر سمجھ لو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ط اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ لا يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ط

نُـوْر'' عَلٰی نُوْرٍ ؕ یَھْـدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَیَـضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ بِـکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْم'' o فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہ' ۙ یُسَبِّحُ لَہ' فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ o (النور ۲۴ :آیات ۳۵-۳۶)

'' اللہ تعالیٰ تو زمین وآسمانوں کا پاکیزہ نور ہے۔اس منورنور کی کیفیت یہ ہے کہ جیسے ایک طاق میں پڑاہوٴ ادِیا ہواور یہ دِیا ایک شیشے کے گلوب کے نیچے ہو اور وہ گلوب ایسا چمکدار ہو کہ گویا وہ ایک چمکتاہوٴ استارہ ہے اور وہ چراغ ایک ایسے برکت والے زیتون کے درخت کے تیل سے جلایا جار ہا ہو کہ جو درخت مشرق یا مغرب یعنی کسی جانب بھی منسوب نہ ہوتا ہو اور یہ تیل ایسا ہے کہ اگر اسے آگ نہ بھی چھوئے تو تب بھی یہ بھڑک اٹھے کیونکہ یہ چراغ بہت سے نوروں کا مجموعہ ہے۔پس! اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے نور کے ذریعہ جس کسی کو بھی ہدایت دینا چاہتا ہے اسے ہدایت دے دیتا ہے اور ان ہدایت یافتہ لوگوں کو تمام ضروری باتیں کھول کھول کر بتا دیتا ہے کیونکہ اللہ ہی تو ہے جو ہر چیز کے بارہ میں خوب اچھی طرح سے جانتا ہے اور پھر یہ دِیئے تو صرف ایسے گھروں میں روشن ہیں کہ جن میں ہر دم خدا تعالیٰ کا پاکیزہ نام لیا جاتا ہے اور صبح وشام اس کے بابرکت نام کی ہی تسبیح کی جاتی ہے لہذا ان معزز گھرانوں کو روحانی طور پر اُونچا کئے جانے کا حکم خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہی دیا ہے''۔

اب یہاں سب سے اہم سوال جو پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں کسی بھی قسم کا کوئی وجود نہیں ہوں بلکہ ایک نور ہوں لیکن یہ نور کہاں سے آیا اور کس طرح پیدا ہوٴا ؟؟؟ اس بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ دیکھو اے انسانو! :-

قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَد'' o اَللّٰہُ الصَّمَدُ o لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ o وَلَـمْ یَـکُنْ لَّہ' کُفُوًا اَحَد'' o (اخلاص ۱۱۲ :آیات ۱-۴) '' میرا یہ پیغام دنیا بھر میں تمام انسانوں تک پہنچا دو کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات بابرکات میں بالکل اکیلا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ایک ایسی عظیم الشان ہستی ہے کہ جس کے سب ہی محتاج ہیں لیکن وہ خود کسی بھی چیز اور کسی بھی کام کے لئے کسی کا بھی محتاج نہیں کیونکہ نہ تو اس خدا کو کسی نے اپنے وجود میں سے پیدا کیا ہے اور نہ ہی اس اللہ کو کسی دوسرے نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور نہ ہی کسی نے اسے اپنے کسی فعل کے ساتھ پیدا کیا ہے لہذا اس اللہ کی ان تمام صفات میں اس کا کوئی شریک کار اور کوئی ساتھی نہیں اور نہ ہی کوئی حلیف و مددگار ہے''۔

پھر مزید فرمایا کہ میں اپنے اعمال کے لئے کسی دوسرے کے سامنے جواب دہ بھی نہیں ہوں جبکہ اس کے برعکس تم سب میرے سامنے جواب دہ ہو۔فرمایا:-

لَا یُسْـئَـلُ عَـمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ o (الانبیاء ۲۱ :آیت ۲۳) ''وہ جو کچھ بھی کرتا ہے اس کے متعلق وہ کسی کو جواب دہ نہیں حالانکہ اس کے سوا ارض وسماء کی ہر چیز اس کے حضور جواب دہ ہے''۔

لیکن پھر بھی بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ اللہ کب پیدا ہوُا یا اس کی وفات کب ہوگی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات بابرکات کے بارہ میں مزید ارشاد فرمایا کہ میں تو ازل سے ہوں اور ابد تک رہوں گا:-

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْم" ○ **(الحدید ۵۷: آیت ۳)** " وہ اول بھی ہے اور وہ آخر بھی اور وہ ظاہر بھی ہے اور وہ باطن بھی۔اسی لئے تو وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے"۔

یہاں ظاہر و باطن کے ذکر میں عرض ہے کہ وہ ظاہر ہے یعنی اس کے کام ہی اس کے وجود کا ثبوت ہیں مثلاً پانی کا بہنا۔ہواؤں کا چلنا۔بادلوں کا گھر کر آنا۔بارش کا ہونا یا بادلوں کے باوجود بارش کا نہ برسنا۔زلزلہ کا آنا۔جزیروں کا بننا اور غائب ہوجانا الغرض بہت سے ظاہری نشانات ہیں لیکن باطن کا مطلب ہے کہ وہ چھپا ہوُا بھی ہے یعنی بہت سے ایسے معجزات ہیں جو کہ زمین و آسمان میں وہ کرتا رہتا ہے لیکن ان کی ہمیں کانوں کان خبر نہیں ہوتی جیسا کہ اوپر فرمایا کہ وہاں تک تمہاری ظاہری نظر پہنچ ہی نہیں سکتی لیکن پھر بھی انسانی خصلت کو جانتے ہوئے اس قسم کے تمام سوالات کے بارہ میں اللہ تعالیٰ، مؤمنین سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ تم اس قسم کی جھنجٹ سے نکلو۔ارشاد ہوُا:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ ---- (المائدہ ۵: آیت ۱۰۱) "اے مؤمنو! بعض ایسی باتوں کے متعلق تم خوامخواہ سوالات نہ کیا کرو کہ اگر ان کے جواب تم پر ظاہر کر دئے جائیں تو تم ایک گونہ مشکل میں گرفتار ہو جاؤ گے"---

بلکہ یہاں تک بھی کھل کر فرمادیا کہ اگر تمام درخت قلم بن جائیں اور سات سمندر روشنائی بن جائیں تو تب بھی تم اللہ کی صفات کا احاطہ نہیں کر سکتے۔فرمایا:-

قُل لَو كانَ البَحرُ مِدادًا لِكَلِمٰتِ رَبّى لَنَفِدَ البَحرُ قَبلَ أَن تَنفَدَ كَلِمٰتُ رَبّى وَلَو جِئنا بِمِثلِهِ مَدَدًا ---- (سورة الکھف ۱۸: آیت ۱۰۹) "کہو کہ اگر سمندر میرے ربّ کے کلمات لکھنے کے لیے روشنائی بن جائے تو وہ ختم ہو جائے مگر میرے ربّ کی باتیں ختم نہ ہوں گی، بلکہ اتنی ہی روشنائی ہم اور بھی لے آئیں تو وہ بھی کفایت نہ کرے۔"

پھر ایک دوسرے مقام پر فرمایا:-

وَلَو أَنَّما فِى الأَرضِ مِن شَجَرَةٍ أَقلٰمٌ وَالبَحرُ يَمُدُّهُ مِن بَعدِهِ سَبعَةُ أَبحُرٍ ما نَفِدَت كَلِمٰتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزيزٌ حَكيمٌ (سورۃ لقمان ۳۱: آیت ۲۷) "زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر (روشنائی

بن جائے) جیسے سات مزید سمندر روشنائی مہیا کریں تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔ بے شک اللہ زبردست اور حکیم ہے''۔

☆

اسمائے حسنہ

معزز قارئین! تمام فرشتے اور تمام جن وانس بلکہ کل کائنات کی ہر ایک چیز بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام کا کلمہ پڑھ رہی ہے۔ اسی کے نام کی تسبیح کر رہی ہے اور اپنی اپنی زبان میں اسی کا ذکر کر رہی ہے۔ فرمایا:-

هُوَاللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاِسْمَآءُ الْحُسْنٰى ط يُسَبِّحُ لَهٗ مَافِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَهُوَالْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ o (الحشر ۵۹: آیت ۲۴) ''اللہ وہی ہے جو کہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے بلکہ پیدائش کا آغاز کرنے والا ہے اور مصور ہے۔ تمام خوبصورت نام اسی کے ہیں اور جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کے نام کی تسبیح کر رہا ہے کیونکہ وہ کامل غلبہ والا اور حکمت سے لبریز ہے''۔

اسی طرح قرآن مجید میں ایک اور جگہ مزید فرمایا کہ یہ نام سب سے اعلیٰ وارفع۔ مطہر اور پاکیزہ ہیں لہٰذا تو ہر وقت:-

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى o (الاعلیٰ ۸۷: آیت ۱) ''یعنی تم ہر وقت اپنے بے عیب رب کے نام کی پاکیزگی بیان کرتے رہو''۔

اسی لئے تو ہم سب یہ سنتے ہی نہایت ادب کے ساتھ یہ جوابی کلمہ پڑھتے ہیں کہ:-

'' **سُبْحٰنَ رَبِّىَ الاَعْلٰى** '' پاک ہے میرا رب جو بہت بڑی عظمت والا اور بے حد بلند شان والا ہے''۔

اور پھر یہی نہیں بلکہ ہر نماز کے ہر ایک سجدہ میں بھی اسے کم از کم تین مرتبہ انتہائی خشوع وخضوع سے دوہراتے ہیں۔ بہرحال اس آیت کریمہ کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی اور بھی بہت سی آیات مبارکہ ہیں کہ جن کے جواب میں بعض جوابی کلمات ادا کئے جاتے ہیں لیکن ان کی تفصیل کچھ آگے چل کر آئے گی۔ پس! اس اصلی اور حقیقی معبود یعنی خدا تعالیٰ کے بہت سے نام ہیں۔ اسمائے حسنیٰ کہتے ہیں اللہ رب العالمین کے وہ پیارے نام جو اس نے اپنے لئے پسند فرمائے ہیں۔

ابھی آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی صرف چند ایک ہی صفات حسنہ ملاحظہ فرمائیں لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی تو اتنی زیادہ مختلف انواع و اقسام کی انگنت صفات حسنہ ہیں کہ ہم ان کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک اور جگہ اپنی لاتعداد صفات کے بارہ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اے انسانو! تم تو ان کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے:-

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی o (طٰہٰ ۲۰ :آیت ۸) ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اسی لئے تو اس اللہ کی بہت سی انگنت صفات حسنہ ہیں''۔

اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی بہت سی انگنت صفات ہیں اسی طرح انہی پاکیزہ صفات الٰہیہ کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے بہت سے نام بھی ہیں۔ بلکہ ایک جگہ تو خدا تعالیٰ خود اپنے بندوں سے پوچھتا ہے کہ:-

ھَلْ تَعْلَمُ لَہُ سَمِیًّا o (مریم ۱۹ :آیت ۶۵) ''کیا تو اس (اللہ) کے کسی ہم نام یعنی اس جیسے کو جانتا ہے''۔

لیکن ایک انسان اس سوال کا کیا جواب دے سکتا ہے؟ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ از خود ہی ہماری اسی مشکل کو سمجھتے ہوئے اپنے اسمائے مبارکہ کے بارہ میں ارشاد فرماتا ہے کہ:-

وَلِلّٰہِ الْاِسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا ص وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیٓ اَسْمَآئِہٖ ط سَیُجْزَوْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ o (الاعراف ۷: آیت ۱۸۰) '' اور اللہ تعالیٰ کے تمام نام ہی خوبصورت ہیں۔ پس! تم ان ناموں میں مستور صفات حسنہ کو یاد کر کے اس سے دعا مانگا کرو اور تم ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو جو کہ اللہ کے ان پاکیزہ ناموں کے بارہ میں کج روی اختیار کرتے ہوئے ان میں مستور صفات حسنہ پر یقین نہیں رکھتے۔ ایسے افراد کو ان کے بداعمال کی جزا یعنی سزا ضرور دی جائے گی''۔

☆

اب ہم ان اسمائے حسنہ کے معنی کو دیکھتے ہیں کہ ان ناموں کا مطلب کیا ہے۔

نمبر	نام	معنی
۰	الآخر	سب سے آخری
۱	العلی	سب سے بُلند و بالا
۲	العدل	عدل کرنے والا
۳	العفو	معاف کرنے والا
۴	الاحد	تمام صفات میں یکتا
۵	العلیم	تمام علوم رکھنے والا
۶	اللہ	معبودِ حقیقی
۷	الاول	سب سے پہلے
۸	العظیم	عظیم الشان
۹	العزیز	سب پر غالب
۱۰	الباعث	وجہ پیدا کرنے والا
۱۱	الباقی	ہمیشہ رہنے والا
۱۱۲	الباری	درست کرنے والا
۱۳	الباسط	فراخی دینے والا
۱۴	الباطن	سب سے مخفی
۱۵	البدیع	اسی وقت ۔ اچانک
۱۶	البر	سب سے بڑا محسن
۱۷	البصیر	سب کچھ دیکھنے والا
۱۸	الفاتح	فتح کرنے والا
۱۹	الغفار	مغفرت کرنے والا
۲۰	الغفور	نہایت بخشنے والا
۲۱	الغنی	بے نیاز
۲۲	الہادی	ہدایت دینے والا
۲۳	الحفیظ	سب کا محافظ
۲۴	الحکیم	نہایت حکمت والا
۲۵	الحکم	فیصلہ کرنے والا
۲۶	الحلیم	نہایت بُردبار
۲۷	الحمید	حمد و ثناء کے لائق
۲۸	الحق	سب سے زیادہ سچا
۲۹	الحسیب	حساب رکھنے والا
۳۰	الحیٔ	ہمیشہ زندہ رہنے والا
۳۱	الجامع	محشر میں جمع کرنے والا
۳۲	الجبار	صاحب جبروت
۳۳	الجلیل	بُلند مرتبہ والا
۳۴	الکبیر	سب سے بڑا
۳۵	الکریم	نہایت کرم کرنے والا
۳۶	الخافض	شکست دینے والا
۳۷	الخالق	تخلیق کرنے والا
۳۸	الخبیر	سب کچھ جاننے والا
۳۹	اللطیف	لطف و کرم کرنے والا

نمبر	نام	معنی
۴۰	الماجد	بزرگی والی عظمت والا
۴۱	المانع	روک دینے کرنے والا
۴۲	المبدی	وجود بخشنے والا
۴۳	المجید	نہایت بزرگی والا
۴۴	المالک الملک	تمام کائنات کا مالک
۴۵	المتین	نہایت مظبوط
۴۶	المہیمن	نگہبانی کرنے والا
۴۷	المحصی	حساب کتاب رکھنے والا
۴۸	المؤخر	پیچھے دھکیلنے والا
۴۹	المؤمن	امان دینے والا
۵۰	المعز	عزت دینے والا
۵۱	المعید	دوبارہ زندگی بخشنے والا
۵۲	المغنی	عطاء کرنے والا
۵۳	المحیٔ	حیات دینے والا
۵۴	المجیب	قبول کرنے والا
۵۵	الملک	شہنشاہ
۵۶	الممیت	موت دینے والا
۵۷	المنتقم	انتقام لینے والا
۵۸	المقدم	ترجیح دینے والا
۵۹	المقیت	قوت بخشنے والا

نمبر	نام	معنی
۶۰	المقسط	صاف وشفاف
۶۱	المقتدر	اقتدار میں رہنے والا
۶۲	المصور	شکل وصورت بنانے والا
۶۳	المتعالی	نہایت عالی مرتبہ
۶۴	المتکبر	انتہائی تکبر والا
۶۵	المذل	ذلت دینے والا
۶۶	النافع	نفع بخشنے والا
۶۷	النور	سراپا نور
۶۸	القابض	قبض کرنے والا
۶۹	القادر	قدرت رکھنے والا
۷۰	القہار	قہر برسانے والا
۷۱	القوی	نہایت قوت والا
۷۲	القیوم	ہمیشہ قائم رہنے والا
۷۳	القدوس	انتہائی مقدس
۷۴	الرافع	بُلند کرنے وال
۷۵	الرحیم	نہایت رحم کرنے والا
۷۶	الرحمٰن	نہایت ہی مہربان
۷۷	الرقیب	نگرانی کرنے والا
۷۸	الرشید	صاحب رشد وہدایت
۷۹	الرؤف	رحم دل

نمبر	نام	معنی	نمبر	نام	معنی
۸۰	الرزاق	رزق دینے والا	۹۰	الوالی	سب کا کارساز
۸۱	الصبور	صبر وتحمل والا	۹۱	الوارث	ہمیشہ رہنے والا
۸۲	السلام	سلامتی سے بھرپور	۹۲	الواسع	وسعت رکھنے والا
۸۳	الصمد	نہایت بے نیاز	۹۳	الودود	نہایت محبت کرنے والا
۸۴	السمیع	سب کچھ سننے والا	۹۴	الوہاب	عطاء کرنے والا
۸۵	الشہید	چشم دید موجود گواہ	۹۵	الوکیل	وکالت کرنے والا
۸۶	الشکور	بہترین جزاء دینے والا	۹۶	الولی	سب کا سرپرست
۸۷	التواب	توبہ قبول کرنے والا	۹۷	الضاہر	نہایت آشکار
۸۸	الواحد	اپنی ذات میں واحد	۹۸	الضار	ضرر پہنچانے والا
۸۹	الواجد	وجود میں لانے والا	۹۹	ذوالجلال	صاحب جلال

☆

تخلیق کائنات

اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان یعنی کل کائنات کو یونہی نہیں بنایا بلکہ ان کو ایک خاص مقصد کے تحت بنایا ہے یعنی ان کی پیدائش میں ایک حکمت مستور ہے۔فرمایا:-

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ o (الانبیأ ۲۱ :آیت ۱۶) ’’اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ بھی ان دونوں کے درمیان ہے محض کھیل اور تماشہ کے طور پر پیدا نہیں کیا‘‘۔

پھر فرمایا کہ اگر ہمیں کسی کسی کھیل کھلونے کی ہی طلب ہوتی تو ہم اسے اپنے سامنے یعنی اپنے قریب ہی رکھتے۔فرمایا:-

لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّا تَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ o (الانبیأ ۲۱: آیت ۱۷)’’ اگر ہمیں کوئی دل بہلاوا ہی

پسند ہوتا تو ہم اس کو اپنے قرب میں ہی پسند کرتے‘‘۔

پس! اسی لئے دنیا میں بہت سے ذہین وفطین لوگ زمین وآسمان کی پیدائش کے بارہ میں سوچتے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور اس کائنات کو یقیناً بلا مقصد یونہی پیدا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے حال کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:-

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ o (آل عمران ۳ :آیت ۱۹۱) ’’اور وہ لوگ جو کھڑے ہوکر اور بیٹھے ہوئے نیز اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے بھی اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور وہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے بارہ میں بھی یقیناً غور وفکر سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! یقیناً تُو نے اس کائنات کو یونہی بلا مقصد اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا کیونکہ تُو ایسے بے مقصد کام کرنے سے یقیناً قطعاً پاک ہے۔ پس! تُو ہماری زندگی کو بے مقصد ہونے سے بچا کر ہمیں اپنی آگ کے عذاب سے بچالے‘‘۔

اور پھر خدا تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں پنہاں ان تمام باتوں کو جانتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا کہ دیکھو:-

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ط يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِى الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ط وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ‘‘ o (الحدید ۵۷ : آیت ۴) ’’اسی نے آسمانوں اور زمین کو چھ مختلف اوقات میں پیدا کیا اور پھر عرش پر نہایت مظبوطی سے قائم ہوگیا۔ وہ اسے بھی جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتا ہے اور اسے بھی جو اس زمین میں سے نکلتا ہے اور اسے بھی جو آسمان سے اترتا ہے اور اسے بھی جو آسمان کی جانب چڑھتا ہے لہذا تم جہاں کہیں بھی جاؤ گے وہ تمہارے ساتھ رہے گا۔ اسی لئے تو اللہ تمہارے ہر قسم کے اعمال سے خوب واقف ہے‘‘۔

یہاں بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ پیشگوئی کے طور پر آنخضرت ﷺ کے سینکڑوں برس بعد پیش آنے والے ان واقعات کا ذکر فرما رہا ہے کہ جب زمینی معدنیات نکالنے کے لئے سینکڑوں میل لمبی سرنگیں بنائی جائیں گی یا موٹر گاڑیوں اور ریل گاڑیوں نیز ہوائی جہازوں کے ذریعہ روزانہ لاکھوں میل کے سفر کئے جائیں گے بلکہ راکٹوں کے ذریعہ اربوں میل کے خلائی سفر بھی ممکن ہو جائیں گے۔ ہم لوگ کتنے خوش قسمت ہیں کہ ہمارے دور میں یہ تمام پیشگوئیاں اپنی پوری آن بان اور شان کے ساتھ پوری ہو رہی ہیں۔ اس لئے جو شخص اب بھی خدائے ذوالجلال کی ہستی پر یقین نہ لائے تو اس جیسا بدقسمت انسان اس دنیا میں اور کون ہوسکتا ہے؟ جبکہ زمین وآسمان کی پیدائش کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ اس نے اس کائنات کو چھ مختلف ادوار میں بنایا ہے تو

انسان یہ سوچتا ہے کہ نہ جانے یہ ادوار کتنے لمبے ہوتے ہوں گے یا یہ کتنا مشکل کام ہوگا اور اس مشکل کام کو سرانجام دیتے ہوئے خدا تعالیٰ یقیناً تھک بھی گیا ہوگا اور شائید اس نے تھک کر کبھی آرام کرنے کے لئے وقفہ بھی کیا ہو لہذا یہاں اللہ تعالیٰ خود ہی ایک مرتبہ پھر اس سلسلہ میں مزید تشریح کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ میں نے صرف زمین و آسمان کو ہی نہیں بلکہ جو کچھ بھی ان دونوں کے درمیان اور ان کے اردگرد موجود ہے یعنی سورج، چاند، ستارے اور شہاب ثاقب نیز کہکشاں وغیرہ یعنی کل کائنات کو تخلیق کیا لیکن اتنی بڑی کائنات کی تخلیق نے بھی مجھے بالکل نہیں تھکایا۔فرمایا:-

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝ (ق ۵۰:آیت ۳۸) ''اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ بھی ان کے درمیان موجود ہے ان سب کو چھ مختلف ادوار میں بنایا لیکن اس کے باوجود ہم بالکل نہیں تھکے''۔

اب آپ خود ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم الشان ہستی اور خدا تعالیٰ کی بے انتہا قوت اور بے پناہ طاقت کا اندازہ لگالیں کہ ہم خدا تعالیٰ کی صرف ایک ہی صفت کو الفاظ کے دائرہ میں نہیں لاسکتے اس لئے یہاں اللہ تعالیٰ کی تمام پاکیزہ صفات کا ذکر ممکن ہی نہیں لہذا ہماری اس مشکل کو اللہ تعالیٰ نے حل کرتے ہوئے دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف بذات خود ہی فرمایا تم اس بارہ میں ذرا غور تو کرو کیونکہ میں تو مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک حتیٰ کہ جہاں تک تمہاری نظر جاتی ہے بلکہ اس سے بھی آگے اور بہت دور تک ہوں۔فرمایا:-

وَهُوَ اللّٰهُ فِى السَّمٰوٰتِ وَ فِى الاَرضِ ؕ يَعلَمُ سِرَّكُم وَجَهرَكُم وَيَعلَمُ مَا تَكسِبُونَ ۝ (الانعام ۶:آیت ۳)'' اور وہ آسمان وزمین کا خدا ہے۔وہ تمہارے ظاہر کو بھی جانتا ہے اور تمہارے باطن کو بھی''۔

پھر فرمایا کہ یہی نہیں بلکہ میں کائنات کی لامتناہی فاصلوں اور دوریوں سے بھی آگے تک کا خالق و مالک ہوں:-

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝ (المزمل ۷۳:آیت ۹) ''وہ مشرق کا بھی رب ہے اور مغرب کا بھی رب ہے۔یعنی اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس ! اسی کو اپنا کارساز بناؤ''۔

قرآن مجید کی تلاوت سے یہ بات بھی ثابت ہوجاتی ہے کہ زندگی کا وجود صرف زمین پر ہی نہیں بلکہ کائنات کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی کہیں نہ کہیں زندگی کا نام ونشان بلکہ وجود کسی نہ کسی صورت میں اور کسی نہ کسی جگہ ضرور موجود ہے۔اس بارہ میں کئی آیات کریمہ موجود ہیں لیکن یہاں صرف ایک آیت کا ذکر کرتا ہوں بقیہ آیات کا ذکر ان میں موجود نفس مضمون کو سامنے رکھتے ہوئے انشاءاللہ اگلے مضامین

میں ہوگا۔فرمایا:-

وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَثَّ فِیۡہِمَا مِنۡ دَآبَّۃٍ ؕ وَ ہُوَ عَلٰی جَمۡعِہِمۡ اِذَا یَشَآءُ قَدِیۡرٌ'' (الشوریٰ ۴۲ :آیت ۲۹) ''اوراس کےنشانات میں سےایک نشان آسمانوں اورزمین کی پیدائش ہےاور یہ کہ اس نے ان دونوں میں چلنے پھرنے والے جاندار پھیلا دئے ہیں۔اور پھر یہ کہ جب بھی وہ چاہے گا تب وہ ان تمام مخلوقات کو اکٹھا کرنے پر بھی خوب قادر ہے''۔

دنیا کی کوئی اورہستی یا دنیا کی کوئی اور کتاب اس بات کا دعویٰ نہیں کرسکتی ہے کہ اس عالم کائنات میں یعنی ہماری اس زمین کے علاوہ بھی کہیں نہ کہیں زندگی کی کوئی نہ کوئی رمق بلکہ چلنے پھرنے والے جاندار بھی موجود ہیں۔یہ دعویٰ صرف اورصرف قرآن مجید ہی کرتا ہے اورجیسا کہ اب تک اس مقدس کلام پاک میں درج تمام پیشگوئیاں پوری ہوچکی ہیں اور کچھ ہماری زندگی میں ہی پوری ہورہی ہیں اسی طرح بقیہ تمام پیش گوئیاں بھی اپنے اپنے وقت میں ضرور پوری ہوں گی۔انشاٗ اللہ

☆

وقت

خدا تعالیٰ جب مشرق کا بھی رب ہےاورمغرب کا بھی اورشمال کا بھی اورجنوب کا بھی تو پھر ہمارے دنیاوی وقت کی حیثیت اوروقعت خدا تعالیٰ کی نظر میں کیا ہوسکتی ہے؟ لہٰذا ہمارے دنیاوی وقت کی حقیقت کو بےنقاب کرتے ہوئے فرمایا:-

اَوۡ کَالَّذِیۡ مَرَّ عَلٰی قَرۡیَۃٍ وَّ ہِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوۡشِہَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحۡیٖ ہٰذِہِ اللّٰہُ بَعۡدَ مَوۡتِہَا ۚ فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ ؕ قَالَ کَمۡ لَبِثۡتَ ؕ قَالَ لَبِثۡتُ یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ ؕ قَالَ بَلۡ لَّبِثۡتَ مِائَۃَ عَامٍ فَانۡظُرۡ اِلٰی طَعَامِکَ وَ شَرَابِکَ لَمۡ یَتَسَنَّہۡ ۚ وَ انۡظُرۡ اِلٰی حِمَارِکَ وَ لِنَجۡعَلَکَ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَ انۡظُرۡ اِلَی الۡعِظَامِ کَیۡفَ نُنۡشِزُہَا ثُمَّ نَکۡسُوۡہَا لَحۡمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ ۙ قَالَ اَعۡلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ'' ۝ (البقرۃ ۲ :آیت ۲۵۹) ''اوراب اس ایک شخص کی مثال دیکھو کہ جب وہ ایک ایسے شہر کے پاس سے گزرا کہ جس کی حالت یہ تھی کہ وہ اپنی چھتوں کے بل گراہوا تھا تو اس شہر کی ویرانی کو دیکھ کر اس شخص نے سوچا کہ اس شہر کی بربادی کے بعد نہ جانے اللہ کب اس شہر کو دوبارہ آباد کرے گا؟ اس خیال کے آتے ہی اللہ نے اسے ایک سو سال تک خواب میں مردہ رکھا اور پھر اسے اس کی صد سالہ نیند سے جگا کر پُوچھا کہ اے میرے بندے اب بتا! کہ تُو اس حالت میں کتنا عرصہ رہا؟ اس شخص نے جواباً عرض کیا کہ اے میرے اللہ! میں اس نیند کی حالت میں شائد ایک یا دو

دن مبتلا رہا ہوں۔ یہ سن کر اللہ نے فرمایا: ہاں ! یہ بھی ٹھیک ہے اور تُو اس خواب کی حالت میں ایک سو سال بھی رہا ہے لہذا اب تُو اپنے کھانے پینے کے سامان کی طرف دیکھ کہ وہ گلا سڑا نہیں اور اپنے سواری کے گدھے کی طرف بھی دیکھ اور ان دونوں کو صحیح وسلامت دیکھ کر سمجھ لے کہ تیرا خیال بھی اپنی جگہ درست ہے اور ہمارا خیال بھی اپنی جگہ درست ہے اور ایسا ہم نے اس لئے کیا ہے تا کہ ہم تجھے لوگوں کے لئے ایک نشان بنائیں۔ پس! اب ان ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ کس طرح ہم ان کو اپنی اپنی جگہ رکھ کر جوڑتے ہیں اور پھر اس کے بعد ہم ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ اس طرح جب اس شخص پر یہ حقیقت حال پورے طور پر واضح ہوگئی تو اس نے مؤدبانہ عرض کیا کہ اے میرے اللہ! میں جانتا ہوں کہ تُو ہر ایک چیز پر قادر ہے''۔

پس اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے سورج، چاند اور ستارے بنانے کے ساتھ ساتھ ہماری آسانی کے لئے دن، رات نیز صبح، دوپہر اور شام کے اوقات بنا کر ہماری راہنمائی فرمائی اور ہمیں مختلف اوقات میں فرق کرنا سکھایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ (اٰل عمران ۳:آیت ۱۹۰)
" آسمانوں اور زمین کی پیدائش نیز رات اور دن کے آگے پیچھے آنے میں غور وفکر کرنے والے عقلمند انسانوں کے لئے یقیناً کئی قسم کے نشانات موجود ہیں''۔

رات اور دن بنانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہم انسانوں کی سہولت کے لئے وقت کی اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

---وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ (الحج ۲۲ :آیت ۴۷) ---''اور یقیناً خدا کا ایک دن تمہاری گنتی کے ہزار دنوں کے برابر یا اس سے بھی بڑھ کر ہوسکتا ہے''۔

پھر فرمایا کہ تمہارے لئے صرف اتنا بتانا ہی کافی ہے تا کہ تم یہ اندازہ لگا سکو کہ خدا تم سے کتنی دور ہے یعنی تمہاری پہنچ سے بہت باہر لیکن جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ اتنی دُوری کے باوجود بھی خدا تعالیٰ تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ فرمایا:-

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ (المعارج ۷۰ : آیت ۴) ''تمام فرشتے اور ارواح! خدا کی جانب اتنے وقت میں چڑھتے ہیں کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوتی ہے''۔

خدائی وقت اور فاصلوں کا تعین انسانی نقطہ نظر سے قطعاً ناممکن ہے کیونکہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اوپر درج آیت کریمہ میں فرمایا کہ خدا کا ایک دن تمہارے ایک ہزار دنوں کے برابر ہے تو اب آپ خدا تعالیٰ کے پچاس ہزار سالوں کی گنتی کے مطابق وقت اور فاصلوں کا تعین

کرلیں جبکہ روشنی کی رفتار ایک سیکنڈ میں تین لاکھ (۳،۰۰،۰۰۰) کلومیٹر ہے یعنی اگر ہم روشنی کی سپیڈ سے بھی کسی جگہ پہنچنے کا ارادہ کریں تو بھی ایک محتاط اندازے کے مطابق یہ حساب درج ذیل طریقہ سے لگایا جاسکتا ہے لیکن اس جگہ پہنچنے سے قبل ہمیں درج بالا آیات کے مطابق خدائی وقت کو انسانی وقت میں تبدیل کرنا ہوگا اور انسانی وقت کو برسوں (سالوں) سے دنوں ۔ دنوں سے گھنٹوں ۔گھنٹوں سے منٹوں ۔منٹوں سے سیکنڈوں اور سیکنڈوں سے کلومیٹر میں یعنی فاصلوں میں تبدیل کرنا پڑے گا۔اس دنیاوی فارمولا کی ترکیب ملاحظہ فرمائیں:۔

خدائی وقت	اکائی	ضرب	انسانی وقت	اکائی	برابر	انسانی وقت	اکائی
سورۃ الحج:۴۸ کے مطابق خدا کا ایک دن	ایک دن	×	۱،۰۰۰ دن	دن	=	ایک دن	دن
خدا کا ایک سال	۳۶۵دن	×	۱،۰۰۰ دن	سال	=	۳۶۵،۰۰۰	سال
سورۃ المعارج:۵ کے مطابق ۵۰،۰۰۰سال	۵۰،۰۰۰ سال	×	۳۶۵،۰۰۰ سال	سال	=	۱۸،۲۵۰،۰۰۰،۰۰۰ ارب	سال

اب ہمیں یہ تو پتہ چل گیا کہ خدا تعالیٰ کے ۵۰،۰۰۰ سال ہمارے ۱۸ ارب ۲۵ کروڑ سال کے برابر ہیں۔اس لئے جیسا کہ میں اوپر عرض کر چکا ہوں کہ اب ان ۱۸ ارب ۲۵ کروڑ سالوں کو دنوں میں اور پھر ان ایام کو گھنٹوں میں ۔گھنٹوں سے منٹوں اور منٹوں سے سیکنڈوں میں تبدیل کر کے ۳۰۰،۰۰۰ کلومیٹر کے ساتھ ضرب دیں گے تو فاصلے کا تعین ہوجائے گا۔کیونکہ روشنی کی رفتار ۳۰۰،۰۰۰ لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ ہے اور اس وقت یعنی ۲۰۲۳ء میں یہی سب سے زیادہ تیز رفتار اکائی مانی جاتی ہے۔ ہمارے بعد آنے والے زمانہ میں ممکن ہے کہ کوئی اور نئی اکائی دریافت ہوجائے جو کہ اس اکائی کی نسبت کہیں زیادہ تیزی سے سفر کرسکتی ہو۔ **واللہ عالم بالصواب**

بہرحال اس وقت کو برسوں سے دنوں اور دنوں سے گھنٹوں اور گھنٹوں سے منٹوں اور منٹوں سے سیکنڈوں میں تبدیل کرنے کی ترکیب درج ذیل ہے:۔

وقت	اکائی	ضرب	وقت	اکائی	برابر	وقت	اکائی
۱۸،۲۵۰،۰۰۰،۰۰۰	سال	×	۳۶۵	دن	=	۶،۶۶۱،۲۵۰،۰۰۰،۰۰۰	دن
۶،۶۶۱،۲۵۰،۰۰۰،۰۰۰	دن	×	۲۴	گھنٹے	=	۱۵۹،۸۷۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰	گھنٹے

۱۵۹،۸۷۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰	گھنٹے	×	۶۰	منٹ	=	۹،۹۵۲،۲۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰	منٹ
۹،۹۵۲،۲۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰	منٹ	×	۶۰	سیکنڈ	=	۵۹۷،۱۳۲،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰	سیکنڈ

معزز قارئین! جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ فاصلہ ماپنے کے لئے اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ تیز رفتار طریق روشنی کی رفتار ہے اور روشنی ایک سیکنڈ میں تقریباً ۳۰۰،۰۰۰ یعنی تین لاکھ کلومیٹر کا فاصلہ طے کر لیتی ہے۔اس لئے اگر اوپر درج وقت کو روشنی کی رفتار سے ضرب دی جائے تو ہمیں یہ فاصلہ معلوم ہو جائے گا:-

وقت	اکائی	ضرب	فاصلہ	برابر	فاصلہ	اکائی
ایک	سیکنڈ	×	۳۰۰،۰۰۰	=	۳۰۰،۰۰۰	کلومیٹر
۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ۵،۹۷،۱۳۲،	سیکنڈ	×	۳۰۰،۰۰۰	=	۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰، ۲۹۱،۳۹۶	کلومیٹر

یہ ایک ناقابل تسخیر لامتناہی فاصلہ ہے لیکن اس کے باوجود یہ کوئی حد فاصل نہیں کیونکہ کائنات اتنی زیادہ وسیع وعریض ہے کہ اس کی لمبائی اور چوڑائی کا اندازہ لگانا ایک عام انسان تو کیا بڑے بڑے سائنسدانوں اور کمپیوٹروں کے لئے بھی ناممکن ہے۔اسی لئے کائنات کے فاصلوں کو کلومیٹر یا میل کی بجائے نوری سال کے ذریعہ سے ماپا جاتا ہے کہ جس کے لئے نوری سال کی لمبائی کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے کہ جسے LIGHT YEAR DISTANCE بھی کہا جاتا ہے۔یہ فاصلہ وہ ہے جو کہ روشنی تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے فاصلے طے کرتی ہوئی ایک سال کی مدت کے دوران سفر طے کرتی ہے۔ایک سال کا وقت لیپ کے سال کو مدنظر رکھتے ہوئے ۳۶۵،۲۵ دن بنتا ہے۔اس طرح سے لیپ کا سال بقیہ برسوں کے برابر ہو جاتا ہے۔اس حساب سے ایک نوری سال میں طے ہونے والا سفر درج ذیل طریق سے ماپا جا سکتا ہے:-

فاصلہ	اکائی	ضرب	وقت	اکائی	برابر	فاصلہ	برابر	وقت	اکائی
۳۰۰،۰۰۰	کلومیٹر	×	ایک	سیکنڈ	=	۳۰۰،۰۰۰	=	ایک	سیکنڈ
۳۰۰،۰۰۰	کلومیٹر	×	۶۰	سیکنڈ	=	۱۸،۰۰۰،۰۰۰	=	ایک	منٹ
۱۸،۰۰۰،۰۰۰	کلومیٹر	×	۶۰	منٹ	=	۰۰۰،۰۰۰، ۱،۰۸۰	=	ایک	گھنٹہ

۱،۰۸۰،۰۰۰،۰۰۰	کلومیٹر	×	۲۴	گھنٹے	=	۲۵،۹۲۰،۰۰۰،۰۰۰	=	ایک	دن
۲۵،۹۲۰،۰۰۰،۰۰۰	کلومیٹر	×	۳۶۵	دن	=	۹،۴۶۰،۷۳۰،۴۷۲،۵۸۰	=	ایک	نوری سال

جدید ریاضی میں حساب کرنے والوں کی سہولت کے لئے میں قوم کو ان کے حساب کتاب کے مطابق لگا کر آپ کو بتاتا ہوں کہ یہ فاصلہ ۹،۴۶۰،۷۳۰،۴۷۲،۵۸۰ کلومیٹر یعنی نو سو بلین اعشاریہ چار سو ساٹھ ملین کلومیٹر کا بنتا ہے۔ ہماری کائنات میں ہمارا سورج ہماری زمین سے تقریباً ۱۵۰،۰۰۰،۰۰۰ کلومیٹر یعنی ۱۵ کروڑ کلومیٹر یا پھر ایک سو پچاس ملین کلومیٹر کے فاصلہ پر جگمگا رہا ہے۔ ایک محتاط اندازہ کے مطابق سورج کی روشنی زمین تک پہنچتے پہنچتے تقریباً نو (۹) منٹ کا وقت لیتی ہے اور ہمارے نظام شمسی میں موجود سب سے زیادہ دور دراز سیارے پلوٹو تک پہنچنے میں پانچ گھنٹے اور چون منٹ کا وقت لیتی ہے۔ پس! اسی طرح ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک نوری سال کے فاصلہ پر موجود ستارے ہم سے کتنی دور ہیں اور خدا ؟ وہ تو ہماری رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔

اس وقت تمام کائنات میں نظر آنے والے اور روپوش یعنی اپنی انتہائی دوری کی بنا پر ہمیں دکھائی نہ دینے والے اربوں اور کھربوں سورج، چاند اور ستارے جگمگا رہے ہیں لیکن ہمیں تو صرف ہماری اپنی ہی کہکشاں GALAXY میں موجود ہی سورج چاند ستاروں، اور شہاب ثاقب کی صحیح تعداد کا بھی اندازہ نہیں اور آپ یقین مانیں کہ ہماری کہکشاں کے علاوہ بھی ہماری اپنی ہی اس کائنات میں کم از کم چھ مزید کائناتیں ایسی موجود ہیں کہ جن کی روشنی ابھی ہم تک نہیں پہنچی اور ان سے بھی پرے اور نہ جانے کتنی مزید کائناتیں موجود ہیں۔ اب اس ناقابل تسخیر فاصلہ کو دیکھ کر ہی آپ اندازہ لگالیں کہ خدا تعالیٰ کی ذات کتنی عظیم الشان ہستی ہے اور ابھی تو یہ فاصلہ صرف زمین سے ماپا گیا ہے لیکن اگر بالفرض یہ تصور کر لیا جائے کہ خدا ہمارے شمال کی جانب اوپر موجود ہے تو آپ خود ہی اس بات کا اندازہ لگالیں کہ ہماری زمین کی جنوبی جانب انتہائی دور چمکنے والے ستاروں یا اِن اَن دیکھی کہکشاؤں کا اس مرکزی نقطہ سے فاصلہ کتنا ہوگا اسی لئے تو جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَلَکُمْ تَسُؤْکُمْ ---(المائدۃ۵ :آیت ۱۰۱)'' اے مؤمنو! بعض ایسی باتوں کے متعلق تم خوامخواہ سوالات نہ کیا کرو کہ اگر ان کے جوابات تم پر ظاہر کر دئے جائیں تو تم خوامخواہ ایک مشکل میں گرفتار ہو جاؤ گے'' ---

پھر مکرر ارشاد فرمایا کہ ان تمام معاملات پر خوامخواہ زور آزمائی کر کے اپنی جان کو ہلکان نہ کرو بلکہ ذرا سوچو اور تدبر کے ساتھ غور کرو اور اسی ایک بات سے ہی نصیحت حاصل کرو کہ تم خواہ ستاروں پر بھی کمند ہی کیوں نہ ڈال لو لیکن پھر بھی اس کائنات کے دائرہ سے باہر جانا تمہارے لئے کسی طرح بھی ممکن نہیں اور جیسا کہ آپ سب کو بخوبی علم ہے کہ جس کائنات میں ہم رہتے ہیں اس سے بھی کہیں بہت دُور آگے جا کر کہکشاں آتی ہے اور اس سے بھی کہیں دُور بہت دُور بلکہ انتہائی دور دراز فاصلہ پر اور بھی بہت سی ہزاروں بلکہ لاکھوں کہکشائیں موجود ہیں اور ان کے درمیان نہ جانے کتنی اور بھی کائناتیں موجود ہیں۔اس لئے فرمایا:-

یٰـمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ (الرحمٰن ۵۵ : آیت ۳۳) ''اے جن وانسان کے گروہ! اگر تم میں اتنی طاقت ہے کہ تم آسمان وزمین کے کناروں سے نکل کر کہیں اور بھاگ جاؤ تو ایسا کر کے دکھا دو لیکن یاد رکھو! کہ تم اپنے کسی بھی استدلال یا اپنی کسی بھی خوبی یا فن کی بنأ پر کبھی بھی ایسا نہیں کر سکتے''۔

لہٰذا تمہیں ہر صورت میں میری بنائی ہوئی اسی کائنات میں ہی اپنی زندگی کے دن گزارنا ہوں گے۔اب اسی ایک مثال سے ہی تم سمجھ جاؤ کہ میں ہی تمہارا خالق اور مالک ہوں اور اس وسیع وعریض کائنات کی ہر شے پر میرا ہی قبضہ ہے اور اسی لئے تو میں اگر کسی کام کے کرنے کا ارادہ کروں تو اتنے زیادہ نا قابل تسخیر فاصلوں کے باوجود میرے صرف کہہ دینے سے ہی وہ وہ کام ہو جاتا ہے۔اسی لئے کُـن فَیَکُونُ کے یہ الفاظ قرآن مجید میں بہت سی جگہوں پر موجود ہیں لہٰذا یہاں صرف چند مثالیں پیش خدمت کرنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔فرمایا:-

اِنَّـمَا قَـوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝ (النحل ۱۶ : آیت ۴۰) ''جب ہم کسی بھی کام کے کرنے کا ارادہ کرتے ہیں اور اس کے بعد یہ حکم صادر فرما دیتے ہیں کہ ہو جا ! تو وہ کام ہو جاتا ہے''۔

اسی حکم کو ایک دوسری جگہ مزید تفصیل سے بیان کیا کہ نہ صرف وہ کام اسی وقت ہو جاتا ہے بلکہ بالکل اسی طرح وہ کام یا وہ چیز ہماری پسند کے عین مطابق مکمل بھی ہو جاتی ہے کہ جس طرح ہمارا اردہ اور منشأ ہوتا ہے۔فرمایا:-

اِنَّـمَآ اَمْرُهٗۤ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝ (یٰسٓ ۳۶ : آیت ۸۲) ''یقیناً اللہ کا معاملہ تو ایسا ہے کہ جب کبھی بھی وہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ فُلاں چیز ہو جائے اور وہ اس کے بارہ میں حکم دیتا ہے کہ اس طرح ہو جا تو وہ چیز بالکل اسی طرح تیار ہو جاتی ہے''۔

لیکن پھر بھی بعض لوگ سوچتے ہوں گے کہ چلو یہ تو پتہ چل گیا کہ جب خدا تعالیٰ کوئی حکم ارشاد فرما دیتا ہے تو یہ کام اسی وقت ہونا شروع ہوجاتا ہے اور شاید کچھ عرصہ میں اس کی تکمیل بھی مکمل ہوجاتی ہو لیکن اس موضوع کے بارہ میں اللہ تعالیٰ ہماری ایک بہت بڑی غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ نہیں اس کام کے ہونے میں کچھ بھی وقت نہیں لگتا اور ہمارا حکم ہوتے ہی سب کام آناً فاناً ہوجاتا ہے۔ فرمایا:-

وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ ۢ بِالْبَصَرِ o (القمر ۵۴: آیت ۵۰) ''اور ہمارا حکم آنکھ کے جھپکنے کی طرح یک دم پُورا بھی ہوجاتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے ان تمام باتوں کو کھول کھول کر بتاتے ہوئے فرمایا کہ اب تم لوگ خود ہی سمجھ لو کہ میں ہی یقیناً ہر ایک ہر چیز اور ہر ایک فعل پر قادر مطلق ہوں۔ فرمایا:-

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا o (الطلاق ۶۵: آیت ۱۲) ''اللہ وہی ہے کہ جس نے سات آسمان پیدا کئے ہیں اور مختلف زمینیں بھی ان آسمانوں کی تعداد کے مطابق پیدا کی ہیں اور ان سب کے درمیان اس کا حکم نازل ہوتا رہتا ہے تا کہ تم خوب اچھی طرح سے جان لو کہ اللہ ہر ایک چیز پر قادر ہے نیز اسی طرح اللہ اپنے علم کے ذریعہ ہر ایک چیز کا احاطہ بھی کئے ہوئے ہے یعنی ایسا نہیں کہ کسی چیز کو ایک مرتبہ بنایا اور پھر اسے لاوارث چھوڑ دیا بلکہ بنانے کے بعد بھی اس کی نگرانی ہو رہی ہے''۔

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ O (الانعام ۶: آیت ۹۶) ''پس وہ صبح کو ظاہر کرنے والا ہے اور اس نے رات کو باعثِ آرام اور سورج اور چاند کو ذریعہ حساب بنایا ہے۔ یہ اندازہ اس کا ہے جو غالب اور بہت جاننے والا ہے''۔

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِىْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ O (الانعام ۶: آیت ۹۷) ''اور وہی ہے جس نے تمھارے لئے ستاروں کو پیدا کیا تا کہ تم ان کے ذریعہ خشکی اور تری کی مشکلات میں راہ معلوم کرو۔ پس ہم نے علم والی قوم کے لئے نشانات کھول کر بیان کر دئے ہیں''۔

خدا تعالیٰ نے اس دنیا میں دن رات اور سال کے دوران مختلف اوقات میں مختلف اقسام کے موسم بدلنے کا نظام صرف ہماری سہولت

کے لئے خود جاری فرمایا اور دن اور رات کی پیدائش میں جو حکمت مستور ہے وہ قرآن مجید میں یوں بیان فرمائی:-

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَاللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ o (التوبة ۹ : آیت ۳۶) ''سال بھر کے تمام مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک یقیناً بارہ مہینے ہی ہوتی ہے کیونکہ یہ اللہ کا قانون اس وقت سے موجود ہے جب سے کہ اس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے۔ ان بارہ مہینوں میں سے چار ماہ دین کی حرمت کے لئے مقرر کردہ مہینے ہیں۔ پس! تمہیں چاہیئے کہ ان کی حرمت کرو اور ان مہینوں کی حرمت نہ کر کے اپنی جانوں پر بے جا ظلم نہ ڈھاؤ اور ان حرمت کے ایام کے سوا تم مشرکین سے ایسے لڑو کہ جیسے کہ تمام بڑے بڑے بہادر انسان کسی بھی لڑائی کے وقت اس میں دلیری کے ساتھ حصہ لیتے ہیں لیکن یاد رکھو! کہ اللہ صرف متقیوں کے ہی ساتھ ہوتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے ماہ سال کی گنتی کے لئے دن اور رات بنائے یعنی وقت کی پیمائش کا ایک طریقہ وضع کیا۔ اس سے نہ صرف ہمیں وقت کا اندازہ ہو جاتا ہے بلکہ دن اور رات کے قیام سے کام کرنے میں بھی سہولت میسر آتی ہے۔ فرمایا:-

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ o (الانبیأ ۲۱ :آیت ۳۳) ''اور وہی ہے کہ جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا اور یہ سب اپنے اپنے محور پر گردش کر رہے ہیں''۔

اور یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب کبھی کسی کو اس بات کا علم بھی نہ تھا کہ سورج اپنے محور کے گرد اور زمین سورج کے گرد اگرد گھومنے کے ساتھ ساتھ خود اپنے محور کے گرد اور پھر چاند بھی زمین کے گرد گھومنے کے ساتھ ساتھ اپنے محور کے گرد بھی گھوم رہا ہے۔ پس! ان تمام آیات کی تلاوت با ترجمہ کرنے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان اور تمام جہانوں کا خالق و مالک اور پرودگار رب ہے۔ فرمایا:-

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o (الجاثیة ۴۵: آیت ۳۶) ''پس! تمام تعریفیں اسی اللہ ہی کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا اور تمام جہانوں کا بھی رب ہے''۔

☆

تخلیق آدم

یہ ایک نہایت ہی مشکل سوال ہے کہ جس کا جواب دینا بھی نہایت ہی مشکل ہے کیونکہ انسان میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں کہ جو تمام فرشتوں اور جنوں بلکہ شیطانوں میں بھی موجود ہیں یعنی انسان خود سوچ سمجھ کر اچھا یا بُرا فیصلہ کرسکتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کی روح کا خمیر اغلباً اسی مٹی سے یا اسی طرح کی مٹی سے بنا ہے کہ جس مٹی سے اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب فرشتوں کو بنایا تھا اور اسی لئے انسان کی روح بھی فرشتوں کی طرح تمام کائنات کے لاتناہی فاصلے پلک جھپکتے میں طے کرسکتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ نے انسان کو اپنا خلیفہ یعنی نائب بھی بنا دیا جبکہ کسی فرشتہ یا کسی دوسری چیز یا جنس کو اپنا نائب نہیں بنایا یعنی انسان کی تخلیق ایک ایسی پیچیدہ تخلیق تھی کہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقرب فرشتوں نے بھی اس کی شدید مخالفت کی تھی لیکن خدا تعالیٰ نے ان سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے فرشتو! تمہارا علم بہت محدود ہے کیونکہ جو چیز میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔

یعنی میں انسانوں کو کیوں پیدا کررہا ہوں کس مقصد کے واسطے بنا رہا ہوں اس بھید کو تم نہیں جان سکتے لیکن اس تخلیق کے وقت ہی اسے انسان کے خمیر کو جانتے ہوئے یہ علم تھا کہ میرے یہ بشر کسی کمزور ہستی کے سامنے بالکل نہیں جھکیں گے اور صرف اپنے سے بلند و برتر وجود کے سامنے ہی سرنگوں ہوں گے لہذا خدا تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو بھی یہ حکم دیا کہ آدم کی فرمانبرداری کرو لیکن ابلیس یعنی شیطان نے یہ کہہ کر تعظیم بجالانے سے انکار کردیا کہ اے میرے رب! یہ انسان تیری عبادت کرنے کی بجائے زمین میں جھگڑا و فساد برپا کریں گے اور ایک دوسرے کا خون بہائیں گے لہذا میں کیسے ان کی تعظیم کروں؟ اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح سے درج ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:-

وَ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ ج وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ط قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ o (البقرة ۲: آیت ۳۰) ''اور اے انسان دیکھ! تُو صرف اپنے اُس وقت کو یاد کر کہ جب تیرا کوئی وجود بھی موجود نہ تھا تو تب تیرے رب نے فرشتوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ میں زمین میں اپنا ایک ایسا نائب یعنی خلیفہ بنانے والا ہوں کہ جو میری طرح جو دل چاہے سو کرے کیونکہ وہ اپنے اعمال و افعال میں آزاد ہوگا تو اس پر انہوں نے عرض کیا کہ کیا تُو اس زمین میں ایسے اشخاص بھی پیدا کرے گا کہ جو اس زمین میں فساد کریں گے اور خون بہائیں گے؟ اس کے مقابل ہم تو صرف تیری پاکیزہ حمد بیان کرنے کے ساتھ ساتھ تیری تسبیح بھی کرتے رہتے ہیں اور تجھ میں ہی سب بڑائیوں کے پائے جانے کا دل سے اقرار کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود تُو جو چاہے بنا سکتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ

نے فرمایا کہ ہاں! یہ درست ہے لیکن یقیناً میں وہ سب کچھ جانتا ہوں جو کہ تم قطعاً نہیں جانتے''۔

یعنی اس آیت کریمہ سے اس بات کا ہلکا سا اشارہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو ہم انسانوں کے بارہ میں اتنا علم ضرور تھا کہ یہ زمین پر نہ صرف دنگا فساد برپا کریں گے بلکہ ایک دوسرے کا خون بہانے کے ساتھ ساتھ گوشت خور ہونے کی وجہ سے آدم خور بن کر نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں کا بھی خون بہائیں گے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان فرشتوں کو ان باتوں کا یہ علم کہاں سے ملا ؟ جبکہ ابھی خدا نے آدم کو بنایا بھی نہیں تھا۔ یہ ایک نہایت ہی اہم سوال ہے اور اس کا جواب دنیا بھر کے بہت سے پرانے مذاہب کی تاریخ کے ساتھ ساتھ خود قرآن مجید میں بھی ہمیں ملتا ہے مثلاً ہندوؤں کا مسئلہ آواگان ہے کہ جس میں انسانوں بلکہ حیوانوں کی بھی بار بار کی پیدائش کا ذکر ہے یعنی ثابت ہوا کہ اس مسئلہ میں بھی کچھ نہ کچھ حقیقت ضرور موجود ہے اسی لئے تو ہم حضرت کرشن جی مہاراج کو خدا کا یعنی بھگوان کا ایک اوتار اور نبی مانتے ہیں۔

اگر اس مسئلہ سے کلیتاً انکار کر دیا جائے تو پھر فرشتوں کو ان باتوں کا علم کہاں سے ملا کہ انسان اپنی پیدائش کے بعد جھگڑا و فساد کریں گے؟ اس لئے ممکن ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم انسانوں سے قبل انسانوں جیسی ہی کوئی مخلوق اس دنیا میں یا اس دنیا سے بہت دور کہیں کسی دوسری کائنات میں بھی پیدا کی ہو اور اُس آدم نے بھی اپنی اُس دنیا میں سوائے دنگا فساد برپا کرنے کے کوئی اور کام نہ کیا ہو کہ جس سے تنگ آ کر خدا نے ہم انسانوں کو پیدا کرنے کا فیصلہ فرمایا اسی لئے ہمارے ان خیالات کی تصدیق قرآن مجید میں ہی ہم سے بھی پہلے گزرے ہوئے ان انسانوں کا ذکر ملتا ہے کہ جنہیں خدا تعالیٰ ہم سے قبل پیدا کر چکا ہے جو کہ ہم کمزور انسانوں سے کہیں زیادہ طاقتور اور مظبوط جسم و جان کے مالک تھے۔ فرمایا:-

اَلَمۡ یَرَوۡا کَمۡ اَهۡلَکۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ مَّکَّنّٰهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مَالَمۡ نُمَکِّنۡ لَّکُمۡ وَاَرۡسَلۡنَا السَّمَآءَ عَلَیۡهِمۡ مِّدۡرَارًا ص
وَّجَعَلۡنَا الۡاَنۡهٰرَ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهِمۡ فَاَهۡلَکۡنٰهُمۡ بِذُنُوۡبِهِمۡ وَاَنۡشَاۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ قَرۡنًا اٰخَرِیۡنَ ○ (الانعام۶ : آیت ۶)

''کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی ایسی قوموں کو ہلاک کر دیا کہ جن کو ہم نے زمین میں بہت زیادہ تمکنت بخشی تھی جو کہ اب ہم نے انہیں دے دی ہے اور ہم نے اُن پر موسلا دھار بارش برساتے ہوئے بادل بھیجے اور پھر ان کے پانی سے ایسی نہریں چلائیں جو کہ اپنی طغیانی کے باوجود اُن کے تصرف میں تھیں لیکن پھر بھی یعنی ان کی جسمانی طاقت اور رزق کی فراوانی کے باوجود ہم نے اُن کو اُن کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوموں کو پروان چڑھایا''۔

اور اسی طرح اور بھی کئی قسم کی مخلوقات کا ذکر موجود ہے کہ جو ابھی تک ہم انسانوں سے نہیں ملیں لیکن اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

کہ:-

وَمِنۡ آيَاتِهِ خَلۡقُ السَّمَاوَاتِ وَالۡأَرۡضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِنۡ دَابَّةٍ وَهُوَ عَلَى جَمۡعِهِمۡ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ (الشوری ۴۲: آیت ۲۹) ” اوراس کے نشانات میں سے آسمانوں اورزمین کی پیدائش ہے اور جواس نے ان دونوں میں چلنے پھرنے والے جاندار پھیلا دیئے اور وہ انہیں اکٹھا کرنے پر خوب قادر ہے جب وہ چاہے گا“۔

اس آیت کریمہ کے مطابق خدا جب چاہے ہمیں ایک دوسرے سے ملوانے پر قادر ہے۔ پھر یہاں یہ بات بھی نہایت قابل غور ہے کہ خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ فرشتے اس کی ایسی مخلوق ہیں کہ جنہیں فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے بنایا جاتا ہے یعنی وہی آواگان کا مسئلہ کہ فرشتہ در فرشتہ اور ہم سے پہلے گزرے ہوئے بزرگ انسانوں یعنی فرشتہ صفت انسانوں کو بھی دوبارہ زندہ کر کے انہیں فرشتہ بنادے گا یا بنا دیا۔ ان آیات کا ذکر بعد میں آئے گا۔ بہر حال جو بھی ہو فرشتوں کے ساتھ اپنی اس گفتگو کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدم کو بناتے ہوئے فرمایا کہ بن جا اور آدم وجود میں آ گیا۔ فرمایا:-

اِنَّ مَثَلَ عِيۡسٰى عِنۡدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ۝ (آل عمران ۳: آیت ۵۹) ” تم اس بات کو ہمیشہ یاد رکھو کہ عیسیٰ کی پیدائش اللہ کے نزدیک یقیناً آدم کی پیدائش کی طرح ہی ہے کیونکہ اللہ نے آدم کو خشک مٹی سے پیدا کرتے ہوئے جب یہ فرمایا کہ تو بن جا تو وہ وجود میں آ گیا اور بالکل یہی معاملہ عیسیٰ کا ہے“۔

ایک اور جگہ فرمایا کہ:-

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ۝ وَالۡجَآنَّ خَلَقۡنٰهُ مِنۡ قَبۡلُ مِنۡ نَّارِ السَّمُوۡمِ ۝ وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّيۡتُهٗ وَنَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِيۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِيۡنَ ۝ فَسَجَدَ الۡمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمۡ اَجۡمَعُوۡنَ ۝ اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ اَبٰٓى اَنۡ يَّكُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِيۡنَ ۝ (الحجر ۱۵: آیات ۲۶ – ۳۱) ” اور یقیناً ہم نے انسان کو آواز نکالنے والے لاوے کے خشک گارے کی مٹی سے پیدا کیا اور انسان کی پیدائش سے قبل جنوں کو ہم نے آگ کی طرح جھلسا دینے والی گرم ہوا سے پیدا کیا اور پھر اس وقت کو یاد کر کہ جب تیرے رب نے فرشتوں کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کہا کہ میں آواز نکالنے والے لاوے کے خشک گارے کی مٹی سے انسان پیدا کرنے والا ہوں۔ اس لئے جب میں اس کی تکمیل مکمل کر کے اس میں اپنا کلام ڈالوں تو تم اس کی اطاعت کرتے ہوئے تعظیم بجالانا تو تب تمام فرشتے تعظیم بجالائے مگر شیطان نے تعظیم بجالانے سے انکار کر دیا“۔

جب شیطان نے اللہ کی اس اشرف المخلوقات کی تعظیم نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے دریافت کیا:۔
قَالَ یٰۤاِبۡلِیۡسُ مَا مَنَعَکَ اَنۡ تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسۡتَکۡبَرۡتَ اَمۡ کُنۡتَ مِنَ الۡعَالِیۡنَ (ص ۳۸ : آیت ۷۵) ’’اے ابلیس! تجھے میری اس تخلیق کی تعظیم بجالانے سے کس چیز نے روکا جبکہ اسے تو میں نے خود اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔ کیا تو گھمنڈ میں آ گیا ہے۔ یا تو بہت بڑا درجہ پانے والوں میں سے ہے‘‘۔

بہرحال آدم کو بنانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود اس کی انتہائی بہترین تعلیم و تربیت کی۔ فرمایا:۔
وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَی الۡمَلٰٓئِکَةِ ۙ فَقَالَ اَنۡۢبِئُوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ○ قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ○ قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۚ فَلَمَّاۤ اَنۡۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۙ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکُمۡ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۙ وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا کُنۡتُمۡ تَکۡتُمُوۡنَ ○ (البقرۃ ۲ :آیات ۳۱-۳۳) ’’اور پھر اللہ نے آدم کو تمام نام سکھائے اور پھر جن اشیا یا وجودوں کے وہ نام جو اللہ نے آدم کو سکھائے تھے ان اشیا یا وجودوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فرمایا کہ اگر تمہیں ان اشیا یا وجودوں کے بارہ میں کچھ بھی علم ہے تو مجھے ذرا ان کے نام ہی بتلاؤ۔ اس پر فرشتوں نے انتہائی لجاجت سے عرض کیا کہ تُو تو تمام عیبوں سے پاک ہے اور پھر جو کچھ تُو نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کسی دوسری بات کا قطعاً کوئی علم نہیں۔ اور صرف تُو خود ہی یقیناً کامل علم و حکمت رکھنے والا ہے۔ اس پر اللہ نے آدم کو حکم دیا کہ اب ذرا تُو بھی ان فرشتوں کو ان اشیا یا وجودوں کے نام بتا۔ پھر جب آدم نے ان فرشتوں کو ان اشیا یا وجودوں کے نام بتائے تو تب خدا تعالیٰ نے فرشتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو! کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میں ہی یقیناً آسمانوں اور زمین میں ڈھکی چھپی تمام باتوں کو جانتا ہوں؟ اور میں اسے بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور یقیناً اسے بھی جانتا ہوں جو کچھ تم چھپاتے ہو‘‘۔

لہذا اس طرح اللہ تعالیٰ نے آدم کو نہ صرف نام سکھا کر بلکہ اور بھی بہت سے علم و ہنر سکھا کر بنی نوع انسان کو اپنی تمام دوسری مخلوقات کے مقابلہ پر افضل بنا دیا کہ جن میں سے چند ایک کا ذکر سورۃ رحمٰن میں بھی ملتا ہے کہ دیکھ لو میں نے ہی انسان کو بنایا ہے اور اسے بے زبان مخلوقات اور مختلف جانوروں کے مقابلہ میں قوت بیان عطاً فرمائی۔ یہاں مخلوقات سے مراد تمام زمین و آسمان کی ہر مادی و غیر مادی اشیاً مثلاً سورج چاند ستارے زمین ہوائیں بادل بجلی آوازیں دکھائی نہ دینے والی برقی یا مقناطیسی لہریں حیوانات و نباتات نیز وہ تمام مخلوقات بھی جو کہ کسی اور ہی دنیا میں اپنی زندگی بسر کر رہی ہے لیکن ابھی تک ہم سے نہیں ملی نیز جن اور فرشتے بھی۔ فرمایا:۔
خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ○ عَلَّمَهُ الۡبَیَانَ ○ (الرحمٰن ۵۵ :آیات ۳-۴) ’’اللہ نے ہی انسان کو بنایا ہے اور اس انسان کو

بولنے کی طاقت اوراوراپنی بات کوفصاحت سے بیان کرنے کی قوت بخشی‘‘۔

اسی طرح فرمایا کہ اے انسان ! دیکھ کہ میں نے خشکی اورتری۔ ہوانیز فضاً میں بھی تیری آسانی اورسہولت کے مدنظرراستے بنادئے ہیں اورسب سے بڑارحم جوفرمایاوہ یہ کہ انسان کواشرف المخلوقات بنادیا۔اس وقت یونی نزول قرآن پاک کے وقت ریل گاڑیوں یا موٹرکاروں یاہوائی جہازوں یاراکٹوں کے ذریعہ سفرکاامکان توکیاکوئی خام خیال بھی کسی کونہ تھااورچاند پرتوجانے کاسوال ہی پیدانہیں ہوتاتھالیکن یہ خدائی شان ہے کہ اس نے قرآن مجید کواپنی پیشگوئیوں کے ساتھ یہ فضیلت بخشی کہ وہ آج سے ہزاروں سینکڑوں سال قبل آسمانوں میں نہ صرف ہوائی بلکہ فضائی راستوں کی بھی نشان دہی کرتاہے۔فرمایا:-

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا

(بنی اسرائیل ۱۷ : آیت ۷۰) ’’اورہم نے ہی بنی آدم کواتنا زیادہ شرف بخشا کہ اس کے لئے خشکی اورتری میں سواری کاسامان پیداکیااورانہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق عطاً کیااوراپنی پیداکردہ تمام مخلوقات کے ایک کثیرحصہ پرہم نے انسان کوفضیلت بخشی‘‘

یہ عجیب حیرت کی بات ہے کہ خشکی اورتری بلکہ فضامیں بھی موٹریاراکٹ کی طاقت سے چلنے والے تمام ذرائع ہمیں ان مغربی ممالک کے باشندوں کی معرفت ہی مہیاہوئے ہیں جوکہ ان ذرائع کی ایجاد کے وقت اپنے آپ کوعیسائی یایہودی مانتے تھے یعنی بنی اسرائیل میں سے تھےاور ہیں۔یہ ایسے ہی ہے کہ جیسے **اللھم صلے علی محمدٍ و علیٰ آل محمدٍ** میں **آل محمد** میں ہم تمام کلمہ گو مسلمان شامل ہیں بالکل اسی طرح بنی اسرائیل کے تمام عیسائی اور یہودی بلاتمیزرنگ ونسل شامل ہیں اورخداتعالیٰ کاکمال دیکھیں کہ سینکڑوں سال سے یہ پیشگوئی بھی سورۃ بنی اسرائیل میں ہی موجود ہے۔**سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم**

بہرحال اشرف المخلوقات ہونے کی بدولت ہمیں ازل سے ہی دنیابھرکی دوسری تمام مخلوقات پرفوقیت حاصل ہےاوراسی لئے یہ تمام مخلوقات ہماری مددپرکمربستہ رہتی ہیں۔ان میں سے بعض کاذکرمثلاً فرشتے جوہوائیں چلاتے ہیں اوربادلوں کوادھرادھراڑاتے رہتے ہیں۔بارش برساتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔اسی طرح جن بھی جوکہ ہمارے کئی ڈھکے چھپے کام کرتے رہتے ہیں مثلاً ہماری غذامیں سے بعض مخصوص اجزاکوتوانائی کی صورت میں ہمارے جسم کے خون میں شامل کرتے رہتے ہیں۔اس کے علاوہ مختلف درندے بھی ہمارے لئے اپنے مختلف کاموں سے بے حدمفید ثابت ہوچکے ہیں اورہورہے ہیں مثلاً ہل کھینچنا۔کنویں میں سے پانی نکالنا۔مال برداری نیز سواری کے کام آناوغیرہ وغیرہ۔اورتواورپرندے بھی کسی نہ کسی طورانسان کی مددکرتے رہتے ہیں مثلاً کبوتروں کی پیغام رسانی بلکہ کووں اورابابیلوں نیزایسی گرجوں کاتوخودذکرفرمایاکہ جوآسمان سے ہڈی والے گوشت کاٹکڑاکسی پتھرپرگراکرگوشت اورہڈیوں کاگودا

کھاتے ہیں۔فرمایا :-

وَّ اَرۡسَلَ عَلَیۡھِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ ۝ تَرۡمِیۡھِمۡ بِحِجَارَۃٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ۝ (الفیل ۱۰۵ : آیات ۳-۴) ’’اوراس کے بعدان کی لاشوں پرجُھنڈ کےجُھنڈ پرندے بھیجے جوان کے گوشت کونوچ کرسخت قسم کے پتھروں پر مار کرکھاتے تھے‘‘۔

قرآن شریف میں ایک اورجگہ اللہ تعالیٰ اپنے ان بے انتہا احسانات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ نہ صرف یہ گوشت پوست والے جانور بلکہ دنیا بھراورکائنات میں موجوددوسری اشیابھی تمہاری ہی خدمت کےواسطے بنائی گئی ہیں۔فرمایا:-

وَسَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡہُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ۝ (الجاثیۃ ۴۵: آیت ۱۳) ’’اوراےانسانو! جوکچھ آسمانوں میں ہےاور جو کچھ بھی زمین میں چھپاہوٗا یا ظاہر ہےوہ سب کا سب اللہ نے تمہاری خدمت پرلگایاہوٗا ہےاوراسی ایک مثال میں ہی غوروفکر کرنے والی اقوام کے لئے بہت سےنشانات موجود ہیں‘‘۔

اسی طرح مزیدفرمایا:-

وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡھَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ (النحل ۱۶ : آیت۱۸) ’’اوراگرتم اللہ کےاحسانات کا شمارکرنےلگوتوتم کبھی بھی اس کےانگنت احسانات کا احاطہ نہ کرسکو گے۔پس! ثابت ہوٗا کہ یقیناً اللہ ہی بےحساب بخشنے والااور بار بار رحم کرنے والا ہے‘‘۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے ہر قسم کی نعمتیں پیدا کیں اور پھران نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے انسان کو ہر قسم کا علم بھی عطاً فرمایا تا کہ انسان، اللہ تعالیٰ کے عطاً کردہ علم کے بل بوتے پر دن بہ دن ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے نئی سے زیادہ نرالی اشیا ایجاد کرتے ہوئے آگے سے آگے ہی بڑھتا چلا جائے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَالَمۡ یَعۡلَمۡ ۝ (علق ۹۶ : آیت۵) ’’اللہ نے انسان کووہ سب کچھ سکھایا جو کہ انسان آج سے پہلےنہیں جانتا تھا‘‘۔

کیونکہ ہر آنے والے نئے دن اور ہر آنے والی نئی رات میں انسان کےعلم میں اضافہ ہی ہوتا چلا جارہا ہے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ بہت سی دوسری مثالیں دیتے ہوئے بار بار ہم سے یہ پوچھتا ہے کہ اب بتاؤ ! کہ تم میری دی ہوئی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کا انکارکرنے کی جرأت کروگے؟ فرمایا:-

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ٥ (الرحمٰن ۵۵: آیت ۱۶) ''پس! اے جن وانسان! بتاؤ تو سہی کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کا انکار کروگے''۔

سورۃ رحمٰن کی ان آیات کریمہ کی تلاوت کے بعد ہمیں اس بات کی سمجھ آنے لگتی ہے کیوں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بار بار یہ ارشاد فرماتا ہے کہ تم اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا کہ میرے سوا کوئی اور معبود پرستش اور عبادت کے لائق نہیں۔فرمایا:-

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ج لَاتَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَانَوْمٌ --- (البقرۃ ۲ :آیت ۲۵۵) ''اللہ تعالیٰ وہ ذات بابرکات ہے کہ جس کے سوا پرستش کا کوئی اور مستحق نہیں۔کامل حیات والا اپنی ذات میں قائم اور سب کو قائم رکھنے والا۔نہ اس اللہ کو اُونگھ آتی ہے اور نہ ہی وہ نیند کا محتاج ہے''---

جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا وجود صرف محسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیأ اور پیغمبروں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو !جب کبھی بھی میرے بندے تم سے یہ پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ تو اے میرے فرستادو تُم انہیں یہ بتانا کہ اللہ تو تمہارے اتنا زیادہ قریب کہ شاید تمہیں اس بات کا اندازہ بھی نہ ہو۔فرمایا:-

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ لا فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ٥ (البقرہ۲ :آیت ۱۸۶) ''اور اے رسول!جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو تُو جواب دے کہ میں اللہ تو اُن کے بالکل قریب ہی موجود ہوں اسی لئے تو جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اُس کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔سو چاہئیے کہ وہ دعا کرنے والے بھی میرے احکامات کو قبول کرتے ہوئے مجھ پر ایمان لاکر ہدایت یافتہ بن جائیں''۔

اب ہمیں یہ تو علم ہو گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ واحد لاشریک ہے اور ہمارے بالکل قریب ہی ہے لیکن پھر بھی وہ چونکہ ہمیں ہماری ظاہری آنکھ سے دکھائی نہیں دیتا اس لئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ ہمارے قریب تو ہے لیکن وہ ہے کہاں اور ہم انسانوں کے کتنا زیادہ قریب ہے؟ اس سلسلہ میں قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:-

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَاتُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ج وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ٥ (قٓ ۵۰:آیت ۱۶) ''اور یقیناً ہم نے خود ہی انسان کو پیدا کیا ہے اور اسی لئے ہم خوب جانتے ہیں کہ اس کا نفس اسے کس قسم کے وساوس میں ڈالتا رہتا ہے۔اسی لئے تو ہم انسان سے اُس کی رگ جان یعنی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں''۔

تا کہ انسان شیطانی خیالات کی بنا پر کہیں بہک نہ جائیں یعنی ثابت ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کے انتہائی قریب یعنی آس پاس ہی موجود ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھ کر اتنا زیادہ قریب ہے کہ انسان کی شہ رگ کو اپنے ہاتھ میں لئے بیٹھا ہے۔ یعنی زندگی اور موت کا مالک ہے۔ اس لئے اگر انسان اب بھی خوف خدا سے ڈرتا ہوا اس کے حضور اپنی جان کی سلامتی کے لئے نہ جھک جائے تو تب وہ کب ایسا کرے گا ؟ لہٰذا اب بھی وقت ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دربار کی چوکھٹ پر اپنا ماتھا ٹیکتے ہوئے اپنی مغفرت کی عاجزانہ درخواست پیش کریں تا کہ اس رحیم وکریم کے فضل اور رحمت کو حاصل کرتے ہوئے ہمارے دین ودنیا سنور جائیں۔ آمین

لیکن اس کے باوجود یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ دیکھ کر اور سن کر بھی یعنی جانتے بوجھتے ہوئے بھی ابلیس نے کیوں خدا تعالیٰ کے حضور انسان کی تعظیم بجالانے سے انکار کردیا ؟ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ صرف اسی لئے کہ اسے علم تھا کہ یہ انسان، انسان بنتے ہی دراصل شیطانی روپ دھار کر دنیا میں اپنے گناہوں میں مجھ سے بھی زیادہ آگے بڑھ جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اس کے باوجود دنیا میں ایسے ایسے فرشتہ خصلت انسان جنم لیں گے کہ کروڑوں، اربوں بلکہ کھربوں انسان ان کے پیروکار بن کر دن رات میری عبادت بجالائیں گے۔ فرمایا:-

اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ ‘‘ م بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ o فَاِذَاسَوَّیْتُه‘ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَه‘ سٰجِدِیْنَ o
فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَةُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ o اِلَّآ اِبْلِیْسَ ط اِسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ o قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَکَ اَنْ
تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ط اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ o قَالَ اَنَا خَیْرٌ ‘‘ مِّنْهُ ط خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَه‘ مِنْ
طِیْنٍ o قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ ‘‘ o وَّاِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ o قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ
یُبْعَثُوْنَ o قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ o اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ o قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ o اِلَّا
عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ o قَالَ فَالْحَقُّ ز وَالْحَقَّ اَقُوْلُ o لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْکَ وَمِمَّنْ تَبِعَکَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ o

(صٓ ۳۸: آیت ۷۱-۸۵) ’’اے انسان ! اس وقت کو بھی یاد کر جبکہ تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں گیلی مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔ پس جب میں اسے مکمل کرلوں اور پھر اس میں اپنا علم ڈال دوں تو پھر تم سب اس کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اس کے سامنے جھک جانا۔ یہ ارشاد سن کر تمام فرشتوں نے آدم کی فرمانبرداری اختیار کرلی لیکن شیطان نے تکبر ونخوت سے کام لیتے ہوئے نہ کی کیونکہ وہ تو پہلے سے ہی کافر تھا۔ یہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ اے ابلیس ! تجھے کس بات نے اس بشر کی فرمانبرداری کرنے سے روکا تھا کہ جسے میں نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے ؟ کیا تُو نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھ لیا ہے کہ تُو اپنے آپ کو میرا حکم ماننے سے بھی بالاتر سمجھنے لگا ہے‘‘۔

شیطان نے جواب دیا کہ ہاں میں اس آدم سے بہرحال اچھا ہوں کیونکہ مجھے تُو نے آگ سے اور اسے گیلی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جا تُو یہاں سے نکل جا کیونکہ تُو ہماری درگاہ سے دھتکار دیا گیا ہے اور روز قیامت تک تجھ پر لعن طعن کی جائے گی۔ اس پر شیطان نے عرض کیا کہ اے میرے رب! اگر تُو نے ایسا ہی کرنا ہے تو پھر مجھے اس وقت تک مہلت عطاء فرما کہ جس دن سب کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! کہ اگر تیری یہی خواہش ہے تو جا میں نے تجھے اس دن تک مہلت عطاء کی لیکن یہ یاد رہے کہ یہ ڈھیل صرف ایک وقت مخصوصہ تک کے لئے ہوگی۔ تب شیطان نے کہا کہ مجھے تیری عزت کی قسم! میں سوائے چند ایک پارسا لوگوں کے بقیہ سب کو گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں ! مجھے معلوم ہے لیکن یہ بھی سن لے کہ میں جہنم کو تجھ جیسے ورغلانے والوں اور تیرے متبعین سے بھر دوں گا۔

ان تمام آیات کریمہ کی تلاوت سے ہمیں تین نہایت ہی اہم باتوں کا علم ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو خشک اور گیلی مٹی کو ملا کر بنایا ہے اور دوسری بات یہ کہ ابلیس کو آگ سے پیدا کیا اور تیسری بات یہ کہ جنوں کو بھی آگ کی طرح جھلسا دینے والی گرم ہوا سے پیدا کیا اور جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ آگ میں جل کر ہر چیز کندن بن جاتی ہے اس لئے ابلیس اپنے آپ کو آدم اور جنوں سے بہرحال بہتر خیال کرتا تھا لیکن یہاں یہ بات بھی مدنظر رکھنا چاہیئے کہ جنوں نے بلا چون و چرا خدا تعالیٰ کے حکم پر لبیک کہا اور اشرف المخلوقات کی خدمت کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ انسان خود بخود کسی خودرو پودے کی مانند وجود میں آ گیا ہے لیکن یہ ان کی خام خیالی ہے کیونکہ جیسا کہ پہلی آیات میں ذکر ہو چکا ہے کہ اس دنیا تو کیا کائنات کی کوئی ایک بھی چیز بھی خود بخود پیدا نہیں ہوئی۔ اسی لئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اشرف المخلوقات انسان کی پیدائش کو اپنی صداقت کے ثبوت کے لئے ایک نشان کے طور پر پیش کیا ہے۔ فرمایا:-

وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ تَنۡتَشِرُوۡنَ ۝ (الروم ۳۰: آیت ۲۰) ''اور اس کے نشانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ اس کے بعد تم انسانی بشر بن کر دنیا میں پھیلتے چلے گئے''۔

اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کی تخلیق کی غرض و غایت پر روشنی ڈالتے ہوئے اور ہمیں ہماری منزل مقصود بتلاتے ہوئے فرمایا کہ انسان کا تو کام ہی صرف عبادت الٰہی میں مشغول رہنا ہے۔ فرمایا:-

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَ الۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ ۝ (الذریٰت ۵۱: آیت ۵۶) ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے''۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی بنایا اسے بہت ہی بہتر اور بہت ہی عمدہ نیز بہت ہی اعلیٰ یعنی بہترین بنایا اور اس نے کسی بھی چیز کو ادھورا نہیں بنایا یعنی اس نے تمام کائنات ہی کو بے حد حسین و جمیل بنایا ہے۔ فرمایا :-

الَّذِيۡۤ اَحۡسَنَ كُلَّ شَيۡءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِيۡنٍ ۝ (السجدة ۳۲ : آیت۷) ''اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی پیدا کیا اسے بہت ہی خوبصورت اور عمدہ بنایا اور انسان کو تو خصوصاً گیلی مٹی سے بنایا''۔

کیونکہ گیلی مٹی کی بنی ہوئی چیزوں میں یہ خاصیت ہے کہ جب وہ گیلی ہوں تو انہیں جس طرف چاہیں موڑا جاسکتا ہے اسی لئے تو انسان جب زندہ ہوتا ہے تو حرکت میں رہتا ہے رکوع و سجود بجالاتا ہے لیکن سوکھنے پر وہی گیلی اور نرم مٹی سخت ہو جاتی ہیں اور یوں وہ ٹوٹ تو سکتی ہیں لیکن اس کا موڑ ناممکن نہیں ہوتا کہ جیسے انسان بھی اپنی وفات کے بعد اکڑ جاتا ہے یعنی اس طرح انسان کے مختلف نقش و پا میں خوبصورتی ڈالی اور اس کے جسم میں لچک پیدا کی تاکہ اسے چلنے پھرنے اور کام کرنے نیز خدا تعالیٰ کی عبادت بجالانے میں سہولت رہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ خود ہی اس حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے بیان فرماتا ہے کہ اسی لئے میں نے انسان کو گیلی مٹی اور خشک مٹی کے امتزاج سے بنایا ہے بلکہ یہ ایک ایسی مٹی کا ملغوبہ تھا کہ جسے دیکھ کر فرشتوں نے اور خصوصاً ابلیس نے کراہت کا اظہار کرتے ہوئے بشر انسانی کی تعظیم نہ کی۔ فرمایا:-

قَالَ لَمۡ اَكُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ۝ (سورة الحجر ۱۵ : آیت ۳۳) ''اس نے کہا کہ میں ایسا حقیر نہیں کہ ایک ایسے بشر کی تعظیم کروں کہ جسے تُو نے گلے سڑے کالے کیچڑ سے بنی ہوئی خشک کھنکتی ہوئی ٹھیکریوں سے بنایا ہے''۔

شیطان کو بھی نافرمانی کرنے کے کئی گر آتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی اس قسم کی تمام باتیں سن کر فرمایا کہ ہم نے انسان کو صرف مٹی سے ہی پیدا نہیں کیا بلکہ اس کی پیدائش میں اور بھی بہت سے اجزا شامل کر دئے ہیں۔ مثلاً :-

ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَهٗ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ ۝ (السجدة ۳۲ : آیت۸) '' پھر اُس کی نسل کو ایک حقیر سیال چیز کے خلاصہ یعنی نطفہ سے پیدا کیا''۔

اسی طرح مزید تشریح فرمائی کہ:-

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۝ (علق ۹۶ : آیت ۲) '' ہم نے انسان کو خون کے ایک جمے ہوئے لوتھڑے سے پیدا کیا''۔

اور پہلے اس کو بوٹی کی شکل دی پھر اس میں ہڈیاں بنائیں اور بالآخر ان کے اوپر جلد چڑھا کر مکمل کر دیا۔ فرمایا:-

وَلَقَدْخَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ٥ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ٥ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۚ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ٥ (المؤمنون ۲۳:آیات ۱۲–۱۴) ''اورہم نے انسان کو گیلی مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے نطفہ کے طور پر ایک محفوظ جگہ میں رکھا اور پھر ہم نے اس نطفہ کو ترقی دے کر ایک چمٹنے والا لوتھڑا بنایا اور پھر اس لوتھڑے کو جمے ہوئے خون سے مشابہ ایک بوٹی بنا دیا۔اس بوٹی میں ہڈیاں بنا کر ان پر گوشت اور کھال چڑھا دی اور بالآخر اس طرح ہم نے اسے ایک بالکل ہی نئی مخلوق کی صورت میں پروان چڑھایا۔ پس! ثابت ہوا کہ ایک اللہ ہی ہے جو سب سے زیادہ متبرک اور مخلوق بنانے والوں میں سب سے زیادہ بہترین خالق ہے''۔

اسی طرح بچہ کی پیدائش کے بارہ میں فرمایا:-

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْآ اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوخًا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْآ اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (المؤمن ۴۰:آیت ۶۷) ''وہی ہے کہ جس نے تمہیں پہلے مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر لوتھڑے سے، پھر تمہیں ایک بچہ کی صورت میں (ماں کے پیٹ سے) باہر نکالتا ہے اور پھر یہ توفیق بھی بخشتا ہے کہ تم اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچو تا کہ پھر یہ ممکن ہو سکے کہ تم بوڑھے ہو جاؤ تا کہ تم آخری مدت مقررہ یعنی بڑھاپے تک پہنچو۔ ہاں! تم میں سے کچھ ایسے ہیں کہ جنہیں تم سے پہلے وفات دے دی جاتی ہے تا کہ تم عقل کرو''۔

بچہ کی پیدائش کے بعد اس بچہ کے انسانی جسم کو مزید ترقی دی اور زندگی عطاء کرنے کے ساتھ ساتھ ہنسنے، رونے، بولنے، سننے، سونگھنے، کھانے، پینے، بھاگنے دوڑنے، دیکھنے نیز سوچنے سمجھنے کی طاقت اور صلاحیت بھی عطا فرمائی اور سب سے بڑھ کر اس کے جسم میں روح بھی ڈال دی لیکن اس کے باوجود بھی تم خدا کا شکرادا نہیں کرتے۔فرمایا:-

ثُمَّ سَوّٰهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ٥ (السجدة ۳۲:آیت ۹) ''پھر ہم نے انسان کو طاقت بخشی اور اس مجسمہ میں اپنی طرف سے ایک رُوح بھی ڈال دی نیز اس کے علاوہ تمہارے کان اور آنکھ اور دل بنا کر تمہاری تکمیل کی لیکن اس کے باوجود بھی تم ہماری عطاً کی ہوئی ان تمام نعمتوں کا شکرادا نہیں کرتے''۔

پس! اسی لئے تو میری یہ عاجزانہ دعا ہے کہ اے میرے اللہ! تو ہمیں اپنا شکر گزار بندہ بنا۔ آمین۔ یہاں میں ایک بات اور بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ شیطان کی لچر بازی ایک طرف اور خدا تعالیٰ کا حکم دوسری طرف۔ اب آپ خود ہی یہ موازنہ کرلیں کہ کس کی

پیروی کر کے ہم اس جہان میں گناہوں سے اور اگلے جہان میں دوزخ کی آگ سے بچ سکتے ہیں۔فرمایا:-

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ط وَمَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّہٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ط وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ مَازَکٰی مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○

النور ۲۴ :آیت ۲۱) ’’ اے مؤمنو ! شیطان کے پیچھے مت چلو کیونکہ جو کوئی اس کے نقش قدم پر چلتا ہے وہ اس حقیقت کو جان لے کہ شیطان صرف بدیوں کی صرف ہی مائل کرتا ہے لیکن اگر اللہ کا فضل تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی پاکباز زندگی نہ گزارسکتا لہذا اللہ جسے چاہتا ہے پاکباز بنادیتا ہے اور اللہ ہی سب سے زیادہ سننے والا اور علم رکھنے والا ہے‘‘۔

☆

عبادت

اللہ تعالیٰ انسان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے بے حقیقت انسان ! لے ذرا اس ارض وسماء کی وسعتوں کو دیکھ۔ان میں موجود پہاڑوں ،جنگلوں ،دریاؤں اور صحراؤں کو دیکھ اور پھر ان میں موجود مخلوقات کو دیکھ کہ ان سب کا ایک مقرر طریق پر چلنا پھرنا۔سونا جاگنا۔اٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا یعنی زندگی گزارنا دیکھ اور پھر یہ فیصلہ کر کہ تو کس کی اطاعت کرنا چاہتا ہے ؟ جبکہ تمام کائنات تو میرے احکامات کی تابعداری کرتے ہوئے صرف میری ہی اطاعت کرنے میں مصروف ہے۔فرمایا:-

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَسْجُدُلَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَکَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ ط وَکَثِیْرٌ حَقَّ عَلَیْہِ الْعَذَابُ ط وَمَنْ یُّھِنِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّکْرِمٍ ط اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَایَشَآءُ ○

(الحج ۲۲ : آیت ۱۸)–السجدۃ– ’’ کیا تو دیکھتا نہیں کہ جو کچھ بھی آسمان میں ہے وہ صرف اللہ ہی کی فرمانبرداری کرتا ہے اور اسی طرح جو کچھ بھی زمین میں ہے وہ بھی اور پھر سورج بھی اور چاند بھی اور ستارے بھی اور پہاڑ بھی اور درخت بھی اور چوپائے بھی اور بہت سے انسان بھی۔لیکن انسانوں میں سے ایک گروہ کثیر کے بارہ میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ انہیں عذاب دیا جائے گا اور اس طرح جس انسان کو خود اللہ ذلیل وخوار کرے گا اسے پھر کوئی عزت دینے والا نہیں کیونکہ اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے‘‘۔

اب ان پاکیزہ آیات قرآنی کی تلاوت کی بدولت ہر طرح سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا ۔انہیں پالنے والا ہے اور ان کی تقدیر کا مالک ہے تو پھر صرف اسی کی پرستش کرنا ہی جائز ہے۔لہذا عبادت کے بارہ میں ارشاد باری

تعالیٰ ہے:-

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ (طٰهٰ ۲۰ : آیت ۱۴) یقیناً میں ہی اللہ ہوں اور میرے سوا دنیا جہان میں کوئی دوسرا معبود نہیں کہ جس کی عبادت کی جائے۔ پس اے انسان! تُو صرف میری ہی عبادت کر اور میرے ہی ذکر کے لئے نماز کو قائم رکھ۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ عبادت کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے مزید فرماتا ہے کہ:-

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (البقرة ۲ :آیت ۲۱) ''اے لوگو! اپنے اُس رب کی عبادت کرو کہ جس نے تمہیں بھی اور جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں انہیں بھی پیدا کیا اور یہ بات صرف اس لئے بیان کی گئی ہے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو''۔

یعنی عبادت کی بنیادی غرض وغایت ہی وصل الٰہی ہے کیونکہ اسی عبادت کے ذریعہ خُدا شناسی کا موقع ملتا ہے اور خُدا کے ساتھ تعلق باللہ کا اظہار ہوتا ہے۔عبادت بجالانے سے انسان کی روحانیت ترقی کرتی ہے اور اسے اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے یہاں تک کہ انسان حقیقی معنوں میں عبد یعنی خُدا نما وجود بن جاتا ہے جو کہ روحانیت کا سب سے اعلیٰ وارفع مقام ہے الغرض عبادات بجالانے میں انسان کا اپنا ہی فائدہ اور خود اس کی اپنی ہی بھلائی مستور ہے۔اسی لئے تو ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

--- وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ --- (فاطر ۳۵ :آیت ۱۸) ''اور جو شخص بھی گناہوں میں ملوث ہونے سے بچتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرتا ہے وہ یقیناً اپنا ہی فائدہ کرتا ہے''---

پس! جب عبادت بجالانے میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے تو پھر کیوں نہ ہم ہر وقت عبادت الٰہی اور تسبیح وتحمید میں مصروف رہیں جبکہ ارشاد باری تعالیٰ بھی یہی ہے کہ:-

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ (الحجر ۱۵ :آیت ۹۸) ''پس! تُو اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے ہمیشہ اس کے نام کی تسبیح کرتا رہ اور اس کے سامنے ہمیشہ سربسجود رہنے والوں میں سے بن جا''۔

یعنی خدا تعالیٰ نے ہمیں ہر وقت عبادت بجالانے کے لئے پیدا فرمایا ہے اور ہمیں یہ عبادت آخر دم تک جاری رکھنے کی ہدایت بھی فرمائی ہے۔فرمایا:-

وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ ۝ (الحجر ۱۵ :آیت ۹۹) ''اور تو اپنے رب کی اس وقت تک عبادت کرتا رہ یہاں تک کہ تجھے یہ یقین ہو جائے کہ یہی میرا آخری لمحہ ہے اور موت آجائے''۔

پس! اس اہم نقطہ کو سامنے رکھتے ہوئے جو لوگ خدا کی ان پیاری باتوں کو مان کر لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے اس کے حضور سر بسجو درہتے ہیں ان پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس پر فضل ورحمت سے بھرپور انعام واکرام کی بارش کی جاتی ہے لہذا خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے دل میں مزید اپنی محبت ڈالنے کے لئے فرماتا ہے:-

اَلَآ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۝ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ۝ لَہُمُ الۡبُشۡرٰی فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ ؕ لَاتَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ ہُوَالۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ۝ (یونس ۱۰ :آیات ۶۲-۶۴) ''جو لوگ اللہ سے سچی محبت رکھنے والے ہیں نہ ہی ان پر کوئی خوف وارد ہوتا ہے اور نہ ہی وہ کسی بات پر غمگین ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کو قائم رکھا۔ ان مؤمنین کے لئے اس دنیا میں بھی خدا کی جانب سے بشارت اور نعمت سے بھرے بہترین انعامات اترتے ہیں اور اگلی زندگی میں بھی ان پر انعامات کی بھرپور بارش کی جائے گی کیونکہ اللہ کی بیان فرمودہ باتوں میں کبھی بھی کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور یہی وہ عظیم الشان کامیابی کی بشارت ہے جو کہ دراصل ایک حقیقی کامیابی کہلائی جاسکتی ہے''۔

اسی حقیقی کامیابی کا دوسرا نام اطمینان قلب بھی ہے اور یہ اطمینان قلب صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے اور اس کی عبادت بجالانے سے نیز اس کی تسبیح وتحمید کرنے سے ہی ملنا ممکن ہے۔ فرمایا:-

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُہُمۡ بِذِکۡرِاللّٰہِ ؕ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ۝ (الرعد ۱۳ :آیت ۲۸) ''جو لوگ ایمان لے آئے ہیں ان کے دل خدا کی یاد اور اُس کی عبادت کی بدولت ہر طرح سے مطمئن ہیں۔ تُو ان کی حالت کو دیکھ کر سمجھ لے یا تُو ان سے خُود پوچھ کر ہی دیکھ لے کہ ذکر الٰہی کے سوا کوئی ایسا دوسرا ذریعہ موجود نہیں ہے کہ جس کے ذریعہ سے کسی کو بھی حقیقی اطمینان قلب نصیب ہو''۔

اور پھر مزید فرمایا:-

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوۡبٰی لَہُمۡ وَحُسۡنُ مَاٰبٍ ۝ (الرعد ۱۳ :آیت ۲۹) ''جو لوگ ایمان لائے اور وہ نیک اعمال بھی بجالائے تو ان کے لئے آخرت میں ایک نہایت قابل رشک مقام تیار کیا گیا ہے جو کہ واپس لوٹنے کے لئے بہترین مقام ہے''۔

اس اطمینان قلبی کے حصول کے لئے کتنی عبادت کی جائے؟ صبح یا شام ؟ یا تمام دن؟ یا تمام رات؟ یا ہر وقت؟ یعنی عبادات بجالانے کے اوقات کیا ہیں؟ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے رزق حلال کماؤ لیکن اس کے بعد اپنے فارغ وقت میں میری عبادت بھی بجالاؤ لیکن اس حکم کے باوجود بھی بعض لوگ عبادت کا بجالانا فضول سمجھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جو کچھ انہیں اس وقت حاصل ہے وہ تو صرف ان کے اچھے ڈیل ڈول یعنی اچھے قد کاٹھ شکل وصورت یا عمدہ صحت کی بدولت نیز ان کی حاضر دماغی اور ذہانت کا نتیجہ ہے۔ فرمایا کہ بالکل ایسا نہیں ہے یہ سب کچھ تو صرف خدا کے فضل کی وجہ سے ہے:-

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآءِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ○ (طٰہٰ ۲۰ :آیت ۱۳۰) ''پس! جو کچھ بھی یہ لوگ کہتے ہیں تم اس پر صبر کرو اور سورج کے چڑھنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بجالاؤ اور اس کے علاوہ رات کے مختلف اوقات میں اور دن کے مختلف اوقات میں بھی اللہ کی تسبیح کیا کرو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے فضل کو حاصل کر کے خوش ہو جاؤ''۔

قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمیں دن رات خدا تعالیٰ کی عبادت بجالانے کا حکم ہے لیکن دن رات کی عبادت کا یہ مطلب نہیں کہ چوبیس گھنٹے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ جب نماز کے اوقات ہوں تو تب البتہ نوافل کے لئے چونکہ کوئی وقت مخصوص نہیں اس لئے خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے واسطے انسان تمام دن رات میں جتنی مرتبہ چاہے نوافل پڑھ سکتا ہے البتہ اوقات ممنوعہ کے دوران انہیں بھی پڑھنے کی ممانعت ہے۔ اسی سلسلہ میں ایک حدیث نبویؐ بھی پیش خدمت ہے:- حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ تین آدمی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ آنحضور ﷺ کی عبادت کے بارے میں پوچھنے لگے۔ جب انہیں آنحضرت ﷺ کی عبادت کے بارہ میں بتایا گیا تو انہوں نے اسے بہت کم سمجھا اور اس کی وضاحت یوں کی کہ آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں بھلا ہماری کیا حقیقت ہے کیونکہ آپؐ کے تو اگلے پچھلے تمام قصور معاف کر دئے گئے ہیں چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں رات رات بھر نمازیں ادا کیا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں صوم الدہر یعنی ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا اور کبھی افطار نہ کروں گا۔ آخری شخص نے کہا کہ میں عورتوں سے ہمیشہ الگ رہوں گا اور کبھی بھی شادی نہیں کروں گا کہ اتنے میں آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے اور ان سے دریافت کیا کہ ''کیا تم لوگوں نے یہ یہ باتیں کہی ہیں ؟ پھر خود ہی فرمایا کہ خدا کی قسم ! تمہارے خوف خدا کے بالمقابل میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہوں اور تم سے زیادہ تقویٰ پر قائم ہوں اور پھر میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سو بھی جاتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ پس! جو شخص میرے عمل سے مونہہ موڑے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں''۔ (بخاری کتاب الایمان باب الدین یُسر'')

یعنی قال اللہ اور قال الرسول اللہ ﷺ پر عمل کرنے میں ہی ہماری بھلائی ہے

☆

شرک اور مسئلہ تثلیث

معزز قارئین ! ہم سب بچپن سے ہی دین اسلام کے ساتھ ساتھ دوسرے بہت سے مذاہب کے بارہ میں بھی بہت سی باتیں دانستہ یا نادانستہ سنتے چلے آرہے۔ یہ باتیں ہمیں ہمارے والدین۔قریبی رشتہ داروں۔یار دوستوں۔یا پھر کسی ریڈیو یا ٹی وی اناؤنسر یا کسی مجلس یا کسی درس یا کسی خطبہ میں کسی واعظ سے سننے کا موقعہ نصیب ہؤا یا پھر یہی باتیں کسی مؤلف یا مصنف کے مضامین کی صورت میں کسی اخبار یا رسالہ یا کتاب یا کسی مکتوب میں پڑھنے کو ملیں۔ بہرحال ان تمام دینی اور روحانی تعلیم و تربیت پر مبنی قصہ کہانیوں اور باتوں کا تعلق کسی نہ کسی رنگ میں اسلام کے آغاز کے ساتھ بھی منسلک ہوتا ہے اور اسلام کے آغاز کے ساتھ ہی ہمیں کفار مکہ اور مشرکین کے ظلم وستم یاد آجاتے ہیں اور پھر انہی مشرکین سے بات بڑھتے بڑھتے ان سے پہلے گزرے ہوئے پرانے زمانہ کے مشرکین تک جا پہنچتی ہے کہ جن کے سدباب کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام ،حضرت ابراہیم علیہ السلام،حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمدؐ احمدؐ ﷺ کے علاوہ اور بھی بہت سے شرعی اور غیر شرعی وظلی و امتی انبیائے کرام کو معبوث فرمایا کہ جن کا ذکر قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔

اس لئے اب سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ مشرکین ہیں کون لوگ ؟ اور یہ لوگ مشرک کیوں بن جاتے ہیں؟ اور ان کے شرک کرنے کی وجہ دراصل کیا ہے؟ شرک کرنے سے انہیں کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟ ان تمام حالات و واقعات سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے ہمیں لفظ شرک اور شرک پر عمل کرنے والے انسان یعنی مشرک کے لفظ پر غور کرنا ہوگا۔شرک کا لفظ شریک یا شراکت میں سے نکلا ہے کہ جس کا مطلب ہے کہ حصہ دار۔اور یہی لفظ جب خدا تعالیٰ کے پیدا کردہ انسانوں کے لئے یا ان انسانوں کے تخلیق کردہ بتوں یا دیوی دیوتاؤں کے لئے استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی خدائی میں حصہ دار یا شریک۔ بہرحال ان نام نہاد حصہ داروں کو مشرک کہا جاتا ہے اور مشرکین ان کی جمع ہے یعنی جب یہ تعداد میں زیادہ ہوں تو ان کو مشرکین کہا جاتا ہے۔ بہرحال شرک کا واضع مطلب یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی واحد اور تنہا ہستی کے ساتھ ساتھ کسی دوسرے کو بھی خدائی کا حق دار یا حصہ دار مانا جائے یا پھر اس بھی زیادہ بڑھ کر ایک اکلوتے خدا کی بجائے کئی قسم کے من گھڑت خدا بنا لئے جائیں۔اسی لئے

یعنی شرک سے بچنے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر زمانہ میں مرسلین بھیجے اوران کے ذریعہ اپنے احکامات نازل فرمائے لیکن ان کے باوجود بھی بہت سے لوگوں نے گمراہی اختیار کی یا اپنے شرک کو چھوڑنے پر صرف اس لئے تیار نہ ہوئے کہ ان کے باپ دادا بھی اسی مسلک پر قائم تھے۔

تمام الہامی صحائف اور قرآن مجید میں جگہ جگہ شرک سے بچنے کے لئے احکامات درج ہیں لیکن ان تمام آیات کی موجودگی کے باوجود بھی بعض لوگ من گھڑت باتیں بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں بلکہ بعض بدقسمت دہریہ تو خدا تعالیٰ کے وجود کے ہی سرے سے منکر ہیں اور کوئی کسی بُت کو خدا مان کر پوجنا شروع کر دیتا ہے تو کوئی کسی کو خدا کا بیٹا بنا لیتا ہے پھر کوئی کسی کو خدا کی بیٹی بنا کر یا پھر کوئی خدا کی ماں بنا کر یا پھر کوئی جنوں سے مافوق الفطرت کام منسوب کر کے شرک کا ارتکاب کرنا شروع کر دیتا ہے لہذا ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَاِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ (النحل ۱۶ : آیت ۵۱) ’’اور اللہ نے ہمیشہ اور ہر قوم سے یہی فرمایا کہ تم میرے سوا کسی دوسرے کو اپنا معبود مت بناؤ کیونکہ معبود حقیقی تو ایک ہی ہے۔ پس! تم مجھ سے ڈرو اور میں پھر ایک مرتبہ تم سے یہی کہتا ہوں کہ تم صرف مجھ سے ہی ڈرو‘‘۔

اپنے اکلوتے ہونے کا ثبوت دینے کے بعد اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ نہ صرف میں اکلوتا خدا ہوں بلکہ میرے کوئی ماں باپ اور بیوی بچے بھی نہیں۔ فرمایا:-

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنَاتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ (الانعام ۶ : آیت ۱۰۰) ’’اور انہوں نے اللہ کے ساتھ جنوں میں سے شریک بنا لئے ہیں حالانکہ حقیقتاً خدا نے ہی ان سب کو پیدا کیا ہے اور پھر انہوں نے بغیر میری اجازت اور خود ہی جھوٹ بولتے ہوئے خدا کے بیٹے اور بیٹیاں بھی بنا لی ہیں لیکن حقیقت دراصل یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام باتوں سے قطعاً پاک ہے‘‘۔

پھر اسی مضمون کے تسلسل میں مزید فرمایا:-

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (الانعام ۶ : آیت ۱۰۱) ’’کیونکہ وہ تو تمام آسمانوں اور تمام زمینوں کو بلا نمونہ پیدا کرنے والا ہے پھر خدا کا کوئی بیٹا کس طرح پیدا ہو سکتا ہے؟ جبکہ اللہ کی کوئی بیوی ہی نہیں اور پھر جب اللہ نے ہی ہر ایک چیز کو پیدا کیا ہے تو پھر اس کے علم کے بغیر اس کے بیوی بچے کیسے پیدا ہو گئے؟ لہذا اسی ایک مثال سے ہی یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اللہ یقیناً ان تمام امور کو خوب اچھی طرح سے

جانتا ہے‘‘۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ مشرکین روز اول سے ہی اپنے اپنے بتوں پر مختلف چڑہاوے چڑہانے کے ساتھ ساتھ ان بے جان بتوں سے اپنے اپنے مصائب کے دُور ہو جانے کے لئے بھی دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ بعض اوقات انسان یہ سوچتا ہے کہ یہ سب تو پرانے زمانہ کی باتیں ہیں اور اب اس مہذب اور ترقی یافتہ دنیا میں کون ہے کہ جو اب بھی ایسا کرتا ہو گا؟ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ اربوں لوگ اب بھی مختلف قسم کے بتوں کی پوجا کر رہے ہیں بلکہ مسلمان بھی تعویز اور گنڈوں وغیرہ پر نیز وفات شدگان سے بلکہ ان کی قبور پر ماتھے ٹیکنے نیز منتوں اور مُرادوں کی برآوری پر بہت یقین رکھتے ہیں۔ اس قسم کی تمام حرکات کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے واضح ارشاد فرمایا کہ:-

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ٥ (النحل ۱۶ :آیت ۷۳) ’’اور وہ اللہ کے سوا ایسی خود ساختہ ہستیوں کی عبادت کرنے لگ جاتے ہیں جو کہ انہیں آسمانوں اور زمین میں سے کچھ بھی دینے کی استطاعت نہیں رکھتیں اور نہ ہی ان ہستیوں کو کچھ دینے کا اختیار حاصل ہے‘‘۔

ہندوؤں یا بدھ مت یا اور بھی مختلف قسم کے بتوں کی پوجا کرنے والوں کے ساتھ ساتھ اگر صرف عیسائیوں کے رسم و رواج کو ہی سامنے رکھ کر غور کیا جائے تو ہمیں علم ہو جاتا ہے کہ پڑھے لکھے عیسائی بھی ایسی باتوں پر یقین کرتے چلے آرہے ہیں کہ جن کا عقل و دانش سے دُور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔ حالانکہ اس مذہب کی بنیاد ہی خدائے واحد پر ایمان لانے سے کی گئی تھی لیکن اس کے باوجود تثلیث کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس لئے فرمایا کہ:-

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ‘‘ (المائدة ۵: آیت ۱۷) ’’جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ یقیناً مسیح ابن مریم ہی ہے تو بلاشبہ وہ لوگ کافر ہو گئے ہیں لہذا تُو ان لوگوں سے کہہ دے کہ اگر اللہ، مسیح ابن مریم کو یا اس کی ماں مریم کو اور ان تمام لوگوں کو جو اس روئے زمین میں پائے جاتے ہیں ہلاک کرنا چاہے تو اس کے مقابلہ میں کون اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ ایسا نہ ہو؟ پس آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ بھی ان کے درمیان موجود ہے ان سب پر اللہ ہی کی حکومت ہے اور وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے (کہ جیسا کہ اس نے مسیح ابن مریم کو بن باپ کے پیدا کیا) کیونکہ اللہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر مطلق ہے‘‘۔

پھر مزید فرمایا کہ جن لوگوں کو تم خدا کا درجہ دیتے ہو یا خدا کا بیٹا بناتے پھرتے ہو وہ تو خود کھانا کھایا کرتے تھے یعنی بھوکے رہ کر زندہ رہ ہی نہیں سکتے تھے جبکہ اللہ تعالیٰ کو کھانے پینے کی کوئی حاجت درپیش نہیں۔ پس! اب تم خود ہی دیکھ لو کہ اگر وہ خدا ہوتے یا خدا تعالیٰ کا بیٹا یا بیٹی ہوتے تو پھر انہیں کھانے پینے کی کیا ضرورت تھی؟ فرمایا:-

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ط كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ط اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○ (المائدة ۵ : آیت ۷۵) ''یاد رکھو! کہ مسیح ابن مریم صرف ایک رسول تھا۔ اس سے پہلے گزرے ہوئے تمام رسول بھی اسی کی طرح فوت ہو چکے ہیں اور اس کی والدہ تو بہت ہی راستباز عورت تھی اور وہ دونوں ماں بیٹا تو کھانا بھی کھایا کرتے تھے۔ اب دیکھو کہ ہم کس طرح مشرکین کے لئے اپنے دلائل کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں لیکن ان بیّن دلائل کے باوجود بھی وہ اپنی اصلاح کرنے کی فکر نہیں کرتے''۔

یعنی قطع نظر دوسری تمام آیات کریمہ کے صرف اس ایک ہی آیت کریمہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننے سے انکار کیا گیا ہے اور اسی آیت میں حضرت مریم علیہ السلام کو خدا کے بیٹے کی خدا ماں بلکہ حضرت مریم علیہ السلام کو تو خدا نما ماں ماننے سے بھی انکار کر دیا گیا ہے کیونکہ ایک خدا کو صرف خود خدا کا درجہ رکھنے والی ماں ہی جنم دے سکتی ہے کوئی دوسرا تو صرف کسی انسان کو ہی جنم دے گا۔ اس کے علاوہ حضرت مریم علیہ السلام کو ایک راستباز خاتون کہہ کر یاد کیا گیا ہے۔ یہ صداقت سوائے خدا تعالیٰ کی ہستی کے کوئی اور کیسے بیان کر سکتا ہے کہ واقعی وہ ایک راستباز خاتون تھیں کہ نہیں؟ جبکہ یہودی تو حضرت مریم علیہ السلام پر طرح طرح کی بہتان تراشی کرتے چلے آئے ہیں اور ابھی تک کر رہے ہیں کہ نعوذ باللہ انہوں نے اپنے گناہوں کی پردہ پوشی کے لئے دنیا کو یہ کہہ کر فریب دینے کی کوشش کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف اللہ تبارک وتعالیٰ خود یہ فرما چکا ہے کہ عیسیٰ کی پیدائش میرے لئے کوئی مشکل کام نہیں بلکہ یہ تو اسی طرح ہے کہ جیسے میں نے آدم کی پیدائش کے وقت --- **كُنْ فَيَكُوْنُ ○ (ال عمران ۳ : آیت ۵۹)** کہا تھا اور آدم وجود میں آ گیا تھا۔ پس! اس لئے تمہیں یہ بات ہمیشہ یاد رہے کہ:-

لَوْ اَرَادَاللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّا صْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَايَشَآءُ لا سُبْحٰنَهٗ ط هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○ (الزمر ۳۹: آیت ۴) ''اگر اللہ کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا چُن لیتا لیکن چونکہ اسے کسی بیٹے یا بیٹی کی ضرورت نہیں لہذا اس نے ایسا نہیں کیا کیونکہ وہ اس قسم کی تمام چیزوں سے پاک ہے اور دراصل حقیقت بھی یہ ہی ہے کہ وہ اللہ ایک اکلوتا وجود ہے اور اسی لئے سب پر غالب ہے''۔

پس! اللہ تعالیٰ نے یہاں صاف صاف بتا دیا ہے کہ ایک اکیلا یعنی واحد لاشریک ہونے کی وجہ سے ہی وہ ہر ایک چیز پر غالب ہے

یعنی اگر دو یا تین خدا ہوں گے تو ان کا ایک نہ ایک دن کسی نہ کسی معاملہ میں ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا ضرور ہوگا۔ آج نہیں تو کل ہوگا اس لئے اگر اب بھی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور حضرت مریم علیہ السلام کو خدا کی ماں مانیں اور درحقیقت ان کے انسان ہونے پر کسی کو کسی بھی قسم کا شبہ ہو تو یہ نہایت ہی ظلم کی بات ہوگی کہ ان کھلی کھلی آیات کی موجودگی کے باوجود انسان کسی ایسے فاسد خیال کو اپنے دل میں جگہ بھی دے۔ بہرحال جو لوگ پھر بھی نہ سمجھنا چاہیں ان کے لیے اتمام حجت کے طور پر یہ آیت کریمہ پیش ہے۔فرمایا:-

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ٥ (الانبیأ ۲۱ :آیت ۸) ''اور ہم نے اپنے ان رسولوں کو ایسا جسم قطعاً نہیں دیا تھا کہ وہ کھانا وغیرہ بھی نہ کھاتے اور پھر زندگی کے ان لوازمات کے بغیر زندہ بھی رہتے اور نہ ہی وہ کوئی غیر معمولی لمبی عمر پانے والے لوگ تھے (کہ تاابد زندہ رہتے یعنی وہ سب کے سب اپنی اپنی موت کے مقررہ وقت پر وفات پا گئے)''۔

لیجئے قارئین ! اب خدا تعالیٰ نے اس بات کو بھی صاف صاف کھول کر بتا دیا ہے خدا تعالیٰ نے آج سے پہلے کسی انسان کو ایسا بنایا ہی نہیں کہ وہ کھائے پیئے بغیر زندہ رہ سکے اور نہ ہی اس کو اتنی لمبی عمر دی تھی کہ وہ انسان اب تک اس دنیا میں یا کہیں اور بھی زندہ سلامت موجود ہو لہذا اس آیت کریمہ میں حضرت مسیح ناصری عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کے زندہ آسمان پر چڑھ جانے کی بھی نفی کر دی گئی ہے اور حضرت مسیح ناصریؑ کے اب تک کھائے پیئے بغیر زندہ بچ جانے کی بھی نفی کر دی گئی ہے اور پھر اس طرح حضرت مسیح ناصریؑ کی آج تک غیر طبعی لمبی حیات پا جانے کی بھی نفی کر دی گئی ہے۔ **الحمدللہ ثم الحمدللہ**

یہ آیت کریمہ تمام نام نہاد مسلمانوں اور عیسائیوں کے اس نظریہ کی تردید کرتی ہے کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام اب بھی کہیں آسمانوں میں بقید حیات تشریف فرما ہیں اور وقت آنے پر آسمان سے زمین پر بنفس نفیس زندہ نازل ہوں گے۔ اب ان آیات کی تلاوت کے بعد چاہیئے تو یہ کہ اگر آج کے بعد ایسے تمام نام نہاد مسلمان مولوی، صوفی، قاری، مفتی، خواجہ اور غوث، جو حضرت مسیح ناصری عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارہ میں زندہ آسمان پر چڑھ جانے یا حضرت مسیح ناصری عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا ابھی تک زندہ آسمان پر موجود ہونے اور پھر ان کے زندہ واپس زمین پر آنے کے بارہ میں ایک بھی لفظ اپنے مونہہ سے نکالیں تو ایسے تمام خودساختہ مولویوں کو توہین قرآن مجید یعنی کلام اللہ کی بے حرمتی کی سزا پر فوراً ان کی مساجد سے نکال دیا جائے اور پھر کبھی بھی ان کو کسی بھی قسم کی امامت جیسی اہم امانت کی ذمہ داری نہ سونپی جائے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی قرآن مجید میں ایک ہزار چار سو سے بھی اوپر لکھی ہوئی آیات کریمہ کی بے حرمتی کرنے کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ اللہ کرے کہ علم و عرفان سے کورے ایسے تمام مولویوں اور ملاؤں پر خدا تعالیٰ کی ازلی و ابدی لعنت نازل ہوتی رہے۔ آمین

بہرحال جنت الفردوس میں انسان کی تخلیق سے لے کر زمین پر اس کے نزول اور اس کے بعد آج تک اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو بھی تعلیم عطا فرمائی، اس کا مرکزی محور یہی رہا ہے کہ خدا تعالیٰ یکتا، واحد اور لاشریک ہے لیکن ازل سے لے کر آج تک کے تمام نافرمان انسانوں نے اس تعلیم کے برعکس شرک کا مسئلہ کئی مرتبہ پیدا کیا لہٰذا قرآن مجید میں کئی جگہ اس مسئلہ کے بارہ میں فصاحت سے بیان ہوا ہے کہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کو ہی پہلی مرتبہ خدا کا بیٹا قرار دے کر واحدانیت کا انکار نہیں کیا گیا بلکہ آپؑ سے پہلے بھی بہت سے انبیائے کرام علیہ السلام اور جنوں کو خدا کا بیٹا یا اس کا شریک قرار دے کر یہی بہیمانہ جرم کیا گیا ہے۔ فرمایا:-

وَقَالَتِ الیَھُوۡدُ عُزَیۡرُ ابۡنُ اللہِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ اللہِ ؕ قَوۡلُھُمۡ بِاَفۡوَاھِھِمۡ ۚ یُضَاھِئُوۡنَ قَوۡلَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ قَبۡلُ ؕ قٰتَلَھُمُ اللہُ ۚ اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ ○ (التوبہ ۹ : آیت ۳۰) ''اور یہودی یہ کہتے ہیں کہ عُزَیر-اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ-اللہ کا بیٹا ہے۔ حالانکہ ایسا بالکل نہیں ہے بلکہ یہ صرف ان مشرکین کی لاف زنی ہے اور وہ صرف اپنے سے پہلے مشرک کفار کی نقل کر رہے ہیں۔ خدا ان کو ہلاک کرے کہ یہ لوگ بار بار بیان کی جانے والی اصل حقیقت سے کتنی دور ہٹتے چلے جا رہے ہیں''۔

لہٰذا شرک کے اس گناہ عظیم کی ان مشرکین کو بہت کڑی سزا ملے گی اور یہ سزا اتنی سخت ہوگی کہ جس کو کوئی حد نہیں۔ فرمایا:-

اِنَّ اللہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَیَغۡفِرُ مَادُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَمَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللہِ فَقَدِ افۡتَرٰۤی اِثۡمًا عَظِیۡمًا ○ (النسأ ۴ : آیت ۴۸) ''یقیناً اللہ اس بات کو ہرگز معاف نہیں کرے گا کہ کسی بھی چیز کو اس کا شریک قرار دیا جائے البتہ جو گناہ اس سے کم درجہ کے ہوں گے تو اگر وہ چاہے گا تو انہیں اپنی رحمت سے معاف کر دے گا لیکن جس نے خدا کا شریک بنایا تو جان لو کہ اس نے سب سے بڑی بدی کی یعنی ایک ناقابل معافی گناہ کیا''۔

یعنی اللہ تعالیٰ ہر قسم کے جرم کو معاف کر دے گا لیکن شرک کا ارتکاب کرنے والوں کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ اب اسی کھلے کھلے اعلان سے خدا تعالیٰ کے غیض و غضب کا تھوڑا سا اظہار ہو جاتا ہے کہ اس ناقابل معافی جرم کی کتنی بڑی سزا ان مشرکین کو ملنے والی ہے جو کہ کسی کو خدا کا بیٹا یا اس کا باپ یا اس کی ماں بنا کر اور اس کے علاوہ مختلف بتوں کی پوجا پاٹ کرتے ہوئے ان کو خدائے واحد کا شریک بناتے چلے آئے ہیں اور اب بھی شرک کرتے ہوئے مزید بت بناتے چلے جا رہے ہیں۔ اسی لئے مسئلہ تثلیث کی بابت مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

یٰۤاَھۡلَ الۡکِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِیۡ دِیۡنِکُمۡ وَلَا تَقُوۡلُوۡا عَلَی اللہِ اِلَّا الۡحَقَّ ؕ اِنَّمَا الۡمَسِیۡحُ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ رَسُوۡلُ اللہِ

وَ كَلِمَتُه‘ ج اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْح‘‘ مِّنْهُ ز فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ قف وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ‘‘ ط اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ط اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰه‘‘ وَّاحِد‘‘ ط سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَه‘ وَلَد‘‘ م لَه‘ مَافِى السَّمٰوٰتِ وَمَافِى الْاَرْضِ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (النسأ ۴ : آیت ۱۷۱) ’’اے اہل کتاب! تم اپنے دین کے بارہ میں غلو سے کام نہ لو اور اللہ کے متعلق کسی سچی بات کے سوا قطعاً کچھ نہ کہو۔ مسیح ابن مریم تو صرف اللہ کا ایک رسول اور اللہ کی ایک ایسی بشارت تھی کہ جسے اس نے اپنی ایک رحمت کے طور پر مریم پر نازل کیا لہذا تم اللہ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاؤ اور یوں نہ کہو کہ خدا تین ہیں اور یہ بات کہنے سے باز آ جاؤ کیونکہ یہی تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ عبادت کے لائق تو صرف اللہ کا ہی ایک اکلوتا وجود ہے جو اس بات سے قطعاً پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو کیونکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کچھ اسی کا تو ہے اور ان سب کو اللہ کی حفاظت کے سوا کسی دوسرے کی حفاظت کی بالکل ضرورت نہیں‘‘۔

اس کے علاوہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ط وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا o (النسأ ۴ : آیت ۱۷۲) ’’مسیح اور خدا کے مقرب فرشتے اپنے آپ کو اللہ کا عاجز ترین بندہ کہلانے میں ہرگز کوئی برائی محسوس نہیں کرتے لیکن جو لوگ تکبر اختیار کرتے ہوئے ایسا کرنے کو برا محسوس کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ یقیناً ایک دن انہیں اپنے حضور میں جمع کرے گا‘‘۔

پس! تمام عیسائیوں اور بت پرستوں کو خوف خدا کرتے ہوئے ان آیات سے سبق حاصل کرنا چاہیئے :-

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ج وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا لا وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَانَصِيْرًا o (النسأ ۴ : آیت ۱۷۳) ’’پھر جو لوگ ایمان لا کر نیک اعمال بجالائے اللہ اُنہیں اُن کے اِن نیک اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا اور اپنا فضل فرماتے ہوئے مزید اجر بھی عطاً فرمائے گا لیکن جن لوگوں نے تکبر اختیار کرتے ہوئے اس بات کو برا منایا تھا انہیں وہ انتہائی دردناک عذاب دے گا اور اس وقت وہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا دوست اور مددگار نہ پائیں گے‘‘۔

پھر تمام انسانوں اور جنوں اور خصوصاً تمام عیسائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ م وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰه‘‘ وَّاحِد‘‘ ط وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ

کَفَرُوْا مِنۡهُمۡ عَذَاب" اَلِیۡم" o (المائدہ ۵: آیت ۷۳) ''جن لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ یقیناً تین میں سے ایک ہے انہوں نے یقیناً کفر اختیار کیا کیونکہ تمام جہانوں میں سوائے ایک معبود حقیقی کے کسی دوسرے معبود کا کوئی وجود موجود نہیں لہذا جو کچھ وہ کہتے ہیں اگر وہ اس سے باز نہ آئے تو ایسے کافروں کو ضرور دردناک عذاب ملے گا''۔

اس کے بعد اللہ نے حضرت مسیح علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کے ساتھ ان کی وفات کے بعد کے سوال و جواب کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب میں نے مسیح ابن مریم علیہ السلام سے پُوچھا کہ کیا تُو نے لوگوں سے ایسی کوئی بات بیان کی تھی کہ تم خدا کے بیٹے ہو؟ یا تم خود ہی خدا ہو؟ یا تمہاری ماں خدا ہے؟ یا کسی خدا کے بیٹے کی ماں ہے؟ یا کسی خدا کی ماں ہے؟ یا خدا کی بیوی ہے؟ وغیرہ وغیرہ تو مسیح ابن مریم علیہ السلام نے جواب میں انتہائی ادب سے عرض کیا کہ اے میرے اللہ! میں تیرے حکم کے بغیر کیسے اس قسم کی باتیں بیان کرسکتا ہوں؟ مجھے تو ان تمام باتوں کا قطعاً کوئی علم نہیں جو کہ انہوں نے میری وفات کے بعد گھڑ لی ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

وَاِذۡ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ ءَ اَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِیۡ وَاُمِّیَ اِلٰھَیۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ط قَالَ سُبۡحٰنَکَ مَا یَکُوۡنُ لِیۡۤ اَنۡ اَقُوۡلَ مَا لَیۡسَ لِیۡ ق بِحَقٍّ ط اِنۡ کُنۡتُ قُلۡتُه' فَقَدۡ عَلِمۡتَه' ط تَعۡلَمُ مَا فِیۡ نَفۡسِیۡ وَلَاۤ اَعۡلَمُ مَا فِیۡ نَفۡسِکَ ط اِنَّکَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ o (المائدہ ۵: آیت ۱۱۶) ''اور جب اللہ نے پوچھا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تُو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کی بجائے اپنا معبود بنالو تو اس نے جواب دیا کہ ہم دونوں ماں بیٹا تجھے تمام عیبوں سے پاک قرار دیتے ہیں اور میری شان کے شایاں نہ تھا کہ میں کوئی بھی ایسی غلط بات کہتا کہ جسے بیان کرنے کا مجھے قطعاً کوئی حق حاصل نہ تھا اور اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھے ضرور اس بات کا علم ہوگا کیونکہ جو کچھ میرے دل میں ہے اس کو تُو اچھی طرح سے جانتا ہے لیکن جو کچھ تیرے دل میں ہے اس کا مجھے قطعاً کوئی علم نہیں پس! اسی لئے تو تُو غیب کی تمام باتوں کو خُوب اچھی طرح سے جانتا ہے''۔

خدا تعالیٰ کے حضور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے مزید یہ بھی عرض کیا کہ:-

مَا قُلۡتُ لَھُمۡ اِلَّا مَاۤ اَمَرۡتَنِیۡ بِہٖۤ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیۡ وَرَبَّکُمۡ ج وَ کُنۡتُ عَلَیۡھِمۡ شَھِیۡدًا مَّا دُمۡتُ فِیۡھِمۡ ج فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ کُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِیۡبَ عَلَیۡھِمۡ ط وَاَنۡتَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَھِیۡد" o (المائدة ۵: آیت ۱۱۷) ''میں نے تو اُن سے صرف وہی بات کہی تھی کہ جس کے بیان کرنے کا تُو نے مجھے حکم دیا تھا یعنی اللہ کی عبادت کرو جو کہ میرا اور تمہارا بھی رب ہے اور پھر جب تک میں اُن کے درمیان موجود رہا میں اُن کی نگرانی کرتا رہا لیکن جب تُو نے مجھے وفات دے دی تو پھر اُس کے بعد صرف تُو ہی اُن پر نگران تھا اور یقیناً تُو ہی ہر چیز کا نگران بھی ہے''۔

معزز قارئین! یہ سوال و جواب ایسی روشن مثالیں ہیں کہ اگر کسی بیوقوف بلکہ کسی جاہل شخص کو بھی ایسی مثالیں دے کر پوچھا جائے تو وہ بھی وفات مسیح ناصری علیہ السلام کا قائل ہو جائے گا کیونکہ یہاں بھی کسی جگہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام بنت عمران نے اپنے زندہ اٹھائے جانے کے بارہ میں ہمیں نہیں بتلایا اگر اپنی موت کے بارہ میں کچھ کہا بھی تو صرف یہی کہ ’’ جب تُو نے مجھے وفات دے دی‘‘۔ لہٰذا خدا تعالیٰ نے یہ مثالیں دے کر فرمایا کہ دیکھو میں ہی وہ اللہ ہوں کہ جسے تمام باتوں کا علم ہے اور نہ یہ عیسیٰ کہ جسے اتنا بھی علم نہیں کہ اس کی وفات کے بعد اس کی قوم نے کیا کیا۔ فرمایا:۔

ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ ۚ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ فَاعۡبُدُوۡہُ ۚ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ وَّکِیۡل‘‘ ۝ (الانعام ۶ : آیت ۱۰۲) ’’یعنی اب دیکھ لو کہ یہ ہے تمہارا اللہ جو تمہارا پالنے والا رب بھی ہے لہٰذا اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پھر چونکہ وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا بھی ہے اس لئے صرف اسی کی عبادت کیا کرو کیونکہ صرف وہ ہی تمہاری ہر طرح سے مکمل نگرانی کرنے والا بھی ہے‘‘۔

ان آیات سے یہ بات خوب کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ خدا کے سوا کوئی اور معبود اس دنیا میں یا اگلی دنیا میں یا کسی اور بھی دنیا میں موجود نہیں لہٰذا خدا کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرنا اور کسی دوسرے کو پوجنا کسی اور کی پرستش کرنا ایک بہت بڑا گناہ ہے بلکہ سب سے بڑا گناہ ہے اور یہ شرک یقیناً اتنا بڑا جرم ہے کہ جس کی کوئی بخشش نہیں۔ اسی لئے تو تمام انبیأ کو نیکی کی تعلیمات دینے کے ساتھ ساتھ شرک باطل کے توڑ کے لئے بھی معبوث کیا گیا تھا اس لئے ہر نبی علیہ السلام نے ہمیشہ اسی بات کی تلقین کی کہ صرف اور صرف خدائے واحد کی عبادت ہی کرو:۔

---**قُلۡ اِنَّمَآ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ اللّٰہَ وَلَآ اُشۡرِکَ بِہٖ ؕ اِلَیۡہِ اَدۡعُوۡا وَاِلَیۡہِ مَاٰبِ (الرعد ۱۳ : آیت ۳۶)** ---’’اے لوگو! مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف ایک خدائے واحد اللہ کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں۔ پس! اسی لئے تو میں تمہیں اس کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ تمہاری طرح میں بھی صرف اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں‘‘۔

خدا تعالیٰ شرک سے بچتے رہنے کی بار بار تلقین فرماتے ہوئے اور شرک کے عواقب سے خبر دار کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اپنے شرک کی وجہ سے ہر مشرک میری نظر سے گر جاتا ہے یعنی میری نظر میں اس کی کوئی وقعت قائم نہیں رہتی اور پھر میں اس کے انجام سے کنارہ کش ہو جاتا ہوں اور اس کے بعد اس کے ساتھ جو چاہے بیتے وہ خود اس کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ فرمایا:۔

حُنَفَآءَ لِلّٰہِ غَیۡرَ مُشۡرِکِیۡنَ بِہٖ ؕ وَمَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَکَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخۡطَفُہُ الطَّیۡرُ اَوۡتَھۡوِیۡ بِہِ الرِّیۡحُ فِیۡ مَکَانٍ سَحِیۡقٍ ۝ (الحج ۲۲ : آیت ۳۱) ’’اور تم اپنی عبادت کو صرف اللہ کے لئے مخصوص رکھو اور کسی قسم کا شرک نہ کرو اور نہ ہی

تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ کیونکہ جو کسی بھی چیز کو اللہ کا شریک بناتا ہے تو اس کے نتیجہ میں وہ آسمان کی روحانی بلندیوں سے برائی کی پستیوں میں گر جاتا ہے اور پرندے اس کو اُچک کر لے جاتے ہیں اور ہوا اس کو کہیں دُور جگہ پر لے جا کر پھینک دیتی ہے''۔

اور پھر تثلیث پر قائم نصرانیوں کو ایک موقع اور دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ:-

قُلۡ یٰۤاَھۡلَ الۡکِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۭ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَکُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشۡرِکَ بِہٖ شَیۡئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡھَدُوۡا بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ (الاعمران ٣ : آیت ٦٤) ''تم اہل کتاب سے کہو کہ اے اہل کتاب اس ایک بات کی طرف آجاؤ کہ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم سب سوائے اللہ کے اور کسی کی بندگی نہ کریں اور کسی کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور سوائے اللہ کے کوئی کسی کو رب نہ بنائیں لیکن اگر وہ اس کے باوجود بھی نہ مانیں تو انہیں بتادو کہ اب تم گواہ رہنا ہم تو صرف اللہ کے فرمانبردار ہیں''۔

یعنی اے لوگو! اللہ کی باتیں مان لو اور شرک سے پاک وصاف زندگی گزارو۔ فرمایا:-

وَاعۡبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا ---(النسآء ٤ :آیت ٣٦) ''اور تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک مت بناؤ''---

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں تحریر شدہ اپنے واضح اور کھلے کھلے احکامات کو ایک مرتبہ پھر یاد دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے ناسمجھ انسان! دیکھ اور اِن آیات کو پڑھ اور پھر آرام سے بیٹھ کر ان پر سوچ بچار کر کیونکہ ایسا نہ ہو کہ تو جلد بازی میں اور بلا سوچے سمجھے کوئی غلط فیصلہ کرلے کہ جس کی بنا پر تو میری نظروں سے گر جائے کیونکہ اگر تو نے یہ سب کچھ پڑھ کر اور سن کر بھی شرک کا ارتکاب کیا تو پھر میں تجھے قرار واقعی سزا دوں گا۔ فرمایا:-

ذٰلِکَ مِمَّاۤ اَوۡحٰۤی اِلَیۡکَ رَبُّکَ مِنَ الۡحِکۡمَۃِ ؕ وَلَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ فَتُلۡقٰی فِیۡ جَھَنَّمَ مَلُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا (بنی اسرائیل ١٧ : آیت ٣٩) ''اے انسان! قرآن مجید کی یہ شاندار تعلیم اس علم و معرفت اور حکمت کا ایک حصہ ہے جو تیرے رب نے وحی کے ذریعہ تیری طرف بھیجی ہے لہذا تُو اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود مت بنا ورنہ تُو ملامت کا نشانہ بن کر دھتکارا جائے گا اور پھر یہی نہیں بلکہ اس جرم کی بنا پر دوزخ میں بھی ڈال دیا جائے گا''۔

خدا تعالیٰ کے شرک کے مرتکب لوگ کون ہیں ؟ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے بارہ میں آگاہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ :-

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ج وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (التوبة ۹ :آیت ۳۱) ''جنہوں نے احبار یعنی علمائے دین اور رُہبان یعنی راہبوں کو نیز مسیح ابن مریم کو خدا کی جگہ اپنا رب بنالیا ہے۔ حالانکہ ان سب کو تو صرف ایک یہ ہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ ایک خدا کی عبادت کریں کہ جس کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں کیونکہ وہ ان کے شرک سے پاک ہے''۔

اسی طرح جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ بُت پرستی اور شرک جیسے ناقابل معافی گناہ کے علاوہ بعض انسان خدا تعالیٰ کی ہستی کے ہی منکر ہو کر دہریہ بن جاتے ہیں۔ ان کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ○ (النحل ۱۶ :آیت ۴) ''اللہ نے انسان کو ایک حقیر نطفہ سے پیدا کیا لیکن اپنی پیدائش کے بعد یہی حقیر انسان اپنے آپ کو اتنا بڑا سمجھنے لگتا ہے کہ ہمارے وجود کو سرے سے ہی تسلیم کرنے کے بارہ میں سرِعام جھگڑنے لگتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں تو ہر انسان کو شخصی آزادی دے رکھی ہے لہذا وہ ان کے مشرکانہ عقائد اور ہر قسم کی لاف زنی کے باوجود اور گناہ آلود زندگی بسر کرنے کے دوران کوئی دخل اندازی نہیں فرماتا کیونکہ اس نے انسان کو اچھے برے میں تمیز کرنے کی صلاحیت عطاً کی ہوئی ہے لیکن قیامت کے دن ان منکروں، دہریوں اور مشرکوں نیز بُت پرستوں کا حال کیا ہوگا ؟ فرمایا:-
وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ج فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ○ (یونس ۱۰ :آیت ۲۸) ''اور اس قیامت کے دن کو خوب یاد رکھو کہ جس دن ہم تمام انسانوں کو جمع کریں گے اور ان میں سے جنہوں نے شرک کا ارتکاب کیا ہوگا انہیں ہم کہیں گے کہ تم اور تمہارے بنائے ہوئے خدائی کے حصہ دار پرے ہٹ کر اپنی مقررہ جگہ پر کھڑے ہو جاؤ۔ اس کے بعد ہم ان کے درمیان یعنی ان بت پرستوں اور ان کے خود اپنے ہی بنائے ہوئے بتوں اور جعلی خداؤں کے درمیان جدائی ڈال دیں گے اور انسانوں کے بنائے ہوئے خدا کے شریک وہ بُت ان انسانوں سے مخاطب ہو کر کہیں گے کہ ہم تو وہ نہیں کہ جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے''۔

پھر فرمایا:-
فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا م بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ○ (یونس ۱۰ :آیت ۲۹) ''کیونکہ اللہ اس بات کا ہمارے اور تمہارے درمیان گواہ ہے کہ ہم (بے جان بُت) تو تمہاری عبادت اور پرستش سے قطعاً بے خبر تھے''۔

یعنی جب وہ تمام بُت از خُود اپنی پوجا کرنے والے بُت پرستوں کی عبادت سے اپنی لاعلمی کا اظہار کریں گے تو ظاہر ہے کہ پھر سزا کسے ملے گی؟ یقیناً ان بُت فروشوں کو اور ان بُت پرستوں کو کہ جنھوں نے وہ بت بنائے اور ان کی پرستش کی۔ یہاں بہت سے انسان صرف پتھر کے بنائے ہوئے مجسموں کو ہی بت سمجھتے ہیں جبکہ دولت کی پوجا کرنا بھی کسی بت کی پوجا کے برابر ہے۔اسی طرح اپنے مالکان کی خدا سے بھی سے زیادہ بڑھ کر عزت کی جاتی ہے اور ان کا خوف خدا تعالیٰ کی ہستی سے بھی زیادہ دل میں سمایا رہتا ہے اور یہ بھی بت پرستی ہے۔اسی طرح انسان اپنے عزیز وا قارب، ہمسایوں یا محلّہ داروں سے ڈرتا ہے کہ اگر میں نے یہ برا کام کیا تو یہ لوگ کیا سوچیں گے لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا کہ اگر میں نے یہ غلط کام کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی کیا سزا دے گا؟ یعنی خدا تعالیٰ کی نسبت انسان کسی دوسرے انسان سے زیادہ ڈرتا ہے اور بھی کئی قسم کے شرکیہ بت ہیں کہ جن کی تفصیل میں جانے کا وقت نہیں۔اس لئے ہر شخص اپنے اپنے نفس کا خود جائزہ لے کر خود ہی اپنے بنائے ہوئے بت کی پرستش سے باز آ سکتا ہے۔پس! دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نہ صرف شرک بلکہ ہر قسم کے تمام گناہوں سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔آمین

بہر حال اللہ تعالیٰ تو ہمیں صرف صراط مستقیم پر چلانا چاہتا ہے اسی لئے ہم انسانوں کی اصلاح کے لئے فرماتا ہے کہ:-

هُوَ الَّذِیٓ اَنۡزَلَ عَلَیۡکَ الۡکِتَابَ مِنۡهُ اٰیَاتٌ مُّحۡکَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الۡکِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِهٖ وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ یَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِهٖ کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ (الاعمران ۳ : آیت ۷) ''وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری اُس میں بعض آیتیں محکم ہیں یعنی جن کے معنیٰ واضح ہیں اور وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری مشابہ ہیں جن کے معنیٰ معلوم یا معین نہیں۔سو جن لوگوں کے دل ٹیڑھے ہیں وہ گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور مطلب معلوم کرنے کی غرض سے متشابہات کے پیچھے لگے رہتے ہیں حالانکہ ان کا مطلب سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا اور مضبوط علم والے کہتے ہیں ہمارا ان چیزوں پر ایمان ہے یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہی ہیں یعنی نصیحت وہی لوگ مانتے ہیں جو عقلمند ہیں''۔

اسی لئے ساتھ ہی ہمیں یہ دعا بھی سکھا دی:-

رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدَیۡتَنَا وَهَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَةً اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ (الاعمران ۳ : آیت ۸) ''اے رب ہمارے! جب تو ہم کو ہدایت کر چکا تو ہمارے دلوں کا نہ پھیر اور اپنے ہاں سے ہمیں رحمت عطا فرما، بے شک تو بہت زیادہ دینے والا ہے''۔

مشیت ایزدی

مندرجہ بالا تمام حقائق وثوابت کے باوجود اللہ نے انسان کو اپنی مرضی کا غلام نہیں بنایا بلکہ اسے اشرف المخلوقات بنا کر وہ ذہین دماغ عطاءٗ فرمایا کہ جس کی بدولت وہ بذات خود اپنے لئے کسی اچھی یا بُری چیز کے درمیان تمیز کرسکتا ہے۔ یہ خاصیت دینے کے باوجود بھی اللہ نے انسان پر اپنے مذہب حقہ کو زبردستی مسلط نہیں کیا بلکہ اسے راستی اور گمراہی کے راستے دکھا کر سرعام یہ اعلان فرمایا کہ جو چاہو اختیار کرلو یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اتنا زیادہ نرم دل اور مہربان ہے کہ انسان کو گناہوں کے گڑھے میں گرنے سے روکنے کے لئے ہر تدبیر اختیار کرتا ہے تاکہ کسی نہ کسی طرح میرے یہ ناسمجھ بندے جہنم کی آگ میں گرنے سے بچ جائیں لیکن اگر اس کے باوجود بھی کوئی شخص سمجھنا نہیں چاہتا تو اللہ تعالیٰ اسے زبردستی اس بات پر مجبور نہیں کرتا کہ وہ کسی قسم کا گناہ نہ کرے بلکہ اسے آزاد چھوڑ دیتا ہے تاکہ جیسا اس شخص کی مرضی ہو وہ ویسا کر کے دیکھ لے اور پھر اس کا انجام بھی بھگتنے کے لئے تیار رہے۔ فرمایا:-

وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّلٰکِنْ یُّضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ o (النحل ۱۶ : آیت ۹۳) اگر اللہ تعالیٰ اپنی ہی مشیت کو نافذ کرنا چاہتا تو وہ تم سب کو ایک ہی جماعت بنادیتا لیکن جب وہ خود ہی ایسا نہیں کرتا بلکہ وہ انسان کو اتنی زیادہ ڈھیل دیتا ہے کہ جو شخص گمراہ ہونا چاہتا ہے اسے گمراہ کردیتا ہے اور جو شخص ہدایت پانا چاہتا ہے اسے ہدایت کے نور سے منور کردیتا ہے تو پھر کسی انسان کی کیا جرأت ہے کہ وہ اپنے مذاہب دوسروں پر ٹھونستا پھرے اور اسی لئے تو ان تمام امور کے بارہ میں قیامت کے دن تم سے سوال وجواب کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے انسانوں پر زبردستی کرنے کی بھی ضرورت درپیش نہیں کیونکہ اگر میں چاہتا تو ان کے دل ودماغ حتیٰ کہ ان کی روح تک کو بھی ان کی پیدائش سے بھی بہت پہلے صرف اپنی عبادت کرنے کے لئے تیار کردیتا اور یوں کوئی بھی مشرک، دہریہ یا بُت پرست اس دنیا میں پیدا نہ ہوتا لیکن دیکھو! اور یہ یاد رکھو! کہ میں نے خود ہی انسان کو یہ مکمل مذہبی آزادی دے رکھی ہے تاکہ وہ جو چاہے کرے لہٰذا اپنے مالک وخالق کی اس مثال کو دیکھ کر ہی تم انسان بھی ایک دوسرے کی مذہبی آزادی کا خیال رکھو۔ فرمایا:-

وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ کُلُّھُمْ جَمِیْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (یونس ۱۰ : آیت ۹۹)'' اور اگر کسی انسان کو ہدایت دینے کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ اپنی ہی مشیت کو نافذ کردیتا تو جس قدر انسان بھی اس روئے زمین پر موجود ہیں وہ سب کے سب اللہ پر ایمان لے آتے۔ پس! جب خدا بھی کسی شخص کو اس کے اختیار کردہ مذہب کے بارہ میں مجبور نہیں کرتا تو پھر کیا تُو لوگوں کو زبردستی اتنا مجبور کردے گا کہ وہ مؤمن بن جائیں''۔

پس! اسی شخصی آزادی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انسانوں نے ہزاروں بلکہ لاکھوں مذاہب اختیار کر رکھے ہیں اور ان میں سے بہت سے تو نہ صرف مشرک بلکہ دہریہ بھی ہیں یعنی وہ جو کہ خدا تعالیٰ کے وجود کے سرے سے ہی منکر ہیں اور طرہ اس پر یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہم سے بھی زیادہ نوازتا ہے تا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اللہ پر ایمان لے آئیں لیکن افسوس کہ وہ اپنے گناہوں میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ ان کی واپسی اب ناممکن نظر آتی ہے اور جب انہیں نیکی کی راہ دکھائی جائے یا عذاب کی خبر دی جائے تو کہتے ہیں کہ ہمیں ان پر یقین نہیں فرمایا:-

اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ (۱۳) کَلَّا بَلۡ رَانَ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ مَّا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ (۱۴) (مطففین ۸۳ : آیات ۱۳ - ۱۴) "جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ ماضی کے قصے ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ ان کے (برے) کاموں سے ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے"۔

ان کی یہ حرکات دیکھ کر فرمایا:-

وَاِنَّهُمۡ لَیَصُدُّوۡنَهُمۡ عَنِ السَّبِیۡلِ وَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ (الزخرف ۴۳ : آیت ۳۷) "اور شیاطین انسانوں کو راہ راست سے روکتے ہیں اور وہ انسان یہ ہی سمجھتے ہیں کہ ہم راہِ راست پر ہیں"۔

یعنی اپنے گناہوں میں بھٹکتے ہوئے انہیں پھر کھوٹے کھرے کی تمیز بھی نہیں رہتی۔

☆

اسلام

مؤدبانہ عرض ہے کہ مذہب اسلام کوئی نیا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ تو ازل سے ہی چلا آ رہا ہے۔فرمایا:-

وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ط هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ط مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ط هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۵لا مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ج صلے فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ط هُوَ مَوْلٰكُمْ ج فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ہ (الحج ۲۲ :آیت ۷۸) ’’اور خدا کی راہ میں ہر طرح سے جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے کیونکہ اس نے تمہیں اپنے دین کے لئے چُن لیا ہے اور مذہب کے معاملہ میں تم پر کسی قسم کی سختی نہیں کی گئی کیونکہ یہی تمہارے باپ ابراہیم کا بھی دین تھا۔اللہ نے اس کتاب میں اور اس قرآن مجید سے پہلی گزری ہوئی تمام کتب میں بھی تمہارا نام مسلمان ہی رکھا ہے تاکہ رسول تم پر گواہ رہیں اور تم بقیہ دنیا پر گواہ رہو۔پس! نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرو اور اللہ تعالیٰ کو خوب مظبوطی سے پکڑلو کیونکہ وہ ہی تمہارا آقا ہے اور دیکھو تمہارا آقا کتنا ہی اچھا آقا ہے اور وہ تمہارا کتنا ہی اچھا مددگار ہے‘‘۔

اب چونکہ مذہب کی بات چل ہی نکلی ہے تو خدا تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ سب سے آخری مذہب یعنی اسلام کے بارہ میں بھی کچھ بیان کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ بار بار قرآن مجید کی مختلف آیات میں ہمیں یہ بتا چکا ہے کہ وہ یکتا اور واحد لاشریک ہے لہذا دین اسلام کی بنیاد ہی خدائے واحد کی پرستش اور عبادت کرنے پر منحصر ہے۔فرمایا:-

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ہ (البقرة ۲:آیت ۱۶۳) ’’اور یہ یاد رکھو! کہ یقیناً تمہارا معبودِ حقیقی ہی اپنی ذات میں واحد لاشریک ہے۔پس! اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اسی لئے تو وہ تم پر بے حد کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے‘‘۔

اب جب یہ واضح ہو چکا ہے کہ خدا تعالیٰ ہی واحد لاشریک اور ہر قسم کی پرستش اور عبادت کے لائق ہے تو یہ تو ایک کھلی کھلی حقیقت ہے کہ جو دین وہ ہمیں خود سکھائے گا وہی دین الٰہی یقیناً سب ادعیان سے زیادہ عمدہ واعلیٰ وارفعیٰ ہوگا۔فرمایا:-

صِبْغَةَ اللّٰهِ ج وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ز وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ہ (البقرہ ۲ :آیت ۱۳۸) ’’اے مسلمانو! ان سے کہو کہ ہم تو اللہ کا دین اختیار کریں گے اور دین سکھانے کے معاملہ میں اللہ سے زیادہ کون بہتر ہو سکتا ہے؟ لہذا اسی لئے تو ہم اُسی اللہ

کی عبادت کرنے والے ہیں‘‘۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسلام خدا تعالیٰ کا اتنا ہی زیادہ پسندیدہ مذہب ہے تو دراصل دین اسلام چیز کیا ہے؟ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:-

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ --- (ال عمران ۳ : آیت ۱۹) ’’اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل دین یقیناً اسلام ہی ہے یعنی کامل فرمانبرداری اور اطاعت ہے‘‘---

پس! ایسے بہترین مذہب یعنی اسلام کا پیغام مل جانے کے بعد بھی اسے قبول نہ کرنے والے یقیناً خسارہ اٹھائیں گے۔ فرمایا:-

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ج وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ o (ال عمران ۳ : آیت ۸۵) ’’اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو اختیار کرنا چاہے تو وہ یاد رکھے کہ اسلام کا پیغام سننے کے بعد مذہب اسلام کے سوا کسی اور دین کو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت کے دن وہ شخص جو کہ اسلام کا پیغام سن کر بھی ایمان نہ لایا تو وہ یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا‘‘۔

اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو اختیار کرنے والوں کو یہ خوشخبری بھی دی کہ:-

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ط وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ط مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ o (ال عمران ۳: آیت ۱۱۰) ’’تم مسلمان دنیا کی سب سے بہترین وہ جماعت ہو کہ جسے انسانوں کے فائدہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے کیونکہ تم لوگ انسانوں کو نیکی کی ہدایت کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر تمہاری طرح دوسرے اہل کتاب (یعنی صابی، یہودی اور عیسائی) بھی اسلام پر ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا کیونکہ ان میں سے بعض مؤمن بھی ہیں لیکن ان چند مؤمنین کے علاوہ ان تمام اہل کتاب کی اکثریت احکامات الٰہی کی نافرمان ہے‘‘۔

پھر مذہب اسلام کے سلسلہ میں ایک جگہ فرمایا کہ ایک مسلمان کے لئے آنحضرت ﷺ پر نازل شدہ کلام پر بھی صدق دل سے یقین لانا ایک لازمی امر ہے یعنی یہی نہیں کہ اوپر اوپر سے انسان یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں لیکن کتاب الٰہی میں درج احکامات کی پابندی نہ کرے۔ مثلاً کسی مسلمان کو غیر مسلم قرار دینے کے چکر میں رہے یا اپنے کسی کلمہ گو مسلمان بھائی کو کافر قرار دے یا اس کو کسی بھی قسم کا

نقصان پہنچانے کے تیار رہے حتیٰ کہ اس قتل کر کے ہی دم لے۔ یہ سب ایک مسلمان کہلانے والے کے لئے ہرگز واجب نہیں۔فرمایا:-

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَالْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ○ (محمد ۴۷ : آیت ۲) ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اور جو کچھ محمدؐ پر اتارا گیا اس پر بھی ایمان لائے کیونکہ وہ ان کے رب کی جانب سے کامل سچائی ہے۔اس لئے وہ ان کے عیوب کو دور کر دے گا اور ان کے حالات درست کر دے گا''۔

اسلام کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں شریعت کا بھی پابند کیا ہے۔فرمایا کہ:-

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (البقرة ۲: آیت ۱۷۷) ''تمہارا عبادت کے لئے مشرق اور مغرب کی طرف مونہہ پھیرنا کوئی بڑی نیکی کی بات نہیں بلکہ نیکی دراصل یہ ہے کہ تم اللہ، روزآخرت،فرشتوں،تمام الہامی کتابوں اور تمام انبیأ پر ایمان لاؤ نیز اللہ کی خاطر رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوالیوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے نیز غلاموں کی آزادی کے لئے اپنا مال دو اور اس کے ساتھ ساتھ نماز کو قائم کرو اور وقت پر زکوٰۃ کی ادائیگی کرو اور اپنے کیئے گئے عہد کو بھی ہمیشہ پورا کرو۔اور ایسا کرنے والے ہی وہ کامل نیک لوگ ہیں جو کسی قسم کی تنگی اور خصوصاً کسی بھی قسم کی بیماری نیز حالت جنگ کے وقت صبر سے کام لیتے ہیں لہذا یہی صادقین وہ لوگ ہیں جو اپنے قول کے سچے نکلے اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامل متقی بھی ہیں''۔

مذہب اسلام اتنا زیادہ پیارا مذہب ہے کہ اس کے بارہ میں حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ فرمایا کہ: '' نماز کی ادائیگی کے بعد ہر مسلمان جب دائیں جانب نگاہ کرتا ہے تو سلام بھیجتا ہے اور جب بائیں جانب نگاہ دوڑاتا ہے تو پھر بھی سلام ہی بھیجتا ہے یعنی دنیا کا کوئی مذہب ایسی پیاری تعلیم نہیں دیتا کہ وہ اپنے دائیں بائیں بیٹھے دوست دشمن سب پر سلامتی بھیجے''۔

ایمان

معزز قارئین ! جیسا کہ ابھی ذکر ہو چکا ہے کہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ مذہب دین اسلام ہے اور مذہب اسلام کو قبول کرنے والا شخص مسلمان کہلاتا ہے لیکن ایک نامسلم شخص نامسلم سے مسلمان کیسے بنتا ہے؟ اس کے بارہ میں عرض ہے کہ جب ایک نامسلم شخص کلمہ شہادت پڑھ لیتا ہے تو وہ مسلم تصور کیا جاتا ہے یعنی کلمہ شہادت کو پڑھ لینے والا شخص مسلمان بن جاتا ہے لیکن کیا وہ خدا تعالیٰ کے احکامات اور شریعت کی پابندی کرتے ہوئے ایک مسلمان بن کر اسلام پر سچے دل سے ایمان بھی لے آیا ؟ لہذا یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایمان کیا چیز ہے ؟

ایمان یہ ہے کہ انسان صدق دل سے توحید باری تعالیٰ کا اقرار کرے اور شریعت اسلامیہ کی پابندی کرے۔ کیونکہ بعض لوگ کلمہ پڑھتے ہی یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ وہ ایمان لے آئے ہیں لیکن دراصل ابھی تو انہوں نے صرف اسلام کو ہی قبول کیا کیونکہ درجہ ایمان تو دراصل اسلام کا ایک انتہائی بلند و بالا مقام ہے جو کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں بڑی بڑی قربانیاں پیش کرنے والوں کو ملا کرتا ہے۔ انہی قربانیاں پیش کرنے والوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت کی چادر میں ڈھانک کر اپنے فضل سے مؤمنین کا درجہ عطاً فرماتا ہے یعنی کامل ایمان والے۔ فرمایا:-

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الحجرات ۴۹: آیت ۱۴) ''بعض بدو یعنی ناسمجھ لوگ جلدی میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے لیکن تو ان سے کہہ دے کہ تم ابھی حقیقتاً ایمان نہیں لائے بلکہ تم یہ کہو کہ تم نے ابھی صرف اسلام کو قبول کیا ہے کیونکہ ایمان ابھی تمہارے دل میں راسخ نہیں ہوا۔ پس! اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی شریعت پر عمل کرتے ہوئے مؤمن بن جاؤ گے تو تب اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی ضائع نہیں کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ یقیناً بہت بخشنے والا اور تم پر بار بار رحم کرنے والا ہے''۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک مسلم اور مؤمن کے درمیان کیا فرق ہے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک مؤمن بندے کی ایک بہت ہی عمدہ شان بیان فرمائی ہے کہ دراصل مؤمن کون شخص ہے ؟ فرمایا:-

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ

الصّٰدِقُوْنَ o (الحجرات ۴۹ :آیت ۱۵) ’’مؤمن یقیناً وہ لوگ ہیں جو کہ اللہ اور اس کے رسول پر تہہ دل سے ایمان لاتے ہیں اور ہر وقت اپنی جان و مال کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔پس! یہی لوگ تو سچے مؤمن ہیں‘‘۔

اس تعریف کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ایمان لانے والو! اپنے تقویٰ میں اور شریعت کی پابندی کرنے میں مزید آگے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہو تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کی بارش سے زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہوتے رہو اور اسی پر بس نہ کرو کہ اب تو میں نے بہت کچھ دے دیا ہے اب مجھے مزید کچھ دینے کی ضرورت نہیں۔فرمایا:-

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِہٖ یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِہٖ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِہٖ وَ یَغْفِرْلَکُمْ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o (الحدید ۵۷ :آیت ۲۸) ’’اے ایماندار لوگو! تم اللہ کا حقیقی تقویٰ اختیار کرو اور اس کے بھیجے ہوئے رسول پر سچے دل سے ایمان لاؤ۔اس کے بدلہ میں اللہ تم کو اپنی رحمت میں سے دوگنا حصہ عنایت فرمائے گا اور تم پر اپنا نور نازل فرمائے گا کہ جس کے جلو میں تم چلو گے اور پھر تمہارے تمام گناہ بھی معاف کر دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت ہی زیادہ بخشنے والا اور تم پر بار بار رحم کرنے والا ہے‘‘۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم مسلمانوں کو اپنی رحمت کا دوہرا حصہ عطا فرمانے اور نورٌ علیٰ نور بنانے کا وعدہ اس لئے فرمایا تا کہ اہل کتاب صابیوں، یہودیوں اور عیسائیوں کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہو کہ ہمیں تو بہت ہی کم عبادات بجالانے کے باوجود اور خدائی احکامات کی پے در پے نافرمانی بلکہ بے حرمتی کرنے کے باوجود بہت کچھ دیا گیا ہے لیکن تم مسلمانوں کو کیا ملا؟ فرمایا:-

لِّئَلَّا یَعْلَمَ اَھْلُ الْکِتٰبِ اَلَّا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِیَدِاللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ o (الحدید ۵۷ :آیت ۲۹) ’’مسلمانوں سے یہ وعدہ ہم اس لئے کرتے ہیں تا کہ اہل کتاب یہ نہ سمجھیں کہ اللہ کے فضل میں سے مسلمانوں کو کچھ ملا ہی نہیں بلکہ اہل کتاب اس حقیقت کو سمجھیں کہ فضل تو دراصل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔پس! وہ جس کو چاہتا ہے اس کو دیتا ہے کیونکہ اللہ تو سب سے زیادہ فضل کرنے والا ہے‘‘۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ العَظِیْمِ

☆

فرشتے

پانچ ارکان ایمان کے بارہ میں عرض ہے کہ ان میں سب سے پہلے خدائے واحد لاشریک پر ایمان لانے کا حکم ہے اور خاکسار اس کتاب کے پہلے چند صفحات میں خدائے واحد لاشریک کے بارہ میں قرآن مجید کی بہت سی آیات کریمہ تحریر کر چکا ہے کہ اس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس لئے صرف اسی کی عبادت کرو۔ اس لئے اب میں ارکان ایمان کے دوسرے رکن یعنی فرشتوں کے بارہ میں کچھ عرض کرتا ہوں۔ ایک مسلمان کے لئے خدا تعالیٰ کے فرشتوں پر اس یقین کے ساتھ ایمان رکھنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایک پوشیدہ مخلوق ہیں اور یہ فرشتے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں، رسولوں اور انبیأ علیہم السلام نیز خدا کے مقرب بندوں پر حتیٰ کہ جانوروں، صاند ستاروں، سورج اور دوسری مخلوقات پر بھی اترتے رہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے اغراض اور مقاصد کے لئے ہمیشہ ہمیش سے مختلف کاموں میں مشغول ہیں۔ یہ عقیدہ ہر ایک مسلمان کے ایمان کا ایک لازمی جزو ہے۔ فرشتہ کو عربی زبان میں ملک کہا جاتا ہے کہ جس کے لفظی معنی پیامبر یا نمائندہ کے ہیں۔ یہ فرشتے نامہ اعمال لکھنے کے لئے منکر نکیر کی صورت بھی میں ہر انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور صبح و شام ان کا تبادلہ بھی ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی ان فرشتوں کا سب سے پہلا اور اولین کام خدا تعالیٰ کی حمد و ثنأ اور عبادت کرنا ہے۔ فرمایا:-

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ٥ (النحل ۱۶ : آیت ۴۹) ''اور آسمانوں نیز زمین پر پھیلائے جانے والے جانداروں کے ساتھ ساتھ تمام فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے نہایت ہی ادب سے جھکے رہتے ہیں اور وہ سب اپنی بڑائی کا ذرا سا بھی اظہار نہیں کرتے''۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ فرشتوں اور روح کا دکھائی نہ دینے والا خمیر ایک جیسا ہی ہے کہ یہ دونوں ایک پلک جھپکتے میں یہاں تو دوسری پلک جھپکتے میں وہاں آ جا سکتے ہیں۔ فرمایا:-

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ٥ (المعارج ۷۰ : آیت ۴) ''تمام فرشتے اور ارواح۔ خدا کی جانب اتنے وقت میں چڑھتے ہیں کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوتی ہے''۔

اور ان میں بہت سی دوسری خوبیاں بھی موجود ہیں مثلاً فرشتے اللہ تعالیٰ کے مقرب ترین مخلوق ہیں۔ پھر وہ کسی کو نظر بھی نہیں آتے۔ اسی طرح تمام جانداروں کا نامہ اعمال لکھنے پر بھی معمور ہیں یہی نہیں بلکہ نوزائیدہ میں جان ڈالنے یعنی روح پھونکنے اور کسی جاندار کی جان

نکالنے کی ذمہ داری بھی انہی کی ہے بہر حال یہ تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک بے جنس مخلوق ہیں یعنی نہ نر نہ مادہ۔فرمایا:-
اَمۡ خَلَـقۡنَا الۡمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمۡ شَاهِدُوۡنَ (صافات ۳۷ :آیت ۱۵۰) " کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا تھا اور تب وہ نہ ماننے والے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے"۔

بلکہ ایک جگہ مزید فرمایا کہ:-
اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُـؤۡمِـنُـوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓئِكَةَ تَسۡمِيَةَ الۡاُنۡثٰى (النجم ۵۳ : آیت ۲۷) " یقیناً جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کے عورتوں جیسے نام رکھتے ہیں"۔

مثلاً پری وغیرہ جبکہ فرشتوں کے سپرد مختلف امور ہیں اور اسی لئے نہ ہی ان کی جنس کا تعین کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان کی تعداد کا کوئی تعین یعنی لاتعداد فرشتے ہیں۔فرشتے عالم الغیب نہیں اور پھر ہر کام سرانجام دینے پر بھی قادر نہیں۔فرمایا:-
وَعَـلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَى الۡمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنۡۢبِئُوۡنِىۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ (البقرہ ۲ : آیت ۳۱) " اور اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے پھر ان سب چیزوں کو فرشتوں کے سامنے بھی پیش کرکے پھر فرمایا اب مجھے ان کے نام تو بتاؤ اگر تم سچے ہو"۔

قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ (البقرہ ۲ : آیت ۳۲) "انہوں نے عرض کیا کہ تُو تو پاک ہے، ہم تو بس اتنا ہی جانتے ہیں جتنا کہ تُو نے ہمیں بتایا ہے، بے شک تو بڑے علم وحکمت والا ہے"۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ فرشتے، اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالانے کے علاوہ تعمیل ارشاد کی خاطر خدائی احکامات بجالانے کے لئے مختلف کاموں میں بھی مصروف رہتے ہیں لہذا ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ فرشتے صرف وہی کام سرانجام دیتے ہیں کہ جن امور کو تکمیل کرنے کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔فرمایا:-
يَخَافُوۡنَ رَبَّهُمۡ مِّنۡ فَوۡقِهِمۡ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ ۞ –السجدة – " (النحل ۱۶ :آیت ۵۰) وہ اپنے اس رب سے جو اُن پر غالب ہے ہمیشہ ڈرتے رہتے ہیں اور جس بات کا انہیں حکم دیا جاتا ہے صرف وہی کام سرانجام دیتے ہیں"۔

یعنی فرشتے کسی شتر بے مہار انسان کی طرح نہیں کہ جب چاہا یہ کام کرلیا اور جب نہ چاہا نہ کیا بلکہ وہ ہر کام بالکل اُسی طرح سرانجام

دیتے ہیں کہ جس طرح خدا تعالیٰ انہیں سرانجام دینے کا حُکم دیتا ہے اور اُسی وقت پایہ تکمیل کو پہنچاتے ہیں کہ جب انہیں متعلقہ کام کو مکمل کرنے کا حُکم ہوتا ہے لہذا اسی لئے تو اللہ تعالیٰ کو اپنے فرشتوں سے بھی اتنی زیادہ محبت ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔اس بے انتہا محبت کا ایک ہلکا سا نظارہ ہمیں درج ذیل آیت میں ملتا ہے کہ جہاں یہ فرمایا کہ جو میرے فرشتوں کا دشمن ہے وہ میرا بھی دشمن ہے یعنی جو میرے فرشتوں کا انکاری ہے وہ میرا بھی منکر ہے اسی لئے تو ایمان کے ارکان میں ان کا نام بھی شامل ہے۔فرمایا:-

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ٥ (البقرہ ۲ : آیت ۹۸) ’’جو شخص بھی اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کے رسولوں اور جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہے تو ایسے کافروں کا اللہ بھی دشمن ہے۔اور ہم نے تجھ پر کھلے کھلے نشان نازل کئے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر نافرمانوں کے سوا کوئی اُن کا انکار نہیں کرسکتا‘‘۔

یہاں بات صرف فرشتوں کی چل رہی ہے لیکن خدا تعالیٰ کی شفقت دیکھیں کہ اپنے فرشتوں کے ساتھ اپنے رسولوں کا بھی ذکر کر دیا کہ جو کوئی ان میں سے کسی ایک کا بھی دشمن ہے وہ میرا بھی دشمن ہے۔بہرحال اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کی قدر و منزلت کو بیان کرتے ہوئے مزید فرماتا ہے کہ:-

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ٥ قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ٥ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ٥ (بنی اسرائیل ۱۷ : آیات ۹۴-۹۶) ’’اور ان لوگوں کو کہ جن کو خدا تعالیٰ کی جانب سے ہدایت کا پیغام مل چکا ہے تو پھر انہیں کس چیز نے اس ہدایت پر عمل کرنے سے روک رکھا ہے؟ ہاں انہوں نے صرف اس بنا پر اس پر عمل کرنے سے انکار کر دیا کہ کیوں اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتہ کی بجائے ہم جیسے ہی ایک انسان کو رسالت بخشی؟ پس! تو ان لوگوں کو بتا دے کہ اگر انسانوں میں شرارت کا خمیر نہ ہوتا اور وہ فرشتوں کی طرح ہی مؤدب خدمت گذار اور پرہیز گار نیز عبادت گذار بندے ہوتے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان میں بھی اپنے فرشتوں کو ہی رسول بنا کر بھیجتا لیکن چونکہ ایسا نہیں لہذا انسانی فطرت کو جانتے ہوئے ان کی اصلاح کے لئے انسانوں کو ہی پیغمبر بنا کر بھیجا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اس بیان کردہ حقیقت کا میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے کیونکہ وہ ہی یقیناً اپنے تمام بندوں کے حالات سے ہمیشہ باخبر اور ان کے تمام معاملات پر گہری نظر رکھنے والا ہے‘‘۔

یعنی خلاصہ یہ کہ خدا تعالیٰ کے یہ فرشتے ہر ایرے غیرے نتھو خیرے پر نہیں اترتے بلکہ فرمایا کہ:-

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ٥ (النحل ۱۶ : آیت ۲) ’’اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں کو پسند کرتا ہے صرف ان پر ہی اپنے فرشتوں کو یہ پیغام دے کر نازل فرماتا ہے کہ میرے

سوا کوئی بھی معبود عبادت کے لائق نہیں لہذا تم صرف مجھ سے ہی ڈرو"۔

اوپر درج اس آیت کریمہ سے سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسے بندے کتنے پیارے لگتے ہیں جو کہ صرف اسی کو اپنے دل میں بسائے عبادت الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ بندے پھر خدا تعالیٰ کے محبوب ترین بندے بن جاتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پاکیزہ کلام پاک قرآن مجید میں بار بار اپنے ان پیارے اور عزیز ترین بندوں پر سلامتی بھیجتا رہتا ہے۔آیات تو بے شمار ہیں اس لئے میں یہاں صرف ایک ایسی مثال آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں کہ جس کو پیش کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے خود دیا ہے۔فرمایا:-
قُلِ الْحَمْدُلِلّٰهِ وَسَلٰم" عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ---(النمل ۲۷ : آیت ۵۹) " تو لوگوں سے کہہ دے کہ ہر تعریف کا صرف اللہ ہی مستحق ہے اور اللہ کے ان بندوں پر ہمیشہ سلامتی نازل ہوتی رہے کہ جن کو اس نے اپنے لئے چُن لیا"---

پس !اسی ارشاد ربانی کی تعمیل کے لئے ہی تو ہم سب مسلمان اللہ تعالیٰ کے تمام فرشتوں اور اس کے تمام انبیائے کرام کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھتے، پڑھتے اور بولتے ہیں یعنی ان پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی نازل ہو۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتوں کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں:- روح القدس حضرت جبرائیل علیہ السلام،حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت عزرائیل علیہ السلام،حضرت اسرافیل علیہ السلام۔جیسا کہ منکر نکیر کا اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتوں کا کام ہر انسان کا نامہ اعمال لکھنا بھی ہے جو کہ روز جزاء سزا کے دن یعنی قیامت کے دن ہر انسان کے سامنے پیش کیا جائے گا۔اس بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:-
اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْد" o (ق ۵۰ : آیت ۱۷) "تمہارے دائیں اور بائیں بیٹھے ہوئے دو فرشتے بطور گواہ اس انسان کی تمام حرکات کو لوح محفوظ میں رقم کرتے چلے جاتے ہیں"۔

اس سلسلہ میں مزید تفصیل سے فرمایا کہ انسان جو بھی کوئی حرکت کرتا ہے خواہ وہ سب کے سامنے یا اکیلا کہیں چھپ کر بھی کرتا ہے بلکہ جیسا کہ اوپر فرمایا کہ اس کی اچھی یا بھلی سوچ کو بھی فرشتے انسان کے نامہ اعمال میں لکھتے چلے جاتے ہیں:-
وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ o كِرَامًا كَاتِبِيْنَ o يَعْلَمُوْنَ مَاتَفْعَلُوْنَ o (الانفطار ۸۲ : آیات ۱۰-۱۲) "اور یقیناً تم پر نگرانی رکھنے کے لئے فرشتے مقرر ہیں جو کہ تمہاری ہر حرکت اور ہر عمل کو لکھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ تمہاری ہر ظاہر اور چھپی ہوئی سوچ کو بھی جانتے ہیں"۔

اسی طرح بہت سے دوسرے امور کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ بعض فرشتے خدا تعالیٰ کی جانب سے خوشخبریاں اور اللہ تعالیٰ کی ازلی و ابدی رحمت کے وعدے وعید وغیرہ لے کر بھی انسانوں پر نازل ہوتے رہتے ہیں۔فرمایا:-

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ o (سورۃ الفصلت ۴۱ :آیت ۳۰) ''وہ لوگ جنہوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ صرف اللہ ہی ہمارا رب ہے اور پھر اپنے اس عقیدہ پر نہایت مستقل مزاجی سے قائم ہو گئے۔تو اُن لوگوں پر فرشتے یہ کہتے ہوئے اتریں گے کہ تم اپنے کسی قسم کے پچھلے گناہ یا غلطی یا جرم پر نہ ڈرو بلکہ جس جنت کے ملنے کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اب اس جنت کے مل جانے پر خوش ہو جاؤ''۔

اسی طرح کسی شخص کی جان لینے اور اس کی روح قبض کرنے کے لئے بھی فرشتے ہی آتے ہیں۔روح قبض کرنے والے فرشتہ کو حضرت عزرائیل علیہ السلام کہا جاتا ہے۔فرمایا:-

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ o (السجدۃ ۳۲ : آیت ۱۱) ''تو کہہ کہ موت کا وہ فرشتہ جو تمہاری جان لینے کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ ایک نہ ایک دن تمہاری روح ضرور قبض کرے گا اور پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے''۔

لہٰذا اے لوگو! خوف خدا اختیار کرو اور اللہ کو اور اس کے احکامات کو صدق دل سے قبول کر لو کیونکہ خدا تعالیٰ اسی طرح ایک اور موقعہ پر منکرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:-

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ o (محمدؐ ۴۷: آیت ۲۷) ''ذرا بتاؤ تو سہی کہ اُس وقت ان (منکرین،مکفرین اور مشرکین نیز ملحدین) کا کیا حال ہو گا کہ جب ہمارے فرشتے اُن کی روح قبض کر رہے ہوں گے اور ان کے مونہوں اور اُن کی پیٹھوں اور پشتوں پر کوڑے لگا رہے ہوں گے'' ۔

اس سلسلہ میں فرمایا:-

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا لا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ج وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ o (الانفال ۸: آیت ۵۰)'' اے کاش! کہ تم اس وقت کا تصور کرو کہ جب فرشتے کفار کی روح کو قبض کرتے ہوئے ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر ضربیں لگاتے ہوئے یہ کہتے جاتے ہیں کہ اب ذرا ایک جلنے والے عذاب کا مزہ چکھو''۔

اسی طرح قرآن مجید میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ (مدثر ۷۴ : آیت ۳۰) ''دوزخ پر ہم نے انیس محافظ فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے''۔

دنیا میں بہت سے فرشتے اللہ کے خاص خاص احکامات ادھر ادھر لے جاتے ہیں۔ یہ خاص احکامات صرف اور صرف ان فرشتوں کو دئے جاتے ہیں کہ جن کا مرتبہ ایک پیغمبر اور رسول کے برابر ہوتا ہے یعنی وہ فرشتہ فرشتوں کا پیغمبر اور فرشتوں کا رسول ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ (الحج ۲۲ :آیت ۷۵) ''اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے اور اسی طرح انسانوں میں سے بھی اپنے رسول منتخب کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کی دعاؤں کو بہت سننے والا اور ان سب کے حالات کو خوب جاننے والا ہے''۔

بہر حال جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فرشتے زمین و آسمان کے بے شمار کام سر انجام دیتے رہتے ہیں مثلاً:-

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ (المؤمن ۴۰ : آیت ۷)

''ایسے تمام فرشتے جو کہ عرش معلیٰ کو اٹھائے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ دوسرے تمام فرشتے بھی جو کہ اس عرش کے ارد گرد حلقہ بنائے ہوئے ہیں وہ اپنے رب کی تعریف کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی پاکیزگی بھی بیان کرتے ہیں اور اپنی اس حمد و ثنا کی مقبولیت پر مکمل ایمان رکھتے ہیں اور ایمان لانے والے انسانوں کے لئے بھی یہ دعا کرتے ہوئے بخشش طلب کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تُو تو ہر ایک چیز پر اپنی رحمت کا سایہ کئے ہوئے اپنے علم کامل کی بنا پر محیط ہے۔ پس! وہ لوگ کہ جنہوں نے تیری راہ میں سچے دل سے توبہ کی ان کو تُو جہنم کے عذاب سے بچا کر بخش دے''۔ آمین

اب صرف اس عرش کو اٹھانے سے ہی ہمیں یہ علم ہو گیا ہے کہ اس زمین کے علاوہ تمام کائنات میں جو بھی کام ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاٗ کے مطابق ہو رہا ہے اور خدا تعالیٰ کے حکم کے تحت اسے فرشتے ہی سر انجام دے رہے ہیں مثلاً کائنات اور کہکشاؤں کی حرکت، سورج کا اپنے مدار میں چلنا، ستاروں کا ٹوٹنا، شہاب ثاقب کا گرنا، چاند کا زمین کے گرد اور زمین کا سورج کے گرد چکر لگانا ۔سورج کا اپنی کہکشاں کے مرکز کے گرد گھومنا، ہواؤں کا اِدھر اُدھر کو چلنا، بادلوں کا اِدھر اُدھر آنا جانا، بارش (مینہ) کا برسنا وغیرہ وغیرہ۔ الغرض بہت سے کام لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب فرشتے ایسے تمام انگنت امور پر متعین ہیں تو پھر ان کی تعداد کتنی

ہے؟ان فرشتوں کی تعداد کا کوئی شمار نہیں۔فرمایا:-

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِى السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ۝ (النجم ۵۳ : آیـــت ۲۶) ’’اورآسمان میں بیشمار، انگنت یعنی لاتعداد فرشتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان سب کی شفاعت کسی کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی سوائے اس بات کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی مقرب شخص کے بارہ میں اپنی مرضی اور منشأ کے مطابق ان فرشتوں کو اس کی شفاعت کے لئے دعا کرنے کی اجازت دے دے‘‘۔

یعنی فرشتے ازخود کسی انسان کی شفاعت تو کیا اس کی شفاعت کی دعا بھی خدا تعالیٰ کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتے۔فرمایا:-

---مَنْ ذَاالَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ----(البقرۃ ۲ : آیت ۲۵۵) --- ’’کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کی شفاعت کر سکتا ہے‘‘---

واللہ کوئی نہیں

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

پس!اسی لئے تو میں بار بار پکار پکار کر یہ عرض کر رہا ہوں کہ جب تک ہمارے سانس میں سانس ہے یعنی ہمارا دم میں دم باقی ہے تو تب تک ہمیں توبہ استغفار سے کام لیتے ہوئے اپنی عاقبت کی فکر کرنا چاہئے اور اس کی بہتری کے لئے دعائیں مانگتے رہنا چاہئے اور اپنی شفاعت کے لئے گڑگڑاتے رہنا چاہئے۔خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔آمین

☆

انبیائے کرام علیہم السلام

ارکان اسلام میں تیسرے نمبر پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے معبوث کئے جانے والے رسولوں اور پیغمبروں اور نبیوں کا ذکر ہے اس لئے اب ہم خدا تعالیٰ کی مقرب ترین مخلوق فرشتوں کے بعد ان فرشتہ صفت انسانوں کی جانب اپنی توجہ کو مبذول کرتے ہیں ۔اوپر درج آیات کریمہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے اپنی شخصی آزادی کے باوجود بھی اپنی عبادات کے ذریعہ آگے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی ایک محبوب ترین مخلوق یعنی فرشتوں کے ہم مرتبہ بننے بلکہ ان سے بھی زیادہ آگے نکل کر خدا تعالیٰ کا مزید قرب حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں ۔اسی لئے تو خدا تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو آدم کی تعظیم کرنے کا حکم دیا تھا۔ بہرحال اپنی عبادت، ریاضت، سخاوت اور اعمال صالحہ کی بنأ پر بنی آدم ایک دن اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایسے پیارے اور محبوب ترین بندے بن جاتے ہیں کہ جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ بالآخر اپنا رسول منتخب کر لیتا ہے۔خدا تعالیٰ کے فرشتوں سے موازنہ کرنا مناسب نہیں لیکن اس لحاظ سے کہ فرشتے صرف وہی کام سرانجام دے سکتے ہیں کہ جنہیں سرانجام دینے کا انہیں حکم دیا جاتا اس کے علاوہ فرشتوں کو تو کسی قسم کی بدکاری کرنے کا خیال تک بھی نہیں آسکتا لیکن ان کے بالمقابل انسان ایسے احکامات سے کلی آزاد ہے اور ہر انسان کے لئے تو قدم قدم پر ہر قسم کے لوازمات موجود ہیں لیکن اگر کوئی انسان ان تمام فاحشات کے چکر میں نہیں آتا بلکہ صراط مستقیم پر آگے سے آگے ہی بڑھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی عبادت میں فرشتوں سے بھی زیادہ آگے بڑھ جاتا ہے تو یہ بات یقیناً قابل ستائش ہے۔پس ! ایسے ہی انسانوں کو رسالت کا اہم ترین فریضہ سونپا جاتا ہے کہ جن کا دامن ہر قسم کی آلودگی سے پاک ہوتا ہے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے فرشتے ، خدا تعالیٰ کے تمام کام بہ احسن طریق پر سرانجام دے ہی رہے ہیں تو پھر آخر تخلیق آدم کا مقصد کیا ہے ؟ پچھلے تمام صفحات میں درج شدہ امثال سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ فرشتوں کا علم محدود ہے لیکن انسانوں کا علم نہ صرف بے حد وسیع ہے بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے علم میں مزید اضافہ اور مزید ترقی بھی ہوتی چلی جارہی ہے۔اسی طرح فرشتے اپنی مرضی سے کوئی کام سرانجام نہیں دے سکتے لیکن انسان کو ہر طرح کی شخصی آزادی حاصل ہے کہ وہ جو چاہے کرے خواہ اچھا کام ہو یا برا یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے خدانما وجود بنا دیا بلکہ اسے ترقی دے کر اشرف المخلوقات بھی بنا دیا ہے۔اشرف المخلوقات کا مطلب ہے کہ اسے تمام نباتات وحیوانات، چرند وپرند اور جن نیز فرشتوں پر بھی فوقیت دے دی۔ جب یہ سب مخلوق خدا ہر وقت حمد باری تعالیٰ بجالانے میں مصروف رہتی ہے تو پھر ان سب سے بالا مخلوق کا کیا کام ہونا چاہئے ؟ یہی نہ کہ وہ بھی خدا تعالیٰ کی حمد و ثنأ کے گیت گائے بلکہ ان سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر خدا تعالیٰ کے حضور سر بسجود رہے۔

پس! ثابت ہوُا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف ایک ہی مقصد کیلئے تخلیق فرمایا ہے اور وہ ہے ذکر الٰہی اور شکر الٰہی۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی بقاؑ کے لئے کائنات زمین وآسمان بنائے اور ماہ وسال یعنی وقت کا اندازہ رکھنے کے لئے دن اور رات بنائے۔ انسانی بلکہ حیوانی اجسام کی بناوٹ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر قسم کے موسم بنائے۔ روئے زمین پر روئیدگی کی نشوونما کی نیز روشنی کے لئے سورج، چانداور ستارے بنائے یہاں تک کہ ہر قسم کی تکنیکی سہولیات بھی بہم پہنچائیں اور ابھی اور بھی بہت کچھ دے گا کہ جن اشیأ کے بارہ میں ہم لوگ آج کچھ نہیں کہہ سکتے کہ جیسے آنحضرت ﷺ کے زمانہ رسالت میں موٹر کاروں ٹرکوں بسوں ریل گاڑیوں ہوائی جہازوں بجلی فیکٹریوں بیٹریوں موبائل فونز سیٹلائیٹ ٹی وی یا ریڈیو نیز انٹرنیٹ وغیرہ کا کوئی تصور بھی موجود نہ تھا۔ فرمایا:-

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۝ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ۝ (الحجر ۱۵ : آیات ۱۹–۲۰) ''اور زمین کو ہم نے تمہارے لئے ہموار کر دیا اور اس کی مظبوطی کے لئے اس میں پائیدار پہاڑ بنا دئے اور اس زمین میں ہر ایک مناسب چیز پیدا کی اور تمہارے ساتھ ساتھ ایسی تمام مخلوقات کے لئے بھی معشیت کے سامان مہیا کئے کہ جن کو تم رزق مہیا نہیں کر سکتے''۔

یعنی تمام کائنات میں نباتات وحیوانات کو رزق اللہ تعالیٰ ہی عنایت فرماتا ہے اور اسی لئے وہ اس کی تسبیح میں مصورف رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ:-

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (النحل ۱۶ :آیت ۱۲) ''اور اللہ نے رات اور دن۔ چاند اور سورج نیز ستارے اور کہکشائیں بھی تمہاری خدمت کے لئے مسخر کر رکھے ہیں۔ ان میں یقیناً عقل وتدبر سے کام لینے والی اقوام کے لئے کئی ایک نشانات موجود ہیں''۔

اور جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو خود اپنے دست مبارک سے تخلیق فرما کر زندگی عطأ فرمائی اور پھر ہمارے جسم وجان کے ساتھ ساتھ اس میں روح کو بھی پھونکا۔ فرمایا:-

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ (السجدة ۳۲ :آیت ۹) ''پھر ہم نے انسان کو طاقت بخشی اور اس مجسمہ میں اپنی طرف سے ایک رُوح بھی ڈال دی نیز اس کے علاوہ تمہارے کان اور آنکھ اور دل بنا کر تمہاری تکمیل کی لیکن اس کے باوجود بھی تم ہماری عطأ کی ہوئی ان تمام نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے''۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے ساتھ ساتھ تمام جانداروں کو بھی زندگی کے تمام معاملات کو احسن رنگ میں سلجھانے کے لئے دل

ود ماغ دینے کے ساتھ ساتھ عقل سلیم اور فہم وفراست بھی عطاً فرمائی نیز دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سننے کے لئے کان عطاً فرمائے اور انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے خصوصاً یہ فرمایا کہ اگر وہ چاہتا تو ہمیں عقل وخرد تو کیا ان کا عشر عشیر بھی نہ دیتا۔فرمایا:-

وَاللّٰہُ اَخۡرَجَکُمۡ مِّنۡۢ بُطُوۡنِ اُمَّھٰتِکُمۡ لَاتَعۡلَمُوۡنَ شَیۡئًا ۙ وَّجَعَلَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡئِدَۃَ ۙ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ٥ (النحل ۱۶ :آیت ۷۸) ''اوراللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے جسم سے ایسا پیدا کیا کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے لیکن اس نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تا کہ تم اُس کا شکر ادا کرو''۔

ان کے علاوہ انسان کو زندگی کے کٹھن مراحل سے گزرنے کے لئے اسے ایک مظبوط جسم کے ساتھ ساتھ جسمانی طاقت اور توانائی بھی عطاً کی۔فرمایا:-

اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ ضَعۡفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ ضَعۡفٍ قُوَّۃً ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّۃٍ ضَعۡفًا وَّشَیۡبَۃً یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ وَھُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡقَدِیۡرُ (الروم ۳۰ :آیت ۵۴) ''ا للہ ہی ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد قوت عطا کی پھر جوانی کے بعد ضعف اور بڑھاپا بنایا، جو وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور وہی سب کچھ جاننے والا قدرت رکھنے والا ہے''۔

اور پھر ہر جاندار کی افزائش نسل کے واسطے اس کا جوڑا پیدا کیا اور بنی نوع انسان کو اولاد عطاً فرما کر اسے آنکھوں کی ٹھنڈک پہنچائی اور پھر اس کے خاندان کو ترقی دے کر اسے تقویت پہنچائی۔مختلف خاندانوں کے افراد کی تعداد بڑھاتے ہوئے ان کا ایک قبیلہ بنایا۔الغرض اللہ تعالیٰ نے ایک بعد دوسرا احسان کیا۔فرمایا:-

خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡھَا زَوۡجَھَا وَاَنۡزَلَ لَکُمۡ مِّنَ الۡاَنۡعَامِ ثَمٰنِیَۃَ اَزۡوَاجٍ ؕ یَخۡلُقُکُمۡ فِیۡ بُطُوۡنِ اُمَّھٰتِکُمۡ خَلۡقًا مِّنۡۢ بَعۡدِ خَلۡقٍ فِیۡ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ لَہُ الۡمُلۡکُ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ فَاَنّٰی تُصۡرَفُوۡنَ (الزّمر ۳۹ :آیت ۶) ''اُس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اسی جنس میں سے اس کا جوڑا بھی بنایا بلکہ چوپایوں میں سے بھی اس نے تمہارے لئے آٹھ جوڑے بنائے۔وہ تمہاری ماؤں کے رحم کی تین ظلمتوں میں تمہیں ایک کے بعد نئی زندگی عطاً کرتا ہے۔پس ! یہ ہے تمہارا اللہ جو کہ تمہارا پیدا کرنے والا بھی ہے۔ہر جگہ صرف اسی کی بادشاہت ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر تم خوامخواہ کیوں الٹا اسی کے خلاف ہی سوچتے ہو''۔

ہمارے قیام وطعام کے لئے نباتات وحیوانات پیدا کئے نیز ہماری تنہائی کو دور کرنے کے لئے چرندو پرند اور درندے نیز دریائی و

سمندری جانور پیدا کئے بلکہ ان میں سے بہت سے جانوروں کو ہماری ضروریات زندگی میں آسائش بہم پہنچانے کے لئے فرمانبردار بنا دیا۔فرمایا:-

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ (المؤمن ۴۰: آیت ۷۹) ’’اللہ تعالیٰ وہی ہستی ہے کہ جس نے تمہارے کھانے اور سواری کے لئے مختلف چوپائے پیدا کئے‘‘۔

بلکہ گھریلو مویشیوں کے ذکر میں تو انتہائی تفصیل کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ:-

هُوَالَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَاب'' وَّ مِنْهُ شَجَر'' فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝ يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَ النَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (النحل ۱۶ : آیات ۱۰-۱۱) ’’ وہی تو ہے کہ جس نے آسمان سے تمہارے لئے پانی اتارا کہ جس کو تم پیتے ہو اور پھر جس کی بدولت سبزہ اگتا ہے کہ جس میں تم اپنے مویشی چراتے ہو اور اس پانی کے ذریعہ کھیتی باڑی کو ممکن بناتا ہے مثلاً زیتون، کھجور، انگور یعنی ہر قسم کی اجناس و پھل وغیرہ۔ درحقیقت اس مثال میں غور وفکر سے کام لینے والی قوم کے لئے یقیناً ایک بہت بڑا نشان موجود ہے‘‘۔

اسی طرح قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ چوپایوں کا ذکر کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ:-

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْء'' وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَال'' حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَ حِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْف'' رَّحِيْم'' (النحل ۱۶ : آیات ۵-۷) ’’ اللہ تعالیٰ نے تمام جانوروں کو تمہارے فائدہ کے لئے ہی تو پیدا کیا کہ جن میں سے چند ایک کا تم گوشت بھی کھاتے ہو اور ان کا گرم دودھ بھی پیتے ہو اور پھر ان میں سے چند ایک کو شہر بہ شہر جانے کے لئے بطور سواری اور مال برداری کے لئے بھی استعمال کرتے ہو یا ان کو کھیتی باڑی کے کام میں لاتے ہو حالانکہ یہ تمام کام تم جسمانی مشقت اٹھائے بغیر سرانجام نہیں دے سکتے تھے اور پھر جب تم ان کو چرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیتے ہو تو تب بھی یہ تمہارے لئے زینت کا موجب بنتے ہیں اور جب یہ جانور شام کے وقت چر کر واپس لوٹتے ہیں تو تب بھی تمہارے لئے قابل فخر ہوتے ہیں۔ پس! تمہارا رب ہی یقیناً تم پر نہایت شفقت اور رحم کرنے والا ہے‘‘۔

قرآن مجید کی اگلی آیت کریمہ میں گھوڑوں گدھوں خچروں اور اونٹوں وغیرہ کا ذکر اور ان کے ساتھ سفر کے لئے زمانہ رسالتؐ کے بعد پیدا ہونے والے ذرائع کا ذکر ایک پیشگوئی کی صورت میں قرآن مجید میں درج ہے کہ آئندہ زمانہ میں ہماری آمدورفت کے لئے مزید

سہولیات بھی پیدا ہوں گی۔ یہاں یہ بات انتہائی غور طلب ہے کہ جب بھی ہم کسی موٹر سائیکل، سکوٹر، موٹر کار، بس یا ٹرک یا ریلوے ٹرین یا راکٹ یا ہوائی اور بحری جہاز یا موٹر بوٹ یا آبدوز کشتی یا ٹیوب ویل یا کسی بھی قسم کی مشینری کی موٹر یا انجن کی طاقت کا ذکر کرتے ہیں تو ان تمام چیزوں کے انجن کی طاقت کو ہارس پاور کے ساتھ ماپتے ہیں تا کہ یہ اندازہ ہو سکے کہ دراصل اس کے انجن میں کتنی قوت موجود ہے۔اس طرح خدا تعالیٰ کی یہ عظیم الشان پیش گوئی پوری ہو چکی ہے کہ ابھی وہ اور بھی ایسی چیزیں پیدا کرے گا کہ جنہیں تم اس وقت نہیں جانتے۔فرمایا:-

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (النحل ۱۶ :آیت ۸) ’’اور ہم نے تمہارے لئے گھوڑے اور خچر اور گدھے بھی پیدا کئے تا کہ تم ان پر سواری کرو اور یہ تمہارے لئے زینت کا کام بھی دیں۔نیز ان کے علاوہ بھی وہ تمہارے لئے مزید ایسی اشیأ بھی پیدا کرے گا کہ جن کو تم ابھی نہیں جانتے‘‘۔

اسی طرح ہماری دل لگی اور تفریح کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین وآسمان کے مختلف مقامات پر انتہائی خوبصورت اور بے حد حسین مناظر بنائے۔اس مقصد کے لئے جب خدا تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پکارا تو دونوں اس وقت کائنات میں صرف ایک دھند کی مانند موجود تھے لیکن اس کے باوجود یہ دونوں فرمانبردار بن کر چلے آئے۔فرمایا:-

فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ۚ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○ (فصلت ۴۱ :آیت ۱۲) ’’اور پھر ہم نے ان کو دو مختلف ادوار میں سات آسمانوں کی صورت میں تقسیم کر کے ہر آسمان کے لئے مختلف قوانین بنائے اور سب سے نچلے آسمان کو خوبصورت روشنیوں سے مزین کر کے اس کی حفاظت کے سامان مہیا کئے اور یہی ہر چیز پر کامل غلبہ رکھنے والے خدا کی تقدیر ہے‘‘۔

یعنی ہم عاجز انسان تو ابھی تک صرف اپنی اس کائنات کی ہی اتھاہ گہرائیوں میں موجود کہکشاؤں کو بھی نہیں دریافت کر سکے کجا اپنی اس کائنات کی لمبائی چوڑائی کو ہی ماپ سکیں؟ اس سے ثابت ہوتا ہے ہماری اپنی ہی کائنات میں انتہائی دوری پر نظر نہ آنے والے سورج۔چاند اور ستارے یا کہکشائیں بھی درحقیقت وہاں موجود ہیں کہ جن میں سے بعض کو ہم صرف الیکٹرونک دوربین سے ہی دیکھ سکتے ہیں اور ان سے بھی آگے کہ جہاں تک ہمارے تخیل کی پرواز بھی نہیں جاسکتی وہاں پر بھی کئی آسمان موجود ہیں۔**سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ**۔فرمایا:-

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِى السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ (الحجر ۱۵ :آیت ۱۶) ’’اور یقیناً ہم نے دیکھنے والوں کے لئے آسمان میں ستاروں سے مزین کئی خوبصورت مناظر بنائے ہیں‘‘۔

نیز زمین پر سرد و گرم اور معتدل موسم بنا کر ہمیں یہ سمجھایا کہ ہر ایک موسم کا اپنا ہی ایک مزاج ہوتا ہے کیونکہ گرمی کے موسم میں انسان کسی سایہ کی تلاش میں ہوتا ہے اور ٹھنڈا پانی پی کر فرحت محسوس کرتا ہے تو سردیوں میں وہی انسان ہر ایک چیز کو جھلس کر جلا دینے والی آگ تاپ رہا ہوتا ہے اور گرما گرم چائے یا گرم دودھ یا یخنی پی کر جسمانی توانائی حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوران زندگی ان تمام مراحل سے گزارنے کے بعد موت دے کر ایک اور ابدی زندگی عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے کہ جس میں ہمیں ہمارے اعمال کی جزا و سزا ملنے والی ہے اور اگر ہمیں سردی اور گرمی کا احساس نہ دلایا جاتا تو پھر ہمیں جنت الفردوس کے سرسبز باغوں میں بہنے والے ٹھنڈے پاکیزہ چشموں اور اس میں بہتی ہوئی دودھ کی نہروں یا پھر جہنم کی آگ میں دہکتی ہوئی دوزخ کی گرمی کی پہچان کس طرح سے ہوتی؟ فرمایا:-

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل ۱۶ :آیت ۹۷) ”مرد و زن مؤمنین میں سے جو کوئی بھی اعمال صالحہ بجا لائیں گے انہیں ہم ایک پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہترین اجر انہیں دیا جائے گا“۔

الغرض اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہماری تمام زندگی میں ہمیں بے حد آرام و آسائش بہم پہنچائے پھر کیوں نہ ہم شکر الٰہی ادا کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جائیں؟ اور ہمیشہ سربسجود رہیں اور اسی کا نام عبادت الٰہی ہے یعنی خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں یاد دہانی کروانے کے لئے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید کی بابرکت آیات کے ذریعہ ہم سے براہ راست مخاطب ہو کر پوچھتا ہے کہ اب بتاؤ آخر میں نے تمہیں کیوں بنایا؟ کیوں پیدا کیا؟ کیوں تخلیق کیا؟ فرمایا:-

اَفَحَسِبْتُم اَنَّمَا خَلَقْنٰكُم عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (المؤمنون ۲۳ : آیت ۱۱۵) ”کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بلا مقصد پیدا کیا ہے؟ اور یہ کہ تم کبھی بھی ہماری جانب واپس نہیں لوٹائے جاؤ گے“۔

لیکن ایک بے علم انسان کیا بتائے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کیوں پیدا کیا ہے؟ ایک مادیت پسند یا دہریہ انسان ایسے مشکل سوال کا کیا جواب دے سکتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے کس مقصد کے لئے پیدا کیا؟ کھانا کھانے کے لئے یا کام کرنے کے لئے یا آرام کرنے کے لئے؟ لہٰذا یہ عقدہ اللہ تعالیٰ خود ہی حل کرتے ہوئے اور اپنے سوال کا خود ہی جواب بھی دیتے ہوئے فرماتا ہے:-

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ٥ (الذریٰت ۵۱ :آیت ۵۶) ”میں نے تم جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے“۔

ان جن وانس کے علاوہ اور بھی کئی قسم کی مخلوقات اس عالم ارض وسمأ یعنی کائنات میں موجود ہیں اور جو بھی مخلوق اس تمام کائنات میں موجود ہے وہ بھی حمد باری تعالیٰ میں ہی مصروف ہے۔فرمایا:-

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ ۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ o (النور ۲۴ :آیت ۴۱) ''اے انسان! کیا تُونہیں دیکھتا کہ اللہ وہ برگزیدہ ہستی ہے کہ زمین و آسمان اوران کے درمیان یعنی تمام کائنات میں رہنے والی مخلوقات اس کی تسبیح کرتے ہیں اور پرندے بھی صف باندھے اس کے حضور حاضر رہتے ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی پیدائش کا مقصد جانتے ہوئے اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے کیونکہ انہیں اس بات کا خوب علم ہے کہ جو کچھ بھی وہ جن وانسان اور چرند پرند نیز تمام مخلوقات۔اچھے یا بُرے اعمال بجالاتے ہیں اللہ ان کے ان تمام اعمال کوخوب جانتا ہے''۔

خدا تعالیٰ نے جب انسان کو بنایا تھا تو تبھی سے اس کے خمیر میں سرکشی ڈال دی تھی اسی سرکشی کو جانتے ہوئے ہی تو خدا کے ایک فرشتے ابلیس نے بھی انسان کی اطاعت کرنے سے انکار کردیا تھا اور پھر اس سرکشی کو مزید ہوا دینے کے لئے شیطان نے انسان کو تمام زندگی بھر ورغلانے کا عہد بھی کیا تھا لہذا انسانی سرکشی سے نبٹنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً اپنے ان سرکش بندوں اور قوموں کی اصلاح کے لئے انبیائے کرام علیہ السلام معبوث فرمائے۔حدیث نبویؐ ہے کہ '' ازل سے لے کر اب تک اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام اقوام کی جانب تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہ السلام معبوث فرمائے ہیں''-(مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ باب بدء الخلق و ذکرالانبیأ و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۳۵۲)

کہ جن میں سے گنتی کے شائید چند ہی انبیائے کرام کے نام یا ان کا کام ہمارے علم میں ہے۔ان انبیأ کی آمد،نزول اور بعثت کا صرف ایک ہی مطلوب ومقصود رہا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح عوام الناس کو عبادت الٰہی کی طرف متوجہ کرسکیں۔ان تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

وَلَقَد بَعَثنَا فِی کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُولًا اَنِ اعبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ج فَمِنْھُمْ مَّنْ ھَدَی اللّٰہُ وَمِنْھُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْہِ الضَّلٰلَۃُ ط فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُکَذِّبِیْنَ o (النحل ۱۶ : آیت ۳۶) ''اور یقیناً ہم نے ہر ایک قوم میں کسی نہ کسی رسول کو اس قوم کی اصلاح کے لئے معبوث کیا تا کہ تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور سرکش لوگوں سے بچتے رہو۔اللہ کی اس ہدایت پر عمل کرنے والے تو خدا تعالیٰ کے غضب کا شکار ہونے سے بچ گئے لیکن تم تمام دنیا بھر میں خوب گھوم پھر کر دیکھ لو کہ اس کے ان احکامات کو جھٹلانے والوں کا کیا حال ہوا ''۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو مختلف علاقوں ،قبیلوں اور قوموں کی اصلاح کے لئے انہی میں سے منتخب فرما کر ان کی جانب معبوث فرمایا تا کہ وہ ان اقوام کی مادری زبان میں ہی خدا تعالیٰ کی باتیں اور پیغامات سنائیں اور کوئی ایک بھی انسان روز قیامت یہ بہانہ نہ بنا سکے کہ جی مجھے فلاں رسول کی باتوں کی اس لئے سمجھ نہیں آئی تھی کہ وہ صاحب ایک غیر ملکی زبان میں بات کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ،انسان کی ایسی تمام چالاکیوں اور ہیر پھیر کی ان عادات کو روز ازل سے ہی جانتا ہے لہذا فرمایا:-

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ --- (ابراھیم ۱۴ : آیت ۴) ''اور ہر ایک رسول کو ہم نے اس کی اپنی ہی قوم کی مادری زبان میں وحی دے کر بھیجا تا کہ وہ انہیں ان کی اپنی ہی زبان میں ہماری باتیں خوب کھول کھول کر بتائے''---

اپنے اس قول کی تصدیق کے لئے ایک مرتبہ پھر ارشاد فرمایا کہ اب دنیا بھر میں کوئی ایک بھی قوم ایسی نہیں رہی کہ جس کی ہدایت کے لئے ہم کسی رسول کو نہ بھیجا ہو۔ اسی لئے تو ہم احمدی ، یہودیوں اور عیسائیوں میں معبوث ہونے والے انبیاء کے ساتھ ساتھ حضرت کنفیوشس کو چینی قوم، حضرت رام چندر جی اور حضرت کرشن جی مہاراج کو ہندو قوم کے لئے، حضرت مہاتما گوتم بدھ سدھارتا کو بدھ قوم کے لئے، حضرت زرتشت کو پارسی قوم کے لئے خدا کی جانب سے نبی، مرسل اور پیغمبر مانتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

--- **اِنَّمَآ اَنۡتَ مُنۡذِر'' وَّلِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ** ٥ (الرعد ۱۳ : آیت ۷) ---''یقیناً ہر ایک قوم کے لئے خدا کی جانب سے ان اقوام کو سمجھانے بجھانے اور ڈرانے کے لئے کوئی نہ کوئی راہنما، ہادی، مصلح، نبی، رسول اور پیغمبر بھیجا جا چکا ہے''۔

دنیا کے چند چیدہ چیدہ انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ بقیہ تمام رسولوں کے اسمائے گرامی اور بعثت کے اوقات کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں زیادہ علم نہیں دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے پیارے نبی آنحضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے ﷺ کو بھی مخاطب کرتے ہوئے یہی فرمایا ہے کہ اپنے مرسلین میں سے بعض رسولوں کی اور دنیا میں وقوع پذیر ہونے والے تمام واقعات میں سے بعض واقعات کی خبر تو میں نے تجھے ضرور دی ہے لیکن پھر بھی بعض دوسرے بھید میں نے اب بھی تم پر نہیں کھولے۔ یہ آیات پڑھتے ہی انسان کا پتا پانی ہو جاتا ہے کہ ذات باری تعالیٰ کتنی عظیم الشان اور انسان کے بے مایہ الفاظ کے دائرہ میں نہ آسکنے والی ہستی ہے جب کہ وہ اپنے سب سے زیادہ قریبی اور پیارے بندے پر بھی اپنے بہت سے راز افشائ نہیں کر رہا ہے تو پھر ہم سب گناہ گار اور معصیت زدہ لوگ کس باغ کی مُولی ہیں؟ اس لئے اب بھی توبہ کر لو۔ بہرحال اپنے رسولوں کے بارہ میں فرمایا:-

وَرُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِنۡ قَبۡلُ وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَ --- (النسأ ۴ :آیت ۱۶۴) ''اور اس دنیا میں کئی ایسے رسول گزرے ہیں کہ جن کی رسالت کی خبر ہم اس سے پہلے تجھے دے چکے ہیں لیکن ان کے علاوہ کئی ایسے رسول بھی گزرے ہیں کہ جن کا ذکر ہم نے تجھ سے نہیں کیا''---

لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ جانتا تھا کہ انسان ہر بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے لہذا اسی بات کو ایک مرتبہ پھر دوبارہ دہراتے ہوئے مکرر ارشاد فرماتا ہے کہ اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہم نے اب تک راس کائنات میں ہونے والے واقعات کی خبر تجھے ردی ہے یا نہیں لیکن اس کے باوجود بھی میرے حکم سے تُو جو بات بھی کہے گا روہ انہیں ضرور مان لینی چاہئے اور اگر یہ دنیا والے اس بات کو نہیں مانیں گے تو یہ منکرین اس بات کو یاد رکھیں کہ وہ میرے احکامات کو نہ مان کر بہت نقصان اُٹھائیں گے۔فرمایا:-

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْکَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْکَ ط وَمَا کَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ج فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِکَ الْمُبْطِلُوْنَ ٥ (المؤمن ۴۰: آیت۷۸)

’’اور ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول بھیجے تھے کہ جن میں سے بعض کا ذکر ہم نے تیرے سامنے کر دیا ہے اور ان میں سے بعض کا ذکر ہم نے تجھ سے نہیں کیا لیکن پھر بھی کسی رسول میں یہ طاقت نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکم کے بغیر کسی بھی قسم کا کوئی بھی کلام دنیا کے سامنے پیش کر سکے لیکن تُو انہیں بتا دے کہ جب کلام الٰہی نازل ہو جاتا ہے تو پھر اس کے بعد حق وانصاف پر مبنی فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اس کلام کے بارہ میں جھوٹ اور سرکشی سے کام لینے والے گھاٹا اٹھانے والے بن جاتے ہیں‘‘۔

فرشتے، نبی اور رسول، اللہ کے پیغمبر یعنی پیامبر ہوتے ہیں اور ان میں سے خدا تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے اپنے احکامات دنیا کو سنانے کے لئے چُن لیتا ہے تو پھر ان کی پاکیزہ سیرت، بزرگی اور تقویٰ کی خود تصدیق فرماتا ہے کیونکہ انبیأ علیہم السلام کے آنے کا مقصد ہمیشہ سے صرف یہی رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام عوام الناس تک پہنچاتے رہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی حجت تمام مخلوق خدا پر پوری ہو جائے کہ میں نے تو تمہیں وقت پر مطلع کر دیا تھا لہذا بعض اوقات منشأ الٰہی سے ایک ہی وقت میں کئی کئی انبیأ کا اکٹھا ظہور بھی ہوا ہے جیسے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے زمانہ میں ہی سیدنا حضرت لوط علیہ السلام بھی معبوث تھے یا سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی آپؑ کے بھائی سیدنا حضرت ہارون علیہ السلام کو اور سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانہ میں ہی آپؑ کے بیٹے سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام بھی معبوث کئے گئے۔اسی طرح سیدنا حضرت نوح علیہ السلام اور سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی میں بھی امتی رسول معبوث کئے گئے جیسے سیدنا حضرت ابراہیم کی کتاب’’ صحف ابراہیم ‘‘ پر عمل کرنے کے واسطے سیدنا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کے چھوٹے بھائی سیدنا حضرت اسحاق علیہ السلام کو معبوث کیا گیا۔

ان کے بعد پھر سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت’’ تورات ‘‘ پر عمل کرنے کروانے کے لئے قوم یہود میں امتی انبیائے کرام سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام ۔سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام ۔سیدنا حضرت ذکریا علیہ السلام ۔سیدنا حضرت الیاس علیہ السلام کے نزول کے ساتھ ہی سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام معبوث کئے گئے۔اسی طرح اب سیدنا آنحضرت محمد

مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی پیروی میں امتی نبی سیدنا حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا ہے لیکن ان تمام انبیائے کرام علیہ السلام کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے احکامات کی اطلاع کے پا جانے کے باوجود بھی ہر انسان اپنے اچھے یا بُرے اعمال کا خود ذمہ دار ہے لہذا ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ج فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ o وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ o (الانعام ٦ :آیت ۴۸ – ۴۹) " اور ہم تو اپنی سنت کے مطابق اپنے رسولوں کو عوام الناس کی طرف ان کے اعمال صالحہ کے عمدہ بدلہ کی خوشخبری دینے کے لئے یا پھر بدکرداروں کو ان کے انجام بد سے ڈرانے کے لئے متواتر بھیجتے ہی رہتے ہیں۔ان انبیاؑ کی آمد کے بعد جو لوگ تو ہمارے پیغام پر عمل کرتے ہوئے صدق دل سے ایمان لے آئیں گے اور توبہ استغفار کرتے ہوئے اپنی اصلاح کر لیں گے تو انہیں اپنے انجام کے بارہ میں کسی قسم کا بھی کوئی خوف اور تردد نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ اپنی کسی گذشتہ کوتاہی پر غمگین ہوں گے لیکن جو بدقسمت انسان ہمارے رسولوں کے ہاتھ ہماری بھیجی ہوئی آیات کا انکار کر دیں گے تو انہیں ان کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب میں ڈال دیا جائے گا"۔

جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ ہر نبی کا کام عوام الناس کی اصلاح احوال ہی ہوتا ہے لہذا ہر نبی کی مخالفت کا ہونا بھی ایک قدرتی امر ہے اور ہر نبی کی قوم نے اپنے ہی اس رسول کی مخالفت کی اور جی بھر کر کی یعنی یہ سنت انبیاؑ ہے کہ انہیں جھٹلایا جاتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی طعن و تشن اور ہنسی مذاق کا نشانہ بھی بنایا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں کو جانتا تھا اس لئے فرمایا کہ دیکھو:-

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ o (الانعام ٦ : آیت ١٠)
" اور تجھ سے پہلے جتنے بھی رسول گذرے ہیں اُن سب کے ساتھ بھی ہنسی مذاق کیا گیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ جنہوں نے ہمارے ان رسولوں سے ہنسی مذاق کیا تھا انہیں ہمارے اُسی عذاب نے آگھیرا کہ جس کے بارہ میں وہ ہنسی مذاق اور ٹھٹھا کیا کرتے تھے"۔

لیکن اللہ تعالیٰ اپنے سب سے پیارے بندے اور رسول آنحضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے وعدہ فرماتا ہے کہ ہم تجھے ان کفار اور مشرکین نیز منکرین کے ظلم وستم کا نشانہ بننے سے بچائیں گے۔فرمایا:-

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ o (الحجر ١٥ :آیت ٩٥) "اے رسول! ہم تجھے یقیناً ان مسخروں کے شر سے محفوظ رکھیں گے کیونکہ ان کے لئے ہم ہی کافی ہیں"۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مزید تسلی دیتے ہوئے فرمایا:-

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۭ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ (فاطر ۳۵:آیت ۴) ” اگر یہ لوگ تجھے جھٹلاتے ہیں تو کیا حرج ہے کیونکہ تجھ سے پہلے جتنے بھی ہمارے رسول گزرے ہیں اُن سب کو بھی جھٹلایا گیا تھا لیکن یہ یادرکھو ! کہ بالآخر تمام معاملات فیصلہ کے لئے اللہ کی خدمت میں ہی پیش کئے جائیں گے“۔

اور پھر روز قیامت تمام مخالفین ومکذبین ومشرکین ومکفرین ومنکرین کوسب کے سامنے سزادے کر شرمندہ کیا جائے گا یعنی یہ لوگ اس دنیا میں تو بڑھ چڑھ کر تمسخر کرلیں لیکن روز آخرت خدا تعالیٰ انہیں سب کے سامنے عذاب دے کر ذلیل ورسوا کرے گا یعنی اللہ ان کا تمسخراڑائے گا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰۗىِٕكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ۝ (المجادلة ۵۸:آیت ۲۰) ” یقیناً جولوگ اللہ اوراس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ایک دن سخت ذلیل وخوار ہوں گے“۔

اس تسلی وتشفی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ تمام منکرین پر غالب آجانے کا جو مستقل وعدہ کیا ہوا ہے وہ وعدہ ہمیشہ ہی پورا ہوا خواہ دیر یا بدیر بلکہ اللہ تعالیٰ چونکہ رحیم وکریم ہے یعنی سزادینے میں ڈھیلا بلکہ انتہائی نرم دل ہے اس لئے عذاب الٰہی کا وعدہ پورا ہونے میں ہمیشہ دیر سے بدیر ہی ہوتی چلی جاتی رہی کہ جس کی بنأ پر مشرکین خدا اور منکرین رسالت کو مزید ہنسی اور ٹھٹھا کرنے کے مواقع میسر آتے رہے لیکن ”دیرآید درست آید“ کے تحت یہ وعدہ ہمیشہ اپنے وقت پر اپنی تمام قہرسامانیوں کے ساتھ پورا ہوتا رہا اور آئندہ بھی انشأ اللہ پورا ہوتا رہے گا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ (المجادلة ۵۸ : آیت ۲۱) ” اللہ تعالیٰ نے ازل سے ہی یہ فیصلہ کیا ہوا ہے کہ وہ اوراس کے رسول ہی اس دنیا میں ہمیشہ غالب آتے رہیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی یقیناً سب سے زیادہ طاقتور اور ہرایک پر غالب آنے والا ہے“۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کوتمام انبیائے کرام علیہ السلام کا سردار بنا کر معبوث فرمایا۔آپؐ سے پہلے تمام انبیأ صرف اپنی اپنی مخصوص اقوام کی جانب ہی معبوث ہوتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کوتمام دنیا اور تمام مذاہب کے لئے معبوث فرمایا لہٰذا اسی لئے آپؐ کوخاتم النبیین قرار دیا یعنی ایسا نبی کہ جس پر تمام شریعتوں کی تکمیل ہوگئی کیونکہ اسلام کی شریعت میں تمام مذاہب کے نچوڑ کو جمع کردیا گیا جیسا کہ نماز میں تمام مذاہب کی عبادات کے طریق کو جمع کردیا گیا ہے بالکل اسی طرح قرآن شریف میں تمام پرانے صحیفوں اور تمام پرانی آسمانی کتب کی تمام عمدہ خصوصیات کو جمع کردیا گیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تمام دنیا بھر کے خاص و

عام کو یہ بتادو کہ:-

قُلْ یٰٓاَ یُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا --- **(الاعراف ۷:آیت ۱۵۸)** ’’اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں‘‘---

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ پھر مقرر ارشاد کے طور پر فرماتا ہے:-

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَایَعْلَمُوْنَ o (سبا ۳۴: آیت ۲۸) ’’اور ہم نے تجھ کو تمام بنی نوع انسان کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے لیکن دنیا کے اکثر انسان اس بات سے واقف نہیں کہ تُو مؤمنین کو خوشخبری دینے والا اور کفار کو ڈرانے والا ہے تا کہ تمام دنیا پر حجت قائم ہو جائے‘‘۔

اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو ہم سب کے لئے باعث رحمت قرار دیا ہے اور آنحضورؐ کو روز قیامت شفاعت کا حق بھی مرحمت کیا۔فرمایا:-

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ o (الانبیأ ۲۱ : آیت ۱۰۷) ’’ اور ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لئے باعث رحمت بنا کر معبوث کیا ہے‘‘۔

یعنی حضرت محمد احمد ﷺ صرف مسلمانوں کے ہی نبی نہیں بلکہ دنیا جہان کی تمام اقوام کے رسول ہیں لہذا مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی نہایت ہی عزت واحترام سے لینے کا حکم ارشاد ہوُا۔فرمایا:-

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْ انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ط وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَاب‘‘ اَلِیْم‘‘ o (البقرۃ ۲ : آیت ۱۰۴) ’’اے ایمان لانے والو ! میرے رسول کو مخاطب کرتے ہوئے برابری کے الفاظ قطعاًنہ کہا کرو بلکہ ہم پر بھی نظر کرم کیجئے کہا کرو اور نہایت توجہ سے اس کی بات کو سنا کرو اور یاد رکھو! کہ میرے اس حکم کا انکار کرنے والوں کے لئے ایک دردناک عذاب مقدر ہے‘‘۔

بلکہ آنحضرت ﷺ کا یہاں تک ادب بجالانے کا حکم دیا کہ ان کی آواز سے زیادہ اونچی آواز نہ نکلنے پائے۔فرمایا:-

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْع‘‘ عَلِیْم‘‘ o یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ

لَاتَشۡعُرُوۡنَ ○ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَھُمۡ عِنۡدَرَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَھُمۡ لِلتَّقۡوٰی ط مَّغۡفِرَۃٌ وَّاَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ○ (الحجرات ۴۹ : آیات ۱-۳) ’’اے ایمان لانے والو! اللہ اوراس کے رسول کے سامنے زیادہ بڑھ بڑھ کر باتیں نہ کیا کرو بلکہ اللہ کا تقویٰ اختیار کیا کرو کیونکہ اللہ بے حد سننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔اسی طرح اے ایمان لانے والو! نبی کی آواز سے زیادہ اپنی آواز اونچی نہ کیا کرو اور نہ ہی بلند آواز سے اس کے سامنے اس طرح بولا کرو کہ جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اونچی آواز میں گفتگو کرتے ہوتا کہ ایسا نہ ہو کہ اس حرکت سے تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے لیکن وہ لوگ جو کہ نبی کے سامنے اپنی آواز کو دبا کر رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے تقویٰ بھرے قلوب کا جائزہ لے چکا ہے اوران کے لئے اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور بہت بڑا اجر مقدر ہے‘‘۔

یہی نہیں بلکہ آنحضرت محمدؐ احمدؐ ﷺ کی تعظیم کے لئے آنحضور ﷺ کا اسم گرامی بولنے پر ﷺ کہنے، سننے پر ﷺ کہنے اور تحریر میں لانے پر بھی ﷺ لکھنا چاہیئے لیکن خاتم النبیین یا لا نبی بعدی ہر ایک جگہ لکھنے پڑھنے یا بولنے کا کہیں بھی ذکر نہیں ملا یعنی یہ ایک بدعت ہے۔اس کے لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا ○ (الاحزاب ۳۳: آیت ۵۶) ’’یقیناً اللہ تعالیٰ اوراس کے تمام فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔پس! اے مؤمنو! تم بھی ہمیشہ اپنے اس نبی پر ایک دوسرے سے زیادہ بڑھ چڑھ کر درودوسلام بھیجتے رہو‘‘۔

اسی طرح یہ بھی فرمایا کہ:-

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ج وَمَنۡ تَوَلّٰی فَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ عَلَیۡھِمۡ حَفِیۡظًا ○ (النسآٔ ۴ :آیت ۸۰) ’’جو ہمارے رسول کی پیروی اختیار کرے گا تو اس نے گویا اللہ کی پیروی اختیار کی لیکن جو مونہہ پھیر کر چل دے تو تُو ان سے قطعاً اعراض نہ کر کیونکہ ہم نے تجھے ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا‘‘۔

یعنی تمہارا کام پیار محبت خوش دلی سے صرف میرا پیغام پہنچانا ہے بلکہ ایک جگہ تو اس سے بھی زیادہ بڑھ کر فرمایا کہ:-

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡلَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ط وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ○ (اٰل عمران ۳: آیت ۳۱) ” تو لوگوں سے کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو پھر میری پیروی اختیار کرو کیونکہ اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے تمام گناہ بخش دے گا کیونکہ اللہ تو بہت زیادہ بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے‘‘۔

آنحضرت ﷺ کی اس عظیم الشان تعظیم کے باوجود حکم الٰہی کے مطابق ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے تمام انبیائے علیہم السلام پر سچے دل سے ایمان لاتا ہے اوران کے درمیان چھوٹے بڑے کا کوئی فرق روانہیں رکھتا اورسب کی ایک جیسی عزت اور یکساں تعظیم بجالاتا ہے کیونکہ اس سلسلہ میں انتہائی واضح ارشاد باری تعالیٰ موجود ہیں۔فرمایا:-

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ (البقرۃ ۲ : آیت ۱۳۶) ''تم کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور جو کچھ بھی خدا تعالیٰ کی جانب سے ہم پر اتارا گیا ہے اور جو کچھ ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق، یعقوب اوران کی اولاد پر اتارا گیا تھا اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ کو بھی دیا گیا تھا اوراسی طرح جو کچھ بھی بقیہ انبیأ کواُن کے رب کی طرف سے عطأ کیا گیا تھا اس تمام وحی الٰہی پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم ان میں سے کسی ایک بھی نبی کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم اُسی اللہ کے فرمانبردار ہیں''۔

اب جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہمیں یہ بات سکھلائی ہے کہ تم کہو کہ ہاں! ہم فلاں فلاں بات پر یقین رکھتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ہم واقعی درج بالا باتوں پر یقین کامل رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اسی سورۃ کی اگلی آیات میں اس بات کی خود تصدیق کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ہاں! ہم انسانوں نے واقعی اللہ کے ان تمام احکامات پر چلنے کی قسم کھائی تھی۔فرمایا:-

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ○ (البقرۃ ۲: آیت ۲۸۵) ''جو کچھ بھی اس رسول پراس کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اس پر وہ خود بھی ایمان رکھتا ہے اوراس کے ساتھ دوسرے تمام مؤمن بھی ان احکامات پر ایمان رکھتے ہیں۔یہ سب کے سب اللہ اوراس کے فرشتوں اوراس کی تمام کتابوں اوراس کے تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم ان میں سے ایک دوسرے کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ کا فرمان سن لیا ہے اور ہم دل سے اس کے فرمانبردار ہو چکے ہیں نیز یہ مؤمنین یہ بھی دعائیں کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم صرف تجھ سے ہی بخشش طلب کرتے ہیں کیونکہ تیری ہی جانب بالآخر ہمیں لوٹنا ہے''۔

اسی لئے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

--- وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (منافقون ۶۳ : آیت۸) --- ''اور تمام تر عزت تو صرف اللہ اور اُس کے معبوث رسولوں اور مؤمنین کے لئے ہی مخصوص ہے لیکن افسوس! کہ منافق اس بات کو نہیں

جانتے‘‘۔

یہاں آپ دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ تو اپنی تخلیق کردہ اشرف المخلوقات یعنی آدم زاد کی اتنی زیادہ عزت بڑھا رہا ہے کہ ان میں سے متقی و پرہیزگار انسانوں کو وہی عزت دینے کا وعدہ کر رہا جو کہ اس نے صرف اپنے لئے اور اپنے رسولوں اور فرشتوں کے لئے مخصوص کر رکھی ہے۔اس لئے اگر اب بھی ہم عاجز انسان ان پیاری نصائح کو نہ سمجھیں تو پھر کب سمجھ پائیں گے؟ اپنی موت کے بعد؟ اس لئے عرض ہے کہ اپنی موت کے بعد تو ہم لوگ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔کسی قسم کا کوئی اشارہ تو درکنار ہم اپنی مرضی سے کوئی آواز بھی نہیں نکال سکتے۔

اس لئے میرے عزیز بھائیو! میری معزز بہنو! میرے محترم بزرگو! اور پیارے بچو! یہی وقت ہے کہ ہم توبہ استغفار کر لیں اور سچے دل سے خدا تعالیٰ کی عبادت بجالائیں اس کے تمام احکامات پر سچے دل سے عمل شروع کر دیں اور اِس طرح اپنی عبادت و ریاضت میں آگے بڑھتے بڑھتے اُس اونچے درجہ اور اعلیٰ مقام تک جا پہنچیں کہ جہاں پہنچ کر خدا تعالیٰ ہمیں ویسا ہی عزت والا مقام عطاءً فرمائے کہ جیسا عزت والے مقام کو دینے کا وعدہ اُس نے اپنی اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا ہے۔خدا کرے کہ ہمارا شمار بھی ایسے ہی معزز و محترم متقین میں ہونے لگے۔آمین اللھم آمین

جیسا کہ پچھلی آیات کریمہ میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے بھی اپنے رسول منتخب کرتا ہے۔اسی طرح ان تمام رسولوں کے مختلف درجات اور مراتب بھی ہیں۔فرمایا:-

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ م مِنْھُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللہُ وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ --- (البقرۃ ۲ : آیت ۲۵۳) ’’دنیا میں ہم نے جتنے بھی رسول بھیجے ہیں ان میں سے بعض کو ہم نے بعض دوسرے رسولوں پر فضیلت بخشی کیونکہ ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور اُن میں سے بعض کے صرف درجات بلند کئے‘‘----

یعنی چھوٹے بڑے، امیر غریب کا فرق صرف اس دنیا میں ہی روا نہیں بلکہ اپنی عبادات اور مجاہدہ سے انسان تو کیا انبیائے کرام علیہم السلام اور فرشتے بھی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور خدا کی بارگاہ سے انہیں اس کا مناسب اجر بھی عطاءً ہوتا ہے اور اس طرح ہر کسی کی عبادات میں کمی وبیشی کی بدولت یہ فرق وہاں بھی موجود ہے۔اس بارہ میں فرمایا:-

اُنْظُرْ کَیْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ ط وَلَلْاٰخِرَۃُ اَکْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَکْبَرُ تَفْضِیْلًا o (بنی اسرائیل ۱۷ : آیت ۲۱) ’’دیکھو! کہ کس طرح ہم نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت عطاءً فرمائی اور یہ اخروی فضیلت اپنے درجات کے لحاظ سے بھی

بہت بڑا درجہ ہے اور اپنے فضل کے اعتبار سے بھی بہت بڑی فضیلت ہے''۔

لیکن انبیائے کرام علیہم السلام کی ایک دوسرے پر اس اخروی فضیلت کے باوجود ہم انسانوں کو ان کے درمیان مقابلہ کرنے کا قطعاً کوئی حق حاصل نہیں کیونکہ جیسا کہ پچھلی آیات میں ذکر ہو چکا ہے کہ یہ حق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ نے خود اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے۔اسی طرح جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بہت سے رسول معبوث فرمائے لیکن ان میں سے بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام کا نام بلکہ ان کی اقوام کا بھی نام ونشان اس دنیا میں باقی نہیں رہا اور اللہ تعالیٰ نے بھی کسی خاص مصلحت کی بنا پر ان کے حالات اپنی کسی الہامی کتاب مثلاً کتاب نوح، صحیفہ ابراہیمی، زبور، تورات، انجیل یا قرآن مجید میں بیان نہیں فرمائے بلکہ اپنی وحی الٰہی کے ذریعہ آنحضرت ﷺ یا آپ سے پہلے گزرے ہوئے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی ان میں سے صرف بعض کی اطلاع دی کہ جن انبیائے کرام علیہ السلام کو ہم دنیا میں موجود مختلف مذاہب کی وجہ سے جانتے ہیں اور جیسا کہ پہلے بھی ہے ذکر ہو چکا ہے کہ ان کے علاوہ کئی دوسرے رسولوں کے نام تک نہیں بتائے (**سورۃ النسا ۴: آیت ۱۶۴ اور سورۃ المؤمن ۴۰ : آیت ۷۸**)۔ بس صرف یہ فرمایا کہ ان کا دین بھی یہی دین تھا۔فرمایا:-

وَ مَاارْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ اَنَّہ‘ لَآاِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ o (الانبیأ ۲۱ : آیت ۲۵) ''اور ہم نے تجھ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ان پر صرف یہی وحی کی گئی تھی کہ درحقیقت میں ہی معبود حقیقی ہوں لہذا صرف میری ہی عبادت کرو''۔

اللہ تعالیٰ اپنے چند انبیائے کرام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:-

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحاً إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ إِنِّيَ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ (59)قَالَ الْمَلأُ مِن قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلاَلٍ مُّبِينٍ (60)قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلاَلَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ (61)أُبَلِّغُكُمْ رِسَالاَتِ رَبِّي وَأَنصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللّهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ (62)أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَاءكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُواْ وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (63)فَكَذَّبُوهُ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُواْ بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُواْ قَوْماً عَمِينَ (64) (الاعراف ۷ : آیات ۵۹ – ۶۴) ''ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے ان سے کہا کہ اے میری برادری کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ مجھے تمہارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا بہت ہی ڈر ہے۔۵۹۔تو جو اُن کی قوم میں سردار تھے وہ کہنے لگے کہ ہم تمہیں صریح گمراہی میں مبتلا دیکھتے ہیں۔۶۰۔انہوں نے کہا کہ اے قوم! مجھ میں کسی طرح کی گمراہی نہیں ہے بلکہ میں رب العالمین کا پیغمبر ہوں۔۶۱۔تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے ایسی باتیں معلوم ہیں جن سے

تم بے خبر ہو۔۶۲۔کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوا ہے کہ تم میں سے ہی ایک شخص کے ہاتھ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی تا کہ وہ تمہیں ڈرائے اور تا کہ تم پرہیزگار بنو اور تا کہ تم پر رحم کیا جائے ۔۶۳۔مگر ان لوگوں نے ان کی تکذیب کی تو ہم نے نوح کو اور جو اُن کیساتھ کشتی میں سوار تھے اُن کو تو بچالیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا انہیں غرق کر دیا۔اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ اندھے لوگ تھے۔۶۴''۔

وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُوداً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ أَفَلاَ تَتَّقُونَ (65)قَالَ الْمَلأُ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وِإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ (66)قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ(67) أُبَلِّغُكُمْ رِسَالاتِ رَبِّي وَأَنَاْ لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ (68)أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَاءكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَاذكُرُواْ إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاء مِن بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَسْطَةً فَاذْكُرُواْ آلاء اللّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (69) قَالُواْ أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ (70)قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاء سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَآؤُكُم مَّا نَزَّلَ اللّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ فَانتَظِرُواْ إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ (71)فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُواْ بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُواْ مُؤْمِنِينَ (72) (الاعراف ۷ : آیات ۶۵ – ۷۲) " اور اسی طرح قوم عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو بھیجا۔انہوں نے کہا کہ بھائیو! اللہ ہی کی عبادت کرو۔اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔کیا تم ڈرتے نہیں؟۶۵۔تو اُن کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ تم ہمیں احمق نظر آتے ہو اور ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔۶۶۔انہوں نے کہا کہ بھائیو مجھ میں حماقت کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ میں تو رب العالمین کا پیغمبر ہوں۔۶۷۔میں تمہیں اللہ کا پیغام پہنچاتا ہوں اور انتہائی ایمانداری سے تمہارا خیرخواہ ہوں۔۶۸۔کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوا ہے کہ تم میں سے ہی ایک شخص کے ہاتھ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی تا کہ وہ تمہیں ڈرائے اور یاد تو کرو جب اُس نے تمہیں قوم نوح کے بعد سردار بنایا اور تمہیں بہت زیادہ پھیلا دیا۔پس !اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ نجات حاصل کرو۔۶۹۔ وہ کہنے لگے کہ کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم اکیلے اللہ ہی کی عبادت کرے اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں اُن کو چھوڑ دیں؟ تو اگر تم سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو اُسے لے آؤ۔۷۰۔ہود نے کہا کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب کا نازل ہونا مقرر ہو چکا ہے کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے اپنی طرف سے رکھ لئے ہیں۔جن کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی تو تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔۷۱۔پھر ہم نے ہود کو اور جو لوگ اُس کے ساتھ تھے اُن کو نجات بخشی اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اُن کی جڑ کاٹ دی کیونکہ وہ ایمان لانے والے تھے ہی نہیں۔۷۲''۔

وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحاً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ هَـذِهِ نَاقَةُ اللّهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللّهِ وَلاَ تَمَسُّوهَا بِسُوَءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (73) وَاذْكُرُواْ إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاء مِن بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُوراً وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتاً فَاذْكُرُواْ آلاء اللّهِ وَلاَ تَعْثَوْا فِي الأَرْضِ مُفْسِدِينَ (74) قَالَ الْمَلأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُواْ مِن قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُواْ لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحاً مُّرْسَلٌ مِّن رَّبِّهِ قَالُواْ إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ (75) قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُواْ إِنَّا بِالَّذِيَ آمَنتُمْ بِهِ كَافِرُونَ (76) فَعَقَرُواْ النَّاقَةَ وَعَتَوْاْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُواْ يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ (77) فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُواْ فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ (78) فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَكِن لاَّ تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ (79) (الاعراف ۷ : آیات ۷۳ – ۷۹) ”اورقومِ ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کوبھیجا تو صالح نے کہا کہ اے قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک معجزہ آ چکا ہے یعنی یہی اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے معجزہ ہے تم اسے آزاد چھوڑ دو تا کہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے اور تم اسے بری نیت سے ہاتھ بھی نہ لگانا ورنہ دردناک عذاب تمہیں پکڑ لے گا۔۷۳۔ اور یاد کرو جب اُس نے تمہیں قومِ عاد کے بعد سردار بنایا اور زمین پر آباد کیا کہ نرم زمین سے مٹی لے کر محل تعمیر کرو جبکہ اب تک تم پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے رہے ہو۔ پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ کرو۔۷۴۔ تو اُن کی قوم میں مغرور سرداروں نے ان غریب لوگوں سے جو ایمان لے آئے تھے پوچھا کہ کیا تم یقین کرتے ہو کہ صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجے گئے ہیں؟ اُنہوں نے کہا ہاں جو چیز وہ دے کر بھیجے گئے ہیں ہم اُس پر بلاشبہ ایمان رکھتے ہیں۔۷۵۔ تو مغرور سردار کہنے لگے کہ جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم تو اُس کو نہیں مانتے۔۷۶۔ بالآخر انہوں نے اونٹنی کی کونچوں کو کاٹ ڈالا اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی دکھائی اور کہنے لگے کہ صالح! جس چیز سے تم ہمیں ڈراتے تھے اگر تم اللہ کے پیغمبر ہو تو اُسے ہم پر لے آؤ۔۷۷۔ تو اُن کو زلزلے نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے مونہہ پڑے رہ گئے۔۷۸۔ پھر صالح ان سے ناامید ہو کر پھرے اور کہا کہ اے میری قوم! میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کی مگر تم ایسے ہو کہ خیر خواہوں کو دوست ہی نہیں رکھتے۔۷۹“۔

وَلُوطاً إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّن الْعَالَمِينَ (80) إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاء بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ (81) وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلاَّ أَن قَالُواْ أَخْرِجُوهُم مِّن قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ (82) فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلاَّ امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ (83) وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَراً فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ (84) (الاعراف ۷ : ۸۰ – ۸۴) ” اور اسی طرح جب ہم نے لوط کو پیغمبر بنا کر بھیجا تو اس وقت انہوں نے اپنی

قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کیوں کرتے ہو کہ تم سے پہلے اہلِ عالم میں سے کسی نے اس طرح کا کام نہیں کیا۔۸۰۔یعنی خواہشات نفسانی پورا کرنے کیلئے عورتوں کو چھوڑ کر لونڈوں پر گرتے ہو حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ حد سے نکل جانے والے ہو۔۸۱۔تو اُن سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا تو بولے کہ ان لوگوں یعنی لوط اور اُن کے گھر والوں کو اپنے گاؤں سے نکال دو کہ یہ لوگ پاک بننا چاہتے ہیں ۔۸۲۔تو ہم نے اس کو اور اس کے ماننے والوں کو بچا لیا مگر ان کی بیوی نہ بچی کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں تھی۔۸۳۔اور ہم نے اُن پر پتھروں کی بارش برسائی سو دیکھ لو کہ گنہگاروں کا کیسا انجام ہوا۔۸۴“۔

وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْباً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَوْفُواْ الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلاَ تَبْخَسُواْ النَّاسَ أَشْيَاءهُمْ وَلاَ تُفْسِدُواْ فِي الأَرْضِ بَعْدَ إِصْلاَحِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (85)وَلاَ تَقْعُدُواْ بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجاً وَاذْكُرُواْ إِذْ كُنتُمْ قَلِيلاً فَكَثَّرَكُمْ وَانظُرُواْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ (86)وَإِن كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنكُمْ آمَنُواْ بِالَّذِيَ أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يْؤْمِنُواْ فَاصْبِرُواْ حَتَّى يَحْكُمَ اللّهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ (87) قَالَ الْمَلأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُواْ مِن قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ مَعَكَ مِن قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ (88)قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّهِ كَذِباً إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُم بَعْدَ إِذْ نَجَّانَا اللّهُ مِنْهَا وَمَا يَكُونُ لَنَا أَن نَّعُودَ فِيهَا إِلاَّ أَن يَشَاءَ اللّهُ رَبُّنَا وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْماً عَلَى اللّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ (89) وَقَالَ الْمَلأُ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْباً إِنَّكُمْ إِذاً لَّخَاسِرُونَ (90)فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُواْ فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ (91)الَّذِينَ كَذَّبُواْ شُعَيْباً كَأَن لَّمْ يَغْنَوْاْ فِيهَا الَّذِينَ كَذَّبُواْ شُعَيْباً كَانُواْ هُمُ الْخَاسِرِينَ (92)فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالاَتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ آسَى عَلَى قَوْمٍ كَافِرِينَ (93) (الاعراف ۸۵ – ۹۳) ” اور مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب کو بھیجا تو انہوں نے کہا کہ اے قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو۔اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی آ چکی ہے تو تم ماپ اور تول پوری کیا کرو اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو اگر تم صاحبِ ایمان ہو تو سمجھ لو کہ یہ بات تمہارے حق میں بہتر ہے۔۸۵۔اور ہر رستے پر مت بیٹھا کرو کہ جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے اُسے تم ڈراتے اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اُس میں کجی ڈھونڈتے ہو اور اس وقت کو یاد کرو جب تم تھوڑے سے تھے تو اللہ نے تمہیں جماعتِ کثیر بنا دیا اور دیکھ لو کہ تم سے قبل خرابی کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔۸۶۔اور اگر تم میں سے ایک جماعت میری رسالت پر ایمان لے آئی ہے اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی تو صبر کرتے رہو یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔۸۷۔تو اُن کی قوم میں جو سردار اور بڑے آدمی تھے وہ

کہنے لگے کہ شعیب! یا تو ہم تمہیں اور جو لوگ تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں اُن کو اپنے شہر سے نکال دیں گے یا تم ہمارے مذہب میں آ جاؤ۔ اُنہوں نے کہا خواہ ہم تمہارے دین سے بیزار ہی ہوں تو بھی؟ ۸۸۔ اگر ہم اس کے بعد کہ اللہ ہمیں اس سے نجات بخش چکا ہے تمہارے مذہب میں لوٹ جائیں تو بیشک ہم نے اللہ پر جھوٹ افتراء باندھا اور یہ مناسب نہیں کہ ہم اس میں لوٹ جائیں۔ ہاں اللہ جو ہمارا رب ہے وہ چاہے تو ہم مجبور ہیں ہمارے رب کا علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ہمارا اللہ ہی پر بھروسا ہے۔ اے اللہ! ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ ۸۹۔ اور اُن کی قوم سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ بھائیو! اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو بیشک تم خسارے میں پڑ گئے۔ ۹۰۔ تو اُن کو زلزلے نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے مونہہ پڑے رہ گئے۔ ۹۱۔ یہ لوگ جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی ایسے برباد ہوئے کہ گویا وہ اُن میں کبھی آباد ہی نہیں ہوئے تھے غرض جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہ خسارے میں پڑ گئے۔ ۹۲۔ تو شعیب اُن میں سے نکل آئے اور کہا کہ بھائیو میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچا دیا تھا اور تمہاری خیر خواہی کی تھی تو اب میں کافروں پر عذاب نازل ہونے سے رنج و غم کیوں کروں؟ ۹۳"۔

وَمَا أَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّن نَّبِيٍّ إِلاَّ أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاء وَالضَّرَّاء لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُونَ (94) ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّى عَفَواْ وَّقَالُواْ قَدْ مَسَّ آبَاءنَا الضَّرَّاء وَالسَّرَّاء فَأَخَذْنَاهُم بَغْتَةً وَهُمْ لاَ يَشْعُرُونَ (95) وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُواْ وَاتَّقَواْ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ وَلَـكِن كَذَّبُواْ فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُواْ يَكْسِبُونَ (96) أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَى أَن يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتاً وَهُمْ نَآئِمُونَ (97) أَوَ أَمِنَ أَهْلُ الْقُرَى أَن يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يَلْعَبُونَ (98) أَفَأَمِنُواْ مَكْرَ اللّهِ فَلاَ يَأْمَنُ مَكْرَ اللّهِ إِلاَّ الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ (99) أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الأَرْضَ مِن بَعْدِ أَهْلِهَا أَن لَّوْ نَشَاء أَصَبْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لاَ يَسْمَعُونَ (100) تِلْكَ الْقُرَى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَآئِهَا وَلَقَدْ جَاءتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُواْ لِيُؤْمِنُواْ بِمَا كَذَّبُواْ مِن قَبْلُ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللّهُ عَلَىَ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ (101) وَمَا وَجَدْنَا لأَكْثَرِهِم مِّنْ عَهْدٍ وَإِن وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ (102)

(الاعـــراف ۹۴ – ۱۰۲) " اور ہم نے کسی شہر میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے رہنے والوں کو جو ایمان نہ لائے دکھوں اور مصیبتوں میں مبتلا کیا تا کہ وہ عاجزی اور انکساری کریں۔ ۹۴۔ پھر ہم نے تکلیف کو آسودگی سے بدل دیا یہاں تک کہ مال و اولاد میں زیادہ ہو گئے تو کہنے لگے کہ اسی طرح کا رنج و راحت ہمارے بڑوں کو بھی پہنچتا رہا ہے تو ہم نے اُن کو ناگہاں پکڑ لیا اور وہ اپنے حال میں بے خبر تھے۔ ۹۵۔ اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیزگار ہو جاتے تو ہم اُن پر آسمان اور زمین کی برکات کے دروازے کھول دیتے مگر اُنہوں نے تو تکذیب کی سو اُن کے اعمال کی سزا میں ہم نے اُن کو پکڑ لیا۔ ۹۶۔ کیا بستیوں کے رہنے والے

اس سے بے خوف ہیں کہ اُن پر ہمارا عذاب رات کو واقع ہو اور وہ بے خبر سو رہے ہوں۔۹۷۔ اور کیا اہل شہر اس سے نڈر ہیں کہ اُن پر ہمارا عذاب دن چڑھے آ نازل ہو اور وہ کھیل رہے ہوں۔۹۸۔ کیا یہ لوگ اللہ کے داؤ کا ڈر نہیں رکھتے سن لو کہ اللہ کے داؤ سے وہی لوگ نڈر ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہیں۔۹۹۔ کیا ان لوگوں کو جو اہل زمین کے مر جانے کے بعد زمین کے مالک ہوتے ہیں یہ امر موجب ہدایت نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے سبب ان پر مصیبت ڈال دیں اور ان کے دلوں پر مہر لگا دیں کہ کچھ سن ہی نہ سکیں۔۱۰۰۔ یہ بستیاں ہیں جن کے کچھ حالات ہم تمہیں سناتے ہیں اور ان کے پاس ان کے پیغمبر نشانیاں لے کر آئے مگر وہ ایسے نہیں تھے کہ جس چیز کو پہلے جھٹلا چکے ہوں اُسے مان لیتے۔ پس! اسی طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔۱۰۱۔ اور ہم نے اُن میں سے اکثروں میں عہد کا نباہ نہیں دیکھا اور اُن میں اکثروں کو دیکھا تو بدکار ہی دیکھا۔۱۰۲‘‘۔

یعنی قوم نوح کی جانب حضرت نوحؑ کو، قوم عاد کی جانب حضرت ہودؑ کو، قوم ثمود کی جانب حضرت صالحؑ کو اور قوم لوط کی جانب حضرت لوطؑ کو نیز اہل مدین کی جانب حضرت شعیبؑ کو مبعوث کیا تا کہ یہ لوگ خدا کا پیغام سن کر توبہ کرتے ہوئے اپنے گناہوں سے باز آجائیں۔

پس! قرآن کریم اور حدیث نبویؐ کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تین اقسام ہیں یعنی ایک تو وہ انبیاؑ جو شریعت کے ساتھ مبعوث کئے گئے۔ دوسرے وہ انبیاؑ جو اِن شرعی انبیاؑ کی صداقت پر مہر ثبت کرنے کے لئے ان شرعی انبیائے کرام علیہم السلام کے تابع ہو کر امتی نبی کے طور پر مبعوث ہوئے اور تیسرے وہ انبیاؑ جو بغیر کسی شریعت کے ان شرعی انبیاؑ کی اقوام کی بجائے دنیا میں کسی اور جگہ یعنی کسی دوسرے ملک یا جزیرہ یا پھر کسی دوسری قوم میں مبعوث ہوئے کہ جن کے حالات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے پیارے رسول آنحضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے ﷺ پر بھی منکشف نہیں کیا بلکہ بعض آیات قرآنیہ میں صرف ان کا ذکر خیر فرما دیا کہ اللہ نز ان سز کلام نہیں کیا بلکہ ان کز درجات بڑھا دیئے تا کہ ان کے لئے بھی دعائے خیر مانگی جائے۔

اور پھر جیسا کہ آپ سب بخوبی جانتے ہیں کہ پرانے زمانہ میں آمد و رفت یعنی نقل و حمل کی دقت اور رسل و رسائل کی قلت کی وجہ سے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ ایک ہی نبی دنیا بھر کی تمام اقوام کی اصلاح اور راہنمائی کر سکے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اس کے اس کلام پاک قرآن مجید کے نزول کے تقریباً ایک ہزار سال کے دورانیہ کے درمیان ہی دنیا بھر کے جہاز رانوں کے لئے یہ ممکن بنا دیا کہ وہ بحر الکاہل یا بحر اوقیانوس یا بحر ہند میں موجود بعض نامعلوم جزائر کو دریافت کر سکیں حالانکہ وہاں ہزاروں سال سے انسان آباد ہیں بلکہ ان میں سے بعض انتہائی دور دراز کے جزائر تو اب سے سوڈیڑھ سو برس قبل دریافت ہوئے ہیں۔ اسی طرح ان جزائر کے آثار قدیمہ کی

کھدائی اور جانچ پڑتال کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ ان سمندروں میں موجود جزائر کی آبادی بھی ہزاروں سال سے اپنے کسی نہ کسی خدا کی عبادت یا پوجا کرتی چلی آ رہی ہے۔اس لئے مجھے یہ کامل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا بھر سے الگ تھلگ ہزاروں میل دور سمندروں میں موجود ان جزائر میں موجود انسانی آبادی کو بھی ضرور اپنے انبیائے کرام کے ذریعہ ہدایت سے نوزا ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے ہی کسی نہ کسی متقی انسان کو چن کر اسے مقام نبوت پر معبوث فرماتا ہے۔فرمایا:-

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ط وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ٥ (ابراھیم ۱۴ :آیت ۱۱) ’’اُن کے رسولوں نے انہیں سمجھایا کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہم بھی تمہاری طرح کے انسان ہی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کو اپنے احکامات کے بیان کرنے کے لئے چن لیتا ہے ورنہ ہمیں کسی قسم کی کوئی قدرت حاصل نہیں کہ ہم تمہیں کسی بھی قسم کا کوئی نشان دکھلا سکیں۔پس! مؤمنین کو تو صرف اللہ پر ہی توکل رکھنا چاہئے‘‘۔

اسی طرح حدیث نبویؐ میں بھی درج ہے کہ:-’’ دُنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی گذرے ہیں جن میں سے شریعت لانے والے رسول صرف تین سو پندرہ تھے‘‘۔(مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ باب بدء الخلق و ذکرالانبیأ و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۳۵۲)

یعنی قرآن مجید کے ساتھ ساتھ اس حدیث نبویہؐ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں بعض ایسے بھی رسول گزرے ہیں کہ جن کو عوام الناس کی اصلاح کی غرض سے شریعت عطاً کی گئی اور ایسے بھی رسول گزرے ہیں کہ جن کو شریعت عطاً نہیں کی گئی۔جن انبیائے کرام علیہم السلام کو شریعت نہ ملی ان کے بھی دو درجے ہیں۔ایک وہ جو کہ اپنے سے پہلے گزرے ہوئے انبیائے کرام کی شریعت کا مزید پرچار کرنے والے تھے یعنی امتی انبیائے کرام اور ایک وہ کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے براہ راست لوگوں کی اصلاح کے لئے اپنا پیغمبر چن لیا لیکن ان سے کلام نہیں کیا یعنی انہیں کوئی شریعت بھی نہیں دی حتیٰ کہ ان کا کوئی ایک بھی پیروکار بھی نہ بنا مگر بگڑے ہوئے لوگوں کی اصلاح کرنے کی کوشش میں اپنی جان کو ہلکان کرنے کی بدولت ان کے درجات بلند فرمائے۔اس طرح قرآنی آیات کریمہ کی تلاوت سے ثابت ہؤا کہ نبوت کی تین اقسام ہیں لہذا اب میں یہاں نبوت کی ان تین اقسام کے بارہ میں کچھ عرض کروں گا۔اس دنیا میں ہمارے زمانہ سے قبل بلکہ قرآن مجید میں درج انبیائے کرام علیہ السلام سے بھی بہت قبل کئی انبیائے کرام علیہ السلام معبوث ہوئے۔فرمایا:-

وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِى الْاَوَّلِيْنَ ٥ (الزخرف ۴۳: آیت ۶) ’’اور بہت سے انبیا ہم نے پہلی اقوام میں بھی بھیجے تھے‘‘۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرامؑ کو نہ صرف انسانوں پر بلکہ ایک دوسرے پر بھی فضیلت بھی بخشی ۔فرمایا:۔

وَرَبُّکَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ وَّ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل ۱۷ :آیت ۵۵) ’’اور تیرا رب سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے جو کہ زمین وآسمان میں موجود ہے اور یقیناً اسی لئے اس نے بعض انبیائے کرام کو بعض دوسرے انبیأ پر فضیلت عطأ فرمائی جیسا کہ اس نے داؤد کو بھی زبور عطأ کی‘‘۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ زبور کوئی شرعی کتاب نہیں بلکہ تورات کا ایک حصہ ہے جو کہ تورات کے نزول کے بہت بعد نازل ہوا۔اسی طرح انجیل بھی کوئی نئی شرعی کتاب نہیں بلکہ اس کتاب میں بھی وہی باتیں شامل ہیں جو کہ تورات میں بیان کی گئی ہیں البتہ بعض احکامات نئے ہیں۔ بہرحال اصل انجیل کو اسی زمانہ کے عیسائیوں نے بعض وجوہات کی بنأ پر غائب کر دیا تھا۔اس لئے اگر آج کی انجیل کو غور سے دیکھا جائے تو یہ دراصل تورات اور زبور اور حضرت مسیح ناصری عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کے اقوال کو ملا کر ایک نئی کتاب بنائی گئی ہے۔ بعد میں انجیل میں پولوس وغیرہ کے کئی خطوط اور مختلف دوسری باتیں بھی شامل کر دی گئی تھیں اور اسی لئے شروع سے ہی اس میں کانٹ چھانٹ ہوتی چلی آرہی ہے۔ بہرحال حدیث نبویؐ کے مطابق شرعی انبیائے کرام کی تعداد تین سو پندرہ ہے لیکن ان انبیائے کرام علیہم السلام کی شرعی کتب محفوظ نہیں رہیں مثلاً اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کو بھی ایک کتاب دینے کا اعلان فرماتا ہے لیکن اس کا نام نہیں بتایا۔بس اتنا فرمایا کہ انہیں بھی ایک کتاب دی تھی:۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِیْمَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ وَّكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ (سورة الحدید ۵۷ : آیت ۲۶) ’’اور ہم نے نوح اور ابراھیم کو بھیجا تھا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تھی ،پس بعض تو ان میں راہِ راست پر چلتے رہے،لیکن بہت سے ان میں سے نافرمان گزرے‘‘۔

یعنی وہ تمام پرانے صحائف اور کتب مرورِ زمانہ کی بدولت محفوظ نہ رہ سکیں۔ بہرحال قرآن مجید میں ہمیں صرف درج ذیل چھ الہامی یعنی شرعی کتب کا ذکر ان کے انبیائے کرام علیہ السلام کے اسمائے گرامی کے ساتھ ملتا ہے یعنی:۔

الف:۔حضرت نوح کی کتاب ’’کتاب نوح‘‘۔

دوم:۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کتاب ’’ صحف ابراہیم ‘‘۔

سوم:۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب’’ تورات ‘‘۔

چہارم:۔حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب’’ زبور ‘‘۔

پنجم:۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریمؑ بنت عمران کی کتاب’’ انجیل ‘‘۔

ششم :۔حضرت محمدؐ احمدؐ ﷺ کی کتاب '' قرآن ''۔

یہ مذکورہ بالہ خدائی صحیفے ۔الہامی کتب ہیں ۔دنیا میں ان کتب کی تعلیم کو سب سے پہلے روشناس کروانے والے انبیائے کرام میں سے چار انبیائے کرام علیہ السلام کو ہم قرآن مجید کی تعلیم کے عین مطابق شرعی نبی مانتے ہیں یعنی حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت محمدؐ احمدؐ ﷺ اور دو انبیائے کرام یعنی حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی نبی مانتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفہ ابراہیمی پر عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے خُود صابیؔ کا نام دیا ہے۔صابی مذہب آنخضرت ﷺ کے زمانہ تک زندہ رہا اور ان میں سے متقین کو جنت کا وعدہ بھی کیا ہے بلکہ ان کے ساتھ ہی دنیا بھر میں اچھے اعمال بجالانے والے مجوسیوں یعنی دوسرے مذاہب کے لوگوں سے بھی جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات کی صحیح تعلیم پر عمل کرنے والوں یعنی یہود اور نصاریٰ کے نیک لوگوں کے ساتھ بھی یہی وعدہ کیا گیا ہے اور پھر آنخضرت ﷺ پر نازل کی گئی آخری کتاب قرآن مجید کی تعلیمات پر صدق دل سے عمل کرنے والوں یعنی مسلمانوں کو بھی جنت الفردوس کے ملنے کی بشارت دی گئی ہے۔

یہاں میں نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام بنت عمران کا نام اس لئے نہیں لکھا کیونکہ ان دونوں رسولوں کے بارہ میں اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ یہ دونوں اپنے سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کی تجدید کے لئے معبوث کئے گئے تھے۔پس! ثابت ہوُا کہ آپ دونوں یعنی حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام بھی اپنی قوم یہود کے لئے امتی نبی تھے۔خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کو تو مسیح ناصری علیہ السلام یعنی نصاریٰ کا مسیح علیہ السلام کہہ کر بھی پکارا جاتا ہے۔بہرحال آپؑ دونوں کے حالات زندگی ۔بعثت اور کتب زبور وانجیل پر اگلے صفحات میں سیر حاصل بحث کی جائے گی۔اس لئے اب میں مختصر طور پر چند ایک شرعی انبیائے کرام علیہم السلام کے حالات زندگی قرآن مجید کی آیات کریمہ کی روشنی میں اس کتاب میں تحریر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

☆

حضرت آدم علیہ السلام

صفی اللہ

قرآن مجید کے بہت سے مقامات پر حضرت آدم علیہ السلام یعنی دنیا میں وارد ہونے والے سب سے پہلے نبی کا ذکر آپؑ کی بیوی حضرت حوا علیہ السلام کے ساتھ ملتا ہے۔ اِن دونوں کے ساتھ خدا تعالیٰ نے خود کلام فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں اپنا سب سے پہلا پیغمبر مقرر فرمایا اور پھر ان دونوں کو اتنی آزادی دی کہ وہ اپنی اپنی وفات تک جو چاہیں اچھا یا برا کرتے رہیں لیکن قیامت کے دن ان کے تمام اعمال کا حساب کتاب لینے کا وعدہ کیا۔ حضرت آدم کا لقب صفی اللہ یعنی خدا کا برگزیدہ بندہ ہے اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کو ''ابوالبشر'' بھی کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو گیلی مٹی کے خمیر سے تخلیق کیا اور پھر اس میں کھنکتی ہوئی خشک مٹی کی خصوصیات سے بھی مزین کیا اور یوں انہیں جنت میں رہنے کے لئے جگہ عنایت فرمائی۔ پھر آہستہ آہستہ لاکھوں برسوں کے دوران انہیں معاشرتی اور علم وہنر جیسے بہت سے علوم سکھائے اور پھر شفقت کی انتہا یہ کی کہ جب وہ اپنا اچھا بُرا سمجھنے کے قابل ہوگئے تو تب انہی میں سے اپنا ایک خلیفہ یعنی جانشین حضرت آدم علیہ السلام کو مقرر کیا۔ فرمایا:-

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلآئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ البقرہ ۲ : آیت ۳۰) '' اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین پر بسنے والے ان انسانوں میں سے اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں تو تب فرشتوں نے کہا کہ کیا تو زمین میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو فساد پھیلائے اور خون بہائے حالانکہ ہم تو تیری حمد کے ساتھ تسبیح بھی بیان کرتے اور ہمیشہ تیری پاکیزگی بھی بیان کرتے ہیں۔ فرمایا میں جو کچھ جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے''۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نائب یعنی خلیفہ کی تقرری سے قبل انسان زمین پر موجود تھے اور ہر اچھا بُرا کام یہاں تک کہ قتل وغارتگری بھی کیا کرتے تھے اور تو اور آدم خور بھی تھے جو کہ جاوا اور سماٹرا نیز بورنیو وغیرہ کے جنگلات میں ہمارے زمانہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ پس! اسی لئے جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو انسان کی تعظیم بجالانے کا حکم ارشاد فرمایا تو تمام فرشتے باعث ادب انسان کے سامنے جھک گئے اور ان کی تعظیم بجالائے لیکن ابلیس یعنی شیطان نے اللہ کی بات نہ مانی اور تعظیم نہ کی۔ اس پر جب اللہ تعالیٰ نے اس

سے پوچھا کہ کیوں وہ اس کی سب سے اعلیٰ مخلوق کا ادب نہیں کرتا ؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ یہ لوگ زمین میں ناحق ظلم کریں گے۔ایک دوسرے کا خون بہائیں گے۔گناہوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے باوجود بعض اپنی عبادات سے تم سے بھی زیادہ آگے بڑھ جائیں گے کہ جس پر شیطان نے روز قیامت تک انسانوں کو ورغلانے کی مہلت مانگی جو کہ اللہ تعالیٰ نے دے دی لیکن ساتھ ہی شیطان کو متنبہ بھی کر دیا کہ دیکھو! اس مہلت کے بعد میں تمہیں اور تمہارے تمام پیروکاروں کو جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دوں گا۔

بہرحال شیطان نے یہ مہلت ملتے ہی آؤ دیکھا نہ تاؤ معصوم انسانوں یعنی آدم زاد کو ورغلانا شروع کر دیا اور سب سے پہلے اس نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہ السلام کو اپنا نشانہ بنایا۔ یہ تیر عین نشانے پر لگا اور وہ دونوں شیطان کے ورغلانے پر ایک خطاً کر بیٹھے۔حضرت آدم علیہ السلام اور آپؑ کی اہلیہ حضرت حوا علیہ السلام سے جنت میں کوئی گناہ سرزد نہیں ہوُا تھا بلکہ صرف ایک بھول ہوگئی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود انسان کو نسیان کا مریض یعنی بھول جانے والا بنایا ہے۔فرمایا:-

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۖ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝ (البقرۃ۲ :آیات ۳۵-۳۶) ''اور ہم نے آدم سے اس کی تخلیق کے بعد یہ کہا کہ اے آدم! تو اور تیری بیوی اس جنت میں زندگی بسر کرو اور جہاں سے تم چاہو بافراغت کھاؤ پیؤ لیکن دیکھو اس مخصوص درخت کے قریب مت جانا ورنہ تم اپنی جان پر ظلم کرو گے۔پس! شیطان نے ان دونوں کو اس درخت کے معاملہ میں پُھسلا دیا اور اس طرح انہیں اس مقام سے نیچے گرا دیا کہ جس اعلیٰ مقام پر وہ فائض تھے۔اس لئے ہم نے ان سے یہ کہا کہ اب تم یہاں سے نکل جاؤ کیونکہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لئے زمین میں ایک عرصہ تک قیام اور استفادہ مقدر ہے''۔

یعنی انسانوں پر مختلف پابندیاں روز ازل سے ہی لاگو ہیں اور تا ابد لاگو رہیں گی مثلاً اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو معبود بنانے پر پابندی ،کسی مخصوص درخت کو چھونے پر پابندی، آگ کی پوجا کرنے پر پابندی، سورج، چاند، ستاروں کو اپنا خدا ماننے پر پابندی، صابیوں پر سؤر کا گوشت کھانے پر پابندی، ہندوؤں پر گائے کا گوشت کھانے پر پابندی، یہودیوں پر گائے بھینس کی چربی کھانے پر پابندی، عیسائیوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنانے پر پابندی، مسلمانوں پر شراب پینے پر پابندی، ابھی مزید پابندیوں کی تفصیل اگلی اگلے صفحات پر بھی انشاء اللہ پیش جائے گی۔ الغرض اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ پابندیاں ہمیشہ سے ہی لگائی جاتی رہی ہیں۔ یہ تمام پابندیاں انسانوں کو دکھ دینے کے لئے نہیں بلکہ ان کے حالات کو سدھارنے کے لئے۔ان کو نافرمانیوں سے بچانے کے لئے۔ان کو

صراط مستقیم پر چلانے کے لئے لگائی جاتی رہی ہیں۔ بہرحال پھر اسی واقعہ کو مزید تفصیل سے بیان فرمایا:-

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ○ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ○ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ج فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ط وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتة وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ○ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ○ (الاعراف ۷ :آیات ۱۹–۲۵) ” اور اے آدم! تو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور تم دونوں ہر جگہ سے جو چاہے کھاؤ پیؤ لیکن دیکھو! اس ممنوعہ درخت کے قریب مت جانا ورنہ تم اپنی جان پر ظلم کرو گے۔ لیکن ابلیس یعنی شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کیونکہ وہ انسانوں کی کمزوریوں کو جانتا تھا۔ پس! اس لئے اس نے انہیں بہکایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس درخت کے قریب جانے سے صرف اس لئے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتہ نہ بن جاؤ یا یہ آب حیات پی کر کہیں تم ہمیشہ کی زندگی نہ پا لو اور پھر شیطان نے ان دونوں کو قسمیں کھا کھا کر یہ یقین دلایا کہ میں تو محض تمہارے بھلائی کی خاطر تمہیں یہ حقائق بتلا رہا ہوں۔ اس طرح شیطان کے سبز باغ دکھلانے پر وہ دونوں میاں بیوی بہک گئے اور انہوں نے اس ممنوعہ درخت میں سے کچھ کھایا تو تب اُن پر اُن کی کمزوریاں واضح ہوگئیں کہ جس پر وہ اس بدی کو چھوڑ کر نیکیوں کی جانب راغب ہوئے تو تب ان کے رب نے انہیں آواز دے کر فرمایا کہ کیا میں نے تمہیں اس درخت کے قریب آنے سے منع نہیں کیا تھا؟ اور یہ نہیں کہا تھا کہ شیطان سے بھی بچ کر رہنا کیونکہ یہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے؟ یہ سن کر ان دونوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب! ہم نے یقیناً اپنی جانوں پر ظلم کیا لیکن اگر تو نے اس وقت ہم پر رحم کرتے ہوئے ہمیں معاف نہ کیا تو ہم یقیناً خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔ اس پر اللہ نے انہیں سزا دینے کی بجائے رحم کرتے ہوئے فرمایا کہ اچھا! اب تم سب اس جنت میں سے نکل جاؤ لیکن یاد رکھو! کہ زمین پر تم میں سے ہی چند لوگ ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے لیکن زمین پر تمہارے قیام کے دوران کچھ مدت کے لئے تمہیں کچھ فائدہ بھی ضرور پہنچے گا لیکن خوب یاد رکھو! کہ تم اس میں ہی زندگی بسر کرو گے اور اسی میں ہی مرو گے اور پھر اسی میں سے تمہیں زندہ کر کے دوبارہ نکالا جائے گا“۔

پھر انسان پر ایک مرتبہ دوبارہ اپنی شفقت کی نظر ڈالتے ہوئے فرمایا کہ میں نے آدم سے ایک وعدہ لیا تھا لیکن انسان چونکہ خطاً کا پتلا ہے اس لئے وہ اس وعدہ کو بھول گیا۔ فرمایا:-

وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلَى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ٥ (طٰهٰ ٢٠ : آیت ١١٥) ''اور ہم نے یقیناً آدم سے ایک عہد لیا تھا لیکن وہ اپنے اس عہد کو بھول گیا حالانکہ وہ عہد توڑنے میں اس کا قطعاً کوئی ارادہ نہ تھا''۔

لیکن جب اس خطأ کے بعد جب دونوں میاں بیوی کو اپنی غلطی کا احساس ہوُا تو پانی سر کے اوپر سے گزر چکا تھا۔ پس! وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر اپنی بخشش کی دعائیں مانگنے لگے۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوعلیہ السلام نے صرف شیطان کے پیچھے لگ کر غلطی سے ایسا کیا ہے لیکن ان کے دل میں گناہ کا شائبہ تک نہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میاں بیوی کی آہ وزاری کو سنا اور ان کی معافی کی درخواست کو قبول فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ چونکہ سب سے زیادہ شفیق اور گناہوں کی پردہ پوشی کرنے والا نیز تمام خطاؤں کو معاف کرنے والا ہے اس لئے اس نے کوئی کڑی سزا دینے کی بجائے صرف یہ فرمایا کہ اب تم اس جنت میں ابدی زندگی نہیں گزار سکتے بلکہ تمہارا ٹھکانہ اب زمین پر ہوگا اور تم میں سے صرف وہی اس جنت کو پائے گا جو کہ اپنے اچھے کردار نیز اعمال صالحہ کے ذریعہ اس کو پانے کی جدوجہد بھی کرے گا۔

اس کے بعد فرمایا:-

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَالتَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ٥ (البقرة ٢ : آیت ٣٧) ''پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ دعائیہ کلمات سیکھے۔ پس! وہ اس کی توبہ کو قبول کرتے ہوئے اس پر شفقت فرماتے ہوُا جھکا کیونکہ وہی تو ہے جو سب سے زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے''۔

یہ سن کر وہ دونوں جنت کو پھر سے پالینے کے لئے جدوجہد کرنے لگے۔ یعنی ثابت ہوُا کہ انسان کی سرشت میں ہی بھول جانا مقدر ہے۔ اسی لئے ہم لوگ بھی بعض اوقات کچھ نہ کچھ بھول جاتے ہیں یا عین وقت پر ہمیں یاد نہیں آتا کہ کیا کہنا تھا یا کیا کرنا تھا۔ پس! اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میاں بیوی کی توبہ کو قبول کرتے ہوئے انہیں معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی استدعا کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے ان کو اپنی تعلیم کی زیور سے آراستہ فرما کر انہیں نبوت کے اعلیٰ مقام پر سرفراز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور آپؑ کی بیوی حضرت حوّا علیہ السلام کو بہت سی جسمانی اور روحانی اولاد سے نوازا کہ جس کے بعد یہ لوگ حق کی تعلیم کو پھیلانے کے واسطے دنیا بھر میں پھیل گئے۔ اس کے بعد سے لے کر آج تک ہم انسان اس دنیائے فانی یعنی زمین پر آباد ہیں اور خدائی تقدیر کے مطابق قیامت تک انشأ اللہ آباد رہیں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہ السلام کی اولاد میں سے تین کا نام تاریخ سے ثابت ہوتا ہے یعنی قابیل یعنی KAIN اور ہابیل یعنی ABEL اور صیط یعنی SET / SETH ۔ اسی صیط کی نسل سے

ہی حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے۔

جیا کہ پہلے بھی یہ ذکر ہو چکا ہے کہ انسان کی تخلیق پر فرشتوں نے نہایت ادب سے خدا کے حضور یہ عرض کیا تھا کہ یہ انسان زمین میں ایک دوسرے کا خون بہائیں گے تو فرشتوں کی یہ بات بالکل درست ثابت ہوئی اور جنت سے باہر آتے ہی انسان نے واقعی وہی برے کام سرانجام دینا شروع کر دئے کہ جن کے بارہ میں فرشتے بھی ہمیشہ سے متذبذب تھے۔خود حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں سے ہی ایک بیٹے یعنی قابیل نے محض اس حسد کی بنأ پر اپنے چھوٹے بھائی ہابیل کو جان سے مار دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی پیش کی ہوئی قربانی کو تو قبول فرمالیا لیکن میری قربانی کو قبول نہیں کیا لیکن اس کے بعد بہت پشیمان بھی ہوٗا کہ میں نے یہ کیا کیا؟ تب خدا تعالیٰ نے ایک کوا بھیج کر اسے اپنے معصوم بھائی کی میت کو دفنانے کی ترکیب بتلائی کہ اس طرح اپنے بھائی کو دفن کرو۔فرمایا:-

فَبَعَثَ اللّٰہُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَه، کَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَ ةَ اَخِیْهِ ؕ قَالَ یٰوَیْلَتٰۤی اَعَجَزْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْءَ ةَ اَخِیْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ۝ (المائدة ۵: آیت ۳۱) ” تب اللہ نے ایک کوے کو وہاں بھیجا جو کہ زمین کریدنے لگا تا کہ اس طرح وہ اپنے بھائی یعنی ایک دوسرے کوے کی لاش کو دفن کر دے۔اس پر اس قابیل نے کہا کہ ہائے افسوس کہ مجھ سے ایک کوے کی طرح اتنا بھی نہیں ہوٗا کہ میں اس ظلم کے بعد اپنے بھائی کی لاش کو ہی ڈھانپ دوں۔تب وہ پشیمانوں میں سے ہو گیا‘‘۔

بہرحال اس تاریخی واقعہ سے یاد آیا کہ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ پڑھ کر بے حد حیرت ہوتی ہے کہ پرانے زمانہ کے لوگوں کی عمر بہت لمبی ہوٗا کرتی تھی یا ان کے قد بہت بڑے ہوٗا کرتے تھے۔’’تورات‘‘ میں کسی کی عمر (۹۰۰) نوسو برس تو کسی کی (۸۰۰) آٹھ سو سال لکھی ہوئی ہے لیکن جب ہم تحقیق کی نظر سے اس معاملہ پر غور کرتے ہیں تو’’ تورات ‘‘ خود ہی اس راز سے پردہ اٹھا دیتی ہے کہ کسی نبی کی (۹۵۰) نوسو پچاس سالہ زندگی سے مراد اس نبی کی نبوت کے عرصہ کو لیا جاتا ہے نہ کہ اس نبی کے حقیقی عمر سات سو یا آٹھ سو سال ہوٗا کرتی تھی۔البتہ پرانے زمانہ میں جب کہ سبزیاں اور پھل بغیر کسی کیمیائی دوا کے چھڑکاؤ کے مل جاتے تھے نیز پانی ملا ہوٗا دودھ اور ڈالڈا گھی کی بجائے خالص دودھ اور خالص دیسی گھی دستیاب ہوٗا کرتا تھا تو تب انسانوں کی زندگی واقعی لمبی ہوٗا کرتی تھی اور پھر ہمیں یہ بھی یاد رہے کہ آج بھی ایک سو سال (۱۰۰) یا ایک سو بیس برس (۱۲۰) کی عمر پانے والے انسان اس دنیا میں موجود ہیں۔خود حدیث نبویؐ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام بنت عمران کی عمر ایک سو بیس سال کی ہوئی یعنی یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں لیکن انسان کی کئی سو سالہ زندگی نہ اس وقت ممکن تھی اور نہ اب ہی ہے۔اسی لئے تو لوگ ازل سے لے کر آج تک امرت دھارا کی تلاش میں تا کہ وہ لمبی زندگی پا لیں لیکن یہ امرت کا پانی ابھی تک نہ کسی کو ملا ہے اور نہ ہی سائنسدان اس

کو بنا سکے ہیں۔

ہاں اگر انسان جسمانی طور پر تو نہیں لیکن روحانی طور پر لمبا عرصہ زندہ رہنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ نیکی کے کاموں میں آگے بڑھے مثلاً غریب غرباء کی مدد کرے۔عزیزوں رشتہ داروں اور محلّہ داروں کے کام آئے۔ روحانی۔تاریخی۔تکنیکی یا پھر ثقافتی ورثہ مثلاً ادب یا شاعری لکھے اور اگر ڈاکٹر ہے تو کوئی ایسی نئی دوا تیار کر جائے کہ جس سے ایڈز یا ایبولا یا سرطان یعنی کینسر جیسے موذی مرض میں مبتلاء لوگ شفاء پا جائیں یا پھر اگر وہ ایک انجنیئر ہے تو وہ کوئی ایسا بند (ڈیم) بنا جائے یا کوئی ایسی عمارت مثلاً تاج محل تیار کر جائے یا کوئی ایسا بُرج (آئفل ٹاور) یا کوئی ایسا پُل یعنی بِرج (مثلاً موستار کا اینٹوں سے بناہؤا صدیوں پرانا پُل) بنا جائے کہ جس سے عوام الناس صدیوں تک فائدہ اٹھاتے رہیں یعنی کوئی نہ کوئی ایسا کام کر جائے تا کہ اس کے اس دنیا سے گزر جانے کے بعد بھی لوگ اس کا ذکر کرتے رہیں۔پس!اس طرح وہ جسمانی طور پر مر جانے کے باوجود بھی مزید کچھ عرصہ تک بلکہ ہزاروں ہزار سال تک بھی وہ روحانی طور پر زندہ رہ سکتا ہے۔

☆

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد جس مشہور نبی کا ذکر ملتا ہے وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔آپؑ کے حالات زندگی اور آپ کی شرعی کتاب کا قرآن مجید میں جا بجا ذکر ملتا ہے کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؑ ایک شریعت لانے والے پیغمبر تھے۔

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا وَّاِبۡرٰهِيۡمَ وَجَعَلۡنَا فِىۡ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالۡكِتٰبَ فَمِنۡهُمۡ مُّهۡتَدٍ‌ ۚ وَكَثِيۡرٌ مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ

(سورۃ الحدید ۵۷: آیت ۲۶) اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا تھا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تھی، پس بعض تو ان میں راہِ راست پر چلتے رہے، لیکن بہت سے ان میں سے نافرمان گزرے۔

اسی آیت کریمہ میں سے اخذ کر کے میں نے آپؑ کی کتاب کو ''کتاب نوح'' کا نام دیا ہے تا کہ سند رہے کہ آپؑ بھی ایک صاحب شریعت رسول ہیں۔ بہرحال آپؑ ہی کے زمانہ رسالت میں وہ مشہور و معروف سیلاب یعنی طوفان نوح ایک عذاب کی صورت میں دنیا کے اس علاقہ میں برپا ہؤا کہ جس علاقہ میں آپؑ مبعوث ہوئے تھے۔ یہ طوفانی سیلاب شائید نہ آتا مگر حضرت نوح علیہ السلام

کے منکرین اس بات پر بضد تھے کہ اگر خدا موجود ہے تو پھر ہماری گرفت کرے یا ہم پر کوئی آفت لا کر دکھائے لیکن بقول ان کے خدا چونکہ موجود ہی نہیں اس لئے انہیں یہ یقین تھا کہ ایسا قطعاً نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک قرآن مجید میں اس تمام قصہ کو یوں بیان فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖٓ ز اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ o اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ ط اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ o فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ مَا نَرٰکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیْنَ ھُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ج وَمَا نَرٰی لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّکُمْ کٰذِبِیْنَ o قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰنِیْ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِہٖ فَعُمِّیَتْ عَلَیْکُمْ ط اَنُلْزِمُکُمُوْھَا وَاَنْتُمْ لَھَا کٰرِھُوْنَ o وَیٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مَالًا ط اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ط اِنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ وَلٰکِنِّیْٓ اَرٰکُمْ قَوْمًا تَجْھَلُوْنَ o وَیٰقَوْمِ مَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰہِ اِنْ طَرَدْتُّھُمْ ط اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ o وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَکٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ تَزْدَرِیْٓ اَعْیُنُکُمْ لَنْ یُّؤْتِیَھُمُ اللّٰہُ خَیْرًا ط اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ ج صلے اِنِّیْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ o قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَکْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ o قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْکُمْ بِہِ اللّٰہُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ o (ھود ۱۱ : آیات ۲۵-۳۳) " اوریقیناً ہم نے نوح کو بھی اس کی قوم پر معبوث کیا تھا کہ جس نے انہیں کہا کہ میں تو تمہیں صرف خدا تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کے لئے مامور کیا گیا ہوں تاکہ تم اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرو ورنہ تم پر ایک بہت بڑا عذاب آ سکتا ہے لیکن اس کی قوم کے سرداروں نے کہا کہ ہم تو تمہیں بالکل اپنے جیسا ہی ایک انسان سمجھتے ہیں اور اس کے علاوہ دوسری کوئی خاص چیز تم میں نظر نہیں آتی ماسوائے اس کے کہ ہمارے بالمقابل تمہارے ماننے والے حقیر درجہ کے انسان ہیں۔ جس کی وجہ سے تم کو ہم پر کسی قسم کی بھی کوئی فضیلت حاصل نہیں بلکہ ہماری نظر میں تو تم بالکل جھوٹے ہو۔ یہ سن کر نوح نے جواب دیا کہ اے میری قوم! مجھے اللہ تعالیٰ نے روشن دلائل عطاً فرمائے ہیں کہ جن کو تم اپنی جسمانی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔ دیکھو! میں تم سے کسی قسم کا مال و دولت طلب نہیں کرتا کیونکہ مجھے تو میرا خدا ہی اجر عطاً فرمائے گا لیکن کیا میں صرف مال و دولت کی کمی کی بناً پر ان غریب ایمان لانے والوں کو چھوڑ دوں جو کہ صرف اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں ؟ پس! اس لئے تم ایسی جہالت کی باتیں مت کرو کیونکہ اگر میں تمہارے کہنے سننے پر ان کو چھوڑ دوں تو پھر مجھے اللہ کی گرفت سے کون بچائے گا؟ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس دنیا جہان کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ ہی میں یہ کہتا ہوں کہ جن کو تم آج حقیر سمجھ رہے ہو۔ اللہ تمہارے کہنے پر انہیں کوئی بھلائی عطاً نہیں فرمائے گا کیونکہ دلوں کے بھید تو صرف اللہ ہی جاننے والا ہے۔ پس! اگر میں ایسا کہوں گا تو میں ظالموں میں سے ہو جاؤں گا۔ لیکن یہ تمام باتیں سن کر بھی انہوں نے یہی کہا کہ اے نوح! تو ہم سے خوامخواہ جھگڑ رہا ہے اور تو اس جھگڑے میں بہت زیادہ حد سے آگے بڑھ رہا ہے۔ پس! اگر تو سچا ہے تو جس چیز یعنی عذاب سے تو ہمیں ڈرا رہا ہے اسے ہم پر

لے آ۔ یہ سن کر نوح نے کہا کہ اگر اللہ نے چاہا تو وہ ایسا کرنے پر قادر ہے کیونکہ تم خدا تعالیٰ کو ہرگز عاجز نہیں کر سکتے‘‘۔

اس تمام سوال و جواب کا سلسلہ ایک لمبے عرصہ پر محیط ہے لیکن جب قوم نوح حد سے زیادہ آگے بڑھ بڑھ کر عذاب الٰہی کا مطالبہ کرنے لگی تو خدا تعالیٰ کی غیرت نے جوش مارا اور اس نے حضرت نوح کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا کہ اب تو ان عذاب مانگنے والوں کے مانگے ہوئے عذاب سے بچنے کے لئے ایک بڑی کشتی تیار کر کیونکہ اس قوم کی زندگی کے دن گنے جا چکے ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے قلب ہمیشہ سے ہی اپنی قوم کے لئے نرم ہوتے ہیں اس لئے حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کے تمام گناہوں کے باوجود ان کے بھلے کی سفارش کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:-

وَاُوْحِيَ اِلٰی نُوحٍ اَنَّہٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ اِلَّا مَنْ قَدْاٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ٥ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَاتُخَاطِبْنِيْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ج اِنَّھُمْ مُّغْرَقُوْنَ ٥ وَیَصْنَعُ الْفُلْکَ قف وَکُلَّمَامَرَّعَلَیْہِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِہٖ سَخِرُوْا مِنْہُ ط قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْکُمْ کَمَا تَسْخَرُوْنَ ٥ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ لا مَنْ یَّاْتِیْہِ عَذَابٌ یُّخْزِیْہِ وَیَحِلُّ عَلَیْہِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ٥ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ لا قُلْنَا احْمِلْ فِیْھَا مِنْ کُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَھْلَکَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْہِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ط وَمَآ اٰمَنَ مَعَہٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ ٥ ’’اس پر نوح کو وحی کی گئی کہ تیری قوم میں سے اب تک جو لوگ ہدایت پا چکے ہیں ان کے سوا اب کوئی دوسرا ایمان نہیں لائے گا۔ اس لئے تو ان کے بارہ میں مجھ سے مزید گفتگو نہ کر کیونکہ یہ قوم غرق ہونے والی ہے۔ پس! تو یونہی پریشان مت ہو بلکہ ہمارے حکم و ہدایات کے مطابق ایک کشتی بنا۔ جس پر وہ کشتی بنانے لگا۔ جب وہ کشتی بنا رہا تھا تو اس کی قوم کے سردار وہاں سے گزرتے ہوئے اس کا تمسخر اڑاتے رہتے تھے کہ جس پر وہ جواب دیتا کہ جس طرح آج تم ہم پر ہنستے ہو اسی طرح ایک دن ہم بھی تم پر ہنسیں گے کیونکہ عنقریب تم جان لو گے کہ وہ لوگ کون ہیں کہ جن پر ایک ایسا عذاب آنے والا ہے جو انہیں ہمیشہ کے لئے رسوا کر دے گا۔ اسی قسم کی باتوں کے دوران وہ وقت بھی آن پہنچا کہ جب زمین و آسمان کے چشمے ابل پڑے تو تب ہم نے نوح سے کہا کہ اب تم اپنے اہل و عیال اور ایمان لانے والوں کے ساتھ اس کشتی پر سوار ہو جاؤ اور اس میں اس علاقہ کے چند ایک پالتو جانوروں کی مختلف اقسام کے دو دو جوڑے بھی اپنے ہمراہ لے لو‘‘۔

(ھود ۱۱ : آیات ۳۶-۴۰)

وَقَالَ ارْکَبُوْا فِیْھَا بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا ط اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ٥ وَھِيَ تَجْرِيْ بِھِمْ فِيْ مَوْجٍ کَالْجِبَالِ قف وَنَادٰی نُوْحُ نِ ابْنَہٗ وَکَانَ فِيْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَيَّ ارْکَبْ مَّعَنَا وَلَا تَکُنْ مَّعَ الْکٰفِرِیْنَ ٥ قَالَ سَاٰوِيْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ط قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ج وَحَالَ بَیْنَھُمَا الْمَوْجُ فَکَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ ٥ وَقِیْلَ یٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَکِ وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِیْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِيِّ وَقِیْلَ بُعْدًا

لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ○ (هود ۱۱ : آيات ۴۱-۴۴) اس پر نوح نے تمام ایمان لانے والوں کو کہا کہ آؤ! اور اللہ کا نام لے کر اس کشتی پر سوار ہو جاؤ کیونکہ اس کا چلنا اور لنگر انداز ہونا دونوں ہی خدا تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہیں۔ یقیناً ہمارا رب بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ پس! وہ کشتی ان تمام مسافروں کو لے کر چٹانوں جیسی اونچی اونچی موجوں کے درمیان چلنے لگی کہ اتنے میں اس وقت تک ایک قدرے محفوظ جگہ پر نوح کو اس کا بیٹا نظر آیا تو اس نے اپنے بیٹے کو آواز دے کر پکارا اور کہا کہ اے میرے بیٹے! ہمارے ساتھ اس کشتی پر سوار ہو جا اور اس وقت کفر نہ کر لیکن اس نے جواب دیا کہ تم میری فکر نہ کرو کیونکہ میں جلد ہی کسی نہ کسی پہاڑ کی چوٹی پر جا کر پناہ حاصل کر لوں گا کہ جو مجھے اس سیلاب سے بچا لے گا۔ اس پر نوح نے کہا کہ آج فیصلہ کا دن ہے اور اس دن سوائے خدا تعالیٰ کی رحمت کے کوئی دوسرا بچانے والا نہیں۔ اسی گفتگو کے دوران ان دونوں کے درمیان ایک اونچی موج حائل ہو گئی اور وہ بیٹا غرق ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد زمین و آسمان کو یہ حکم دیا گیا کہ اے زمین! تو اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان! اب بارش برسانے سے تھم جا۔ اس حکم کے ملتے ہی زمین خشک ہو گئی اور وہ کشتی جودی پہاڑ پر جا کر ٹھہر گئی۔ پس! ہلاکت ہو اس ظالم قوم پر''۔

طوفان نوح میں زندہ خدا کے وجود کے منکرین کے ساتھ ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کے خاندان کے کچھ لوگ یعنی آپؑ کی بیوی اور آپؑ کا بیٹا بھی غرق ہو گئے۔ جس پر حضرت نوح علیہ السلام کو بہت دکھ ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے بارہ میں مجھ سے کلام نہ کر یعنی ان کی بخشش مت مانگ کیونکہ یہ تمہارے بیوی بچے نہ تھے بلکہ یہ تو جہنم کی آگ میں گرائے جانے والوں میں سے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے اس فعل پر پشیمان ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی جو کہ قبول ہوئی۔ ان واقعات کا ذکر قرآن مجید میں یوں درج ہے کہ :-

وَ نَادٰى نُوۡحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابۡنِيۡ مِنۡ اَهۡلِيۡ وَاِنَّ وَعۡدَكَ الۡحَقُّ وَاَنۡتَ اَحۡكَمُ الۡحٰكِمِيۡنَ ○ قَالَ يٰنُوۡحُ اِنَّهٗ لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ ج اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ صَالِحٍ قف زصلے فَلَا تَسۡـَٔلۡنِ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ط اِنِّيۡۤ اَعِظُكَ اَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ ○ قَالَ اِنِّيۡۤ اَعُوۡذُ بِكَ اَنۡ اَسۡـَٔلَكَ مَا لَيۡسَ لِيۡ بِهٖ عِلۡمٌ ط وَاِلَّا تَغۡفِرۡلِيۡ وَتَرۡحَمۡنِيۡۤ اَكُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ (هود ۱۱ : آيات ۴۵-۴۷) ''اور پھر نوح نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا کہ اے میرے اللہ! تو فیصلہ کرنے والوں میں سے سب سے بہتر ہے اس لئے آج تیرا وعدہ ضرور پورا ہونے والا ہے لیکن میرا بیٹا میرے اہل بیت میں سے ہے۔ یہ سن کر اللہ نے فرمایا کہ اے نوح! تیرا بیٹا تیرے اہل بیت میں سے نہیں کیونکہ وہ تو ایک گنہگار انسان ہے۔ پس! تو میری نصیحت سن اور مجھ سے کوئی ایسی دعا نہ مانگ کہ جس کے نتائج و عواقب کے بارہ میں تجھے قطعاً علم نہیں۔ یہ جواب پا کر نوح نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں کہ بغیر اجازت تجھ سے کوئی سوال کروں اور اگر تو میری گذشتہ غفلتوں کی پردہ پوشی کرتے ہوئے مجھ پر رحم نہ کرے گا تو میں بھی یقیناً خسارہ اٹھانے والا بن جاؤں گا''۔

تورات کے مطابق اس غرق ہو جانے والے بیٹے کے علاوہ حضرت نوح علیہ السلام کی اور بھی اولاد تھی کہ جن کے نام یہ ہیں: سیم SEM۔ جاپھیتھ JAPHETH اغلبًا جاوید۔ حام HAM۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کے بارہ میں فرمایا کہ:-

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰھُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْھُمَا مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَّقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ (التحریم ٦٦ :آیت ١١) ’’اللہ تعالیٰ۔ کفار کو نوح اور لوط کی بیویوں کے ساتھ مماثلت دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ دونوں ہمارے صالح بندوں کے ساتھ رشتہ ازواج میں منسلک ضرور تھیں لیکن جب ان دونوں کی بیویوں نے بھی نافرمانی کی تو خدا کے وہ دونوں صالح بندے بھی اپنی اپنی بیویوں کو اللہ کی گرفت سے نہ بچا سکے اور ان دونوں عورتوں سے کہا گیا کہ جاؤ اور جہنم کی آگ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی اس میں داخل ہو جاؤ‘‘۔

معزز قارئین! دنیا بھر میں بہت سے لوگ کسی غلط فہمی کی بناء پر یہ سمجھتے ہیں کہ طوفان نوح تمام دنیا بھر میں یعنی تمام روئے زمین پر برپا ہؤا تھا تو اس سلسلہ میں مؤدبانہ عرض ہے کہ نہیں! ایسا بالکل نہیں! بلکہ قرآن مجید کے بغور مطالعہ سے ہمیں یہ علم ہوتا ہے کہ یہ طوفان دنیا کے صرف ایک مخصوص علاقہ میں ہی آیا تھا کہ جہاں حضرت نوح علیہ السلام معبوث کئے گئے تھے۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب یہ طوفان سیلاب کے ساتھ آیا تھا تو اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کے اس سیلابی پانی میں غرق ہونے والے بیٹے کو سیلاب کے پانی کے اردگرد کہیں دُور یا قریب ہی کچھ پہاڑ نظر آرہے تھے اور آپؑ کے بیٹے کا یہ خیال تھا کہ وہ تیر کر وہاں تک پہنچ جائے گا اور پھر ان پر چڑھ کر اپنی جان بچالے گا اور اس کی دوسری مثال ذیل میں تحریر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی سے نیچے اتر آنے کا حکم دیا تو اس کشتی سے اترنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کے ساتھ ساتھ بہت سی دوسری اقوام کو بھی ہدایت کا سیدھا راستہ دکھلانے پر مامور فرمایا۔ اب اگر حضرت نوح علیہ السلام اور آپؑ کے ہمراہی کشتی سواروں کے سوا بقیہ تمام دنیا ہی غرقاب ہو چکی ہوتی تو یہ دوسری اقوام کے لوگ کہ جن کا ان آیات کریمہ میں ذکر ہے وہ انہیں دنیا میں کس جگہ ملتے؟

پس! ثابت ہؤا کہ یہ طوفان گو بہت ہی سخت اور بڑا ہیبتناک نیز انتہائی ہلاکت خیز تھا لیکن اپنی تمام تر تباہی و بربادی کے باوجود بھی یہ صرف اسی ایک مخصوص علاقہ کے لئے ہی مقدر تھا کہ جس میں حضرت نوح علیہ السلام کو معبوث کیا گیا تھا ورنہ اگر یہ سیلاب تمام روئے زمین پر آیا تھا تو تب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سیلاب کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کو یہ دوسری اقوام کیسے مل سکتی تھیں جب کہ

بچائے جانے والے صرف اسی ایک کشتی میں سوار تھے۔

آج کے زمانہ میں ہی ہمیں اس قسم کے تباہی خیز طوفانوں کی کئی امثال نظر آتی ہیں مثلاً انڈونیشیا میں ۲۶ء/دسمبر۲۰۰۴ء کی سونامی کا سیلاب وغیرہ کہ جس میں دولاکھ تیس ہزار جانیں تلف ہوگئیں اور لاکھوں مکان بہہ گئے پھر جاپان میں ۱۱مارچ ۲۰۱۱ء کی سونامی میں ۱۹۶۳۰ جانوں کا نقصان اور ۴لاکھ سے زائد عمارتیں تباہ و برباد ہوگئیں۔ پس! ثابت ہوُا کہ انہی کی طرح سیلاب نوح بھی ایک مخصوص علاقہ میں ہی آیا تھا۔ بہرحال اس عذاب کے ٹل جانے کے بعد ارشاد خداوندی ہوُا کہ:-

قِيۡلَ يٰنُوۡحُ اهۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيۡكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنۡ مَّعَكَ‌ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمۡ ثُمَّ يَمَسُّهُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۝ (ھود ۱۱ :آیت ۴۸) ’’اے نوح! ہماری تمام برکات اور سلامتی کو سمیٹے ہوئے جو کہ تجھ پر اور تیرے ساتھ ساتھ تیرے ہمسفر افراد پر بھی ہے اب تو اس کشتی سے نیچے اتر آ کیونکہ ان لوگوں کے علاوہ کئی دوسری اقوام بھی ہیں کہ جنہیں ہم تیرے ذریعہ فائدہ پہنچائیں گے یہاں تک کہ اگرانہوں نے بھی نافرمانی کی تو انہیں بھی ہمارا دردناک عذاب گھیر لے گا‘‘۔

بعض لوگ حضرت نوح علیہ السلام کو ایک لمبی عمر پانے والا نبی اور انسان مانتے ہیں کہ جو حقائق کے برعکس ایک نظریہ ہے جبکہ کلام اللہ قرآن مجید کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی یعنی رسالت کا دور ۹۵۰ برس پر محیط ہے۔آپؑ کے پیروکار ترکی۔ایران۔عراق اور شام کے علاقہ میں پھیل گئے کہ جس کا ذکر آگے چل کر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے تعلق میں آئے گا۔فرمایا:-

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖ فَلَبِثَ فِيۡهِمۡ اَلۡفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمۡسِيۡنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوۡفَانُ وَهُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ۝ فَاَنۡجَيۡنٰهُ وَاَصۡحٰبَ السَّفِيۡنَةِ وَجَعَلۡنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۝ (العنکبوت ۲۹ :آیات ۱۵-۱۶) ’’اور یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی جانب مبعوث کیا اور وہ ان میں ایک ہزار سال سے پچاس برس کم یعنی نوسو پچاس برس تک ان میں رہا۔ہاں! یہ وہی قوم تھی کہ جس کے ظلم کی بدولت اسے ایک طوفان نے گھیر لیا تھا لیکن نوح اور اس کے پیروکاروں کو ہم نے ایک کشتی کے ذریعہ نجات دے کر دنیا جہان کے لئے ایک نشان بنا دیا‘‘۔

حضرت نوح علیہ السلام کے اس دنیا سے گزر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی اولاد میں بھی حضرت نوح علیہ السلام کو عطا فرمودہ شریعت اور آپؑ کی اولاد میں بھی نبوت کو جاری رکھا۔فرمایا:-

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا وَّاِبۡرٰهِيۡمَ وَجَعَلۡنَا فِىۡ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالۡكِتٰبَ فَمِنۡهُمۡ مُّهۡتَدٍ‌ ۚ وَكَثِيۡرٌ مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ (الحدید

۵۷ :آیت ۲۶) ''اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھی رسول بنا کر بھیجا تھا اور ان دونوں کی ذریت سے نبوت اور کتاب کو مخصوص کر دیا تھا۔اس لئے ان میں سے بعض تو ہدایت پانے والے تھے لیکن ان میں بہت سے لوگ فاسق نکلے''۔

اللہ تعالیٰ طوفان نوح کی مثال دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس جیسے کئی سیلاب دنیا کو ہلاک کرتے رہے ہیں لیکن پرانے زمانہ میں نقل و حمل اور رسل ورسائل یعنی آمدورفت کی کمی تھی لہذا بہت کم لوگوں کو ایسے دردناک عذابوں کا علم ہوسکا۔فرمایا:۔
وَ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنَ الۡقُرُوۡنِ مِنۡۢ بَعۡدِ نُوۡحٍ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوۡبِ عِبَادِهٖ خَبِيۡرًۢا بَصِيۡرًا (بنی اسرائیل ۱۷:آیت ۱۷) ''اور نوح کے بعد بھی ہم نے کئی ایک دوسری اقوام کو بھی اسی طرح پے در پے عذاب دے کر ہلاک کر دیا کیونکہ تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے اور دیکھنے والا ہے''۔

بہرحال طوفان نوح ایک ایسا تباہ کن تاریخی سیلاب تھا کہ دنیا کی تمام اقوام کے پرانے قصوں اور کہانیوں نیز تمام الٰہی مذہبی کتب میں اس سیلاب عظیم کا ذکر ملتا ہے۔اس لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے غضب سے بچاتے ہوئے ہر قسم کے عذاب سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔آمین

☆

حضرت ابراہیم علیہ السلام

خلیل اللہ

حضرت نوح علیہ السلام کے لمبے دور نبوت کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سیم (SEM) یا سام کی پشت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا کیا۔تورات کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام طیرہ / TERAH) TERACH) تھا لیکن قرآن مجید میں ان کا نام آزر بتایا گیا ہے۔حضرت ابراہیم عراق کے شہر'' اُر'' -UR- میں پیدا ہوئے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بھائی بھی تھے کہ جن کا نام NAHOR اور ARAN تھا۔(1. MOSE 11, 26) ۔اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ایک فرد بیان کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ:۔

وَاِنَّ مِنّ شِیْعَتِہٖ لَاِبْرٰھِیْمَ o (الصفٰت ۳۷ : آیت ۸۳) ''اور ابراہیم یقیناً اسی نوح کی قوم میں سے تھا''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں سے تو ضرور تھے لیکن وہ مذہب کہ جس پر حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے پیروکار چلتے رہے وہ موجود نہ رہا کہ جیسے حضرت محمد احمد ﷺ بھی حضرت ابراہیم کی قوم میں سے تو ضرور تھے لیکن وہ مذہب کہ جس پر حضرت ابراہیم اور پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام گامزن تھے موجود نہ رہا تھا تو تب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دنیا کی اصلاح کے لئے چُن لیا بالکل اسی طرح حضرت ابراہیم کے زمانہ میں بھی حضرت نوح علیہ السلام کا وہ پرانا مذہب موجود نہ تھا بلکہ سب لوگ اچھی اچھی باتوں کو بھلا کر پھر دوبارہ چاند تاروں کی پرستش کرنے لگے تھے لیکن حضرت ابراہیمؑ تو ایک زندہ خدا کی تلاش میں تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اس زمانہ کی اصلاح کے لئے چُن لیا اور مسلمان ہونے کا خطاب عطاً فرمایا بلکہ خلیل اللہ کا لقب عطاً فرما کر اپنا دوست کہا۔

ستارہ پرستی اور بت پرستی کے معاملہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بچپن اور جوانی کے دور میں بہت غور وخوض کیا۔آپؑ نے کبھی چانداوراس کے عمل کو پرکھا۔کبھی ستاروں اور کبھی سورج کا مشاہدہ کیا لیکن جب یہ سب اپنے اپنے وقت پر غروب ہوجاتے رہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے چاند ستاروں سے مایوس ہوگئے کہ جب ان کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ غائب ہوجاتے ہیں اور جب ان کی ضرورت نہیں ہوتی تو تب اپنی روشنی بکھیرنے لگتے ہیں حتیٰ کہ ان میں ازخود اتنی بھی طاقت نہیں کہ بادلوں میں سے ہی نکل کر دکھا دیں۔الغرض یہ قصہ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ:-

فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْہِ الَّیْلُ رَاٰکَوْکَبًا ج قَالَ ھٰذَا رَبِّیْ ج فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ o فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ ھٰذَا رَبِّیْ ج فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَھْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَکُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ o فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَۃً قَالَ ھٰذَا رَبِّیْ ھٰذَآ اَکْبَرُ ج فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ o اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (الانعام ۶ : آیات ۷۶–۷۹) ''پس! ایک مرتبہ جب خوب رات چھا گئی تو اس نے ایک ستارے کو دیکھا اور سوچا کہ شائید یہ میرا رب ہے لیکن جب وہ ستارہ ڈوب گیا تو اس نے کہا کہ میں ایسے ڈوبنے والوں سے محبت نہیں کرسکتا۔پھر ایک دن اس نے چاند کو چمکتے ہوئے دیکھا تو اس نے سوچا کہ شائید یہ میرا رب ہو لیکن جب وہ بھی غروب ہوگیا تو اس نے کہا کہ اگر اللہ مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں ضرور گمراہ ہوجاتا۔اسی طرح جب اس نے سورج کو دیکھا تو سوچا کہ شائید یہ ہی میرا رب ہے کیونکہ یہ ان سب سے زیادہ بڑا اور چمکدار ہے کہ جن کے بارہ میں آج تک غور کرتا چلا آیا ہوں لیکن جب وہ بھی غروب ہوگیا تو اس نے اپنی قوم سے مخاطب ہوکر کہا کہ دیکھو! میں تمہارے اس شرک سے سخت بیزار ہوں کیونکہ تم ستارہ پرست ہو بلکہ میں تو ایک

ایسے خدا کی جانب اپنی توجہ کو پھیرتا ہوں کہ جس نے آسمانوں یعنی سورج، چاند، ستاروں اور زمین کو بھی پیدا کیا اور اس لئے یقیناً میں مشرکین میں سے نہیں ہوں''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی سعید فطرت کے باعث بچپن سے ہی اپنی قوم کے بے جان بتوں کی عبادت اور پوجا کے خلاف تھے۔ اس بت پرستی کی روک تھام کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا پیغمبر یعنی مرسل بنا کر نامزد کیا۔ اس لئے ایک مرتبہ انہوں نے اپنی ذاتی تسلی کے لئے ان بتوں سے سے پوچھا بھی کہ تم کیا چیز ہو؟ کیا تم کچھ کام کر سکتے ہو یا نہیں؟ لیکن وہ بیچارے بے جان بت کیا جواب دیتے؟ فرمایا:-

فَرَاغَ اِلٰی اٰلِھَتِھِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ مَالَكُمْ لَاتَنْطِقُوْنَ ۝ (الصّٰفّٰت ۳۷: آیات ۹۱-۹۲) ''ایک مرتبہ ابراہیم لوگوں سے نظر بچا کر ان کے معبودوں کی طرف متوجہ ہؤا اور ان سے پوچھا کہ کیا تم کھانا کھاتے ہو ؟ لیکن اس بات کا جواب نہ ملنے پر ان سے پھر پوچھا کہ تم بولتے کیوں نہیں ''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا۔ ایک مرتبہ باتوں ہی باتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزرؔ سے پوچھا کہ کیا آپ ایسے بتوں کی پوجا کرتے ہیں کہ جو از خود کچھ بھی نہیں کر سکتے حتیٰ کہ خود بول بھی نہیں سکتے اور ان کا جواب ہاں میں سن کر کہا کہ پس! اسی لئے تو میں آپ سب کو گمراہ سمجھتا ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (الانعام ۶ :آیت ۷۴)

''اور جب ابراہیم نے اپنے باپ سے پوچھا کہ کیا تم نے بتوں کو اپنا معبود بنالیا ہے؟ پس! اس لئے میں آپ کو اور آپ کی تمام قوم کو گمراہ قرار دیتا ہوں''۔

ان بے جان بتوں سے مایوس ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے گھر والوں کے ساتھ ساتھ اپنی قوم کو بھی آہستہ آہستہ ایک زندہ خدا کی جانب سے ودیعت شدہ توحید کی تعلیم دینا شروع کی لیکن جب وہ نہ مانے تو ایک دن آپؑ نے انہیں سبق سکھانے کے لئے خفیہ طور پر اپنی قوم کے ایک بت کے سوا بقیہ تمام بتوں کو توڑ ڈالا۔ اس سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا ۢ بِالْيَمِيْنِ ۝ (الصّٰفّٰت ۳۷ : آیت ۹۳) ''پس! ابراہیم نے مخفی طور پر ان بتوں پر اپنے داہنے ہاتھ سے ایک کاری ضرب لگائی''۔

اور پھراس تمام واقعہ کواللہ تعالیٰ نے مزید تفصیل کے ساتھ یوں بیان فرمایا کہ:-

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاهٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ o قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَ نَا لَهَاعٰبِدِيْنَ o قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ o قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ o قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ز صلے وَاَنَاعَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ o وَتَاللّٰهِ لَا كِيْدَنَّ اَصْنَا مَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ o فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ o قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ o قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗ اِبْرٰهِيْمُ o قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ o قَالُوْٓا ءَ اَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ o قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ق صلے كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ o فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ o ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ج لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَاءِ يَنْطِقُوْنَ o قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ o اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ o قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ o قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ o وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ o (الانبیأ ۲۱: آیات ۵۲-۷۰) ''ایک مرتبہ جب ابراہیم نے اپنے باپ اوراپنی قوم سے کہا کہ یہ بت تو کوئی ایسی خاص چیز نہیں کہ جن کی پوجا کے لئے تم نے اپنی زندگیاں وقف کررکھی ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم نے تو اپنے باپ دادا کوبھی ان کی پوجا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ سن کرابراہیم نے کہا کہ پھرتمہارے بڑے بوڑھے بھی یقیناً گمراہی میں مبتلاً تھے۔اس پرانہوں نے کہا کہ کیاتم کوئی نئی تعلیم لے کرآئے ہو؟ یایونہی ہم سے مذاق کرر ہے ہو۔ابراہیم نے کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میرا بلکہ تمہارا پیدا کرنے والابھی وہی رب ہے کہ جس نے زمین وآسمان کوبھی بنایا ہے۔اس لئے خدا کی قسم! کہ میں تمہارے بتوں کے خلاف ضرورکوئی ایسا قدم اٹھاؤں گا کہ جس کے بعدتم ان کی عبادت کرنے سے باز آجاؤ گے۔پھرایک دن موقعہ پا کراس نے ان کے سب سے بڑے بت کے سوابقیہ تمام بت توڑ ڈالے تاکہ وہ اپنے اس بتوں کے سردار سے کوئی التجا کرسکیں۔اپنے ٹوٹے ہوئے بت دیکھ کرانہوں نے بےحدواویلا ڈالا کہ کس ظالم نے ہمارے بتوں کا یہ حال کیا ہے۔کسی نے کہا کہ ایک نوجوان ابراہیم ان کی تحقیر کررہا تھا۔یہ سن کرانہوں نے کہا کہ اُسے یہاں ہمارے سامنے لے آؤ تاکہ سب یہ جان لیں کہ وہ کون ہے۔انہوں نے ابراہیم سے پوچھا کہ اے ابراہیم! کیاتونے یہ مذموم حرکت کی ہے؟ توابراہیم نے جواب دیا کہ تم لوگ مجھ سے پوچھنے کی بجائے اپنے ان بتوں سے توپوچھو۔اگروہ بول سکتے ہیں۔کیونکہ ان بتوں کے سردار نے یہ کام کیا ہے۔اس پر پوچھنے والوں نے بقیہ لوگوں سے کہا کہ تم لوگ واقعی بہت ظالم ہوجوکہ یہ بوداالزام خوامخواہ کسی دوسرے کے سرتھوپ رہے ہو۔یہ سن کروہ لاجواب ہوگئے اور بولے کہ توخوب جانتا ہے کہ یہ بت بولانہیں کرتے۔اس پرابراہیم نے کہا کہ جب یہ بت تمہیں کوئی نفع یاکسی بھی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچاسکتے تو کیا پھربھی تم اللہ کی عبادت بجالانے کے سوااپنے ان بتوں کی ہی پوجا کرتے رہوگے؟ لعنت ہوتم پرکچھ توعقل سے کام لواورحقیقت کے کھل جانے

کے باوجود تم اللہ کی عبادت کرنے کی بجائے ان بے جان بتوں کو پوجتے ہو؟ اس پر انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے مشورہ کیا کہ اگر تم اپنے دین کو بچانے کے لئے کچھ کرنا چاہتے ہو تو ابراہیم کو آگ میں ڈال کر جلا دو۔ اس پر ہم نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ! تو ابراہیم کے لئے ٹھنڈی پڑ کر سلامتی بن جا۔ اس طرح ان کی یہ چال ان پر ہی واپس جا پڑی اور اپنے اس ظلم کی بدولت وہ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے''۔

بہرحال اُس قوم کا یہ فیصلہ کوئی معمولی فیصلہ نہ تھا بلکہ ایک موحد کو قتل کرنے کی ایک انتہائی خوفناک اور بہیمانہ سازش تھی لیکن خدا تعالیٰ جو کہ اپنے مرسلین کا خود محافظ ہے اُس کی غیرت نے یہ گوارہ نہ کیا کہ اُس کے ایک بندے اور رسول کو دنیادار لوگ یوں نہایت آسانی سے جان سے ہی ختم کر ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہوں نے ایک ترکیب کی لیکن ہم نے بھی اُن کی اُس تدبیر کے خلاف ایک اور تدبیر کی اور تمہیں یہ یاد رہے کہ ہمیشہ ہماری تقدیر ہی غالب آیا کرتی ہے۔ فرمایا:-

قَالُوا ابْنُوْا لَہٗ بُنْیَانًا فَاَلْقُوْہُ فِی الْجَحِیْمِ o فَاَرَادُوْا بِہٖ کَیْدًا فَجَعَلْنٰھُمُ الْاَسْفَلِیْنَ o (الصّٰفّٰت ۳۷ :آیات ۹۸-۹۷) ''انہوں نے کہا کہ ابراہیم کے لئے ایک چِتا تیار کرو اور اس کے اردگرد ایک دیوار بھی کھینچ دو اور پھر اُسے بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔ پس! انہوں نے ایک ظالم تدبیر کی لیکن ہم نے بھی ان کی اس تدبیر کو ناکام بنا کر انہیں ہمیشہ کے لئے انہیں ذلیل و رسوا کر دیا''۔

اس واقعہ کے بعد حضرت لوط علیہ السلام اپنے چچا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ فرمایا:-

فَاٰمَنَ لَہٗ لُوْطٌ م وَقَالَ اِنِّیْ مُھَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ط اِنَّہٗ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ o (العنکبوت ۲۹ :آیت ۲۶) ''اس واقعہ کے بعد لوط ابراہیم پر ایمان لے آیا اور ابراہیم نے لوط سے کہا کہ میں تو اپنے رب کے حکم سے ہجرت کرنے والا ہوں کیونکہ وہ ہی یقیناً غالب اور بڑی حکمت والا ہے''۔

یعنی اگر تم چاہو تو تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ اس کے بعد جب خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عراق سے ہجرت کر جانے کا حکم دیا تو اس قافلہ میں حضرت ابراہیم کی بیوی حضرت سارہ SARAI / SARA اور حضرت ابراہیم کے بھانجے حضرت لوط علیہ السلام (LOT) بھی شامل تھے۔ فرمایا:-

وَنَجَّیْنٰہُ وَلُوْطًا اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْھَا لِلْعٰلَمِیْنَ o (الانبیأ ۲۱ :آیت ۷۱) ''اور ہم نے ابراہیم اور لوط کو ایک ایسی سرزمین کی طرف نجات دی کہ جس میں ہم نے تمام جہانوں کے لئے برکت مخصوص کر رکھی تھی''۔

یہودی اپنی نافہمی کی بناء پر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپؑ نے اپنے بھائی ناحور کی بیٹی یعنی اپنی بھتیجی حضرت سارہ علیہ السلام سے شادی کی تھی جبکہ اگر ہم باریک بینی سے تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ حضرت سارہؑ کے بزرگوں میں سے ایک نام حضرت براہیمؑ کے بھائی ناحور سے ملتا ضرور ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ آپؑ کے رشتہ دار ہوں لیکن اس کے باوجود بھی اگر بالفرض وہ بزرگ حضرت ابراہیمؑ کی برادری میں سے ہی کوئی بھائی بھی ہوں تو بھی حضرت سارہؑ سے یہ ایک دُور کا رشتہ بنتا ہے کہ جس کی تفصیل میری تحقیق کے مطابق یہ ہے کہ حضرت سارہؑ کے والد محترم کا نام لابن تھا اور لابن اپنے باپ بشویل کا بیٹا تھا اور بشویل اپنے باپ ناحور کا بیٹا تھا۔ یعنی اگر یہودیوں کی بات مان بھی لی جائے تو تب بھی حضرت سارہؑ آپؑ کے بھائی ناحور کے بیٹے یعنی آپ کے بھتیجے بشویل کے بیٹے لابن ((رشتہ میں آپؑ کے پوتے)) کی بیٹی (رشتہ میں آپؑ کی پڑپوتی) تھیں۔ اس لئے تورات اور انجیل کی بہت سی آیات سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ ان میں ردوبدل کیا گیا ہے اور اسی لئے ردوبدل سے پاک قرآن مجید کو نازل کیا گیا۔

بہرحال عراق سے اس قافلہ نے فلسطین کی جانب ہجرت کی اور کنعان کے علاقہ میں آکر آباد ہوگیا۔ جیسا کہ اوپر درج آیات میں ذکر ہوچکا ہے کہ اپنی ہجرت سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ملک عراق میں بہت بڑی بڑی قربانیاں خداتعالیٰ کی راہ میں پیش کیں کہ جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی راہ میں خود اپنی جان عزیز کو بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا کہ جس کا ذکر اوپر چتا میں ڈال دئے جانے والے واقعہ میں ملتا ہے لیکن اوپر درج ان تمام قربانیوں پر ہی بات ختم نہیں ہوگئی بلکہ ہجرت کے بعد فلسطین میں بھی اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مزید آزماتا رہا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ایک سے بڑھ کر دوسری قربانی پیش کرتے رہے۔ جن کی تفصیل مختصراً یہ ہے کہ ہجرت کے بعد بھی جب ایک لمبے عرصہ تک حضرت ابراہیم علیہ السلام بے اولاد ہی رہے تو ایک دن آپؑ کی بیوی حضرت سارہ علیہ السلام نے مشورہ دیا کہ آپ دوسری شادی کرلیں تاکہ شائید اس طرح ہی اللہ تعالیٰ ہمیں اولاد کی نعمت سے نواز دے کہ جس پر آپؑ نے اس زمانہ کے شہنشاہ اعظم فرعون مصر کی صاحبزادی یعنی شہزادی مصر حضرت ہاجرہ علیہ السلام سے شادی کرلی کہ جو فرعون مصر نے آپ کو بطور تحفہ پیش کی تھی۔

یہاں بھی یہودیوں اور نصرانیوں نے غلو سے کام لیا ہے کہ اپنے وقت کی ایک سب سے بڑی عظیم المرتبت شہزادی کو کنیز کا رتبہ دے دیا جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ حضرت ہاجرہ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی تھیں ورنہ ایک کنیز سے اولاد کی تمنا کوئی نہیں کیا کرتا اور وہ دعا یہاں پیش خدمت کرتا ہوں کہ اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا:-

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ o فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ o (الصفٰت ۳۷ : آیات ۱۰۰-۱۰۱) ''اورابراہیم نے دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما۔تب ہم نے اس کی دعاؤں کو قبولیت بخشتے ہوئے اسے ایک بردبار تحمل مزاج لڑکے کی پیدائش کی خبر دی''۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایک اور بڑی قربانی طلب کی کہ وہ اپنے اس پیارے پہلوٹے بچہ اور اپنی اس بیوی کو یہاں سے دور کہیں اور چھوڑ آئیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بے چون و چرا اس حکم کی تعمیل کی۔جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی حضرت ہاجرہؑ اور اپنے کم عمر معصوم بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں کچھ دانہ پانی دے کر واپس تشریف لے گئے تو کچھ عرصہ کے بعد ان دونوں کا پانی ختم ہو گیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام شدت پیاس سے اپنی ایڑھیاں رگڑنے لگے۔اپنے معصوم بچے کو اس حالت میں دیکھ کر حضرت ہاجرہؑ پانی کی تلاش میں گھبراہٹ اور بے بسی کے عالم میں کبھی صفا پر چڑھتیں اور پھر وہاں سے اتر کر مروہ پر بھاگ کر تشریف لے جاتیں کہ شاید کہیں آس پاس یا کہیں دُور کسی جگہ پانی نظر آ جائے۔اس طرح آپؑ نے سات بار صفا اور مروہ کے چکر لگائے اور اس کے بعد جب آپؑ واپس تشریف لائیں تو دیکھا کہ آپؑ کا بیٹا جہاں ایڑھیاں رگڑ رہا تھا وہاں ایڑھیاں رگڑنے سے جو چھوٹا سا گڑھا پڑ گیا تھا اس میں سے پانی رسنے لگا۔حضرت ہاجرہؑ نے جلدی سے وہاں ایک گڑھا کھود کر پانی نکالا اور اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز بیٹے کو پینے کے لئے دیا۔اسی دوران پانی کی تلاش میں ایک قافلہ بھی وہاں آ نکلا کہ جس کے لوگوں نے بھی حضرت ہاجرہؑ کی اجازت سے اس چشمہ کا وہ بابرکت پانی پیا اور پھر آپؑ کی اجازت سے وہیں آباد ہونے کا فیصلہ کر لیا اور یوں اس غیر آباد اور سنسان ویران مقام پر بکہ یعنی مکہ کی بستی آباد ہوئی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ترقی کرتے کرتے ایک عالمی شہرت یافتہ شہر بن گئی جو کہ آج بھی آباد ہے اور تا قیامت اس کے آباد رہنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہؤا ہے۔اس چشمہ کا نام چاہ زمزم ہے اور اس کے بابرکت پانی کو آب زمزم کہتے ہیں۔

بہر حال قرآن مجید سے یہ ثابت ہوتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان دونوں ماں بیٹے کو خدا تعالیٰ کے حکم پر فلسطین سے دُور ملک عرب میں واقع مکہ کی وادی میں چھوڑ تو ضرور آئے تھے لیکن ان سے میل ملاقات اور تعلق رکھتے تھے اور خدا تعالیٰ کا ہر حکم انہیں بھی پہنچاتے رہتے تھے۔اسی طرح تورات اور انجیل کے مطالعہ سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ جب ختنہ کروانے کا حکم نازل ہؤا تو ان دونوں باپ بیٹے نے بھی ختنے کروائے۔(1. Mose 17, 9-14)۔ختنہ کروانے کا یہ حکم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیدائش کے سات آٹھ برس کے بعد نازل ہؤا تھا۔(1. Mose 17, 23-27)۔بہر حال اس حکم پر آج تک بہت سے یہودی اور چند ایک عیسائی بھی کاربند ہیں لیکن تمام مسلمان انتہائی سچے دل سے قائم و دائم ہیں۔اس کے بعد جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اپنی اس عمر کو جا پہنچے کہ جہاں بیٹا اپنے

باپ کے ساتھ قدم ملا کر چل سکتا ہے یعنی جوان ہو جاتا ہے تو تب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باپ بیٹے کو مزید ایک آزمائش میں ڈالا ۔فرمایا:-

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَیَّ اِنِّيٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّيٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْمَا ذَا تَرٰی ط قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز سَتَجِدُ نِيٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ o فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ o وَ نَادَيْنٰهُ اَن يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ o قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْ يَا ج اِنَّا كَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ o اِنَّ هٰذَا لَهُوَا الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ o وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ o وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِی الْاٰخِرِيْنَ o سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ o كَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ o اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَاالْمُؤْمِنِيْنَ o (الصفٰت ۳۷ :آیات ۱۰۲-۱۱۱) ’’اور پھر جب وہ لڑکا اتنا بڑا ہو گیا کہ اپنے باپ کے ساتھ تیز تیز قدم اٹھا کر چلنے لگا تو ایک دن ابراہیم نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے میرے پیارے بیٹے ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے خدا کی راہ میں ذبح کر رہا ہوں ۔پس ! تو بتا کہ میری اس خواب کے بارہ میں تیری رائے کیا ہے؟ یہ سوال سن کر بیٹے نے جواب دیا کہ: اے میرے پیارے ابا! جو کچھ خدا نے تجھے تیری خواب میں دکھایا ہے تُو بالکل ویسا ہی کر اور مجھے تُو انشاءُ اللہ اپنے ایمان پر قائم رہنے والا ہی پائے گا۔ پھر جب خدا کے فرمانبردار دونوں باپ بیٹا اُس عظیم الشان اور بے نظیر انسانی قربانی کو پیش کرنے کے لئے تیار ہو گئے تو باپ نے اپنے بیٹے کو ماتھے کے بَل لٹا لیا۔اس پر ہم نے ابراہیم کو پکار کر فرمایا اے ابراہیم ! ٹھہر جا۔بس!بس! تُو نے اپنی خواب کو حقیقتاً پورا کر دکھایا۔پس ! اب ذرا یہ دیکھ کہ ہم اپنے محسنین کو کیسا اجر عطاً فرمایا کرتے ہیں۔تیرے لئے یہ یقیناً ایک بہت بڑی آزمائش تھی اور تُو اس میں پورا اترا لہٰذا تیری اس قربانی کے میعار کو دیکھ کر آج سے ہم نے انسانی جانوں کی قربانی کو ہمیشہ کے لئے مؤقوف فرما کر فدیۃً ان کے بدلہ میں جانوروں کی قربانی کو ترجیح دے دی ہے تاکہ بعد میں آنے والی نسلوں میں تیری اس عظیم الشان قربانی کی یاد کو تیرے ذکر خیر کے ساتھ ہمیشہ زندہ رکھا جائے۔ابراہیم پر ہمیشہ ہماری سلامتی نازل ہوتی رہے۔دیکھو! ہم اپنے محسنوں کو اسی طرح عمدہ اجر عطاً فرمایا کرتے ہیں۔اور ابراہیم تو ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھا‘‘۔

قربانیوں کے اسی تسلسل میں مسلمانوں کے نزدیک اول درجہ پر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جانی قربانی اور عیسائیوں کے نزدیک ان کی اپنی ہی غلط فہمی کی بنأ پر حضرت اسحاق علیہ السلام کی جانی قربانی ہے۔یہاں یہ امر بھی نہایت قابل غور ہے کہ بائبل یعنی انجیل میں سب سے بڑے بیٹے کی قربانی کا ذکر موجود ہے اور انجیل خود ہی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بڑا بیٹا قرار دیتی ہے۔(بائیبل -پیدائش -باب ۱۶ آیت ۱۵)

پس ! اس لئے حضرت اسحاق علیہ السلام کی قربانی از خود ہی غلط ثابت ہو جاتی ہے۔بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت

اسمٰعیل علیہ السلام کی عظیم الشان جانی قربانی کو پیش کئے جانے والے یہ تمام واقعات چونکہ بچے بچے کو زبانی یاد ہیں لہذا مضمون کی طوالت کی بنأ پر یہاں ان کو تحریر کرنے کی ضرورت نہیں لیکن اتنا ضرور عرض کروں گا کہ جب ایک بوڑھا اور ضعیف باپ اپنے اکلوتے بیٹے کو خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے لگا تو یہ دلدوز نظارہ دیکھ کر اس وقت عرش بھی یقیناً کانپ اٹھا ہوگا کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا دل اتنا زیادہ پسیجا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ بس! بس! رک جاؤ! اور اپنے بیٹے کی بجائے ایک مینڈھے کو ذبح کرو۔

پس! حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اس عظیم الشان قربانی کی یاد میں ہی تمام مسلمان مکہ مکرمہ میں حج اکبر کے روز اور بقیہ تمام دنیا میں عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر بھیڑ بکریوں گائے بھینسوں یا اونٹوں کی اور نصرانی اپنے عقیدہ کے مطابق حضرت اسحاق علیہ السلام کی قربانی کی یاد میں OSTERN ایسٹر EASTER کے موقعہ پر بھیڑوں یا ان کے دنبوں کی قربانی دیتے ہیں۔ بہرحال اس دن سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانی جانوں کی قربانی کو ممنوع قرار دے دیا۔ اسی جانی قربانی کی وجہ سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبیح اللہ بھی کہا جاتا ہے یعنی اللہ کی راہ میں ذبح ہونے والا یعنی قربان ہونے والا۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیدائش کے ایک لمبے عرصہ کے بعد ایک مرتبہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین کے علاقہ میں اپنی پہلی بیوی حضرت سارہؓ کے یہاں مقیم تھے تو تب کچھ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ملاقات کے لئے آئے تو ان فرشتوں نے جہاں حضرت لُوطؑ کی قوم کی تباہی کی نشاندہی کی تو وہاں حضرت سارہؓ کو بھی دو بیٹوں کی خوشخبری دی کہ جسے سن کر وہ شرما گئیں کہ اب اس بوڑھی عمر میں مجھ بانجھ عورت کے یہاں کوئی اولاد کیسے پیدا ہوگی لیکن ان فرشتوں نے جواب دیا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ط قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ o فَلَمَّا رَآ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ط قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ o وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ لا وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ o قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ط اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ o قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ط اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ o (ھود ۱۱ : آیات ۶۹-۷۳) ''اور جب ہمارے فرستادے ابراہیم کے پاس ایک خوشخبری لے کر آئے تو انہوں نے آتے ہی سلام کہا۔ اس پر اس نے بھی ان پر سلامتی بھیجی اور فوراً ایک بھنا ہؤا بچھڑا انہیں کھانے کے لئے پیش کر دیا لیکن جب اس نے دیکھا کہ یہ لوگ کھانے سے اپنے ہاتھ روکے ہوئے ہیں تو اس غیر معمولی فعل سے اس نے خطرہ محسوس کیا کہ جس پر

انہوں نے اسے تسلی دی کہ تو ہم سے کوئی خوف محسوس نہ کر کیونکہ ہمیں تو قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے۔اس پر اس کی بیوی جو اُن کے پاس ہی کھڑی تھی وہ بھی گھبرا گئی تو تب ہم نے اس کی تسلی کے لئے اسے اسحٰق اور اس کے بعد یعقوب کی بشارت دی۔ یہ سن کر اس نے شرما کر یہ کہا کہ کیا اب میں اس بڑھاپے کی عمر میں بچہ جنوں گی جبکہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہو چکا ہے۔ یہ تو ایک بہت ہی عجیب سی بات ہے۔اس پر فرستادوں نے کہا کہ کیا تم اللہ کی باتوں پر تعجب کرتی ہو؟ اے اس گھر کے مکینو! تم پر تو اللہ کی رحمت اور برکات نازل ہو رہی ہیں۔پس! اسی لئے تو وہ بہت ہی تعریف کے قابل اور اونچی شان والا ہے‘‘۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علاقہ کنعان کے قریب واقع ایک اور علاقہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو ایک ایسی قوم کا رسول منتخب کر کے نازل فرمایا کہ جو قوم اپنے گناہوں میں حد سے زیادہ آگے بڑھ چکی تھی۔حضرت لوط علیہ السلام ایک لمبا عرصہ ان کی اصلاح کے لئے ان کے درمیان رہے بلکہ اپنے بچوں کی شادیاں بھی اسی قوم میں کیں لیکن وہ لوگ اپنے گناہوں میں بڑھتے ہی چلے گئے اور اپنے درمیان اللہ کے ایک رسول یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی موجودگی کے باوجود انہوں نے توبہ کرنے کی بجائے حضرت لوط علیہ السلام سے اُس عذاب کو لے آنے کا مطالبہ شروع کر دیا کہ جس سے حضرت لوط علیہ السلام انہیں ڈارایا کرتے تھے۔اسی قسم کا مطالبہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی کیا تھا کہ جس کی سزا انہوں نے طوفان نوح کی صورت میں پائی تھی۔بالآخر جب یہ معاملہ حد سے زیادہ بڑھ گیا اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اپنے گناہوں کی سرکشی میں آگے سے آگے ہی بڑھتی ہی چلی گئی تو تب انہیں اس موعود عذاب نے آ پکڑا کہ جس سے بچانے کے لئے حضرت لوط علیہ السلام انہیں گناہوں سے توبہ کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

وَلُوطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ز مَاسَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ○ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ صلے وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ط فَمَاكَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ○ (العنکبوت ۲۹ : آیات ۲۸–۳۰) ’’اور لوط کو بھی ہم نے ایک قوم میں رسول بنا کر بھیجا اور اس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایک ایسی فحش بدی میں مبتلا ہو کہ جس کے ارتکاب میں تم تمام دنیا پر سبقت لے جا چکے ہو۔کیونکہ تم مردوں کے پاس آتے ہو۔راہزنی کرتے ہو اور اپنی مجالس میں ناپسندیدہ حرکات کے مرتکب ہوتے ہو۔اس پر اس کی قوم کا جواب صرف یہی تھا کہ اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب مسلط کروا دو۔اس پر لوط نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے میرے رب! اس مفسد قوم کے خلاف میری مدد فرما‘‘۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا اور کچھ عرصہ کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستی کو ان کے گناہوں کی

بدولت ایک بھیانک زلزلہ نے تباہ و برباد کر دیا۔ یہاں یہ واقعہ صرف اس لئے بیان کیا گیا ہے تا کہ قارئین کو یہ علم ہو جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لُوط علیہ السلام ہمعصر نبی تھے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد ہوئی تھی بلکہ تورات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اپنے چھوٹے بھائی حضرت اسحاق علیہ السلام سے چودہ برس بڑے تھے۔ اسی طرح یہ بات بھی قارئین کے لئے یقیناً نہایت دلچسپی کا باعث ہوگی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہ السلام کے علاوہ ایک اور بیوی سے بھی شادی کی تھی کہ جن کا نام حضرت قیطورہ (KETURA - Genesis 25,1 AT) علیہ السلام بیان کیا گیا ہے۔ حضرت قیطورہ علیہ السلام کی اولاد کے نام ذیل میں درج ہیں:۔

سمران SIMRAN ۔ جوکشان JOKSCHAN ۔ میدان MEDAN ۔

میدیان MIDIAN ۔ جشباک JISCHBAK ۔ شوآخ SCHUACH ۔

یہاں اوپر حضرت قیطورہ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جس بیٹے میدیان کا ذکر ہؤا ہے اس کی قوم کو قرآن مجید میں مدین کی قوم کے نام سے اہل مدین یاد کیا جاتا ہے اور اسی قوم کو حضرت قیطورہ کے نام کی نسبت سے بنی قطورہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہی حضرت شعیب علیہ السلام معبوث ہوئے تھے کیونکہ یہ قوم ماپ تول میں انصاف سے کام نہ لیتی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب ایک قبطی کی موت پر مصر سے نکلے تو چلتے چلتے مدین آ پہنچے کہ جہاں انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی دو بیٹیوں کے جانوروں کو پانی پلانے میں مدد دی۔ یہ قصہ قرآن مجید میں نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا:۔

وَ لَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ(۲۲) وَ لَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۟ وَ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ(۲۳) فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ(۲۴) فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۫ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٚ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ(۲۵) قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ(۲۶) قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَ مَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ(۲۷) قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۟(۲۸) (القصص ۲۸: آیات ۲۲-۲۸) ''اور جب موسیٰ نے مدین کی طرف رخ کیا تو سوچا کہ امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھا راستہ بتا دے گا اور جب

مدین کے پانی پر پہنچا تو وہاں لوگوں کی ایک جماعت کو پانی پلاتے ہوئے پایا، اوران سے ورے دوعورتوں کو دیکھا کہ جو اپنے جانوروں کو روکے ہوئے کھڑی تھیں، حضرت موسیٰ نے پوچھا کہ کیا بات ہے جو تم انتظار کر رہی ہو تو وہ بولیں کہ جب تک یہ چرواہے ہٹ نہیں جاتے ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلاسکتیں کیونکہ ہمارا باپ بڑی عمر کا بوڑھا ہے۔ پھر اس نے ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا اور اس کے بعد ایک درخت کے سایہ کی طرف ہٹ کر آیا۔ پھر اس نے دعا کی کہ اے میرے رب تو میری طرف جو بھی اچھی چیز اتارے میں اس کا محتاج ہوں۔ کچھ لمحات کے بعد ان دونوں میں سے ایک شرم سے لجاتی ہوئی اس کے پاس آئی اور کہا کہ میرے باپ نے تمہیں بلایا ہے کہ تمہیں پلائی کی اجرت دے، اس پر جب وہ وہاں پہنچا تو اس کو اپنا تمام حال بیان کر دیا تو اس نے سن کر کہا کہ اب تو کوئی خوف نہ کر کیونکہ اب تو اس بے انصاف قوم سے بچ کر نکل آیا ہے۔ اسی گفتگو کے دوران ان دونوں میں سے ایک بولی اے باپ اسے خادم رکھ لے، بے شک بہتر خادم جسے تو رکھنا چاہے وہ ہے کہ جو زور آور اور امانت دار ہو۔ اس پر باپ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے کر دوں لیکن اس شرط پر کہ تو آٹھ برس تک ہمارے ساتھ رہے گا پھر اگر تو دس سال پورے کر دے تو تیری طرف سے احسان ہے، اور میں نہیں چاہتا کہ تجھے مزید تکلیف میں ڈالوں پھر اگر اللہ نے چاہا تو تو مجھے نیک بختوں میں سے پائے گا۔ اس پر موسیٰ نے کہا کہ میرے اور تمہارے درمیان یہ عہد ہو چکا ہو گیا اب میں ان دونوں مدتوں میں سے کوئی ایک بھی پوری کر دوں تو مجھ پر کچھ بھی بار نہیں اور اللہ ہم دونوں کے قول وقرار پر گواہ ہے''۔

اور یوں حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بڑی صاحبزادی حضرت صفورہ علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی کر دی۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت قیطورہ علیہ السلام کی آل اولاد کے بارے میں بہت سے لوگوں کو زیادہ علم نہیں اس لئے ان کی آل اولاد کے بارے میں کچھ بیان کرنا بھی نہایت ضروری تھا کہ ان کی اولاد میں سے بھی نبی پیدا ہوئے۔

اب ہم آگے چلتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی زندگی کا ایک اور اہم ترین واقعہ خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر ہے کہ جس کا ذکر موقعہ کی مناسبت سے رسومات حج کے مضمون میں کچھ آگے چل کر آئے گا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد در اولاد حضرت رسول کریم محمد احمد ﷺ کے چچا عبدالمطلب تک خانہ کعبہ کی متولی رہی لیکن حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے گزر جانے کے کچھ عرصہ کے بعد یہ قوم آہستہ آہستہ شرک میں مبتلاء ہوتی چلی گئی تھی یعنی رفتہ رفتہ انہوں نے دین کا ایک حصہ بھلا دیا لیکن توحید کے شعائر ابھی ان میں باقی تھے۔ حتیٰ کہ عمرو بن لحی منظر عام پر آیا۔

بنوخزاعہ کے سردار عمرو بن لحی کی پرورش دینی ماحول میں ہوئی تھی۔ لہذا لوگ اس کے پیروکار بننے لگے۔ ایک مرتبہ عمرو بن لحی نے ملک شام کے سفر کے دوران لوگوں کو بتوں کی پوجا کرتے پایا۔ چونکہ یہ انبیاء کرام کی سرزمین تھی لہذا عمرو نے یہ عمل برحق جانا۔ وہ اپنے ساتھ ہبل نامی بت لے آیا اور اسے خانہ کعبہ کے اندر نصب کر دیا۔ چونکہ عمرو بن لحی کو دینی پیشوا مانا جاتا تھا لہذا اہل مکہ اور پھر بقیہ عرب باشندگان نے بھی بت پرستی اختیار کر لی۔ عرب بتوں کو خدا کے برگزیدہ بندے اور اس کے تحت کام کرنے والے قرار دے کر ان کی عبادت کرنے لگے، وہ ان سے مرادیں مانگتے اور سمجھتے کہ وہ خدا ہی کی طرح ہی ان کے مددگار ہیں۔

بت ہبل انسان کی شکل میں تھا اس لئے رفتہ رفتہ اہل مکہ اسے سب سے بڑا اور اہم بت سمجھنے لگے۔ ہبل کا دایاں ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا۔ قریش مکہ نے وہ ٹوٹا ہوا ہاتھ سونے کا بنوا کر لگا دیا۔ ہبل کے علاوہ عرب کے قدیم بتوں میں سے منات تھا پھر طائف میں لات اور اس کے بعد وادیٔ نخلہ میں عزیٰ نامی بت یعنی یہ چاروں عرب کے بڑے بت تھے۔ اس کے بعد دیکھا دیکھی حجاز کے ہر خطے میں بت پرستی یعنی شرک نے اپنے قدم جما لئے۔

ایک مرتبہ کسی نے عمرو بن لحی کو جدہ میں دفن قوم نوح کے بتوں یعنی ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کے بارے میں بتایا۔ چنانچہ عمرو بن لحی ان بتوں کو وہاں سے نکال لایا اور حج کے ایام میں انہیں مختلف قبائل کے حوالے کر دیا۔ یوں ہر قبیلے اور ہر گھر کا اپنا اپنا بت ہو گیا۔ اسی طرح زمانہ جاہلیت میں صفا و مروہ پر دو بت رکھ دئے گئے تھے۔ صفا پر جو بت رکھا گیا اس کا نام اساف اور مروہ پر جو بت رکھا گیا اس بت کا نام نائلہ تھا۔ اسی طرح مسجد حرام میں بھی بیت اللہ کے اردگرد 360 مزید بت رکھ دئے گئے تھے۔ ان بتوں کو حج کے موقعہ پر طواف اور سجدہ کیا جاتا تھا۔ بتوں سے حاجات اور مشکلات کے حل کے لیے فریادیں کی جاتیں اور انہیں خدا کے ہاں سفارشی تصور کیا جاتا۔ بتوں کے لیے نذرانے اور قربانیاں پیش کی جاتیں۔ کھانے کی چیزوں اور کھیتی باڑی کی پیداوار اور چوپاؤں کا ایک حصہ بتوں کے لیے مخصوص کر دیا جاتا۔

اہل مکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے ہی ہمیشہ حج کے دوران کوہ صفا و کوہ مروہ کا بھی طواف کیا کرتے تھے۔ کفر کے زمانہ میں ان دو پہاڑیوں پر بھی کفار نے دو بت رکھ دئے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ طواف ان دو بتوں کی تعظیم کے لیے ہے۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے وقت وہ لوگ ان بتوں پر تعظیماً ہاتھ پھیرتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے دن حضرت محمد احمد ﷺ کعبے کے بتوں پر اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی سے ضربات لگاتے ہوئے فرما رہے تھے کہ:-

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل ۱۷ : آیت ۸۱) ” یہ اعلان کر دو کہ حق آ گیا

اور باطل مٹ گیا کیونکہ باطل تو مٹنے والا ہی ہے‘‘۔

اسی طرح ایک اور حدیث نبویہ ﷺ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی :-
قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ مَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَ مَا يُعِيْدُ (سبا ۴۹ : آیت ۳۴) ’’یہ اعلان کردو کہ حق آ گیا اور اب باطل کچھ بھی نہیں کر سکتا‘‘۔

بہر حال خدائے واحد و یگانہ کے سب سے بڑے جرنیل آنحضرت ﷺ کے ہمراہ دس ہزار قدسیوں کے عظیم الشان لشکر کے ہاتھوں فتح مکہ کے بعد خانہ کعبہ میں بُت پرستی اپنے منطقی انجام کو پہنچی اور ہمیشہ کے لئے وہاں اس کا خاتمہ ہو گیا۔ **فالحمدلله**

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت ہاجرہ علیہ السلام خانہ کعبہ کے قریب ہی مکہ میں مدفون ہیں اور حضرت سارہ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام فلسطین کے شہر ہیبرون HEBRON میں مدفون ہیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری بیوی حضرت قیطورہ علیہ السلام کے مزار کے بارہ میں علم نہیں ہو سکا کہ وہ کہاں مدفون ہیں۔ بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی بھر کی ان تمام عظیم الشان قربانیوں کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بہت زیادہ بلکہ تمام جہانوں پر فضیلت عطاؑ کی۔ فرمایا:-
إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحاً وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ (ال عمران ۳: آیت ۳۳) ’’ اللہ نے آدم اور نوح کو اور خاندانِ ابراہیم اور خاندانِ عمران کی اولاد یعنی حضرت مریم علیہ السلام بنت عمران اور آپ کے صاحبزادے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام بنت عمران کو تمام جہان کے لوگوں میں سے منتخب فرمایا‘‘۔

پس! خدا تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے دوران حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ان عاجزانہ دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے آپؑ کی ذریت سے ہی دنیا جہان کے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے تاجدار نبوت سیدنا آنحضرت محمدؐ مصطفےٰ احمدؐ مجتبےٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد در اولاد میں سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد در اولاد میں ہزاروں سال تک انبیائے کرام علیہم السلام پیدا فرمائے کہ جن میں حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت ذکریا علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام بنت عمران قابل ذکر ہیں۔

جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت آپ کے نوسو پچاس برس بعد مفقود ہو چکی تھی تو تب ایک شرعی کتاب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی عطاء فرمائی کہ جس کو ہم صحف ابراہیمی کے نام سے جانتے ہیں۔فرمایا:-

اَمۡ لَمۡ یُنَبَّاۡ بِمَا فِیۡ صُحُفِ مُوۡسٰی (36) وَاِبۡرَاھِیۡمَ الَّذِیۡ وَفّٰی (37) (سورۃ النجم ۵۳ : آیات ۳۶-۳۷) " کیا اسے ان باتوں کی خبر نہیں پہنچی جو موسٰی کے صحیفوں میں ہیں اور ابراھیم کے کہ جس نے (اپنا عہد) پورا کیا"۔

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شرعی رسول بنا دیا گیا اور ایک شرعی کتاب صحف ابراہیمی دی گئی اور پھر اس کتاب کی تعلیمات پر آپؑ کی تمام اولاد در اولاد اور انبیائے کرام یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام تک تمام یہودی کاربند رہے۔فرمایا:-

وَوَھَبۡنَا لَہٗۤ اِسۡحَاقَ وَیَعۡقُوۡبَ وَجَعَلۡنَا فِیۡ ذُرِّیَّتِہِ النُّبُوَّۃَ وَالۡکِتَابَ وَاٰتَیۡنٰہُ اَجۡرَہٗ فِی الدُّنۡیَا وَاِنَّہٗ فِی الۡاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیۡنَ (سورۃ العنکبوت ۲۹ : آیت ۲۷) "اور ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا کیا اور اس کی نسل میں نبوت اور کتاب مقرر کر دی اور ہم نے اسے اس کا بدلہ دنیا میں دیا اور وہ آخرت میں بھی وہ نیکوں میں سے ہوگا"۔

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت پر کاربند رہنے کے باوجود ایک بالکل نئی شرعی کتاب عطأ فرمائی اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دین ابراہیم پر کاربند ہونے کے باوجود ایک بالکل نئی شرعی کتاب تورات یعنی صحف موسیٰ عطاء فرمائی۔ یہ باتیں بہت غور سے سمجھنے والی ہیں اور ہر ایک ان آیات کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتا۔فرمایا:-

صُحُفِ اِبۡرٰھِیۡمَ وَ مُوۡسٰی ○ (الاعلیٰ ۸۷: آیت ۱۹) "ابراہیم اور موسیٰ کو دی جانے والی کتب"۔

یعنی ایک کتاب حضرت نوح علیہ السلام کو اور ایک کتاب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور ایک کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطاء کی گئی یعنی حضرت ابراہیم کو حضرت نوح علیہ السلام کی امت بلکہ پُشت میں سے ہونے کے باوجود ایک نئی کتاب دی گئی اور یہ وہ کتاب نہ تھی کہ جو حضرت نوح علیہ السلام کو دی گئی تھی بلکہ صحف ابراہیمی تھی کہ جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے تا آنکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دین حق کی ترقی اور ترویج کے لئے مزید نئے قوانین کے ساتھ ایک بالکل نئی کتاب یعنی تورات عطاء کی گئی حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی نہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امت میں سے تھے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پُشت میں سے بھی تھے یعنی یہودیوں میں صحف ابراہیمی کا دائرہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک تو عربوں میں صحف ابراہیمی کا دائرہ حضرت محمد احمد ﷺ کی بعثت تک رہا۔اس سلسلہ میں حضرت محمد احمد ﷺ کو بھی صحف ابراہیمی پر چلنے کی ہدایت دی گئی تھی۔فرمایا:-

ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّۃَ اِبۡرَاھِیۡمَ حَنِیۡفًا وَمَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ (سورۃ النحل ۱۶ : آیت ۱۲۳) "پھر

ہم نے تیرے پاس وحی بھیجی کہ تمام راہوں سے ہٹ کر چلنے والے ابراہیم کے دین پر چل اور وہ یقیناً مشرکوں میں سے نہ تھا''۔

یہاں اللہ تعالیٰ حضرت رسول کریم ﷺ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تورات اور حضرت نوح علیہ السلام کی کتاب نوح کے احکامات پر چلنے کی بجائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کتاب صحف ابراہیمی میں درج احکامات اور حضرت ابراہیم کے پھیلائے ہوئے دین پر چلنے کا فرما رہا ہے کہ جس پر حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام بھی اپنی اپنی اقوام کے ساتھ چلتے رہے۔ اب اگر کوئی پھر بھی یہ کہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شرعی نبی نہیں تھے تو پھر حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیروکار یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام تک کون سی شریعت پر کاربند رہے؟ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پیروکار عرب حضرت محمد احمد ﷺ کی بعثت تک کس شریعت پر کاربند رہے؟؟

اس لئے یہاں سنت ابراہیمی پر چلنے کی چھ امثال پیش خدمت ہیں کہ:۔

ایک ﴾۞﴿ ہم سب مسلمان بھی ''آل محمدؐ'' ہونے کے باوجود درحقیقت ''آل ابراہیم'' بھی ہیں اگر یقین نہیں آتا تو درود شریف کو ہی دیکھ لیں کہ کون کس پر درود اور سلام بھیج رہا ہے اور کون سا درود؟ جی ہاں وہی درود کہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپؑ کی آل اولاد یعنی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت محمد احمد ﷺ اور حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بشمول حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن حضرت مریم علیہ السلام اور حضرت قیطورہ علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام اور ان سب کی آل اولاد پر بھیجا جاتا ہے۔

دو ﴾۞﴿ ہم تمام مسلمان بھی حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام ، حضرت سمران علیہ السلام۔ حضرت جوکشان علیہ السلام، حضرت میدان علیہ السلام۔ حضرت میدیان علیہ السلام۔ حضرت جشباک علیہ السلام۔ حضرت شوآخ علیہ السلام۔ کی طرح سنت ابراہیمی کے عین مطابق نر بچوں کا ختنہ کرتے اور کرواتے ہیں۔

تین ﴾۞﴿ سنت ابراہیمی کے عین مطابق ذوالحجہ کے مہینہ میں فریضہ حج ادا کرتے ہیں۔

چار ﴾۞﴿ سنت ابراہیمی کے عین مطابق حج کا فریضہ ادا کرنے کے دوران مکہ میں موجود مسجد حرام میں خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہ السلام کی پریشانی کے عالم میں صفا اور مروہ کے درمیان سات چکروں کی یاد

میں یہ سات چکر بھی لگاتے ہیں۔

پانچ ﷺ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہم السلام کی قربانی کی یاد میں سنت ابراہیمی کے عین مطابق حج اور عیدالاضحیٰ کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور جانوروں کی قربانیاں پیش کرتے ہیں۔

چھ ﷺ ہم مسلمانوں کو حکم الٰہی بھی یہی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب توحید پر چلو۔ فرمایا:۔
ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّۃَ اِبۡرٰہِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ وَ مَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ(النحل ۱۶ : آیت ۱۲۳) ’’ پھر ہم نے تجھ پر وحی نازل کی کہ تمام برے راستوں سے ہٹ کر چلنے والے، ابراہیم کے دین پر چل کیونکہ وہ مشرکوں میں سے نہ تھا‘‘۔

پس! ثابت ہؤا کہ قوم یہودیہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اسرائیل سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک اور اقوام عربیہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد احمد ﷺ تک شریعت ابراہیمی یعنی صحف ابراہیمی پر کاربند رہیں اور اس کے بعد کی دلچسپ کہانی یہ ہے کہ زیادہ تر یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اپنے آنے والے نجات دہندہ مسیح ناصری یعنی حضرت عیسیٰ ابن حضرت مریم علیہ السلام کو نہ مانا اور جنہوں نے مانا وہ نصرانی یعنی عیسائی کہلائے اور پھر بالکل اسی طرح ہی زیادہ تر مسلمانوں نے اپنے ہی نجات دہندہ مسیح محمدی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو نہ مانا اور جنہوں نے مانا وہ احمدی کہلائے۔

کہتے ہیں کہ تاریخ اپنے آپ کو دوہراتی ہے۔ یہ بات بالکل سچ ہے!

☆

حضرت موسیٰ

کلیم اللہ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام ۱۵۷۱ قبل مسیح میں مصر کے ایک یہودی گھرانہ میں پیدا ہوئے۔فراعین مصر کے زمانہ میں یہودی شریعت ابراہیمی پر بہت ہی کم عمل پیرا تھے اوراغلباً اپنے پروردگار اللہ کی عبادت بجالانے کی بجائے اپنے مذہب سے آہستہ آہستہ دور ہوتے چلے جارہے تھے اور شائید اسی جرم کی بناً پر فراعین مصر کے ظلم وستم کی چکی میں بھی پس رہے تھے لیکن فراعین مصر بھی اپنی طاقت اور دولت کے گھمنڈ میں خود کو خدا سمجھنے لگے تھے۔بہرحال جو کچھ بھی تھا اللہ تعالیٰ نے قوم یہود کی اصلاح اوران کو فرعون کے جبر سے نجات دلانے کے واسطے ان میں اپنے ایک نجات دہندہ مرسل کو بھیجنے کا فیصلہ کیا۔اس مرسل کا نام حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام ہے۔آپ یہودی قبیلہ لیوی یعنی لیویطن کے عمرام AMRAM اوران کی بیوی جوخبید JOCHEBED کے گھر میں پیدا ہوئے۔آپ کی بڑی بہن کا نام مریم MIRIAM اور آپ کے چھوٹے بھائی کا نام حضرت ہارون علیہ السلام یعنی آرون AARON ہے۔

آپ کی ولادت سے کچھ عرصہ قبل فرعون مصر کو اس کے نجومیوں نے یہ بتادیا تھا کہ ان ایام میں قوم یہود میں ایک ایسا بچہ پیدا ہونے والا ہے کہ جو تمہاری سلطنت کو تباہ و برباد کردے گا۔یہ سن کر اس جابر فرعون نے یہودیوں کے نئے پیدا ہونے والے تمام لڑکوں کو قتل کرنے کا حکم صادر کیا لیکن اللہ تعالیٰ تو ازل سے ہی ایسے تمام انسانوں کو جو کہ از خود خدائی کا دعویٰ کرتے چلے آرہے ہیں حتیٰ کہ مشرکین یعنی بت پرستوں کو بھی نہایت صبر کے ساتھ برداشت کرتا چلا آیا ہے اور کرتا چلا جارہا ہے کیونکہ ان کی سزا اللہ تعالیٰ نے روز آخرت کے دن مقرر کررکھی ہے لیکن یہ بات اسے بالکل پسند نہیں آئی کہ کوئی انسان اپنی طاقت کے گھمنڈ میں اتنا زیادہ آگے بھی بڑھ سکتا ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کی زندگی اور موت کو اپنے ہاتھوں میں لے لے۔بہرحال فرعون اوراس کی قوم کی آنکھیں کھولنے کے لئے نیز تمام دنیا کو ایک زندہ خدا کی تجلی دکھانے کے واسطے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف لمبی زندگی عطاً فرمائی بلکہ اس پر طرہ یہ کہ فرعون کے اس شاہی فرمان کے باوجود خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش شہنشاہ مصر اسی فرعون کے گھر میں ہی نہایت ناز ونعم کے ساتھ ایک شہزادہ کی طرح ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے یہ تمام واقعہ سورۃ قصص میں نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔فرمایا:-

نَتۡلُوۡا عَلَیۡکَ مِنۡ نَّبَاِ مُوۡسٰی وَفِرۡعَوۡنَ بِالۡحَقِّ لِقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ○ اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ وَجَعَلَ اَهۡلَهَا شِیَعًا یُسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَةً مِّنۡهُمۡ یُذَبِّحُ اَبۡنَآءَهُمۡ وَیَسۡتَحۡیٖ نِسَآءَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ کَانَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ○ وَنُرِیۡدُ اَنۡ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَنَجۡعَلَهُمۡ اَئِمَّةً وَّ نَجۡعَلَهُمُ الۡوٰرِثِیۡنَ ○ وَنُمَکِّنَ لَهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَنُرِیَ فِرۡعَوۡنَ

وَهَامٰنَ وَ جُنُوْدَ هُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ٥ (القصص ۲۸ :آیات ۳-۶) ''ہم تیرے سامنے موسیٰ اورفرعون کے قصہ کی حقیقت کوصرف ان لوگوں کے لئے نہایت سچائی کے ساتھ بیان کرتے ہیں جو کہ اب ایمان لانے والے ہیں۔اُس زمانہ میں یقیناً فرعون نے بہت سرکشی اختیار کررکھی تھی اور وہ انسانوں کوگروہوں میں بانٹ دیا کرتا تھا۔پھراُن میں سے کبھی کسی ایک گروہ کے بیٹوں کو جان سے ماردیتا تو کبھی دوسرے گروہ کے اوران کی عورتوں کوزندہ رہنے دیتا تھا۔پس !یقیناً وہ دنیا میں فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا۔اس پر ہم نے کمزورانسانوں پر محض احسان کرتے ہوئے اُنہیں ہدایت یافتہ بنادیا تا کہ اُنہیں زمین میں تمکنت حاصل ہو اورفرعون اور ہامان کے لشکران سے ڈرکرسرکشی کی راہ کوچھوڑ دیں''۔

یعنی فراعین مصر کے مظالم جب اپنی انتہا تک جا پہنچے تو اس خون آشام دور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے کہ جس پر آپ کے والدین پر یہ خوف طاری ہوگیا کہ اب اس معصوم بچے کی جان کا کیا کیا جائے ؟ کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو بذریعہ وحی تسلی وتشفی دیتے ہوئے فرمایا:-

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ج فَاِذَاخِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ج اِنَّارَآدُّوْهُ اِلَيْكَ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ٥ (القصص۲۸ :آیت ۷) ''موسیٰ کی پیدائش پر ہم نے اس کی ماں پر وحی نازل کی کہ اگر تجھے اس کی جان کا خوف ہے تو تو اسے دریا میں ڈال دے اور کسی قسم کا کوئی غم وفکر نہ کر کیونکہ ہم اس کو تجھ سے دوبارہ ملادیں گے بلکہ ہم تو اسے اپنا رسول بنانے والے ہیں''۔

اس پر حضرت موسیٰ کی والدہ محترمہ نے آپ کو ایک صندوق میں ڈال کر صندوق کو دریائے نیل میں بہادیا اور اپنی بیٹی حضرت مریم سے کہا کہ دریا کے کنارے کنارے اس صندوق کے ساتھ ساتھ چلتی چلی جاؤ اور دیکھو کہ یہ کہاں جا کر کنارے پر لگتا ہے لیکن ان دونوں کو اس حقیقت کا کچھ بھی علم نہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تقدیر میں کیا لکھا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ز فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَايَشْعُرُوْنَ ٥ (القصص ۲۸ :آیت ۱۱) ''اور موسیٰ کی ماں نے موسیٰ کی حفاظت کی خاطر اپنی بیٹی یعنی موسیٰ کی بہن سے کہا کہ کشتی کے پیچھے پیچھے جاؤ اور وہ کچھ فاصلہ سے اس کشتی کو دریا کی لہروں پر چلتے دیکھتی رہی لیکن ان دونوں ماں بیٹی اس بچے کے مستقبل کے بارہ میں کچھ بھی علم نہ تھا''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ بڑی ہمشیرہ مریم صاحبہ چھپ چھپا کر دریا کے بہتے ہوئے پانی کے ساتھ ساتھ اس صندوق کا پیچھا کرتی رہیں کہ کہیں یہ کسی بھنور میں نہ گھر جائے یا کوئی دریائی جانور اسے نقصان نہ پہنچائے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ اس صندوق کو

فراعین مصر کے گھر والوں نے دریا میں سے باہر نکال کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی گود میں اٹھالیا ہے تو پھر وہ مطمئن ہوگئیں:-

فَالْتَقَطَه‘ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ط اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَ هُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ o وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ط لَاتَقْتُلُوْهُ قصلے عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَه‘ وَلَدًا وَّهُمْ لَايَشْعُرُوْنَ o وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ط اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ o (القصص ۲۸ آیات ۸-۱۰) ”پس! فرعون کے خاندان والوں نے موسیٰ کو اس تابوت میں سے اٹھالیا تا کہ وہ اذن الٰہی سے ایک دن ان کا دشمن بن کر ان کے لئے حزن وملال کا باعث بن جائے اور اس معاملہ میں فرعون اور ہامان دونوں کے گروہ نے غلطی کی نیز اس پر طرہ یہ کہ خود فرعون کی بیوی نے یہ کہا کہ اسے قتل نہ کرو کیونکہ اگر ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں تو ہوسکتا ہے یہ ہمارے لئے فائدہ مند ثابت ہوکر ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے لیکن وہ تقدیر الٰہی کو نہیں جانتے تھے کہ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ادھر موسیٰ کی ماں پریشانی میں یہ راز اگلنے ہی والی تھی کہ یہ میرا بچہ ہے کہ ہم نے اسے اپنی وحی کے ذریعہ دلاسہ دیا تا کہ وہ ایک مؤمن کی طرح مطمئن ہو جائے کہ جس پر اسے تسلی ہوئی“۔

پرانے زمانہ میں یہ ایک عام سی بات تھی کہ اگر کسی زچہ کا دودھ اس کے بچہ کے لئے کم پڑ جاتا تو اس کے بچہ کو اجرت پر کسی ایسی دودھ پلانے والی عورت کے حوالہ کر دیا جاتا تھا کہ جس کا دودھ اس کے اپنے بچہ کے ساتھ ساتھ اس نوزائیدہ بچہ کے لئے بھی کافی ہوتا تھا۔اس کی ایک مثال آنحضرت ﷺ کی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ بھی ہیں۔(**دلائل النبوة للبیهی جلد ۵ صفحه ۲۰۰** / الفضل ربوہ ۱۵/مارچ ۲۰۰۴ء صفحہ ۴)

بہر حال اس زمانہ میں بناسپتی دودھ یا پاؤڈر والا دودھ تو دکانوں سے ملا نہیں کرتا تھا اس لئے فرعون کی بیوی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے کئی ایک دودھ پلانے والی عورتوں کا بندوبست کیا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کا دودھ پینے سے انکار کر دیا کہ جس پر مجبور ہوکر وہ کسی دوسری دودھ پلانی والی عورت کو ڈھونڈنے لگی کہ اسی اثناء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن حضرت مریم نے فرعون مصر کی ملکہ کو اپنی والدہ صاحبہ کا پتہ بتلایا کہ وہ اس بچہ کو دودھ پلاسکتی ہیں۔یہ سن کر وہ لوگ اس بات پر راضی ہوگئے کہ اس بچہ کو اس عورت سے بھی دودھ پلوا کر دیکھ لیں اور یوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حقیقی والدہ محترمہ صاحبہ کو ہی فرعون مصر کی ملکہ کے حکم پر دودھ پلانے پر مامور کیا گیا۔اندھا کیا چاہے؟ دو آنکھیں؟ پس! اس طرح ازن الٰہی سے ماں بیٹے کی وقتی جدائی بھی دور ہوگئی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَه‘ لَكُمْ وَهُمْ لَه‘ نَاصِحُوْنَ o فَرَدَدْنٰهُ

اِلَٰی اُمِّہٖ کَیۡ تَقَرَّ عَیۡنُھَا وَلَا تَحۡزَنَ وَلِتَعۡلَمَ اَنَّ وَعۡدَاللّٰہِ حَق'' وَّلٰکِنَّ اَکۡثَرَ ھُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ○ (القصص ۲۸ :آیات ۱۲ –۱۳) ''اور ہم نے موسیٰ پر دودھ پلانے والی عورتیں حرام کردی تھیں۔پس! موسیٰ کی بہن نے یہ دیکھ کر ان سے پوچھا کہ کیا میں تمہیں ایک ایسے گھر والوں کا پتہ نہ بتاؤں جو کہ تمہارے خیر خواہ ہیں اور اس ناطہ سے تمہارے بچہ کی بھی اچھی طرح پرورش کریں گے ۔اس طرح ہم نے اس بچہ کو اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ وہ اپنے بچے کی جدائی کا مزید غم نہ اٹھائے اور اس ماں کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں اور وہ عورت یہ جان لے کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہمیشہ ہی سچ ثابت ہوتا ہے جبکہ ان میں سے اکثر اس بات کو نہیں جانتے''۔

سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ العَظِیۡمِ

الغرض سورۃ القصص کی بقیہ آیات میں درج ذیل واقعات نہایت تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں کہ دیکھتے ہی دیکھتے حضرت موسیٰ علیہ السلام شاہی نازونعم میں پلتے ہوئے جوان ہو گئے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم اور علم عطاً فرمایا لیکن ایک دن کسی بات پر ان کے مکا مارنے سے ایک قبطی شخص جاں بحق ہو گیا کہ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے توبہ مانگی جو قبول ہوئی کہ جس پر انہوں نے کسی کا ناحق ساتھ دینے سے بھی توبہ کی لیکن پھر اپنی گرفتاری کے خوف سے مدین کی جانب ہجرت کی۔اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اس شہر میں آپ کی شادی حضرت صفورہ ZIPPORA علیہ السلام بنت جترو JITRO یعنی حضرت شعیب علیہ السلام سے ہوئی لیکن آپ کے سسر نے یہ شرط لگائی کہ شادی کے بعد کم از کم آٹھ برس یا زیادہ سے زیادہ دس برس تک وہ انہیں چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔حضرت موسیٰ نے یہ شرط بخوشی قبول کر لی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو بیٹے بھی تھے کہ جنکے نام گرشوم GERSCHOM اور ایلیز ر ELIESER ہیں۔اس معینہ مدت کے بعد آپؑ اپنے خاندان کو لے کر کسی دوسری جگہ ہجرت کرنے کے ارادہ سے نکلے تو راستہ میں صحرائے سینائی میں طویٰ کی مقدس وادی میں طور کے پہاڑ پر آپؑ کو خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا شرف نصیب ہوا۔فرمایا:-

اِذۡ رَاٰنَارًا فَقَالَ لِاَھۡلِہِ امۡکُثُوۡۤا اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیۡکُمۡ مِّنۡھَا بِقَبَسٍ اَوۡاَجِدُ عَلَی النَّارِ ھُدًی ○ فَلَمَّآ اَتٰھَا نُوۡدِیَ یٰمُوۡسٰی ○ اِنِّیۡۤ اَنَارَبُّکَ فَاخۡلَعۡ نَعۡلَیۡکَ ج اِنَّکَ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًی ○ وَاَنَا اخۡتَرۡتُکَ فَاسۡتَمِعۡ لِمَایُوۡحٰی (طٰہٰ ۲۰ :آیت ۱۰ –۱۳) ''جب ایک پہاڑ پر موسیٰ نے ایک روشنی سی دیکھی تو وہ اس امید پر وہاں گیا کہ وہاں سے ہدایت کا کچھ سامان لے کر واپس لوٹے۔پس! جب وہ اس آگ کے پاس پہنچا تو اسے آواز دی گئی کہ اے موسیٰ! میں یقیناً تیرا رب ہوں۔پس! تُو اپنے دونوں جوتے یہاں اتار دے کیونکہ تُو اس وقت طویٰ کی مقدس وادی میں ہے اور میں نے تجھے اپنے لئے چُن لیا ہے۔اس لئے میری اس وحی کو غور سے سن''۔

اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے کہ:-

فَلَمَّا جَآءَ هَا نُوْدِيَ اَنْ بُوْرِکَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ط وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ يٰمُوْسٰى اِنَّه‘ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (النمل ۲۷ :آیات ۸-۹) ”پس! جب وہ اس آگ کے پاس آ گیا تو اسے یہ ندا آئی کہ جو اس آگ میں ہے اور وہ جو اس آگ کے اردگرد ہے اسے برکت دی گئی اور پاک ہے تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا۔ اے موسیٰ! میں اللہ ہوں، کامل غلبہ والا اور حکمت والا“۔

اس کے بعد قرآن مجید کی مختلف آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو فرعون پر اتمام حجت قائم کرنے کے واسطے چن لیا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں نے تو وہاں ایک شخص کو جان سے مار دیا تھا اس لئے ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے اُس جرم کی بناً پر گرفتار کر کے کوئی سزا دیں۔ پس! تو میرے ساتھ میرے بھائی ہارون کو بھی بھیج دے کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ عمدہ گفتگو کر سکتا ہے اور پھر وہ وہاں میری باتوں کی تصدیق بھی کرے گا کہ میں سچ بول رہا ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے کچھ نشانات عطاً فرما کر ان دونوں کو اپنی خصوصی حفاظت کے وعدہ ساتھ روانہ کیا اور فرمایا کہ فرعون کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرنا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ سنبھل جائے۔ ارشاد فرمایا کہ:-

اِذْ هَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّه‘ طَغٰى ○ فَقُوْلَا لَه‘ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّه‘ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ○ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ○ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَ اَرٰى ○ فَاْتِيٰه‘ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّکَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِ يْلَ ۵لا وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ط قَدْجِئْنٰکَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّکَ ط وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ○ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ○ (طٰهٰ ۲۰ : آیات ۴۳-۴۸) ” تم دونوں بھائی میرا پیغام لے کر اس سرکش فرعون کی طرف جاؤ کیونکہ وہ طاغوت بن چکا ہے لیکن اس کے باوجود اس سے نرم لہجہ میں گفتگو کرنا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ یہ پیغام سن کر ڈر جائے اور نصیحت حاصل کر لے۔ ان دونوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب! ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر کسی قسم کا ظلم نہ ڈھائے۔ اس پر اللہ نے جواب دیا کہ تم کسی قسم کا فکر نہ کرو کیونکہ میں یقیناً ہر وقت تمہارے ساتھ ہوں۔ پس! اب تم دونو جاؤ اور اسے یہ کہو کہ ہم تیرے رب کے رسول ہیں اور تمہیں خدا تعالیٰ کا یہ پیغام دینے آئے ہیں کہ تم بنی اسرائیل پر ظلم نہ کرو اور انہیں ہمارے ساتھ یہاں سے کسی دوسرے ملک جانے دو اور ہم تیرے واسطے خدا تعالیٰ کا ایک بہت بڑا نشان لے کر آئے ہیں کہ جو بھی یہ پیغام سن کر ہدایت پالے گا تو اس پر سلامتی نازل ہوگی لیکن ہمیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو بھی جھوٹ بولتے ہوئے اس پر یقین نہ لائے گا اس پر عذاب نازل ہوگا“۔

طاغوت کا مطلب ہے سرکش اور نافرمان۔ سورۃ طٰہٰ کی بقیہ آیات میں یہ واقعات نہایت تفصیل سے بیان ہوئے ہیں کہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے فرعون کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا کہ جس پر اس نے یہودیوں کے نظر نہ آنے والے خدا کی بابت دریافت کیا کہ تمہارا خدا کون ہے؟ جس پر ان دونوں بھائیوں نے فرعون اور اس کے درباریوں کو ذات باری تعالیٰ کے چیدہ چیدہ اوصاف بتلائے لیکن اس کے باوجود فرعون اور اس کے درباری شعبدہ بازی پر اتر آئے لیکن اس کا انجام وہی نکلا جو کہ تقدیر الٰہی کے ذریعہ مقدر ہو چکا تھا۔ فرمایا:-

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْ ءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ۝ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَرَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَايَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۗ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ۝ كُلُوْاوَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ۝ (طٰهٰ ۲۰ : آیات ۴۹–۵۴) ''یہ سن کر فرعون نے پوچھا کہ اے موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے؟ موسیٰ نے جواب دیا کہ جس نے ہر ایک چیز کو مناسب عضاء عطا کئے اور پھر ان تمام عضاء سے کام لینے کا طریق بھی سکھایا۔ پھر فرعون نے پوچھا کہ ہم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے بارہ میں تمہارا کیا خیال ہے ؟ تو موسیٰ نے جواب دیا کہ ان کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے کیونکہ ان کے اعمال اس نے ایک کتاب میں محفوظ کر لئے ہیں اور اللہ کبھی بھولنے بھٹکنے والا نہیں کیونکہ اللہ وہی ہے کہ جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش کے طور پر بچھا رکھا ہے اور پھر اس میں تمہاری سہولت کے لئے راستے بنا دئے ہیں۔ آسمان سے پانی اتارتا ہے کہ جس کے ذریعہ سرسبز روئیدگی کے جوڑے پیدا ہوتے ہیں کہ جس کے پھل تم کھاتے ہو اور اپنے مویشی بھی اس میں چراتے رہتے ہو۔ پھر اس نے اسی زمین میں سے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تم دفنا دئے جاؤ گے اور اسی میں سے تم کو دوبارہ نکالا جائے گا۔ پس! عقل سے کام لینے والوں کے لئے تو ان تمام باتوں میں ہی بہت سے نشانات موجود ہیں''۔

مِنْهَاخَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ۝ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ۝ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّانُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ۝ قَا مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَالنَّاسُ ضُحًى ۝ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ۝ (طٰهٰ ۲۰ : آیات ۵۵–۶۰) ''یوں ہم نے فرعون کو ہر قسم کے نشان دکھلائے لیکن وہ انکار پر ہی بضد رہا اور ان نشانات کو جھٹلاتا چلا گیا حتیٰ کہ اس نے کہا کہ اے موسیٰ! کیا تو اپنی سحر بیانی کے ذریعہ ہم کو خود ہمارے اپنے ہی ملک سے نکالنا چاہتا ہے؟ اگر یہ بات ہے تو آؤ! ہم ایک دن مقرر کر کے ایک مقررہ مقام پر اکٹھے ہو کر اپنے اپنے جادو کے زور سے ایک دوسرے کا مقابلہ کریں کہ جس میں فیصلہ ہونے تک کوئی فریق پیچھے نہ ہٹے۔ اس پر موسیٰ نے کہا کہ ہمیں تمہاری عید کا دن منظور ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اکٹھے ہو کر یہ مقابلہ دیکھ سکیں اور اس دن جب سورج کی روشنی ایک نیزہ کے برابر زمین پر اپنا سایہ کر لے تو مقابلہ شروع ہو جائے۔ یہ

سن کر فرعون واپس چلا گیا اور جو بھی تدابیر ممکن تھیں وہ کرنے کے بعد عید کے دن واپس میدان میں اترا‘‘۔

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ٥ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ٥ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ٥ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ٥ (طٰهٰ ۲۰: آیات ۶۱-۶۴) ’’مقابلہ شروع ہونے سے قبل موسیٰ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے لوگو! خدا کا خوف کرو اور اللہ پر جھوٹ نہ باندھو یعنی مقابلہ سے باز آ جاؤ تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں اپنے عذاب کی چکی میں پیس ڈالے کیونکہ جو کوئی افتراء کرتا ہے وہ ناکام رہتا ہے۔ یہ اعلان سن کر ان کا آپس میں تنازعہ ہوا اور وہ مزید خفیہ منصوبے تیار کرنے لگے۔ بالآخر انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہمارے مدمقابل دونوں بھائی معمولی جادوگر ہی تو ہیں جو کہ اپنے جادو کے زور پر تمہیں تمہارے ملک سے نکال کر اس پر قابض ہونا چاہتے ہیں تا کہ تمہارا مذہب نیست و نابود ہو جائے۔ پس! ہمیں چاہئے کہ ہم تمام تدابیر کو بروئے کار لاتے ہوئے متحد ہو کر ان کا مقابلہ کریں کیونکہ جو آج جیت جائے گا وہی کامیاب ہوگا‘‘۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ٥ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ٥ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ٥ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ٥ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ٥ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ٥ (طٰهٰ ۲۰: آیات ۶۵-۷۰) ’’یہ فیصلہ کر کے انہوں نے موسیٰ سے کہا کہ کیا تم کوئی جادو دکھاؤ گے یا ہم تم پر اپنا جادو چلائیں؟ یہ سن کر موسیٰ نے کہا کہ پہلے تم اپنا جادو چلاؤ کہ جس پر انہوں نے اپنے جادو کا وار کیا کہ جس کے نتیجہ میں ان کی رسیاں اور سونٹے موسیٰ کو فریب نظر کی وجہ سے سانپوں کی طرح بھاگتے دوڑتے نظر آئے کہ جنہیں دیکھ کر موسیٰ دل ہی دل میں ڈر گیا۔ اس پر ہم نے موسیٰ کو دلاسہ دیا کہ ان سے مت ڈرو کیونکہ یہ تو صرف نظر کا فریب ہے لیکن آج تو ہی ان پر غالب آئے گا۔ پس! جو ڈنڈا تیرے دائیں ہاتھ میں ہے تو بھی اسے زمین پر ڈال دے اور جو کچھ ان کی جانب سے ڈالا گیا ہے تیرا اژدہا ان سب کو نگل جائے گا کیونکہ فریبی جیسا فریب بھی کرے وہ خدا کے مقابلہ میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ پس! جب موسیٰ کے سونٹے نے ان کی چالبازی کا بھانڈا پھوڑ دیا تو وہ ساحر یہ کہتے ہوئے سجدہ میں گر گئے کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے خدا پر ایمان لاتے ہیں‘‘۔

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ

خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ؗ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآاَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ٥ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَ نَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ٥ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَلَنَاخَطٰيٰنَا وَمَآاَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ٥ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَايَمُوْتُ فِيْهَا وَلَايَحْيٰى ٥ (طٰـہٰ ۲۰: آیات ۷۱–۷۴) ”یہ دیکھ کر فرعون نے ان سے کہا کہ کیا تم میری اجازت ملنے سے پہلے ہی اس پر ایمان لے آئے؟ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمہارا پیشوا ہے اور اسی نے چالاکی سے سازش کر کے تمہیں اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔اس لئے اب میں اس دھوکہ بازی کے بدلہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا اور تمہیں کھجور کے تنے سے باندھ کر صلیب دوں گا تاکہ تمہیں یہ علم ہوجائے کہ ایک لمبا عذاب دینے میں کون زیادہ سخت ہے۔فرعون کی یہ دھمکیاں سن کر بھی انہوں نے کہا کہ یہ تمام سچے نشان دیکھ کر اب ہمیں تمہاری کسی بھی قسم کی سزا کا کچھ خوف نہیں۔تم جو چاہتے ہو وہ کرلو کیونکہ تم زیادہ سے زیادہ صرف ہماری اس دنیا کی زندگی کو ہی ختم کر سکتے ہو لیکن ہم تجھے اس خدا پر کبھی فوقیت نہیں دے سکتے کہ جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔اب تو ہم اپنے رب پر سچے دل سے ایمان لا چکے ہیں تاکہ وہ ہمارے تمام گناہ بخش دے اور ہماری اس دھوکہ دہی کو بھی معاف فرمائے کہ جس کے لئے تو نے ہمیں مجبور کیا تھا کیونکہ اللہ ہی تمام بھلائیاں عطا کرنے والا اور ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے“۔

سورۃ طٰہٰ میں صرف ایک لکڑی کے بنے ہوئے سونٹے کا ذکر ہے لیکن کسی اژدہا کا ذکر نہیں آتا لیکن سورۃ الاعراف میں اس سونٹے کا ایک اژدہے کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔فرمایا:-

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ٥ (الاعراف ۷: آیت ۱۰۷) ”تب اس نے اپنا عصاء زمین پر پھینکا تو وہ اچانک ایک بہت بڑا اژدہا بن کر صاف دکھائی دینے لگا“۔

یعنی خدا تعالیٰ کے کلام میں ایک اژدہے یعنی ایک بہت بڑے سانپ کا ذکر ملتا ہے لہذا اوپر درج آیت میں میں نے بھی سورۃ الاعراف کے مطابق سونٹے کو اژدہا ہی سے تعبیر کیا ہے۔بہر حال اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے بالمقابل فرعون کے تمام درباری شعبدہ باز اپنے اپنے فنون کی تکمیل میں ناکام رہے کہ جس پر ان تمام شعبدہ بازوں نے سرِ تسلیم خم کر لیا اور ان شعبدہ بازوں اور قوم فرعون میں سے بھی چند لوگ ایمان لے آئے لیکن عام مصری یعنی عوام الناس فرعون کی سزاؤں کے ڈر سے پھر بھی خاموش رہے۔اپنے درباری شعبدہ بازوں کی ناکامی کو دیکھ کر بھی فرعون ایمان نہ لایا بلکہ اس نے تمام ملک میں ڈھنڈورا پیٹ کر اپنی سلطنت کے تمام چیدہ چیدہ ساحر، جادوگر اور نجومی جمع کئے کہ یہ لوگ اپنے جادو کے زور پر ہم سے ہماری حکومت اور ہمارا ملک چھین لینا چاہتے ہیں اور ان کے آجانے پر فرعون ایک مرتبہ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ پر اترا۔فرمایا:-

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ○ فَلَمَّاجَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَالَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○ قَالَ مُوْسٰى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ط اَسِحْرٌ هٰذَا ط وَلَايُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ○ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا وَتَكُوْنَ لَكُمَاالْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ط وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ○ (یونس ۱۰ : آیات ۷۵-۷۹) ’’پھر جب ہم نے موسیٰ اور ہارون کو اپنے نشانات دے کر فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کی جانب بھیجا تو اس مجرم قوم نے تکبر سے کام لیا لیکن جب ہمارے نشانات کی سچائی ان پر ثابت ہوگئی تو انہوں نے اسے فریب سمجھ کر جھٹلا دیا۔ اس پر موسیٰ نے ان سے کہا کہ کیا یہ سچے نشانات جھوٹے ہو سکتے ہیں کہ جنہیں تم جھٹلا رہے ہو؟ دیکھو! فریبی کبھی کامیاب نہیں ہوتے لیکن اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ کیا تو ہمیں اپنے باپ دادا کے مذہب سے ہٹانا چاہتا ہے تاکہ تم دونوں کو ہمارے ملک کی سرداری مل جائے؟ اس لئے ہم تمہاری باتوں پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے‘‘۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ○ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآاَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ○ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَاجِئْتُمْ بِهِ لا السِّحْرُ ط اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ط اِنَّ اللّٰهَ لَايُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ○ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْكَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ○ فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَائِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ط وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ج وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ○ (یونس ۱۰ : آیات ۷۹-۸۳) ’’اور فرعون نے حکم دیا کہ ملک کے تمام جادوگروں اور ساحروں کو یہاں بلاؤ۔ پھر جب وہ سب آ گئے تو انہوں نے فرعون کے حکم پر اپنے اپنے جادو کئے لیکن یہ دیکھ کر موسیٰ نے کہا کہ تمہارا جھوٹا جادو مجھ پر نہیں چل سکتا اور اللہ تمہارے جادو کو ضرور مٹا دے گا کیونکہ اللہ مفسدین کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیتا اور اللہ تو ہمیشہ صرف حق پر مبنی بات ہی کہتا ہے خواہ مجرمین اسے پسند کریں یا نہ کریں۔ یہ سن کر فرعون کی قوم کے چند لوگ موسیٰ پر ایمان لے آئے لیکن بقیہ لوگ فرعون کے ڈر سے ایمان نہ لائے۔ پس! ثابت ہوا کہ فرعون دنیا میں ظلم وستم کرنے میں حد سے زیادہ بڑھ جانے والا تھا‘‘۔

پس! اس طرح وہ اس مقابلہ میں بھی ناکام و نامراد ہو کر واپس اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے لیکن ایمان پھر بھی نہ لائے۔ فرمایا:-
فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ○ (الاعراف ۷ : آیت ۱۱۹) ’’پس! وہ (جادوگر) اس جگہ مغلوب ہوگئے اور رسوا ہو کر وہاں سے واپس لوٹ گئے‘‘۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو فرعون کے ظالم پنجہ سے نجات دلوانا چاہتے تھے لیکن ان تمام نشانات اور حقائق کو دیکھنے کے باوجود

بھی جب فرعون نہ مانا تو اس پر خدا تعالیٰ کی جانب سے فرعون اور اس کی نافرمان قوم پر مختلف مصائب نازل ہوئے۔فرمایا:-

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ o فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ج وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗ ط اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَاللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَایَعْلَمُوْنَ o وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰیَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا لا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ o فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَوَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ قف فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ o وَلَمَّا وَقَعَ عَلَیْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا یٰمُوْسَی ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ج لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَلَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ o فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓی اَجَلٍ هُمْ بَالِغُوْهُ اِذَاهُمْ یَنْكُثُوْنَ o (الاعراف ۷ :آیات ۱۳۰-۱۳۵) ’’اور ہم نے فرعون کی قوم کو کئی برس تک قحط سالی کا نشانہ بنایا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں لیکن ہوا یہ کہ جب ان پر خوشحالی کا دور آتا تو وہ اسے اپنے ساتھ منسوب کرتے لیکن جب ان پر تنگی کا دور آتا تو وہ اسے موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست کا نتیجہ سمجھتے۔خبردار! ہر قسم کی نحوست صرف اللہ کی جانب سے ہی ڈالی جاتی ہے لیکن وہ ان باتوں کو نہیں جانتے۔بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچی کہ انہوں نے برملا موسیٰ کو یہ کہنا شروع کر دیا کہ جو تمہاری مرضی ہے وہ کرلو یعنی جو نشان بھی تم دکھانا چاہتے ہو وہ دکھا لو لیکن اس کے باوجود ہم تمہاری باتوں میں آنے والے نہیں جبکہ ہم نے ان پر پے در پے ٹڈی دل، جوئیں، مینڈک اور خون آشام طوفان بھیجے لیکن اس پر بھی وہ مجرم اور متکبر لوگ اپنے ظلم اور زیادتی میں بڑھتے ہی چلے گئے لیکن اپنے مظالم کے باوجود جب ہمارا عذاب اپنی انتہا تک جا پہنچتا تو وہ چیخ و پکار کرنے لگتے کہ اے موسیٰ! تو اپنے رب کو اس کی رحمت کے وعدے یاد دلا تا کہ یہ طوفان ہم سے ٹلے اور اور اس کے ٹلنے کے بعد ہم تیری بات مانتے ہوئے بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے لیکن جیسے ہی کسی ایک طوفان کے زور میں کمی آتی تو وہ پھر سے وعدہ خلافی کرنے لگتے‘‘۔

لیکن اللہ تعالیٰ بھی ان کی وعدہ خلافی کی بناٗ پر انہیں ایک کے بعد دوسرے عذاب میں ڈالتا چلا گیا اور یہ عذاب اتنی شدت کے ساتھ رونما ہوئے کہ بادل نخواستہ فرعون نے ان پے در پے نازل ہونے والے تمام مصائب سے مجبور ہو کر یہودیوں کو مصر سے چلے جانے کی اجازت دے دی اور یوں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو فرعون کے نرغے سے آزاد کروا کر مصر سے نکل گئے لیکن اس پر بھی جب فرعون کو چین نہ آیا تو اس نے آپؑ کا اور آپؑ کے ہم سفر مہاجر یہودیوں کا تعاقب کیا لیکن اس تعاقب کا انجام اس کی غرقابی پر منتج ہوا ۔فرمایا:-

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ o فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ o اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ o وَاِنَّهُمْ لَنَالَغَآئِظُوْنَ o (الشعرآء ۲۶ :آیات ۵۲-۵۵) ’’اور ہم نے موسیٰ پر وحی نازل کی کہ تم

رات کے وقت ہمارے بندوں کو لے کر چپکے سے نکل جاؤ کیونکہ یقیناً تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔ان کے چلے جانے کے بعد فرعون نے یہ کہہ کر ہر طرف ہرکارے دوڑائے کہ یہ لوگ تعداد میں کم ہونے کے باوجود ہمیں غصہ دلا رہے ہیں‘‘۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ○ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ○ قَالَ كَلَّا ج اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ○ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ط فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ○ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ○ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ○ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ○ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ط وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (الشّعرآء ۲۶ :آیات ۶۰-۶۷) ’’پس! صبح ہوتے ہی وہ یہودیوں کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے اور ایک جگہ جب وہ دونوں گروہ ایک دوسرے کو نظر آنے لگے تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا کہ اب تو ہم مارے گئے لیکن یہ سن کر موسیٰ نے کہا کہ بالکل نہیں بلکہ میرا خدا اب بھی مجھے کامیاب کرے گا۔تب ہم نے موسیٰ پر وحی کی کہ تو اپنے سونٹے کو سمندر کے پانی پر مار۔جس پر وہ پانی پھٹ کر دو ٹیلوں کی طرح دائیں بائیں پیچھے ہٹ گیا۔اس وقت وہ دوسرا گروہ بھی تعاقب کرتے کرتے ان کے قریب پہنچ گیا لیکن موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو تو ہم نے بچا لیا لیکن اس دوسرے گروہ کو ہم نے اسی پانی میں غرق کر دیا۔اس واقعہ میں ایک بہت بڑا نشان ہے کیونکہ ان میں سے اکثر مؤمن نہ تھے‘‘۔

اسی عظیم الشان واقعہ کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ط حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ لا قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ○ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ط وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ (یونس ۱۰ : آیات ۹۰-۹۲) ’’ اور ہم بنی اسرائیل کو بحفاظت سمندر سے پار اتار لائے لیکن پھر بھی باغی فرعون اور اس کے لشکر نے ظلم سے کام لیتے ہوئے ان کا مزید تعاقب کیا۔یہاں تک کہ جب وہ سمندر کے پانی میں غرقاب ہو رہے تھے تو یہ سب کچھ دیکھ کر فرعون نے کہا کہ اب میں بھی اس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ دنیا میں اس معبود حقیقی کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں بھی اب تیرے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔یہ سن کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تو اب ایمان لاتا ہے جبکہ اس سے پہلے تو ہمیشہ نافرمانی سے کام لیتا رہا اور تو دنیا میں فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا؟ پس! اس لئے آج ہم تجھے اور تیرے بدن کو نجات دیں گے تاکہ تو بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت کا نمونہ بن جائے لیکن اس عبرتناک واقعہ کے باوجود اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ

ہمارے نشانات سے بالکل غافل ہیں''۔

یہ آیات کریمہ ایک زندہ خدا کی موجودگی کی سب سے بڑی شہادت ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کا اور آنحضرت ﷺ کی رسالت کی سچائی کا بھی سب سے بڑا ثبوت ہیں کہ آج سے تقریباً ایک ہزار چار سو برس قبل اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک قرآن مجید کے ذریعہ ببانگ دہل یہ اعلان فرما رہا ہے کہ فرعون کی لاش کو محفوظ رکھا جائے گا۔ جبکہ دنیا بھر میں کسی کو بھی علم نہ تھا کہ اہرام مصر کے زمین دوز تہہ خانوں میں کیا دفن ہے۔ بہرحال فرعون کی لاش کو مصر کے ایک اہرام میں رکھ کر اس اہرام کو ہمیشہ کے لئے بند کردیا گیا اور خدا کی قدرت کہ پھر ہزاروں سال کے بعد پچھلی صدی میں اسے انگریزوں نے کھولا۔ اگر فرعون کے مرنے کے چند سال کے بعد یا آج سے کئی صدیوں قبل وہ لاش دریافت ہوجاتی تو یقیناً وہ چند ہی یوم میں گل سڑ کر نیست و نابود ہوجاتی لیکن ہوتا وہی ہے جو کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے اور جب وہ چاہتا ہے اس لئے فرعون مصر کی لاش آج سے چند دہائیاں قبل اہرام مصر کی کھدائی کے دوران ملی کہ جس کو اُسی وقت جدید سائنسی طریقوں سے محفوظ کرلیا گیا کیونکہ آج کل ایسے ساز و سامان میسر ہیں کہ لاشوں کو برسہا برس بلکہ سینکڑوں سال تک بھی محفوظ رکھا جاسکتا ہے کہ جیسے فراعین مصر کے زمانہ میں بھی ممکن تھا۔

معزز قارئین! یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ یہودی قوم ہمیشہ سے اپنی کارستانیوں کی بناء پر انبیائے کرام کی بعثت کا موجب بنتی رہی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے معمول کے مطابق ہمیشہ ہی اپنی جانب بھجوائے جانے والے پیغمبروں، مرسلین اور انبیائے کرام علیہ السلام کا انکار کیا بلکہ ان کی نافرمانی کی حدود اتنی زیادہ بڑھیں کہ وہ کئی مرتبہ اپنے پروردگار کی موجودگی سے ہی منحرف ہوگئے۔ اس سلسلہ میں یاد رہے کہ فرعون مصر کے مظالم سے رہائی پانے کے بعد جب قوم یہود پر من و سلویٰ اتارے گئے اور یہودی ہر طرح خیر خیریت کے ساتھ عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے لگے تو تب خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے واسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام سینائی کے ایک پہاڑ پر عبادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اسی چلہ کشی کے دوران اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ مشہور و معروف تختیاں عطاً فرمائیں کہ جن کو 10 GEBOTE کے نام سے یاد کیا جاتا ہے لیکن آپؑ کی لمبی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قوم یہود میں ان کی پوجا پاٹ کے پرانے رسوم و رواج پھر در آئے اور انہوں نے سامری کے ساتھ مل کر پوجا کرنے کے واسطے سونے کا ایک بچھڑا بنالیا۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چھوٹے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام نے بہت احتجاج کیا لیکن یہودیوں کا صرف ایک ہی جواب تھا کہ چالیس روز تک کوئی شخص کھائے پیئے بغیر ایسے خشک اور بنجر نیز ویران پہاڑ پر زندہ نہیں رہ سکتا۔

حضرت ہارون علیہ السلام بھی اپنے بڑے بھائی کے ساتھ ساتھ اسی زمانہ میں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہم عصر خدا تعالیٰ کے

ایک نبی تھے جن کے بارہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرمایا:-

اِنَّآ اَوۡحَیۡنَآ اِلَیۡکَ کَمَآ اَوۡحَیۡنَآ اِلٰی نُوۡحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ ۚ وَاَوۡحَیۡنَآ اِلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَعِیۡسٰی وَاَیُّوۡبَ وَیُوۡنُسَ وَہٰرُوۡنَ وَسُلَیۡمٰنَ ۚ وَاٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ۝ (النسأ ۴:آیت ۱۶۳) ’’یقیناً اس طرح جیسے کہ ہم نے اپنے تمام دوسرے انبیأ پر وحی نازل کی تھی بالکل اسی طرح ہم نے تجھ پر بھی اپنی وحی نازل کی ہے اور یقیناً ہم نے ہی ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور ان کی اولاد نیز عیسیٰؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ پر بھی وحی نازل کی تھی اور ہم نے داوٗدؑ کو بھی زبور نامی ایک کتاب دی تھی‘‘۔

لیکن اب میں اپنے مضمون کی جانب واپس آتا ہوں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام خلاف توقع زندہ سلامت واپس تشریف لے آئے تو یہودی بہت حیران ہوئے اور پھر خوف زدہ ہو کر آپ سے منت سماجت کرنے لگے کہ ہمیں شیطان نے ورغلایا تھا اور ہم بہک گئے تھے-وغیرہ وغیرہ- یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طیش میں آ کر سونے کے اس بچھڑے کو خود اپنے ہاتھوں سے توڑ ڈالا اور اپنی قوم کے ساتھ مل کر ایک مرتبہ پھر توبہ استغفار کرنے میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

وَاتَّخَذَ قَوۡمُ مُوۡسٰی مِنۡۢ بَعۡدِہٖ مِنۡ حُلِیِّہِمۡ عِجۡلًا جَسَدًا لَّہٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّہٗ لَا یُکَلِّمُہُمۡ وَلَا یَہۡدِیۡہِمۡ سَبِیۡلًا ۘ اِتَّخَذُوۡہُ وَکَانُوۡا ظٰلِمِیۡنَ ۝ (الاعراف ۷ : آیت ۱۴۸) ’’اور موسیٰ کی قوم نے اس کی غیر موجودگی میں زیورات جمع کر کے ایک بچھڑے کی آواز دینے والے بے جان جسم کو اپنا معبود بنا لیا لیکن انہوں نے اس چیز پر بالکل غور نہیں کیا کہ وہ نہ تو ان سے کسی قسم کا کلام کر سکتا تھا اور نہ ہی انہیں ہدایت یافتہ بنا سکتا تھا۔ پس! وہ لوگ ظالم تھے‘‘۔

اور پھر فرمایا:-

وَلَمَّا رَجَعَ مُوۡسٰۤی اِلٰی قَوۡمِہٖ غَضۡبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئۡسَمَا خَلَفۡتُمُوۡنِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِیۡ ۚ اَعَجِلۡتُمۡ اَمۡرَ رَبِّکُمۡ ۚ وَاَلۡقَی الۡاَلۡوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاۡسِ اَخِیۡہِ یَجُرُّہٗۤ اِلَیۡہِ ؕ قَالَ ابۡنَ اُمَّ اِنَّ الۡقَوۡمَ اسۡتَضۡعَفُوۡنِیۡ وَکَادُوۡا یَقۡتُلُوۡنَنِیۡ ۫ۖ فَلَا تُشۡمِتۡ بِیَ الۡاَعۡدَآءَ وَلَا تَجۡعَلۡنِیۡ مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ۝ قَالَ رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِاَخِیۡ وَاَدۡخِلۡنَا فِیۡ رَحۡمَتِکَ ۫ۖ وَاَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ۝ (الاعراف ۷ : آیات ۱۵۰-۱۵۱) ’’اور یہ سب کچھ دیکھ کر موسیٰ طیش میں آ گیا اور اس نے غصہ سے غضبناک ہو کر کہا کہ تم لوگوں نے خدائی احکامات کے بارہ میں جلد بازی سے کام لیتے ہوئے میرے بعد ایک بہت ہی برا جانشین بنا لیا اور پھر اس نے خدائی احکامات والی تختیاں ایک جانب رکھ کر اپنے بھائی ہارون کے سر کے بالوں کو پکڑ کر اپنی جانب گھسیٹا کہ جس پر اس

نے کہا کہ اے میرے ماں جائے ! تیرے بعد ہماری قوم نے مجھے بالکل بے دست و پا کر دیا تھا بلکہ قریب تھا کہ وہ مجھے موت کے گھاٹ اتار دیتے۔ پس! اس لئے اب تو مجھے ان دشمنوں کے سامنے مذاق کا نشانہ نہ بنا کیونکہ میں ان ظالم لوگوں میں سے نہیں۔ جس پر موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہم پر اپنی رحمت نازل فرما کیونکہ تو رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے''۔

اس مثال کے علاوہ یہودیوں کی نافرمانیوں کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں کہ جن میں سے چند چیدہ چیدہ واقعات میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ مثلاً حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانہ نبوت میں ہی آپؑ کے کچھ بیٹوں نے اپنے ہی بہن بھائیوں کے خون سے ہاتھ رنگنے شروع کر دئے لیکن خدا تعالیٰ کی قدرت کہ حضرت یوسف علیہ السلام ان درندوں کے ہاتھوں سے صحیح سلامت بچ کر ایک قافلہ کے ہمراہ مصر کی جانب نکل گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بھی ان یہودیوں کا یہی حال تھا کہ ہوا و ہوس نے ان پر قابو پائے رکھا کہ جس کی ایک مثال ایک بھائی کی ننانوے دنبیاں اور دوسرے بھائی کی صرف ایک ہی دنبی کی ہے کہ اس اکلوتی دنبی پر بھی زیادہ دنبیوں والا لالچی بھائی قبضہ جمانے کی فکر میں رہتا تھا۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور نبوت کے بعد آپؑ کا خاندان اتنا زیادہ ناعاقبت اندیش نکلا کہ اس کے ہاتھوں ان کے اباؤ اجداد کی بنی بنائی تمام سلطنت تباہ و برباد ہوگئی۔ بہر حال اس ساز کی تان اس اس وقت ٹوٹی کہ جب انہی یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا ایک سچا رسول اور پیغمبر تو کیا اپنا آنے والا مسیح ناصری علیہ السلام بھی ماننے سے انکار کر دیا کہ جس کا وہ صدیوں سے انتظار کر رہے تھے اور حالات یہاں تک دگرگوں صورت اختیار کر گئے کہ انہی یہودیوں کی درخواست پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سزائے موت سنا دی گئی اور وہ بھی ایک ایسی ذلت آمیز موت جو کہ اس زمانہ میں سب سے زیادہ تکلیف دہ موت تصور کی جاتی تھی یعنی کسی مجرم کو سولی یعنی صلیب پر لٹکا کر مار دینا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے اس معزز رسول کو ایسی ذلت و رسوائی والی صلیبی موت سے بچا لیا۔ ان واقعات کا ذکر کچھ آگے چل کر آئے گا۔ انشاء اللہ

بہر حال اس تمہید کا صرف ایک ہی مقصد ہے اور وہ یہ کہ یہودیوں کی ان تمام حرکات وسکنات کی بنأ پر اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد در اولاد چلتی چلے آنے والی نبوت کا بابرکت دروازہ ہمیشہ ہمیش کے لئے ان پر بند کر دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد در اولاد میں سے اپنے ایک بندے حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ ﷺ کو اپنے دین کی حفاظت اور اس کی تبلیغ کے لئے چُن لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بہت سے نشانات عطاً فرمائے کہ جن میں سے ایک کلام پاک قرآن مجید بھی ہے اور قرآن کریم خود بھی ہزاروں ہزار نشانات کا مجموعہ ہے۔ بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دور

نبوت تمام یہودی انبیائے کرام میں سب سے زیادہ لمبا ہے کیونکہ آپؑ کو دی جانے والی شریعت یعنی تورات کی تعلیم سینکڑوں سال تک جاری رہی اور آنحضرت ﷺ پر نازل ہونے والے کلام الٰہی یعنی قرآن مجید کی تعلیم کے آنے پر منسوخ ہوگئی-**فالحمدللہ**-تورات کے مختلف مطالب ومعنی ہیں:تعلیم،ہدایت،احکامات،راہنمائی -وغیرہ وغیرہ-

☆

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام ایک پیدائشی یہودی تھے لیکن آپؑ کے زمانہ میں یہودی،اپنے نام نہاد رابیوں کے قول وقرار نیز طور اطوار دیکھتے ہوئے بے دین اور دہریہ بنتے جارہے تھے لہذا خدا تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو تجدید دین کے لئے معبوث فرمایا۔یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہی دین ہے کہ جس کی پیروی میں بہت سے انبیائے کرام علیہ السلام معبوث ہوئے یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کوئی نیا مذہب لے کر معبوث نہیں ہوئے لہذا آپؑ کی کتاب زبور حمد وثناۂ سے بھرپور گیتوں کا ایک مجموعہ ہے کہ جن میں چند ایک نئے احکامات اور چند ایک ضروری باتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔خدا تعالیٰ نے اس کتاب کو زبور یعنی ٹکڑے کا نام عطا فرمایا۔ بہرحال یہ ایک خدائی صحیفہ ہے اسی لئے تو قرآن مجید میں بار بار اس کا ذکر صحیفہ ابراہیمی اور تورات اور انجیل نیز قرآن کے ساتھ ساتھ ملتا ہے۔فرمایا:-

اِنَّآ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ كَمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ‌ ۚ وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰۤى اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَعِيۡسٰى وَاَيُّوۡبَ وَيُوۡنُسَ وَهٰرُوۡنَ وَسُلَيۡمٰنَ‌ ۚ وَاٰتَيۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ۝ (النسأ ۴ : آیت ۱۶۳) ”یہ یقیناً اسی طرح ہے کہ جیسے ہم نے اپنے تمام دوسرے انبیأ پر وحی نازل کی تھی بالکل اسی طرح ہم نے تجھ پر بھی اپنی وحی نازل کی ہے اور یقیناً ہم نے ہی ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد نیز عیسیٰ اور ایوب اور یونسؑ اور ہارون اور سلیمان پر بھی وحی نازل کی تھی اور ہم نے داؤد کو بھی ایک کتاب زبور نامی دی تھی“۔

پھر زبور کے متعلق مزید فرمایا کہ:-

وَلَقَدۡ كَتَبۡنَا فِى الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّكۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ يَرِثُهَا عِبَادِىَ الصّٰلِحُوۡنَ ۝ (الانبیأ ۲۱ : آیت ۱۰۵) ” اور ہم نے زبور میں کچھ نصائح کرنے کے بعد یہ بھی مقدر کردیا تھا کہ اس کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے“۔

زبور چونکہ حمد وثناء کے گیتوں سے بھرپور کتاب ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو انتہائی خوش الحان بھی بنایا تھا اسی لئے اب تک تمام اچھے مغنیوں کی پُر تاثیر آواز کو ''لحن داؤدی'' کہا جاتا ہے۔ یہاں چونکہ قرآن مجید کی تمام آیات کا احاطہ کرنا ممکن نہیں اس لئے یہاں اتنا ہی کافی ہے کہ قرآن مجید کی ۹ سورتوں میں سولہ مختلف مقامات پر حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور آپؑ کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام دونوں کو بہت زیادہ علم وعرفان عطاً فرمایا تھا:-

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاو'دَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ج وَقَالَاالْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥ (النمل ۲۷: آیت ۱۵) ''اور ہم نے یقیناً داؤد اور سلیمان کو بہت علم عطاً کیا تھا۔ اس پر ان دونوں نے کہا کہ تمام تعریف اللہ ہی کی ہے کہ جس نے ہمیں یہ علم دے کر اپنے بہت سے مؤمن بندوں پر فضیلت بخشی''۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک خاص خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک قرآن مجید میں ان کے امتی نبی ہونے کا واضح اعلان فرمایا اور انہیں بھی حضرت آدم علیہ السلام کی طرح اپنا خلیفہ یعنی جانشین قرار دیا۔ فرمایا:-

يَا دَاوُوْدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ (ص ۳۸: آیت ۲۶) ''اے داؤد! ہم نے تجھے زمین میں اپنا جانشین بنایا ہے پس تم لوگوں میں انصاف سے فیصلہ کیا کرو اور نفس کی خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا دے گا۔ بے شک جو اللہ کی راہ سے گمراہ ہوتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو بھول جاتے ہیں''۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو جو کتاب دی تھی وہ کوئی شرعی کتاب یا کوئی مکمل شریعت نہ تھی بلکہ قرآن مجید اس کو خود ٹکڑوں کا نام دیتا ہے یعنی اس میں بعض ایسی اصلاحات تھیں جو کہ اس سے پہلے یہود کی شرعی کتاب تورات میں موجود نہ تھیں۔ اس کتاب کے کچھ حصے اب تک محفوظ ہیں جو کہ تورات کے ساتھ ساتھ انجیل اور قرآن میں میں بھی پڑھے جاسکتے ہیں۔ فرمایا:-

كِتٰبٌ'' اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ'' لِّيَدَّبَّرُوْ آ اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُواالْاَلْبَابِ ٥ (ص ۳۸: آیت ۲۹) ''یہ کتاب جو ہم نے تجھ پر نازل کی ہے ایک بہت ہی بابرکت کتاب ہے تا کہ لوگ اس کی آیات پر غور کرتے ہوئے نصیحت حاصل کریں''۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی نبوت کے اعلیٰ مقام پر سرفراز فرمایا:-

وَوَهَبْنَا لِدَاو'دَ سُلَيْمٰنَ ط نِعْمَ الْعَبْدُ ط اِنَّهٗ اَوَّاب'' ٥ (ص ۳۸: آیت ۳۰) ''اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطاً کیا اور وہ

خدا کا ایک بہت ہی اچھا بندہ تھا کیونکہ وہ بار بار عاجزی کے ساتھ جھکنے والا تھا‘‘۔

☆

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

ابن حضرت مریم علیہ السلام بنت عمران

جیسا کہ پچھلے صفحات میں درج احادیث نبویہؐ سے ثابت ہوتا ہے کہ اب تک دنیا میں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام گزرے ہیں ان میں غیر شرعی مرسلین کی تعداد سب سے زیادہ ہے یعنی ۱،۲۳،۶۸۵ = ایک لاکھ تئیس ہزار چھ سو پچاسی ۔ان غیر شرعی انبیاءٔ میں سے لا تعداد انبیائے کرام اپنے سے پہلے گزرے ہوئے انبیاءٔ کی ہی تعلیمات کو مزید پھیلانے کے لئے بھجوائے گئے یعنی یہ تمام پیغمبر کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آئے تھے بلکہ انہیں اپنے سے پہلے گزرے ہوئے مرسلین کی شریعت کی پابندی کرنے اور کروانے کیلئے معبوث کیا گیا۔

اوپر درج انبیائے کرام علیہ السلام میں سے کئی ایک امتی نبی بھی تھے جو کہ پہلے سے ہی کسی نہ کسی مذہبی سلسلہ میں شامل تھے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام ایک یہودی گھرانے میں پیدا ہوئے اور حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی علیہ السلام نے ایک مسلمان گھرانے میں آنکھ کھولی۔ان دونوں معزز و محترم انبیائے کرام علیہم السلام میں ایک اور بھی قدر مشترک موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ دونوں ہی مسیح کہلاتے ہیں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریمؑ مسیح موسوی اور حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی علیہ السلام مسیح محمدی کہلاتے ہیں۔ان دونوں کے بارہ میں قرآن مجید میں بہت سی آیات اتریں اور ان دونوں کے بارہ میں واقعہ معراج میں بھی ذکر ملتا ہے اسی طرح ان دونوں کے بارہ میں بہت سی احادیث نبویہؐ بھی ملتی ہیں۔ یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ حضرت مسیح ناصری عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مسیح محمدی مرزا غلام احمدؑ علیہ السلام دونوں کے ممالک ان کی پیدائش کے وقت اور ان دونوں کے دعویٰ نبوت کے وقت غیر ملکی مغربی حکمرانوں کے زیر تسلط تھے۔ یہ بھی ایک انتہائی حیران کُن مماثلت ہے۔

الغرض یہ ایک لمبا مضمون ہے لیکن میں یہاں اختصار سے کام لیتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کے حالات زندگی اور آپؑ کے مذہب کے بارہ میں کچھ عرض کرتا ہوں لیکن عیسائیت خود اپنی حقیقت کو کیسے بیان کرتی ہے اس کے لئے

ہمیں تاریخ اور تورات اور انجیل یعنی بائیبل کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کا بھی مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ میرے لئے اس مضمون کو تحریر کرنے کا صرف ایک ہی مقصد ہے کہ میرا یہ مضمون دیکھ کر تمام عیسائی بھی اپنی کھلی آنکھوں سے ان حالات کا مطالعہ اور مشاہدہ نیز تجزیہ کر کے خود اپنے گریبان میں بھی جھانک کر تو دیکھیں کہ ان کا مذہب انہیں کس قسم کی تعلیم حاصل کرنے کی ہدایت دے رہا ہے؟ یا یہ کہ کیا ان کا مذہب دراصل وہی مذہب ہے کہ جس کا پرچار حضرت یسوع مسیح عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام نے کیا تھا ؟؟ یا یہ کہ کیا اب وہ راہ راست سے بھٹک کر کسی اور راستہ پر تو نہیں چل پڑے ؟؟؟ پس! غور و فکر سے کام لینے والوں عیسائیوں کے لئے یہ مضمون **انشأ الله تعالیٰ** یقیناً مفید ثابت ہوگا۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ مذہب عیسائیت کا آغاز حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کی بعثت سے ہوا۔ جیسا کہ اوپر درج ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدائشی طور پر ایک یہودی المذہب انسان تھے۔ بائیبل کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام بنت عمران کا خاندانی شجرہ نسب حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جا ملتا ہے -(NT. Mtthäus 1, 1-17; Lukas 3, 23-38)- یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہ السلام کا خاندان ہزاروں سال سے یہودی المذہب تھا۔ قرآن مجید میں حضرت مریم علیہ السلام کی پاکیزگی کے بارہ میں درج ہے کہ:-

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ٥ (التحريم ٦٦ : آيت ١٢) ''اور عمران کی بیٹی مریم نے اپنی عصمت کو بچائے رکھا تو ہم نے اس کے پیٹ میں اپنی روح میں سے کچھ پھونکا اور وہ اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کی بھی تصدیق کرنے والی تھی کیونکہ وہ فرمانبرداروں میں سے تھی''۔

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مریمؑ کے والد عمران اور والدہ حنا یا انا یہودی مذہب سے تعلق رکھتے تھے اسی لئے تو حضرت مریمؑ تورات پر صدق دل سے عمل کرنے کی بدولت خدائے واحد لاشریک کی عبادت کیا کرتی تھیں۔

عیسائی کہاوتوں کے مطابق جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس زمانہ میں فلسطین کے اس علاقہ پر کہ جسے یہود یہ کہا جاتا تھا رومی گورنر ہیروڈس HEROD - HERODES کی حکومت تھی۔ لیکن تاریخ کے مطابق اس کی حکومت کا دورانیہ ۳۷ قبل از مسیح سے لیکر ۴ قبل از مسیح کی مدت پر پھیلا ہوا ہے۔ اور متی کی انجیل کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ ہیروڈس کی وفات سے پہلے کا ہے۔ ان میں سے بعض کہاوتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام ۸ سے لے کر ۴

سال قبل از مسیح یہودیہ کے علاقہ گلیلیہ -GALILIA- کے شہر نصارہ یعنی نضریہ -NAZARETH- میں پیدا ہوئے لیکن کئی دوسری کہاوتوں کے مطابق آپؑ کی پیدائش بیت لحم کے باہر کھیتوں میں ہوئی۔ بائبل کے مطابق حضرت مریم علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد چند دن اُسی جگہ رہیں کہ جہاں گڈریئے اپنے جانور چرایا کرتے تھے۔(لوقا۔باب ۲ آیت ۱۸)۔ جبکہ ان تمام حقایات اور واقعات کے برخلاف مغربی ممالک میں بسنے والے عیسائی ۲۴/دسمبر کی شام سے ہی اپنے ازلی اور ابدی نجات دہندہ یعنی خدا تعالیٰ کی بجائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا انتظار کرنا شروع کردیتے ہیں اور ۲۵/دسمبر کی صبح صبح اٹھتے ہی ایک دوسرے کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی مبارکباد دینا شروع کردیتے ہیں۔

۲۵/دسمبر کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کا یوم پیدائش بہت دھوم دھام سے منایا جاتا ہے جبکہ آرتھوڈوکس چرچ جنوری کے آغاز میں مؤرخہ ۶/جنوری کو یہ دن مناتا ہے یعنی خود تمام عیسائی بھی کسی ایک دن پر متفق نہیں جبکہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ کسی مخصوص دن کا تو ذکر نہیں فرماتا لیکن موسم گرما کا ذکر ضرور فرماتا ہے یعنی یہ ایک یقینی بات ہے کہ آپؑ کی پیدائش سردیوں میں نہیں ہوئی بلکہ ایک ایسے موسم میں ہوئی کہ جس موسم میں نوزائیدہ بچوں کو باہر کھلے میدان یا پہاڑوں کے درمیان بہتی ہوئی کسی ندی کے پانی سے نہلایا جاسکتا ہے یعنی موسم گرما میں اور پھر جب کھجوروں کے درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کا پھل پک کر کھانے کے قابل ہو چکا تھا تاکہ حضرت مریم علیہ السلام ان پکی ہوئی کھجوروں کو کھا کر اپنی زچگی کی کمزوری سے نجات پائیں۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عرب ممالک میں کھجوریں جولائی سے اگست تک پک جاتی ہیں اور ستمبر کے آخر تک کھجوروں کے تمام درخت اپنا پھل دے کر فارغ ہوجاتے ہیں پس ان تمام آیات کریمہ کا ذکر کچھ آگے چل کر آئے گا۔

بہرحال قرآن مجید کے ساتھ ساتھ اب خود عیسائی محققین بھی فلسطین کی برفانی سردیوں میں گڈریوں کے پاس باہر کھلے میدان یا کھیتوں میں لگے ہوئے ٹینٹوں (تنبوؤں) میں ایک بچہ کی پیدائش تو کجا کسی شخص کی رہائش پر بھی یقین نہیں رکھتے۔ ان میں سے ایک محقق بشپ جارنس صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:-

"حضرت مسیحؑ کی ۲۵/دسمبر کو پیدائش کا قطعی کوئی ثبوت کہیں بھی نہیں ملتا کیونکہ اگر ہم لوقا -LUKAS- کی بیان کردہ ولادت مسیح کی کہانی پر یقین کرلیں کہ اُس موسم میں بیت لحم کے قریب کھیتوں میں گڈریئے رات کے وقت اپنی بھیڑوں کے گلہ کی نگہبانی کررہے تھے تو صرف اسی ایک بیان سے ہی یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ آپؑ کی پیدائش موسم سرما میں نہیں ہوئی جبکہ موسم سرما میں یہودیہ کے پہاڑی علاقہ میں رات کے وقت درجہ حرارت (ٹمپریچر) اتنا زیادہ کم ہوجاتا ہے کہ ان پہاڑوں پر عموماً برف پڑنے لگتی ہے۔ پس! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا کرسمس ڈے یعنی -WEIHNACHT- کی تاریخ کو بہت بحث وتمحیص کے بعد اندازاً ۳۰۰ء میں معین کیا

گیا ہے''۔(RISE OF CHRISTIANITY-صفحہ ۷۹)

یعنی تقریباً تین سو سال تک کسی شخص نے بھی حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی یوم پیدائش پر کبھی غور ہی نہیں کیا اور نہ ہی اس قسم کی کوئی رسم منائی لیکن ۳۳۶ء میں روم کے عیسائیوں نے ۲۵/ دسمبر کے روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سب سے پہلا یوم ولادت منایا۔ اغلباً ۲۵/ دسمبر کی تاریخ اس لئے مقرر کی گئی تھی کہ اس دن رومی موسم سرما کا ایک ایسا تہوار منایا کرتے تھے کہ جس میں رقص و سرود اور شراب و کباب کی محفلیں لگا کرتی تھیں اور چونکہ اُس وقت تک بہت سے رومن اپنے پرانے مذہب پر ہی قائم تھے لہذا اُن کی دلداری کے واسطے ایسا کیا گیا تھا۔

بہر حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت فلسطین کے اس علاقہ یہودیہ کی اپنی کوئی علیحدہ حیثیت نہ تھی بلکہ اس کو سلطنت روم کا ہی ایک حصہ تصور کیا جاتا تھا۔ انہی کہاوتوں کے مطابق اس زمانہ میں ہیروڈس نے ایک پیشگوئی کرنے والے سے یہ سن رکھا تھا کہ ان ایام میں یہودیوں میں ایک ایسا بادشاہ پیدا ہونے والا ہے جو کہ اس کی حکومت کو تخت و تاراج کر دے گا اس لئے ہیروڈس نے ہر نئے پیدا ہونے والے یہودی بچہ کو قتل کرنے کا حکم دے رکھا تھا جبکہ خود عیسائی محققین کے مطابق ہی تاریخ میں اس قسم کے کسی بھی بہیمانہ حکم نامہ کا پتہ نہیں ملتا لیکن بائیبل کے مطابق اس حکم کے بعد حضرت مریم علیہ السلام اور آپ کے شوہر حضرت یوسفؑ بچتے بچاتے اپنے بچہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر یہودیہ سے مصر چلے گئے۔(NT. Mattäus 2, 13-23) - بہر حال جہاں کہیں سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاندان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر پھر دوبارہ اپنے ملک میں واپس آیا۔ اس بحث سے قطع نظر انجیل کے مطابق اس وقت حضرت مریم علیہ السلام بنت عمران اپنے لخت جگر کو ایک گدھے پر سوار کروا کر تشریف لائیں۔

انجیل میں ڈیڑھ سو سے زائد آیات یا مقامات پر گدھے کا ذکر آیا ہے۔ اہلِ کتاب کی مذہبی روایات کے مطابق گدھا گھوڑے سے زیادہ ثابت قدم تصور کیا جاتا تھا۔ پرانے عہد نامہ Old Testament میں کسی شخص کی دولت و ثروت کا اندازہ گدھوں کی تعداد سے لگایا جاتا تھا (پیدائش ۳۰:۴۳)۔ حضرت ابراہیمؑ کے پاس بھی کئی گدھے تھے (پیدائش ۲۴:۳۵)۔ درحقیقت گدھے کی سواری ایک شاہی سواری تصور کی جاتی تھی: ''اے امتِ زائن (Zion) صیہون تو نہایت شادمان ہو۔ اے دخترِ یروشلم خوب للکار کیونکہ دیکھ تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے۔ وہ صادق ہے اور نجات اس کے ہاتھ میں ہے وہ حلیم ہے اور گدھے پر بلکہ جوان گدھے پر سوار ہے۔'' (ذکریا ۹:۹)۔ یہودی روایات یعنی عہد نامہ قدیم کی پیش گوئیوں کے مطابق ان کا مسیحا (دجال Antichrist) گدھے پر سوار آئے گا جبکہ عیسائی روایات (انجیل) کے مطابق یہ عیسیٰ یسوع مسیح تھے جو گدھے پر سوار یروشلم میں داخل ہوئے۔ (متی ۲۱:۴-۷؛ یوحنا ۱۲:۱۴-۱۵)۔

انجیل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہودی رسم ورواج کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد آٹھویں روز آپؑ کے بھی ختنے کئے گئے تھے-(Lukas 2, 21-24) -اس لئے عیسائیوں کا ختنہ نہ کروانے کی تک سمجھ میں نہیں آتی ۔ یہاں ایک بات انتہائی قابل غور ہے کہ پاؤلس نے ۴۹ء میں ایک مجلس مشاورت -APOSTELKONZIL- میں حصہ لیا اوراس میں اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے اپنی ملاقات کا حال بیان کیا ہے کہ اس نے ان حواریوں کو یہودیوں کے رسم ورواج اور طور اطوار چھوڑ دینے اور تورات کے احکامات یعنی یہودی شریعت پر عمل نہ کرنے کے لئے کہا اور ان کٹر عیسائیوں کو اپنا ہم خیال بنالیا۔ اتنا بڑا جھوٹ شائید کسی اور نے اب تک نہیں بولا ہوگا کہ جیسا پاؤلس برسرعام بول رہا ہے کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خصوصی تربیت یافتہ خاص شاگردوں کو شریعت یہودیہ پر عمل کرنے سے منع کیا اور وہ بے چون وچرا اس کی بات مان گئے جبکہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے انجام سے باخبر ہوجانے کے باوجود بھی یروشلم کے ایک یہودی معبد میں تشریف لے جا کر مناجات کرتے رہے اور مذہبی عبادات بجالاتے رہے۔

اس کے علاوہ پاؤلس اپنے خطوط میں بھی برملا تورات کے احکامات کی مخالفت کرتا ہوُا نظر آتا ہے۔اسی دوران انجانے میں پاؤلس نے یروشلم کے قیام کے دوران پیش آنے والے حالات کے بارہ میں گلتیوں کے نام اپنے ایک خط میں ایک بہت بڑی حقیقت کا عتراف بھی خود ہی کرلیا جسے عیسائی دنیا اب تک نظرانداز کرتی چلی آئی ہے۔ لیجئے آپ بھی سنئے کہ پاؤلس کیا لکھتا ہے:-

'' ختنہ کروانے کے لئے عیسائیوں کے قائدین نے میرے ساتھ کوئی زبردستی نہیں کی ۔اس وقت -TITUS- طِطس یونانی بھی میرے ساتھ تھا اوراس کے ساتھ بھی کوئی زبردستی نہیں کی کیونکہ ہم ایسے ہی مسائل کے بارہ میں تو ان قائدین کے ساتھ گفتگو کرنا چاہتے تھے ''۔(گلتیوں:۳-۴)

لیجیئے صاحب! انہوں نے تو خود ہی اپنا بھانڈا پھوڑ دیا کیونکہ یہ صاحب خود ہی یہ اقرار کرچکے ہیں کہ ان کی پیدائش کے آٹھویں دن میرے کے ختنے کئے گئے تھے (فلپیوں۳:۲) ۔کیونکہ اس زمانہ میں ہر یہودی بچے کے ختنے کئے جاتے تھے تو پھر ان پر اوران کے ساتھی طِطس یونانی پر زبردستی کیسی؟ جبکہ عیسائی دنیا اب تک ہمیں بڑی شدومد کے ساتھ یہ باور کروانے کی کوشش کررہی ہے کہ پاؤلس رومی حکومت کی حدود میں بسنے والا ایک یہودی باشندہ تھا لیکن اس بیان سے تو وہ یہودی کم لیکن بغیر ختنہ کے رومن یا یونانی باشندہ زیادہ نظر آرہا ہے جبکہ وہ ازخود یہ اعتراف بھی کررہا ہے کہ اس کے ختنے نہیں ہوئے تھے اور پھر اس کا ہمراہی بھی ایک یونانی ہی تھا اوراغلباً اس کے بھی ختنے نہیں ہوئے تھے یعنی وہ بھی یہودی نہ تھا اوراسی لئے ان کے اپنے ہی بیان کے مطابق ان دونوں پر اس سلسلہ میں کوئی زبردستی نہیں کی گئی تھی۔یعنی :-

سچائی چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے

کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے (مرزا محمد تقی ترقی)

حالانکہ اس سے پہلے اس نے اپنے ایک اور خط میں جھوٹ بولتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ:-

'' میری پیدائش کے آٹھ دن بعد میرا ختنہ ہوا۔ میں عبرانی ہوں اور اسرائیل کے بن یامین -BEN JAMIN- خاندان میں سے ہوں۔ میرے والدین بھی عبرانی تھے۔ موسیٰ کی شریعت میرے لئے بہت اہم تھی اس لئے میں فریسی ہوا'' -(فلپیوں ۳:۲)

اسی لئے اس جگہ اس کا خود اپنے عبرانی ہونے کے اقرار کے ساتھ اپنے والدین کا عبرانی ہونا ثابت کرنا ذو معنی ہے۔ پاؤلس اگر یہودی تھا تو پھر اسے اپنے خطوط عبرانی زبان میں لکھنے چاہئے تھے یا اس زمانہ میں فلسطین میں رائج عام بول چال کی زبان یعنی آرامیئش زبان (جو کہ عربی سے ملتی جلتی ایک زبان ہے) میں تحریر کرنا چاہئے تھے کیونکہ اس زمانہ کی بیشتر تحاریر کہ جن میں تورات بھی شامل ہے اسی زبان میں تحریر شدہ ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مادری زبان آرامیئش تھی جبکہ آپؑ عبرانی پڑھ سکتے تھے لیکن چونکہ پاؤلس جیسے جھوٹے شخص میں فراست نہ تھی لہذا اس نے عبرانی زبان پر عبور ہونے کے باوجود اپنے ذاتی خطوط یونانی زبان میں تحریر کئے جو کہ فلسطین اور اس کے اردگرد بسنے والے یہودیوں میں سے کسی ایک کی بھی مادری زبان نہ تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پاؤلس کی مادری زبان کچھ اور ہی تھی اور میری تحقیق کے مطابق یونانی زبان تھی۔ اس لئے غالب خیال یہی ہے کہ در پردہ وہ کوئی رومی یا یونانی باشندہ تھا۔ بہر حال پاؤلس کے اسی قسم کے جھوٹ کی ایک اور مثال بھی پیش خدمت کرتا ہوں۔ پاؤلس اپنے ایک اور خط کے اختتام پر لکھتا ہے کہ:-'' تمام خدا کے بندے تم کو سلام کہتے ہیں اور قیصر کے محل کے تمام اہل ایمان بھی سلام کہتے ہیں''۔(فلپیوں ۲۲:۴)

اُس وقت یعنی سن ۶۰-۶۴ عیسوی میں جب کہ رومن امپائر پر قیصر روم نیرو (NERO) کی حکومت تھی قیصر کے درباریوں میں ایک بھی عیسائی شامل نہ تھا کیونکہ عیسائیت ایک ممنوعہ مذہب تھا۔ تاریخ کے مطابق رومی قیصر نیرو -NERO- (۳۷-۶۸ عیسوی) -ڈیسیؤس -DECIUS- (۲۴۹-۲۵۱ عیسوی) اور ڈیوکلیٹیان -DIOKLETIAN- (۲۸۴-۳۰۵ عیسوی) کے زمانہ حکومت تک اس ممنوعہ مذہب کا انتہائی سختی سے پیچھا کیا گیا کہ جس کی وجہ سے عیسائیت رومی حکومت اور مغربی یورپی ممالک کی بجائے صرف مشرق وسطیٰ، ترکی اور آرمینیہ کے ممالک میں ہی پھیل سکی یہاں تک کہ ۳۱۱ء میں قیصر روم قسطنطین نے مائلینڈ -MAILAND- (اٹلی) میں عیسائی مذہب کی آزادی کا پروانہ جاری کیا۔ اسی بات کا ثبوت اسی کتاب میں کچھ آگے چل کر بھی مہیا کروں گا۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ رومنوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری پطرس کو تو عیسائی ہونے کی وجہ سے شہید کر دیا

لیکن اس جھوٹے پاؤلس کو زندہ رہنے دیا۔ آخر کیوں؟ پس! ثابت ہؤا کہ جھوٹ بھی ایسا کہ جو اپنے مونہہ سے خود بولے کہ میں جھوٹا ہوں!

یعنی یہ بات جو ختنہ کی رسم سے چلی تھی لیکن چلتے چلتے آگے بڑھ گئی اس لئے اب میں واپس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے حالات بیان کرنے کی جانب لوٹتا ہوں۔ بارہ سال کی عمر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک یہودی مذہبی تہوار (Passahfest) یعنی عید فسح کے موقعہ پر یروشلم کے ایک یہودی معبد میں عبادت کے لئے تشریف لے جانا بھی انجیل سے ثابت ہوتا ہے (Lukas 2, 21-51)۔ اس کے بعد ۱۸ برس تک بائیبل خاموش ہے کہ اس درمیانی مدت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا کرتے رہے کہاں قیام فرمایا؟ سوائے اس کے کہ آپ نے اپنے والد محترم سے جو کہ ایک بڑھئی تھے وہی کام سیکھا لیکن اس دوران آپ کس قسم کی عبادت بجالاتے رہے یا کس وقت خدا تعالیٰ نے آپؑ کو نبوت عطاً فرمائی اس بارہ میں انجیل بالکل خاموش ہے اسی طرح اسی درمیانی عرصہ کے بارہ میں قرآن مجید بھی بالکل خاموش ہے کہ اس عرصہ میں کب اور کہاں آپؑ کو نبوت عطاً کی گئی اور تبلیغ حق کا فریضہ سپرد کیا گیا۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام نے تو کسی نئے مذہب کی بنیاد رکھی ہی نہیں تھی کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اپنی مذہبی کتاب تورات کی شریعت پر قائم بار بار خدائے واحد کی عبادت بجالانے کی تعلیم دیتے نظر آتے ہیں۔ مثلاً :-

’’ اے اسرائیلی لوگو! ہمارا خداوند ایک ہی خدا ہے‘‘۔ (مرقس ۱۲ :۲۹)

لیکن حضرت عیسیٰ کی تعلیم کے عین برعکس عیسائی تثلیث کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ تو یہودیوں اور بالخصوص عیسائیوں کو اپنا ننگ و ناموس بچانے اور بے حیائی سے بچنے کی تلقین کرتے رہے۔ لیکن آج کے عیسائی فیشن کے نام پر ہر وہ برا کام کرنے پر تُلے ہوئے ہیں کہ جن کی ممانعت کی گئی تھی۔ مثلاً :-

’’ یہ حکم تو تم جانتے ہو کہ تم زنا کے مرتکب نہ بنو لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص کسی غیر عورت کو زنا کی نظر سے دیکھ کر اس سے اپنا جنسی تعلق قائم کرنا چاہے تو گویا اس نے اس عورت کے ساتھ زنا کیا۔ اس لئے اگر تمہاری دائیں آنکھ تجھے گناہ آلود کاموں میں ملوث کرے تو تُو اسے نکال کر باہر پھینک دو۔ اسی طرح اگر تمہارا دائیاں ہاتھ بھی گناہ کرنے کا مرتکب ہو جائے تو اسے کاٹ کر پھینک دو کیونکہ تمہارا تمام جسم جہنم میں جانے کی بجائے کیا یہ بہتر نہیں بدن کے اس جہنمی حصہ کو خود اپنے جسم سے الگ کر دیا جائے؟‘‘۔ (متی ۵ :۲۷-۳۰)

اسی لئے آج مغربی دُنیا کے عیسائیوں کی بے حیائی اور بے راہروی کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ اس نئی عیسائیت کا آغاز دراصل ایک رومن یا یونانی شخص ساؤلس SAULUS المعروف پاؤلس PAULUS نے کیا تھا۔ اس نے اپنی من گھڑت باتوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپؑ کے حواریوں سے منسوب کیا۔ نئی بائیبل میں اس کے تیرہ (۱۳) خطوط شامل کئے گئے لیکن اب ان خطوط کی حقیقت بھی خوب کھل کر سامنے آچکی ہے اور خود عیسائی محققین کی تحقیق کے مطابق ان میں سے کئی خطوط جعلی ثابت ہو چکے ہیں۔ تحقیق کے مطابق ان میں سے صرف سات خطوط اس کے اپنے تحریر شدہ ہیں جبکہ بقیہ چھ خطوط کسی دوسرے نے اس پاؤلس کے نام پر لکھ کر بعد میں بائیبل میں شامل کر دئے۔ یعنی اسی قسم کی تحریفات کی بدولت ایک بالکل نئے مذہب عیسائیت کا آغاز ہوُا کہ جس کا حقیقی مذہب عیسائیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں کیونکہ حضرت مسیح ناصری عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کی تعلیمات تو بالکل وہی تھیں کہ جن پر یہودی ہمیشہ سے عمل پیرا تھے۔ اسی لئے کئی صدیوں تک ساؤلس کی باتوں پر کہ جس نے خود اپنے آپ کو پاؤلس یا پولوس لکھا بلکہ از خود رسول کے لفظ کا بھی نعوذ باللہ اضافہ کیا لیکن کسی بھی شخص نے توجہ نہ دی۔

چوتھی صدی عیسوی یعنی ۳۸۱ء میں قیصر روم آوگُستینُس -AUGUSTINUS- نے پاؤلس کے کام کو آگے بڑھایا اور اس نے پاؤلس کے تمام ۱۳ خطوط کی بجائے صرف چھ خطوط کو اصلی قرار دیا۔ اس کے علاوہ اس نے ۲۵/ دسمبر کا دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم پیدائش مقرر کیا اور پھر اس پر ہی بس نہ کی بلکہ اس نے زمین کو چپٹا قرار دیا اور یہ بھی کہ زمین فضا میں ساکت کھڑی ہے اور سورج، چاند اور ستارے اس کے گرد گھوم رہے ہیں جبکہ اس کے زمانہ سے بھی بہت پہلے تمام جغرافیہ دان اور حساب دان اور محققین زمین کو گول قرار دے چکے تھے۔

اسی طرح سن ۱۹۴۷-۱۹۵۷ عیسوی کے دوران دریائے اردن کے مغربی کنارہ پر واقع خربت کی وادیٔ قمران کے پہاڑوں کی غاروں سے کئی ہزار تاریخی صحائف دریافت ہوئے ہیں کہ جن کو Dead Sea Scrolls یا صحائف قمران بھی کہا جاتا ہے۔ ان صحائف کی بلا مذہب وملت تخصیص اور تحقیق نیز ان کے بغور مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ ان صحائف کو تحریر کرنے والوں نے اپنے جس مذہبی استاد یا نیکی کی تعلیم دینے والے ٹیچر -The Righteous Teacher- یعنی ایک نیک معلم کا ذکر کیا ہے وہ سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کے کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا کیونکہ ان صحائف کو تحریر کرنے والے لوگ خدائے واحد کے پیروکار تھے اور نیکی کی تعلیم دینے والے اپنے اس مذہبی نیک استاد یا نیک معلم یعنی نیک ٹیچر کو متعصب یہودیوں سے بچانے کے واسطے انہیں چھپا کر رکھنا چاہتے تھے۔ اس کی تصدیق خود بائیبل یعنی انجیل کی آیات سے بھی ہوتی ہے کہ جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کئی جگہ استاد کہہ کر پکارا گیا ہے۔ مثلاً:-

''تب چند فریسیوں اور معلمین شریعت نے یسوع سے کہا کہ اے ہمارے استاد! تو نے جن باتوں کو بیان کیا ہے ان کو ثابت کرنے کے لئے اپنا کوئی معجزہ دکھا''۔(متی ۱۲: ۳۸)۔اسی طرح انجیل میں مزید درج ہے کہ کسی فریسی نے یہ سوال بھی کیا کہ:۔'' اے استاد! تورات میں سب سے بڑا حکم کون سا ہے؟''۔(متی۲۲:۲۳-۳۵)

پس! ثابت ہوا کہ وادیٔ قمران کے ان صحائف میں جس استاد کا ذکر ہے وہ بلا شک وشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔وادیٔ قمران کے ان صحائف کی دریافت سے قرآن مجید میں درج بہت سی آیات مبارکہ کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے کہ جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کے پیروکاروں نے یہودیوں کے ظلم وستم سے بچنے کے لئے غاروں میں پناہ لی تھی اور اغلباً کئی صدیوں تک وہ انہی غاروں میں پناہ گزین بھی رہے۔اصحاب کہف یعنی غاروں کے انہی پناہ گزینوں کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَاِنَّا لَجَاعِلُوْنَ مَاعَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ○ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ○ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ○ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ○ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ط اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ○ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْقَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ○ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ط لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍ بَيِّنٍ ط فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ○ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْلَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ○ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَاغَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ط ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ط مَنْ يَّهْدِاللّٰهُ فَهُوَالْمُهْتَدِ ج وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَلَهٗ وَلِيًّامُّرْشِدًا ○ (الکہف ۱۸ : آیات ۸-۱۷) ''اے مخاطب! کیا تو اصحاب کہف اور اصحاب رقیم کے بارہ میں شک میں مبتلا ہے کہ وہ لوگ کون تھے ؟ ان کے بارہ میں سچ تو یہ ہے کہ یہ وہ لوگ تھے کہ جو اپنے رب پر صدق دل سے ایمان لائے اور انہوں نے غاروں میں منتقل ہوتے وقت یہ دعا کی تھی کہ اے ہمارے رب! ہمیں دین کے معاملہ میں رشد وہدایت عطا فرما کہ جس پر ہم نے ان کو نیکی میں مزید بڑھا دیا تا کہ یہ موازنہ ہو سکے کہ مسیح کی تعلیم پر کون سا گروہ صدق دل سے عمل کرنے والا ہے۔اس مقصد کے حصول کے لئے جب انہوں نے اپنے وطن سے ہجرت کی تو وہ اس مصمم ارادہ کے ساتھ اپنے اپنے شہروں سے نکلے کہ ہم ہر معاملہ میں صرف اور صرف زمین وآسمان کے مالک کو ہی پکاریں گے اور ہمیشہ سچ بولیں گے کیونکہ ہمارے ہم وطنوں نے کسی واضح نشان کے بغیر ہی خدائے واحد کی بجائے کئی دوسرے معبود بنا لئے ہیں۔پس! اس لئے جو شخص بھی اللہ پر جھوٹی تہمت لگائے اس سے زیادہ بڑھ کر ظالم اور کون ہوسکتا ہے''۔

مسئلہ تثلیث کے بارہ میں پہلے گزرے ہوئے صفحات میں کچھ ذکر ہو چکا ہے لیکن یہ وہ اہم شرکیہ مسئلہ ہے کہ جس کے بارہ میں خود قرآن مجید میں ہی جگہ جگہ کوئی نہ کوئی آیت نازل ہوئی اور یہ ایک ایسا پیچیدہ مسئلہ ہے کہ خود عیسائی بھی اس مسئلہ کے حل کے لئے پاؤلس سے لے کر آج پوپ بینیڈک اور پوپ فرانسسکو تک بہت سرگرم عمل ہیں لیکن اس کا کوئی حل عیسائیوں کے پاس موجود نہیں۔ پرانے زمانہ میں تو پادریوں کے کہنے سننے پر ایک دو تین خداؤں سے کام چل پڑتا تھا لیکن آج کی تحقیق طلب دنیا میں تو لوگ ایک خدا کو بھی ماننے کے لئے تیار نہیں۔ ایسے میں تثلیث کے نظریہ پر کون ایمان لائے گا؟ یعنی اس مسئلہ نے عیسائی دنیا کو روز اول سے ہی مختلف فرقوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ ان نئے عیسائیوں کا مذہب عموماً یہ ہے کہ ''خدا تعالیٰ ایک اکلوتا وجود نہیں بلکہ یہ تین ہستیوں کا ایک مجموعہ ہے یعنی باپ بیٹا اور روح القدس''۔

یہ مسئلہ دوسری صدی عیسوی میں ایک تاریخ دان طرتیولین TRETULLIAN نے اٹھایا کہ جس کے بعد یہ بات طول پکڑتی چلی گئی یہاں تک کہ چوتھی صدی عیسوی میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ''اوپر درج تینوں ہستیاں ایک دوسرے کی ہم پلہ ہستیاں ہیں''۔ اس معاملہ پر عیسائیوں میں بہت لے دے ہوئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے ہم پلہ کیسے قرار پا سکتے ہیں؟ اس وقت بہت سے عیسائی یہ بات تو ماننے کے لئے تیار تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں یا خدا تعالیٰ کی ایک حسین اور شاہکار تخلیق ہیں کہ جسے خدا تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ سے بنایا ہے لیکن یہ کہ وہ خدا تعالیٰ کے ہم پلہ یا ہمیشہ ہمیش تک رہنے والا کوئی وجود بھی ہو سکتے ہیں یہ بات انہوں نے نہیں مانی اور یوں عیسائی کئی حصوں میں بٹ گئے۔

عیسائیوں میں اس بحث کا آغاز ایک پادری PRESBYTER ARIUS سے ہوا۔ یہ لیبیا میں پیدا ہوا تھا اور اس نے LUCIAN VON ANTIOCHIA شام کے سکول میں مذہبی تعلیم حاصل کی جو کہ اب ترکی کا حصہ ہے کہ جس کی تکمیل پر اسے مصر کے شہر اسکندریہ میں پادری بنا دیا گیا۔ ۳۱۹ء عیسوی میں اس کا اپنے بشپ سے اس بات پر جھگڑا ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نعوذ باللہ خدا ہیں۔ یہ علاقے چونکہ رومی حکومت کا ایک حصہ تھے اور اسی زمانہ یعنی ۳۱۳ء میں قیصر قسطنطین اول نے بھی عیسائیت کو قبول کر لیا تھا اس لئے آریوس کو ILLYRIEN یعنی بلقان کے ممالک کی جانب ملک بدر کر دیا گیا لیکن اس نے وہاں جا کر بھی اپنے خیالات کی تبلیغ جاری رکھی کہ جس کی بنا پر اس کے ماننے والوں میں روز بروز اضافہ ہونے لگا اور یوں یہ مذہب پھیلتا۔ پھلتا اور پھولتا چلا گیا اور کئی صدیوں تک عیسائی دنیا اس مذہب کے ماننے والوں کے سامنے دم سادھے بیٹھی رہی کیونکہ حق کو دبایا نہیں جا سکتا تھا اور ہزاروں سال سے چلتے چلے آنے والے یہودی رسم و رواج کے مطابق بھی خدا ایک ہی ہے اور پھر جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ بائبل کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی خدائے واحد کی ہی تعلیم دیتے رہے--- بہر حال آریوس اور اس کے ماننے والوں کا مذہب یہ تھا

کہ: ''خدا تعالیٰ خود بخود وجود میں آیا ہے اور اس کو کسی نے پیدا نہیں کیا لیکن اس کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چونکہ پیدا کیا گیا ہے اس لئے انہیں کسی صورت میں بھی خدا تعالیٰ کا ہم پلہ قرار نہیں دیا جا سکتا''۔

اور یوں عیسائی دنیا میں یہ فساد بڑھتا ہی چلا گیا کہ ''خدا تعالیٰ ایک اکلوتا وجود نہیں بلکہ یہ تین ہستیوں کا ایک مجموعہ ہے یعنی باپ بیٹا اور روح القدس اور تینوں ہستیاں ایک دوسرے کی ہم پلہ ہستیاں ہیں'' جس پر تنگ آ کر قیصر قسطنطین اول نے رومی سلطنت کی حدود میں عیسائیت کی تبلیغ کرنے والوں سے ہر طرح کا مواد جمع کرنے کے بعد اپنی صوابدید کی بناء پر ایسے تمام تحریری نسخے جلا کر تباہ و برباد کر دئے کہ جن میں خدا تعالیٰ کی بادشاہت کے قیام کے بارہ میں یا رومن امپائر کی حکومت کے خلاف کچھ نہ کچھ درج تھا۔اس کے علاوہ عبرانی، آرامیئش اور یونانی نسخوں میں بھی کانٹ چھانٹ کی گئی لیکن اس کے باوجود یہ فتنہ اتنا بڑھا کہ بالآخر ۳۲۵ء میں قیصر قسطنطین اول نے -NICÄA- (ترکی) میں تمام عیسائی پادریوں کی ایک مجلس شوریٰ KONZIL بلائی لیکن اس وقت اس زمانہ میں ۱۸۰۰ یعنی ایک ہزار آٹھ سو میں سے صرف ۳۱۸ بشپس نے حصہ لیا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس جلسہ میں بہت سے ایسے پادری حصہ لینا ہی نہیں چاہتے تھے جو کہ خدائے واحد و یگانہ کے پرستار تھے۔بہرحال اس جلسہ کے اجلاسات میں باہمی صلاح و مشورہ سے یہ طے پایا کہ:-

۱:-'' سبت یعنی ہفتہ کا دن جو کہ اس وقت تک ایک مذہبی دن مانا جاتا تھا وہ ہفتہ کی بجائے اتوار کا دن ہؤا کرے گا''۔

۲:-'' حرام جانوروں کے گوشت یعنی سؤر کے گوشت یا چانوں کے بغیر مچھلی کو کھانے کی ممانعت ختم کر دی گئی''۔

۳:-'' ختنہ کی رسم کو صرف چند خاص الخاص چوٹی کے پادریوں کے لئے لازم قرار دیا گیا''۔

۴:-'' ہم روح القدس پر ایمان لاتے ہیں اور اس باپ پر کہ جس سے زندگی پیدا ہوتی ہے اور جس نے ہمارے آقا کو بھی پیدا کیا ہے۔پس! اس لئے روح القدس کی باپ اور بیٹے کے ساتھ ساتھ پرستش کی جائے گی''۔(نعوذ باللہ)

۵:- اسی طرح یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ تمام عیسائی اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی نے نہیں بنایا بلکہ وہ حضرت مریم علیہ السلام کو عطاً کئے گئے تھے کیونکہ وہ اسی مادہ سے تخلیق ہوئے ہیں کہ جس سے (نعوذ باللہ) خدا تعالیٰ کی ہستی معرض وجود میں آئی ہے۔اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تثلیث کا ایک حصہ ہیں''۔

یعنی ''جس کی لاٹھی اُس کی بھینس'' کے مطابق رومن حکومت نے بزور باز و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا ہم پلہ قرار دے دیا۔اس پر بہت لے دے ہوئی اور یوں عیسائیوں میں رومنوں کے بادشاہ قسطنطین اول کے ذریعہ مسئلہ تثلیث کے ساتھ ساتھ کئی دوسرے مسائل نے بھی جنم لیا کہ جن کا حل آج تک عیسائی دنیا کو نہیں ملا۔بہر حال حالات سے سمجھوتہ کرتے ہوئے ۳۳۴ء میں قیصر قسطنطین اول KAISER KONSTATNTIN I نے آریوس کی جلاوطنی کی سزا کو ختم کر کے اسے واپس بلوا لیا۔اس کے بعد قیصر قسطنطین دوم اور ایک مقبول ترین پادری EUSEBIOS VON NIKOMEDIA نے مل کر نئے منظور شدہ قوانین کی بجائے آریوس کے خیالات کا پرچار کرنا شروع کر دیا اور یوں آریوس کے اس نئے مذہب کی خوب تبلیغ کی۔یہ وہی اوسیبیوس ہے جو کہ بعد میں قسطنطنیہ کا PATRIARCH بنا۔اس طرح ۳۵۹ء میں آریوس کا مذہب تمام رومن امپائر کا مشترکہ عیسائی مذہب بن گیا۔خود اس آریوس کے اپنے ہی زمانہ میں بھی آریوس کے مذہب کو ماننے والے کئی ایک مختلف باتوں پر متذبذب ہی رہے کیونکہ ان میں سے ایک گروہ کا خیال یہ تھا کہ'' حضرت عیسیٰ اسی مادہ سے وجود میں آئے ہیں کہ جس سے خدا تعالیٰ کی ہستی معرض وجود میں آئی ہے''۔اور ایک دوسرے گروہ کا یہ خیال تھا کہ''بیٹا یعنی حضرت عیسیٰ ایک بالکل مختلف وجود ہے اس لئے یہ کسی بھی صورت میں خدا تعالیٰ کا ہم پلہ قرار نہیں دیا جا سکتا''۔اسی طرح وہ اس بات پر بھی یقین رکھتے تھے کہ'' روح القدس بھی خدا تعالیٰ کی ایک تخلیق ہے کہ جیسے اس کا بیٹا بھی اس کی ایک تخلیق ہے''۔یعنی اپنے ہی مذہب میں اس نئی تحریف کی بنا پر عیسائیوں میں کبھی بھی بلکہ آج تک اتحاد قائم نہ ہو سکا۔

یہی وجہ ہے کہ کچھ ہی عرصہ کے اندر اندر یعنی ۳۷۹ء میں آریوس کی اس نئی اصطلاح کو قیصر تھیوڈوسیوس اول KAISER THEODOSIUS I نے اپنی سلطنت کی حدود میں ممنوع قرار دے دیا اور NICÄA / IZNIK (ترکی) کی قراردادوں میں منظور ہونے والے فیصلوں کو پھر سے بحال کر دیا۔قسطنطین دوم کی وفات پر جب ویلنس VALENS تخت نشین ہؤا تو اس نے سیمی آریانز SEMIARIANER کا ایک مرتبہ پھر پیچھا کرنا شروع کر دیا اور ۳۸۱ء میں قسطنطنیہ میں ہونے والی مجلس شوریٰ کے اجلاسات میں دوبارہ انہی پرانے خیالات کی ایک مرتبہ پھر سے تصدیق کروالی گئی لیکن ان تمام نئی مذہبی اصطلاحوں کے باوجود آریوس کے مذہب نے دم نہیں توڑا بلکہ پھیلتا ہی چلا گیا۔یہاں تک کہ ۴۳۱ء میں ایفیسوسس -EPHESUSUS- (ترکی) میں ہونے والی مجلس مشاورت جو کہ KAISER THEODOSIUS II قیصر تھیوڈوسیؤس دوم نے حضرت مریم علیہا السلام کے بارہ میں قسطنطنیہ کے پادری NESTORIUS سے جھگڑے کے خاتمہ کے لئے بلائی تھی کیونکہ اس نے حضرت مریمؑ کو'' یسوع مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی ماں'' کہنے کی بجائے'' خدا تعالیٰ کی ماں'' کہنے سے انکار کر دیا تھا۔اس پر اسکندریہ مصر کے پیٹر آرش -KYRILL- کی صدارت میں نیسٹوریوس کو معطل کر دیا گیا اور یہ فیصلہ ہؤا کہ

۶:- ’’ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ خدائی اور انسانی دونوں مادوں سے وجود میں آئے ہیں اس لئے کسی خدا کو جنم دینے والی عورت خدا کی ماں کہلانے کی ہی مستحق ہے‘‘ اور یوں مسلۂ تثلیث کے ساتھ ایک بالکل ہی نئے مسئلہ نے بھی جنم لے لیا۔

۴۵۱ء میں پوپ LEO I لیو اول کی درخواست پر KAISER MARKIAN قیصر مارکیان نے CHALKEDON (قسطنطنیہ یعنی استنبول شہر کے ایک محلّہ) میں ایک مجلس شوریٰ بلائی۔اس میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ

۷:-’’ حضرت عیسیٰ دو شخصیات کا ایک مجموعہ ہیں یعنی خدائی فطرت اور انسانی جسم کا امتزاج ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ آپس میں اس طرح مربوط منسلک ہیں کہ انہیں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں کیا جا سکتا‘‘۔

اسی مجلس شوریٰ میں اور بھی بہت سے اہم فیصلے کئے گئے کہ جن میں سے ستائیس ترامیم کو تو سب نے مان لیا لیکن اٹھائیسویں ترمیم کو نہ مانا۔وہ اٹھائیسویں ترمیم یہ تھی کہ قسطنطنیہ کے پادری کو PATRIARCH کا لقب دے دیا جائے اور اس کا مطلب یہ تھا کہ مغرب یعنی روم اور روم کے مغربی علاقوں میں پوپ کے احکامات مانے جائیں گے اور مشرق یعنی قسطنطنیہ اور اس کے مشرقی علاقوں میں PATRIARCH کا عمل دخل ہوگا جو کہ پوپ کا ہم پلہ ہوگا لیکن اس بات کو کسی نے نہیں مانا کہ عیسائی حکومت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔اس پر آرتھوڈوکس گرجا کے کیتھولک چرچ سے مختلف اقسام کے جو تنازعات چلتے چلے آ رہے تھے وہ مزید بڑھ گئے یعنی ۳۲۵ء میں عیسائیت کی جو تقسیم نمایاں طور پر شروع ہوئی تھی وہ ۴۵۱ء میں مزید بڑھ گئی اور وہ تقسیم آج تک جاری و ساری ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ کی پیدائش کوئی حسن اتفاق نہیں بلکہ ایک خدائی معجزہ ہے کہ جس کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں یہ دکھا دیا کہ دیکھو وہ جو چاہے وہ کر سکتا ہے۔تقدیر کو بدل سکتا ہے اور ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے پس یہ بات خوب یاد رکھیں کہ یہ دنیا خود بخود وجود میں نہیں آ گئی بلکہ اسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود اپنے دست مبارک سے بنایا ہے پھر یہاں یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ دنیا میں ہر قسم کی افزائش نسل کے لئے نر اور مادہ کا ملاپ ضروری ہے لیکن اب ایسے کیڑے مکوڑے بھی دریافت ہو چکے ہیں کہ جن کو افزائش نسل کے لئے نر اور مادہ کے ملاپ کی ضرورت ہی نہیں بلکہ وہ از خود ہی دو حصوں میں تقسیم ہو کر افزائش پا جاتے ہیں۔سُبحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ العَظِیْمِ

بہر حال ۴۷۶ء میں جب رومی سلطنت کا ستارہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا تو تب روم کے سب سے بڑے پادری یعنی بشپ نے یہ اعلان کیا کہ:’’ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ایک حواری پطرس -PETRUS- کو ایک ایسی چٹان سے تشبیہ دی تھی کہ جس پر

حضرت یسوع مسیح علیہ السلام اپنا چرچ بنانا چاہتے تھے۔ (NT. Matthäus 16, 18) ۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یہ حواری پطرس PETRUS رومن حکومت کو عیسائیت کی تبلیغ کرنے کے لئے روم تشریف لائے تھے لیکن ان کو اس تبلیغ یعنی نا قابل معافی جرم کی پاداش میں ۶۷ء عیسوی میں شہید کر دیا گیا تھا اور -PETRUS- کی میت یہیں روم کے شہر میں دفن ہے۔اس لئے اب میں -PETRUS- کی تقلید میں میں ان کا جانشین ہوں''۔

پس! یہ تھا وہ ثبوت کہ جسے میں اب پیش کر رہا ہوں کہ ساؤلس یا پاؤلس نے اپنے خط میں جھوٹ موٹ یہ لکھا تھا کہ:-'' تمام خدا کے بندے تم کو سلام کہتے ہیں اور قیصر کے محل کے تمام اہل ایمان بھی سلام کہتے ہیں''۔(فلپیوں ۴:۲۲)۔

انتہائی حیران کن بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری پطرس کو تو شہید کر دیا گیا لیکن ایک خود ساختہ نبی یعنی ساؤلس یا پاؤلس کو کسی نے کچھ بھی نہ کہا بلکہ اس کی خط و کتابت بھی بلا روک ٹوک جاری رہی؟ اسی سے پھر ایک مرتبہ یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ساؤلس یا پاؤلس یقیناً ایک رومی یا یونانی شخص تھا!

بہر حال ۶۷ء کے کچھ عرصہ بعد جب قیصر روم اور اس کی سینٹ نے روم کو چھوڑ کر قسطنطنیہ کو اپنا دارالحکومت بنا لیا تو پھر قیصر کے قرب کی بنا پر قسطنطنیہ کے PATRIARCH کو ہی عیسائی مذہبی دنیا کا سربراہ اعلیٰ بھی تسلیم کیا جانے لگا یعنی بشپ آف روم روحانی طور پر اور پیٹریا آرش سیاسی طور پر ایک ہی جسم کے دو بازو بن کر سامنے آئے اور یوں سالہا سال تک دونوں جانب سے بغیر کسی اونچ نیچ کے ایک دوسرے کا احترام کیا جاتا رہا۔

چوتھی صدی عیسوی میں ہی عیسائی مذہب میں بھی روزے رکھنے کا آغاز کیا گیا۔ان کے روزے ASCHERMITTWOCH کے دن شروع ہوتے ہیں اور یہ چالیس روز کے عرصہ کے دوران یعنی OSTERN / EASTER کے تہوار تک رکھے جاتے ہیں۔عیسائیوں کے روزوں میں سب کچھ کھانے پینے کی اجازت ہے صرف معمول سے کچھ کم کھانا کھانا ہی ان کا روزہ ہے لیکن اب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کیتھولک مذہب کے پوپ پاؤل ششم نے فروری ۱۹۶۶ء سے ان کی سختی میں بھی کچھ کمی کر دی ہے اور یہ کہا ہے کہ ایسے سخت روزے صرف ASCHERMITTWOCH اور KARFREITAG کو ہی رکھے جائیں - ASCHERMITTWOCH کے دن عیسائی روزوں کا آغاز اغلباً اس وقت شروع ہوا کہ جب پوپ GREGOR I گریگور اول نے ۱۰۹۱ء میں SYNODE VON BENEVENTO سے اس کا آغاز کیا۔پرانے زمانہ میں ان روزوں کے دوران گرجا گھروں

میں عبادت کے لئے آنے والوں کے ماتھے پر لکڑی کے کوئلوں کی راکھ سے عیسائی پادری صلیب کا ایک نشان بنایا کرتے تھے لیکن اب یہ رسم بھی مفقود ہوتی چلی جارہی ہے اور پادری اصحاب صرف اپنی انگلی سے ہی عبادات میں شریک ہونے والوں کے ماتھے پر رسماً صلیب کا نشان بناتے ہیں۔

ASCHERMITTWOCH کے دن عیسائیوں کا ایک بڑا حصہ ابلے ہوئے آلو اور مچھلی وغیرہ کھاتے ہیں۔روزوں کے ان ایام میں عموماً لیکن ہر جمعہ کے دن خصوصاً مچھلی کھائی جاتی ہے۔آج سے تقریباً دوہزار سال قبل KARFREITAG کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کو یہودیوں کی شرارت کی بنأ پر صلیب پر لٹکا دیا گیا تھا۔اس دن یعنی KARFREITAG کے دن صبح صبح عبادت کرنے کا رواج سولہویں صدی عیسوی میں ہؤا لیکن ۱۹۵۵ء میں پوپ PIUS XII پیوس بارہ نے اس عبادت کو سہ پہر یا شام کے وقت بجالانے کا ارشاد فرمایا۔اس عبادت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر ان تین گھنٹوں کی یاد تازہ کی جاتی ہے جو کہ آپؑ نے ہوش میں رہتے ہوئے گزارے اور اس کے بعد آپؑ بیہوش ہوگئے لیکن عیسائیوں کے بقول آپؑ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرکے آسمان پر چلی گئی۔ان تین گھنٹوں کی عبادت میں مناجات کی جاتی ہیں۔دعائیں پڑھی جاتی ہیں اور مراقبہ اختیار کیا جاتا ہے لیکن یہ عبادت اب آہستہ آہستہ ختم ہوتی چلی جارہی ہے۔بہرحال اسی دن عیسائیوں کا آخری روزہ بھی رکھا جاتا ہے۔

ان ایام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھا لئے جانے کی خوشی میں ایک تہوار منایا جاتا ہے کہ جسے OSTERN / EASTER کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔اس تہوار کے ساتھ ہی عیسائیوں کے روزوں کا اختتام ہوجاتا ہے۔عیسائی کہاوتوں کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جمعہ کے روز صلیب دی گئی اور وہ صلیب پر لٹکے ہوئے ہی وفات پاگئے کہ جس پر انہیں صلیب سے اتار لیا گیا اور ان کے مردہ جسد کو JOSEF VON ARIMATHÄA کی ایک غار نما قبر میں امانتاً رکھ دیا گیا لیکن تیسرے دن یعنی بروز اتوار جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک معتقد عورت MARIA MAGDALENA آپ کی نعش کو EINBALSAMIERUNG کرنے کے لئے آئی تو اس نے دیکھا کہ غار کے دہانہ سے پتھر ہٹا ہؤا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نعش اس غار میں سے غائب تھی۔اس پر یہ بات مشہور ہوگئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوکر دنیا کی نظروں سے غائب ہوگئے۔اس قصہ کو AUFERSTEHUNG کہا جاتا ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اس واقعہ کے چالیس روز بعد تک بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کو نت نئے بھیس میں دکھائی دیتے رہے بلکہ ان کے ساتھ مل بیٹھ کر کھانا بھی کھاتے رہے۔نئے وصیت نامہ میں HIMMELFAHRT کے عنوان کے تحت تحریر ہے کہ:-

" ان تمام واقعات کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس روز تک اپنے حواریوں کو نظر آتے رہے بلکہ ان کو خدا تعالیٰ کے احکامات کی

تبلیغ بھی کرتے رہے اور اس کے بعد وہ آسمان پر اٹھا لئے گئے کہ جہاں انہیں خدا تعالیٰ کے دائیں جانب جگہ عنایت ہوئی''۔(LUKAS 24; 50-52)

بہرحال ثابت ہوُا کہ AUFERSTEHUNG اور HIMMELFAHRT دومختلف باتیں ہیں کہ جن کے درمیان کم وبیش چالیس دن کا وقفہ ہے۔ایسٹر کا تہوار چونکہ یہودی عیدفسح PASSAHFEST سے منسلک ہے اس لئے اس کے ایام میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے کیونکہ آج سے ہزاروں سال قبل جب آج کی طرح کوئی مستقل کیلنڈر نہیں ہوتا تھا اس وقت تمام دنیا چاند کی گردوپیش کے مطابق ہی اپنے اپنے تہوار منایا کرتی تھی۔ PASSAH کا تہوار یعنی عیدفسح یہودی قوم اپنے رواج کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون مصر کے پنجہ سے بچ کر نکل آنے کی یاد میں ہزاروں سال سے مناتی چلی آرہی ہے۔یہ تہوار یہودی مہینہ NISAN نسان کے چاند کی چودہ تاریخ یعنی چودھویں کے چاند کے ساتھ سات روز تک مناتے ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کو اس تہوار سے ایک دن قبل جمعہ کے روز صلیب دی گئی تھی۔عیسائیوں کا آرتھوڈوکس گرجا آج تک اسی یہودی طریق کے مطابق اس PASSAHFEST تہوار کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یاد میں KARFREITAG کا دن مناتا چلا آرہا ہے لیکن کیتھولک چرچ نے اب اس عیدفسح کے تہوار کو بھی اپنی مرضی سے مستقل طور پر اتوار کے روز منانے کا فیصلہ کیا ہے۔بہرحال PASSAHFEST کا تہوار چونکہ یہودی مہینہ نسان کے چاند کی چودہ تاریخ سے منسلک ہے اس لئے عیسائیوں کے OSTERN / EASTER تہوار کی تواریخ میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

اور جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ عیسائیوں نے اپنا قمری کیلنڈر بھی تبدیل کرلیا تھا کہ جس کی وجہ سے ان کے مذہبی تہواروں کے انعقاد کی تواریخ بھی تبدیل ہوگئیں یعنی جب نصرانیوں نے اپنا کیلنڈر تبدیل کرلیا تو اب یہ موسم بہار کے سب سے پہلے چودھویں کے چاند کے دکھائی دینے کے مطابق کبھی ۲۱/مارچ کو تو کبھی اپریل میں منائی جاتی ہے۔اس سلسلہ میں تبدیل شدہ انجیل میں درج ہے کہ:-

اِسی لئے خُداوند نے حکم دِیا تھا" پس تُو اِس رسم کو اِسی وقتِ معین پر سال بہ سال مانا کرنا'' (خروج ۱۳:۱۰)،نسل درنسل۔اُن کو نئے سال میں داخل ہوتے ہی عیدفسح منانی تھی اور یہ سلسلہ اُن کو ملک کنعان میں داخل ہونے اور اُردن کے باہر اپنی میراث میں بسنے کے بعد بھی جاری رکھنا تھا۔یہ یادگار عید ابھی تک منائی جاتی تھی (یشوع ۵ باب اور اِستِثنا ۱۶ باب) اور جب نئ نسلیں اُن سے اِس کا مطلب پوچھیں تو اُن کو اپنی رہائی کی کہانی سنانی تھی (خروج ۱۲:۲۶-۲۷)۔

اس قسم کے ردو بدل نے عیسائیوں میں مختلف تنازعات پیدا کئے۔ان تنازعات کی بہت سی وجوہ ہیں لیکن مذہبی تنوع کے ساتھ ساتھ ان میں سب سے زیادہ اختلاف ان کی سماجی، معاشرتی اور سیاسی وجوہات یعنی رہن سہن کی بنأ پر ہے کہ جن کا مختصر ذکر درج ذیل ہے:-

انجیل کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودیہ کے گورنر ہیروڈس کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔آج کے کیلنڈر کے مطابق اس کی گورنری کا زمانہ ۳۷ سال قبل از مسیح سے لے کر ۴ سال قبل از مسیح کہ جسے 4 BC (Before Christ) بھی کہا جاتا ہے اپنے اختتام کو پہنچا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کم از کم ۴ سے ۱۲ بارہ برس قبل پیدا ہوئے۔یہ مسئلہ بھی عیسائیوں سے ابھی تک حل نہیں ہوسکا۔

دوسرا مسئلہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کا ہے کہ وہ بیت لحم میں ہوئی تھی یا گلیلیہ کے شہر نضر یہ میں ہوئی؟ اس پر بھی عیسائی محققین نے بہت تحقیق کی ہے لیکن کوئی حتمی نتیجہ سامنے نہیں آیا۔تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ کا یوم ولادت ۲۵ ردسمبر یعنی سردیوں میں مناتے ہیں لیکن جیسا کہ آپ اس مضمون کے آغاز میں دیکھ چکے ہیں کہ خود عیسائی محققین کی تحقیق کے مطابق یہ بات بھی درست نہیں۔اسی طرح اور بھی کئی دوسرے نہایت ہی اہم مسائل ہیں کہ جن میں تثلیث ۔-حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی اور خدا کا بیٹا ہونا جیسے مسائل بھی شامل ہیں۔اس سلسلہ میں عرض ہے کہ متی کی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں کو بار بار اپنے باپ یعنی اپنے خدا سے رجوع کرنے کی تلقین کی اور انسان کا یا حیوان کا بھی صرف ایک ہی باپ اور ایک ہی ماں ہوسکتی ہے اور یہ ممکن نہیں کہ بیٹا ہی خود باپ بھی ہو اور باپ ہی خود بیٹا بھی ہو جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے۔اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ (تورات کی) یہ بات تو تم سب سن چکے ہو کہ :-

’’تم اپنے پڑوسی سے محبت کرو اور اپنے دشمن سے نفرت‘‘ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ’’ تم اپنے دشمن سے بھی محبت کرو اور تم نقصان پہنچانے والے کے لئے بھی دعا کرو تو تب تم آسمان میں رہنے والے اپنے حقیقی باپ کے اچھے بچے ثابت ہوگے کیونکہ تمہارا باپ نیکوں اور بُروں نیز راستبازوں اور گناہگاروں سب کے لئے سورج کو نکالتا اور چمکاتا ہے نیز بارش برساتا ہے‘‘۔(متی ۵:۴۳-۴۵)

اسی طرح عیسائیوں کی ایک بہت ہی مشہور دعا بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس طرح دعا کیا کرو:-

’’ اے آسمانوں میں رہنے والے ہمارے باپ! تیرا نام مقدس رہے۔تیری بادشاہی آئے تا کہ جس طرح تیری منشأ آسمانوں میں پوری ہوتی ہے بالکل اسی طرح اس دنیا میں بھی پوری ہو۔ہماری روزانہ کی خوراک ہمیں عطأ فرما۔ہمارے گناہوں کو اسی طرح بخش دے کہ جیسے ہم بھی مختلف گناہگاروں کو معاف کر دیتے ہیں اور ہمیں آزمائش میں مت ڈال نیز ہمیں ہر برائی سے ہمیں بچا۔(بعض یونانی نسخوں میں اس آخری دعا کے الفاظ ’’تیری حکومت آئے اور تیرا جلال ہمیشہ قائم رہے‘‘ بھی شامل ہیں)‘‘۔(متی ۶:۹-۱۳)

اب میں یہاں بائیبل کے اپنے الفاظ میں ہی ایک اور حقیقت بھی بیان کرتا ہوں کہ لوقا کی انجیل کے مطابق نہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلکہ حضرت آدم علیہ السلام بھی خدا تعالیٰ کے بیٹے تھے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی خدا تعالیٰ کے اکلوتے بیٹے نہ تھے:-''
---اور آدم-خدا کا بیٹا تھا''۔(لوقا ۳ : ۳۸)۔

یہاں مجھے بنی اسرائیل کے ایک اور نبی حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ یاد آ گیا کہ جنہیں یہودی اللہ تعالیٰ کا بیٹا گردانتے ہیں۔قرآن کریم میں بھی ان کا ذکر ملتا ہے۔فرمایا:-

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّهِ وَقَالَتْ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِؤُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ (توبہ ۹ : آیت ۳۰) ''اور یہود نے کہا:عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا: مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔یہ ان کے اپنے اقوال ہیں کہ جو وہ اپنے مونہہ سے نکالتے ہیں۔یہ ان لوگوں کے قول سے مشابہ ہیں کہ جو ان سے پہلے کفر کر چکے ہیں،اللہ انہیں ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں''۔

حضرت عزیر علیہ السلام بنی اسرائیل کے جلیل القدر پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر ہیں،آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔تورات کی ایک کتاب،کتاب عزرا بھی آپ کے نام سے ہی منسوب ہے۔آپ کا زمانہ بنی اسرائیل کی قیدِ بابل سے رہائی کے بعد کا یعنی چھٹی صدی عیسوی قبل مسیح کا زمانہ ہے۔آپ نہ صرف کاہن ہی تھے بلکہ شریعت موسوی کے عالم بھی تھے اور ایک ماہر کاتب ہونے کی وجہ سے لوگوں میں بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔آپ بڑے نیک اور خدا پرست آدمی تھے۔

آپ ۴۵۷-۴۵۸ قبل مسیح میں ارتخششتا اول شاہ ایران (۴۶۵-۴۲۴ قبل مسیح) کے عہد حکومت میں یہودی قیدیوں کی رہائی پر اُن کے سربراہ کی حیثیت سے یروشلم آئے۔یہ رہائی پانے والے یہودیوں کا دوسرا گروہ تھا جو تقریباً ۵۰۰۰ افراد پر مشتمل تھا۔آپ اسی گروہ کی قیادت پر مامور کیے گئے تھے۔آپ کے یروشلم پہنچنے پر ہیکل کی تعمیر کا کام باقاعدہ انجام پا چکا تھا لیکن ابھی تک اُسے مختلف مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لیے پوری طرح استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔آپ نے ہیکل میں نہ صرف باقاعدہ عبادت کی ترویج کی بلکہ دیگر مذہبی رسوم کو بھی پھر سے نافذ کرنے کی طرف توجہ فرمائی،مثلاً عید فسح بڑے جوش وخروش سے منائی جانے لگیں۔

آپ کو اپنی قوم کی بعض مشرکانہ حرکات پر سخت ملال ہوا لیکن آپ نے بڑی ہمت اور بردباری سے کام لے کر انہیں شریعت خداوندی کی پوری طرح پیروی کی ترغیب دلائی۔آپ نے یروشلم شہر میں بہت سے تعمیری کام کروائے لیکن جس عظیم کارنامے کے باعث آپ

تاریخ یہود میں آج تک یاد کیے جاتے ہیں وہ یروشلم کی فصیل کی مرمت اور اُسے پھر سے تعمیر کروانے کا کام تھا۔اس کام میں داراشکوہ شہنشاہ ایران نے آپ کی بہت مدد کی۔آپ یروشلیم کی تعمیر نو کے کام کو خداوند خدا کی طرف سے تفویض کی ہوئی ذمہ داری سمجھ کرانجام دیتے رہے۔

آپؑ ایک دفعہ ایک ویران جگہ سے گزر رہے تھے کہ آپؑ نے اس جگہ کو دیکھ کر سوچا کہ قیامت کے روز اللہ مجھے کیسے زندہ کرے گا۔اس وقت صبح کا وقت تھا آپ سو گئے نیند کے دوران تقریباً ۱۰۰ سال تک سوتے رہے پھر سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو خواب سے جگا کر پوچھا کہ اے عزیر! تم کتنی دیر تک سوئے؟ کیونکہ جب آپ سوئے تو صبح کا وقت تھا اور جب جاگے تو عصر کا وقت تھا۔تو آپ کا یہی خیال تھا کہ آپ صرف چند گھنٹے سوئے ہیں۔اسی وجہ سے آپ نے اللہ کو جواب دیا کہ میں دن کا کچھ حصہ سویا رہا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو سو سال تک سوتا رہا ہے۔یہ سن کر آپ حیران رہ گئے پھر اللہ نے فرمایا کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھو وہ ابھی تک تازہ ہے اور اپنے گدھے کو دیکھو اس کی صرف ہڈیاں ہی باقی رہ گئی ہیں۔یہ دیکھ کر آپ ششدر رہ گئے پھر اللہ کے حکم سے ان پر گوشت چڑھ گیا اور یوں وہ گدھا پھر سے زندہ ہوگیا۔تب اللہ نے فرمایا دیکھ عزیر ہم نے اس کیسے زندہ کیا ہے بالکل اسی طرح ہم قیامت کے روز تم کو بھی زندہ کریں گے۔فرمایا:-

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (سورۃ البقرہ ۲ : آیت ۲۵۹) ”کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو ایک شہر پر گزرا اور وہ شہر اپنی چھتوں پر گرا ہوا تھا، اسے اللہ مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ پھر اللہ نے اسے سو برس تک مار ڈالا پھر اسے اٹھایا، پوچھا تو یہاں کتنی دیر رہا، کہا ایک دن یا اس سے کچھ کم رہا، فرمایا بلکہ تو سو برس رہا ہے اب تو اپنا کھانا اور پینا دیکھ وہ تو سڑا نہیں، اور اپنے گدھے کو دیکھ اور ہم نے تجھے لوگوں کے واسطے نمونہ چاہا ہے، اور گدھے کی ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ ہم انہیں کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں پھر ان پر گوشت پہناتے ہیں، پھر اس پر یہ حال ظاہر ہوا تو کہا میں یقین کرتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے“۔

یعنی انجیل کے مطالعہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اُس زمانہ میں خدا تعالیٰ کو میرا باپ یا تمہارا باپ یا ہمارا باپ کہنا ایک عام بات تھی بلکہ عام بول چال کے محاوروں میں بھی عموماً انہی الفاظات کو خوب استعمال کیا جاتا تھا اس لئے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام

نے یہ لفظ یعنی میرا باپ یا میرے باپ کے لفظ کو خود اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے بھی کبھی استعمال کیا تو اُس زمانہ کے رواج کے عین مطابق ہی استعمال کیا ہوگا کیونکہ ہمیں بنانے والا یا پیدا کرنے والا تو اللہ ہی ہے۔ پھر اِس میں کیا برائی ہے؟ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ سچ مچ خدا تعالیٰ کے حقیقی بیٹے تھے کیونکہ خدا تعالیٰ ازل سے ہے اور کسی کا پیدا کردہ نہیں اور اس بات پر پہلے پہل خود عیسائی بھی کامل یقین لاتے رہے کہ ''خدا تعالیٰ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا اور کسی نے اس کو پیدا نہیں کیا''۔اس لئے خدا تعالیٰ کا اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی انسانی بطن سے پیدا کرنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ خدا تعالیٰ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چٹکی بجاتے ہی پیدا کر کے یہ فرما سکتا تھا کہ لو! تم تو میرے بیٹے ہو جاؤ اور عیش کرو لیکن آپ نے دیکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی تمام زندگی انتہائی مظلومیت کی زندگی گزاری۔سب سے پہلے تو آپؑ کو بن باپ کے پیدا ہونے کی بنأ پر سخت سست سننا پڑا بلکہ بعض سخت رو یہودی فرقے اور ربانی تو اب بھی حضرت مسیح علیہ السلام کو حرامی اولاد تصور کرتے ہیں۔آپ اپنی والدہ کے ساتھ گھر سے بے گھر ہوئے۔اسی طرح یہودیوں نے آپؑ کو تبلیغ حق کی بنأ پر بھی آڑے ہاتھوں لیا۔یہاں تک کہ آپؑ کی معصومیت کے باوجود آپؑ کو موت کی سزا سنائی اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ صلیب کی سزا دلوا کر ہی ٹلے۔اس تمام قصہ کے بیان کرنے سے یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ مذہب یہودیت میں یہ اضافہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعی خدا تعالیٰ کے اصلی بیٹے تھے بعد میں آنے والے عیسائیوں نے ازخود اپنی جانب سے کیا ہے کہ جس کی وجہ سے تورات اور انجیل کے مابین فرق بھی کُھل کر سامنے آ جاتا ہے۔اس کی تفصیل اس مضمون میں آگے چل کر آپ کو ملے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کی عدالت نے خدائی کا دعویدار ہونے اور ہتک شریعت نیز جھوٹا مسیح ہونے کے الزام میں سزائے موت سنائی لیکن یہودی چونکہ خود محکوم ہونے کی بنأ پر خود اس فیصلہ پر عمل درآمد نہیں کر سکتے تھے لہٰذا ان جرائم کی آڑ میں انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رومی گورنر پونطیوس پیلاطوس -PONTIUS PILATUS- کے حوالہ کر دیا لیکن اس نے جب ان نا کردہ جرائم میں کوئی حقیقت نہ پائی تو تب اس نے بھی کسی معصوم کو صلیب پر چڑہانے کے لئے پس وپیش سے کام لیا تو تب یہودیوں نے پیلاطوس پر زور دے کر کہا کہ یہ شخص فتنہ وفساد پیدا کرنے والا ہے اور یوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ناحق زبردستی صلیب دلوائی۔اس زمانہ میں یروشلم میں فلسطین کے مرکزی یہودی معبد کا سب سے بڑا کاہن کائفا نامی ایک شخص تھا۔حضرت عیسیٰ کے ساتھ دو دوسرے مجرموں کو بھی صلیب دی گئی۔مرقس کی انجیل کے مطابق:-

''یروشلم میں گلگتا یا گولگتا یا کھوپڑی یا سریا سری کے مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صبح تقریباً ۹ بجے کے قریب صلیب پر لٹکا دیا گیا۔اس کے بعد دوپہر سے لے کر سہ پہر تک اندھیرا چھا گیا اور تقریباً تین بجے یسوع بلند آواز سے پکارا کہ **ایلی-ایلی (ایلوھی-ایلوھی) لما سبقتنی ؟** یعنی اے میرے خدا ! اے میرے خدا! تُو نے میرا ساتھ کیوں چھوڑ دیا؟ اس پر وہاں

موجود ایک تماشائی نے ایک کپڑا سرکہ میں ڈبو کر ایک چھڑی (سوٹی) کے ساتھ حضرت یسوع مسیح عیسیٰ علیہ السلام کے مونہہ کو لگایا کہ جس کی نمی کو چُوس کر یسوع زور سے چلایا اور (نعوذ باللہ) مر گیا''۔(مرقس ۱۵:۳۳-۳۷)

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ صلیب کی سزا کوئی نئی سزا نہیں تھی کہ جو سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہی دی گئی بلکہ یہ رسم کئی ہزار سال سے چلتی چلی آ رہی تھی۔اسی سزا کی ایک مثال قرآن مجید میں سورۃ طٰہٰ کی آیت ۷۱ میں بھی ملتی ہے کہ جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کے فرعون نے اپنے شعبدہ بازوں کو ان کی ناکامی پر یہی سزا دینے کا اعلان کیا تھا۔

بہرحال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں بائیبل میں کئی متضاد بیان ملتے ہیں کہ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جس دن آپؑ کو صلیب دی گئی اسی دن دوپہر سے لے کر سہ پہر تک اندھیرا چھا گیا اور اس آندھی آنے کے بعد سہ پہر کو جب پیلاطوس کے سپاہی لاشوں کو دیکھنے کے لئے آئے تو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر مردہ پایا کہ جس پر انہوں نے آپؑ کے دونوں مصلوب ساتھیوں کی ٹانگیں توڑ دیں تا کہ اگر وہ اب تک زندہ بھی ہوں تو بھی اب مر جائیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ (نعوذ باللہ) مر چکے تھے لہذا آپؑ کی ٹانگیں نہ توڑیں۔اسی دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری یوسف نے پیلاطوس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نعش کو صلیب سے اتار لینے کی اجازت حاصل کر لی۔پیلاطوس آپؑ کے اتنی جلدی وفات پا جانے پر بہت حیران ہؤا لیکن پھر بھی اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم کو صلیب سے اتار لئے جانے کی اجازت دے دی۔اس طرح یوسف نے کئی حواریوں کے ساتھ مل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی نگرانی میں صلیب سے اتارا اور پھر آپؑ کے جسد کو سوت کے بنے ہوئے کھدر کے ایک کفن میں لپیٹ کر ایک قریبی غار نما قبر میں رکھ دیا۔اس دوران جب شام کے ڈھلتے ڈھلتے رات کا اندھیرا پھیلنے لگا تو تب وہ لوگ اس غار نما قبر کے دہانہ پر ایک بڑا سا بھاری بھرکم پتھر رکھ کر وہاں سے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔اس سے اگلے دن چونکہ ہفتہ یعنی سبت کا مقدس دن تھا لہذا یروشلم کے سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں ہی مقیم رہے۔

مذہب عیسائیت کا سب سے پہلے تنازعہ اسی بات پر شروع ہؤا کہ کیا حضرت عیسیٰ السلام نے صلیب پر وفات پائی یا انہیں بیہوشی کی حالت میں صلیب سے اتار لیا گیا تھا ؟ اور پھر یہ بات یہیں پر ختم نہیں ہوگئی بلکہ صدیوں تک اس معاملہ پر بحث مباحثہ ہوتا رہا یہاں تک کہ ۴۵۱ء کی مجلس مشاورت میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام یعنی یسوع مسیح نے صلیب پر جان دی تھی'' یعنی وہ مر کر امر ہو گئے لیکن خود بائیبل سے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بچ جانے کے شواہد مہیا ہوتے ہیں کہ جن پر عیسائی غور نہیں

کرتے جبکہ تمام انجیلیں اس امر پر متفق ہیں کہ اپنے آسمان پر اٹھائے جانے سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے درمیان آتے جاتے۔ اٹھتے بیٹھتے بلکہ ان کے ساتھ کھانا بھی کھاتے رہے۔ انہی انجیلوں کے مطابق اتوار کے روز جب مریم مگدالینی-MARIA MAGDALENA- اور کچھ دوسرے لوگ اس غار نما قبر پر دعا کرنے کے لئے آئے تو انہوں نے اس غار کے دہانہ پر رکھے ہوئے پتھر کو ایک طرف لڑھکا ہوا پایا کہ جس پر انہوں نے غار کے اندر داخل ہو کر دیکھا تو وہاں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کفن تو پڑا ہوا تھا لیکن آپ کا جسم وہاں سے غائب تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی کہانیاں بائیبل میں ملتی ہیں کہ اس غار کے اندر ایک کونہ میں ایک فرشتہ بیٹھا ہوا تھا غالباً حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود ہی اٹھ کر ایک کونہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دوسری کہاوت کے مطابق وہاں دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے- وغیرہ وغیرہ- **واللہ اعالم بالصواب** . یعنی صرف اسی ایک مسئلہ پر ہی انجیل میں ہمیں کئی مختلف بیانات پڑھنے کو ملتے ہیں۔

اسی طرح انجیل کے مطالعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آسمان پر اٹھائے جانے (یعنی اپنی ہجرت- ناقل) سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے خاص خاص شاگردوں یعنی حواریوں سے ملاقات کے واسطے آخری مرتبہ تشریف لائے۔ آپؑ نے ان سے گفتگو کی اور ان کو اپنے ہاتھوں اور پیروں پر مندمل شدہ زخموں کے آثار بھی دکھائے۔ آپؑ کے حواری یعنی آپؑ کے پیروکار حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام بنت عمران کو ایک انسانی فرشتہ کے روپ میں دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے لیکن آپؑ کو اپنے درمیان دیکھ کر بہت خوش بھی ہوئے۔ پھر آپؑ نے ان کے ساتھ پکی ہوئی مچھلی کا کھانا تناول کیا۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں معمول کے مطابق نیکی کی تعلیم دی اور ایک مخصوص مدت تک انہیں یروشلم میں ہی رہنے کا حکم دیا اور اس مخصوص مدت کے گزر جانے کے بعد اس تعلیم کو تمام دنیا بھر میں پھیلانے کا ارشاد فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کے بارہ میں تحریر ہے کہ" یسوع نے اپنے شاگردوں کو یروشلم سے باہر بیت عنیاہ میں بلایا۔ ہاتھ اٹھا کر ان کے حق میں دعا کی۔ ابھی وہ یہ دعائیں دے ہی رہا تھا کہ وہ ان سے الگ ہو کر آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ (لوقا ۲۴: ۵۰-۵۱)

اس آیت سے عیسائی یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ وہ ہجرت کے وقت اپنے راستہ پر چلتے چلتے اتنی دور چلے گئے کہ اپنے حواریوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے کہ جیسے بالعموم تمام راہی چند میل دور جا کر ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں یا پھر چونکہ اس وقت دھند پھیلی ہوئی تھی لہذا آپؑ کچھ دور جا کر اس دھند میں غائب ہو کر فلسطین سے ہجرت فرما گئے کیونکہ اسی لئے تو انہوں نے ہجرت کے کچھ عرصہ بعد تک عیسائیت کی تبلیغ پر پابندی عائد کر دی تھی تا کہ اس دوران وہ رازداری کے ساتھ یہودیوں کی رسائی اور رومی سلطنت کی حدود سے بحفاظت باہر نکل جائیں۔ اس کے بعد تقریباً تین سو برس تک

عیسائیت کو ماننے والے عیسائی، رومنوں اور یہودیوں کی ٹھوکروں کا شکار رہے لیکن بالآخر خدا کے حضور ان کی دعائیں سنی گئیں اور انہیں اقتدار نصیب ہوا لیکن اقتدار ملنے کے چند ہی سال کے اندر اندر عیسائیوں کا وہ اصلی مذہب کہ جس کی اشاعت کا حکم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں دیا تھا دم توڑ گیا۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں کہ جن پر اس مضمون میں کچھ روشنی ڈالی جا چکی ہے اور بقیہ حقیقت اب بیان کی جائے گی۔ انشاءاللہ

بہر حال سلطنت روم کے زوال کے ساتھ ہی رومن امپائر میں عیسائیوں کے دو بڑے چرچ وجود میں آئے۔ پہلا چرچ روم میں بنا کہ جہاں عیسائیوں کے سب سے بڑے پادری یعنی بشپ آف روم نے مغربی ممالک کا روحانی اقتدار سنبھال لیا اور دوسرا قسطنطنیہ کے گرجے کے سب سے بڑے پادری یعنی PATRIARCH پیٹریآرش نے مشرقی ممالک کا روحانی اقتدار سنبھال لیا لیکن روم کے چرچ کو افضل قرار دیا گیا۔ قسطنطنیہ کا گرجا۔ روم کے چرچ کے اس اولین حق پر تو متفق تھا کہ عیسائیت چونکہ روم سے شروع ہوئی ہے اور اُس وقت رومن امپائر دنیا کی سب سے بڑی طاقت بھی تھا اِس لئے عیسائیت کا سب سے بڑا مرکز روم ہی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی ہر بات بے چون و چرا مان لی جائے لیکن اس کے باوجود ان دونوں گرجوں کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ الحاق قائم رہا۔ اسی طرح قیصر روم نے جب روم کو چھوڑ کر قسطنطنیہ کو اپنا دارالحکومت بنا لیا تو ان اختلافات کو قسطنطنیہ کے گرجے کی اس بات نے مزید ہوا دی کہ قسطنطنیہ کا عیسائی مذہبی راہنما ہی تمام عیسائی دنیا کا سب سے بڑا مذہبی راہنما بھی ہے۔

۵۵۳ء میں روم کے بشپ گریگور اول نے گرجا گھروں میں دعاؤں اور عبادات کو لاطینی زبان میں بجالانے کا حکم دیا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف آرامیئش زبان بولتے تھے لیکن عبرانی یعنی ہیبریئش پڑھ سکتے تھے۔ قیصر پھوکلاس -KAISER PHOKLAS- نے روم کے بشپ کو پوپ کا خطاب یعنی دنیا کا سب سے بڑا بشپ عنایت کیا تو اس وقت کے بشپ -GREGOR I- گریگور اول نے ہ خطاب استعمال کرنے سے انکار کر دیا لیکن اس کے جانشین بونیفاٹیوس سوم BONIFATIUS III نے سب سے پہلے اپنے لئے اس خطاب کو استعمال کیا۔ اسی طرح اپنے بادشاہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انہی ایام میں منعقد ہونے والی مجلس مشاورت نے -PETRUS- پطرس کو دنیا کا سب سے پہلا پوپ قرار دیا جبکہ آج تک نہ ہی یہ بات ثابت ہو سکی ہے کہ پطرس کبھی روم میں آیا تھا اور نہ ہی یہ کہ اس نے روم میں دو اڑہائی برس تک کسی جگہ عیسائیت کا درس بھی دیا ہو اور یہی بات روم کے تیسرے بشپ -CLEMENS- کلے میز نے بھی کہی ہے کہ پہلی صدی عیسوی میں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ پطرس کبھی روم میں آیا تھا یعنی یہ سب افترا ہے۔

۶۹۱ء میں پوپ کے پاؤں چومنے کا آغاز ہوا جبکہ اس سے پہلے یہ رسم صرف بادشاہوں تک مخصوص تھی کہ اس وقت کے بادشاہ کی

ملاقات کے وقت اس کے درباری یا اس کی رعایا اپنے اپنے بادشاہ کے قدم چوما کرتی تھی۔ یہی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ آگے بڑھ کر خداتعالیٰ کی عبادت بجالانے کی بجائے عیسائیت کی مقدس ہستیوں اور پوپ کی عبادت کرنے کا رواج بھی زبردستی رائج کیا گیا جو کہ یسوع مسیح کا نائب مانا جاتا تھا۔عوام الناس کی نصیحت کے لئے حضرت مریم علیہ السلام جیسی مقدس ہستیوں اور پوپ کی عبادت نہ کرنے والے تنقید نگاروں کو چُن چُن کر قتل کر دیا گیا کیونکہ مقتول اپنے اپنے شہروں اور قصبات میں درجہ اول کے عبادت گزار شمار کئے جاتے تھے اس لئے ایسے ناپسندیدہ احکامات ماننے سے گریزاں تھے۔

۷۵۴ء میں قسطنطین پنجم نے ایک مجلس مشاورت بلوائی تا کہ یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ گرجا گھروں میں مذہبی تصاویر کی کس حد تک واجب الاداعزت وتکریم کی جائے۔مجلس مشاورت نے تصاویر کے احترام یا ان کی پرستش کو ممنوع قرار دیا۔ ۷۸۷ء میں قیصرہ آئرین IRENE نے NICÄA کے شہر میں ایک دوسری مجلس مشاورت بلوائی کہ جس نے تورات کے دس مسلمہ قوانین میں سے دوسرے قانون کو منسوخ قرار دے دیا یعنی :-

'' تم خدائے واحد کے ساتھ کسی دوسرے کو خدا نہ بناؤ ''

"DU SOLLST KEINEN ANDEREN GOTT NEBEN DEM EINZIGEN HABEN"

اور تورات کے ان دس قوانین میں سے دسویں قانون کے بھی ٹکڑے ٹکڑے اڑا دئے یعنی :-

'' تم کسی دوسرے کی بیوی اور کسی دوسرے کے اموال پر فریفتہ نہ ہو جاؤ ''

" DU SOLLST NICHT BEGEHREN DEINES NÄCHSTEN FRAU UND GUT"

اور پھر صدیوں سے جاری شدہ رسم ورواج اور تمام لاگو قوانین کے برعکس یہ فیصلہ کیا کہ تصاویر کی حرمت تو کی جائے لیکن ان کی پرستش نہ کی جائے۔اس پر صرف تعظیم کی غرض سے گرجا گھروں میں رکھنے۔گھروں اور مقابر پر بنانے اور سرعام گلے میں پہننے کے لئے صلیب کی خرید وفروخت کا انتہائی منافع بخش کاروبار شروع ہوُا۔اس پر بہت ہنگامہ ہوُا کہ جس کی لہریں تین چار صدیوں تک یعنی بارہویں صدی عیسوی تک اٹھتی نظر آتی رہیں۔اس کے علاوہ نمک کے ملاوٹ شدہ اور پادری کی دعا سے پاکیزہ بن جانے والے متبرک پانی کو بھی بپتسمہ دینے کے لئے متعارف کروایا گیا کہ جس کے ذریعہ پادری لوگوں کو گناہوں سے پاک وصاف کرنے لگے حالانکہ اس سے پہلے کسی بھی چرچ میں داخلہ کی شرط ہی یہ تھی کہ انسان اپنا مونہہ ہاتھ دھو کر یعنی پاک وصاف ہو کر گرجا گھروں میں آئے ورنہ اسے نجس تصور کیا جاتا تھا۔

جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ آٹھویں صدی عیسوی کے آغاز سے لے کر ۷۲۶ء تک عیسائیوں کے مشرقی چرچ یعنی

آرتھوڈوکس گرجوں میں لٹکائی گئی یا دیواروں پر بنائی گئی مذہبی تصاویر کی حرمت بڑھتے بڑھتے پوجا پاٹ تک جاپہنچی تھی اس لئے KAISER LEON III قیصر لیون سوم نے مذہب عیسائیت کوایسی تمام بدرسومات اورخرافات سے بچانے کے لئے ۷۳۰ء میں تمام مذہبی تصاویر کی پرستش پر پابندی لگادی یہاں تک کہ قسطنطین پنجم KONSTANTIN V کے عہد میں مذہبی تصاویر کی پرستش کرنے والوں کا انتہائی سختی کے ساتھ پیچھا کیا گیا کہ جس پر دمشق کے پادری یونس JOHANNES نے کڑی تنقید کی۔اس پر ۷۸۷ء میں اس بات کی اجازت تو دے دی گئی کہ تصاویر کا احترام کیا جائے لیکن ان کی پرستش پر بدستور پابندی عائد رہی لیکن LEON V کے زمانہ اقتدار یعنی ۸۱۳-۸۲۰ عیسوی میں ایک مرتبہ پھر مذہبی تصاویر کی پرستش کی حد تک حرمت کرنے والوں کا تعاقب کیا جانے لگا تو تب مذہبی تصاویر کے احترام کے ساتھ ساتھ ان کی پرستش کرنے والوں نے ۸۴۳ء میں اپنے مشرقی آرتھوڈوکس گرجے کی پشت پناہی پر مغربی کیتھولک چرچ سے مکمل آزادی حاصل کرلی اور یوں ان تمام مذہبی تصاویر کی یہ ڈھکی چھپی عبادت بھی آرتھوڈوکس چرچ میں برسرعام کی جانے لگی اورتب سے آج تک جاری وساری ہے۔

۸۷۹ء میں حضرت مریم علیہ السلام کے خاوند حضرت یوسفؑ SANKT JOSEPH کی تعظیم شروع ہوئی اور اسی سن میں PAPST JOHANNES XV پوپ یونس پندرہ نے سب سے پہلے کسی شخص کو مقدس ہستی قرار دیا اور دوران سال میں آنے والی مذہبی چھٹیوں کے ایام میں روزے رکھنے کا قانون لاگو کیا گیا اور عوام الناس کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس میں لچک پیدا کی گئی۔اجتماعی مذہبی عبادت کو چندہ جمع کرنے کے لئے استعمال کیا جانے لگا اور گیارہویں صدی عیسوی میں ایسی عبادات میں حصہ لینا نہایت ضروری بلکہ لازمی قرار دے دیا گیا۔

اسی دوران یعنی ۱۰۴۳ء میں جب MICHAEL KERUKKARIOS قسطنطنیہ کا PATRIARCH منتخب ہوا تو اس نے عیسائیوں کے درمیان پیدا ہونے والے باہمی تنازعات کو افہام وتفہیم سے دور کرنے کی کوشش کی۔اس لئے ۱۰۵۴ء میں ایک مجلس مشاورت بلائی گئی لیکن اس مجلس نے تنازعات کو ختم کرنے کی بجائے مزید بڑھایا کیونکہ اس مجلس میں جب یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ ’’ہم اس روح القدس پر یقین رکھتے ہیں جس کو باپ اور بیٹے نے پیدا کیا ‘‘ تو اس پر آرتھوڈوکس چرچ بہت چیں بجبیں ہوا کہ بار بار مذہب عیسائیت کو بدلنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ جس کی تبلیغ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کی تھی تو اس پر روم کے کارڈینل HUMBERT VON SILVA CANDIDA نے بگڑ کر قسطنطنیہ کے PATRIARCH سے باہمی اختلافات پر مزید گفتگو کا دروازہ بند کرلیا۔اس بات کا آرتھوڈوکس چرچ نے بہت بُرا منایا اور باہمی تعلقات یہاں تک بگڑے کہ عیسائی دو بڑے فرقوں میں بٹ کر تقسیم ہوگئے لیکن اس جلتی الاؤ پر مزید تیل ڈالنے کا کام اس وقت ہوا کہ جب مغربی چرچ کی جانب سے ۱۲۰۴ء میں صلیبی جنگوں کو جانے

والی فوج نے قسطنطنیہ میں لوٹ مار کی اور شہر کو آگ لگا دی۔ اُس دن سے لے کر ۱۹۶۵ء تک یعنی تقریباً ۷۵۰ برس تک ان دونوں عیسائی چرچوں نے آپس میں قطع تعلق کرلیا یہاں تک کہ ۱۹۶۵ء میں روم کے پوپ پاؤل ششم اور اُس وقت کے PATRIARCH ATHENAGORAS نے باہمی رضامندی سے ایک دوسرے کے ساتھ قطع تعلق کو ختم کرتے ہوئے ایک دوسرے کے قریب آنے کی کوشش شروع کی۔

۱۲۱۵ء کی مجلس مشاورت میں پوپ INNOZENZ III انوسینس سوم نے عیسائی عوام کے لئے ہر سال کم از کم ایک بار کسی نہ کسی پادری کے سامنے اپنے گناہوں کے اعتراف کو لازمی قرار دیا۔ اس کے علاوہ OBLATE یعنی اس روٹی کی تعظیم لازم قرار دی گئی کہ جس کو گرجا گھروں میں تقسیم کیا جاتا تھا کیونکہ اس روٹی کو حضرت یسوع مسیح کے جسم سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اسی سال نئے وصیت نامہ اور پرانے وصیت نامہ جیسی اصطلاحیں بھی ایجاد ہوئیں جبکہ ان سے پہلے اس سے پہلے صرف پرانے یا نئے عہد ناموں کا ذکر کیا جاتا تھا کہ جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نیز حضرت داؤد علیہ السلام نے خدائے واحد کی عبادت بجالانے والے پرانے عہد نامہ کی ایک مرتبہ پھر سے تجدید کی تھی۔ اسی طرح اس مشاورت نے انجیل جیسی مقدس مذہبی کتاب کا گھر میں رکھنا ہی ممنوع قرار دے دیا تا کہ '' نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری'' کے مصداق نہ ہی یہ کتاب کسی کے گھر میں ہوگی اور نہ ہی کوئی ہم معصوم اور بے گناہ پادریوں سے اُلٹے سیدھے سوال کرے گا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو تمام لوگوں کو مذہبی کتب پڑھنے کا ارشاد فرمایا تھا۔ یہاں میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ یہ تمام کمی بیشی تو بہت بعد کی باتیں ہیں جبکہ خدا تعالیٰ تو اپنے مقدس کلام پاک قرآن مجید کے ذریعہ ہمیں آنحضرت ﷺ کی بعثت کے دور میں ہی تورات اور انجیل میں ہونے والی کانٹ چھانٹ کے بارہ میں مطلع فرما چکا ہے۔ فرمایا:-

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۖ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ○ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْجَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ؕ قَدْجَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (المائدة ۵ : آیت ۱۳ – ۱۶) ''پس! بنی اسرائیل کے اپنے ہی کئے ہوئے پختہ عہد کو توڑ دینے کی بناء پر ہم نے ان پر لعنت ڈالی اور ان کے دلوں کو حق کی بات کو سننے کے لئے سخت بنا دیا کیونکہ وہ اپنی دینی کتب کے الفاظ کو ان کی جگہ سے ادل بدل دیتے ہیں اور جن امور کی انہیں نصیحت

کی گئی تھی اس کا بہت سا حصہ بھلا چکے ہیں۔اس لئے تو ان میں سے سوائے چند ایک کے بقیہ سب کی جانب سے کسی نہ کسی خیانت کی اطلاع پاتا رہے گا۔پس! تو انہیں معاف کر اور ان سے درگزر کر کیونکہ اللہ احسان کرنے والوں سے یقیناً محبت کرتا ہے اور جو لوگ اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں ہم نے ان سے بھی ایسا ہی عہد لیا تھا لیکن انہوں نے بھی ان تمام امور میں سے بہت سے حصہ کو بھلا دیا کہ جس کی انہیں تاکید کی گئی تھی۔تب ہم نے ان کے درمیان قیامت تک دشمنی اور عداوت ڈال دی۔اس لئے جو کام بھی وہ کیا کرتے تھے ان کے بارہ میں اللہ انہیں جلد ہی آگاہ کرے گا۔پس اے اہل کتاب! اب ہمارا رسول تمہارے پاس آ چکا ہے جو کہ تمہارے سامنے بہت سی وہی باتیں بیان کر رہا ہے کہ جنہیں تم چھپایا کرتے تھے اور تمہاری بہت سی ایسی باتیں بھی ہیں کہ جن سے وہ صرف نظر کر رہا ہے یعنی اب تمہارے لئے خدا کی جانب سے نور سے بھری ہوئی ایک روشن کتاب آ گئی ہے اس لئے اس کی پیروی کرو کیونکہ اس کتاب کے ذریعہ اللہ صرف انہی لوگوں کی راہنمائی کرتا ہے جو کہ اس کی رضا کی خاطر سیدھے راستہ کو اختیار کرنا چاہتے ہیں اور انہیں اپنے فضل سے ظلمت کے اندھیروں سے نکال کر صراط مستقیم کے نورانی راستہ پر چلاتا ہے''۔

بہرحال قرآن مجید کی آیات کی تلاوت سے ثابت ہو گیا کہ تورات، زبور اور انجیل کے بہت سے مضامین میں حد درجہ کا ادل بدل کیا گیا ہے اور یوں بدلتے ہوئے زمانہ کے ساتھ ساتھ مختلف انواع واقسام کے قوائد وقوانین میں تبدیلی ہوتے ہوتے بالآخر عیسائیت پر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ انہوں نے پوپ کی بات کو ہی حرف آخر سمجھنا شروع کر دیا یہاں تک کہ پوپ LEO IX لیونہم اور اس کے بعد آنے والے پوپوں نے جب بزور بازو اپنا یہ حق منوانا چاہا کہ پوپ کی ہر بات حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے اور کبھی غلط نہیں ہو سکتی تو تب عیسائیوں کے درمیان شدید اختلاف پیدا ہو گئے کہ حرف آخر صرف خدا تعالیٰ کی ذات کا ہی ہو سکتا ہے۔یہ جھگڑا کافی لمبے عرصہ سے چلتا چلا آ رہا ہے کیونکہ کبھی کسی سخت گیر پوپ کا حکم چلتا تو کبھی کسی طاقتور مشاورت کی بات مان لی جاتی۔بہرحال اس زمانہ میں دنیا بھر میں بہت سے چرچ آزاد ہو گئے کہ جن کی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مذہبی مخاصمت اتنی زیادہ بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ کلام تو کیا سلام کرنے کے لئے بھی تیار نہ تھے لیکن پھر بھی ان میں سب سے بڑے صرف تین ہی چرچ ہیں ایک مغربی چرچ یعنی کیتھولک چرچ اور دوسرا مشرقی چرچ یعنی آرتھوڈوکس گرجا اور تیسرا ایوانگلیش یا پروٹسٹنٹ چرچ۔

کیتھولک چرچ ایک طرف تو جہاں مختلف عیسائی چرچوں کے ساتھ نبرد آزما رہا تو دوسری طرف وہیں اس کے اپنے اندرونی اختلافات بھی کوئی ڈھکی چُھپی بات نہیں۔۱۳۷۸ء میں کیتھولک چرچ شدید بحران کا شکار ہوا۔یہ بحران اس وقت شروع ہوا کہ جب ایک متنازع فیہ پادری URBAN VI اُربان ششم کو پوپ چنا گیا۔اس پر بہت سے کارڈینیلوں نے اُس منتخب پوپ کی باتوں اور اس کے احکامات کو ماننے سے صاف انکار کر دیا بلکہ اس کے انتخاب کا ہی سرے سے انکار کیا اور خود مل کر ایک دوسرے پادری KLEMENS

VII کلے میز ہفتم کواپنا پوپ بنالیا اور یوں ایک ہی وقت میں دو پوپ بن گئے۔اس پر بہت شدید جھگڑا ہوُا کہ جس کے بعد پہلے پوپ URBAN نے دوسرے پوپ KLEMENS کو چرچ سے خارج کردیا۔اس پر KLEMENS اپنے پیروکاروں کو ساتھ لے کر AVIGON کے علاقہ میں چلا گیا اوراس نے وہاں جا کر اپنا کام شروع کردیا۔یہ صورت حال مغربی عیسائی دنیا کے لئے بے حد تشویش کا باعث بنی کہ وہ کس پوپ کی بات کو مانیں اور کون سے پوپ کے حکم کا انکار کریں؟ اس نا چاقی کو ختم کروانے کے لئے عیسائی پادریوں کی مسلسل جدوجہد کے بعد ۱۴۰۹ء میں PISA کے شہر میں دونوں جانب کے بشپ اور کارڈینیلوں کا اجلاس ہوُا لیکن کوئی حتمی فیصلہ نہ کیا جاسکا کہ جس پر ایک اور پادری کو تیسرا پوپ بنا دیا گیا اور یوں ایک ہی وقت میں تین پوپ مغربی عیسائی ممالک پر حکومت کرتے رہے اور پھر'' درد بڑھتا گیا جُوں جُوں دوا کی'' کے مصداق حالات مزید سے مزید تر بگڑتے چلے گئے یہاں تک کہ عوام کے زور دینے پر ۱۴۱۴-۱۴۱۸ عیسوی کے درمیان KONSTANZ کے شہر میں عیسائی مجلس شوریٰ کی قونصل کے اجلاسات میں تمام تنازعات کا بغور جائزہ لیا گیا اوران کے سدباب کے لئے ایک معقول راہ نکالی گئی کہ جس کے بعد ان تینوں پوپوں کو معزول قرار دے کر ایک متفقہ شخص MARTINS V مارٹینز پنجم کو مشترکہ طور پر پوپ مان لیا گیا۔

انہی تمام اختلافات کو مدنظر رکھتے ہوئے ۱۴۱۴ء میں کونسٹانس KONSTANZ کی مجلس مشاورت نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ پوپ کی بجائے مجلس مشاورت کا فیصلہ سب سے آخری حکم کا درجہ رکھتا ہے لیکن اس فیصلہ کے چارسو پچپن سال کے بعد ۱۸۶۹-۱۸۷۰عیسوی کی مجلس مشاورت میں ایک مرتبہ پھر دوبارہ یہ حتمی فیصلہ کیا گیا کہ پوپ کی بات کبھی بھی غلط نہیں ہوسکتی۔انہی مذہبی اختلافات کے ساتھ ساتھ معاشرتی اختلافات بھی کسی درجہ کم اہمیت نہیں رکھتے کیونکہ جب سے عیسائیوں نے پردہ کو ترک کیا ہے تب سے ان میں بے حیائی در آئی اور یہ بیماری بڑھتی ہی چلی جارہی ہے کہ جسے یہ لوگ ماڈرن ازم خیال کرتے ہیں۔بالخصوص جنگ عظیم دوم میں جب کروڑوں سپاہی جنگوں میں مارے گئے یا قیدی بن کر سالہا سال کے لئے اپنے بیوی بچوں سے دور ہوگئے تو تب روز معاش کے حصول کے لئے عورتوں کو پردہ کو ترک کرکے اپنے گھروں سے باہر نکلنا پڑا جس کی بنأ پر ان میں سے بعض عورتوں نے گھر سے باہر نکلتے وقت سر پر سکارف لینا بھی چھوڑ دیا جبکہ جنگ عظیم سے قبل صرف کوئی کوئی آزاد خیال عورت ہی ایسا کیا کرتی تھی۔بہرحال پہلے سکارف کا استعمال کم ہوُا پھر خواتین کے مخصوص لباس گھاگرا ROCKS کی جگہ پینٹ نے لے لی اوراس کے بعد وہ پینٹ اپنی لمبائی میں کم ہوتے ہوتے ایک نیکر بن گئی یعنی اس طرح فیشن کے نام پر مغربی ممالک میں مردوزن کے درمیان شرم وحیأ کم ہوتے ہوتے بالآخر بالکل ہی اٹھ گیا۔

ہپی ازم کے دور میں مردوزن کے باہمی اختلاط کا لازمی نتیجہ حرام اولاد کی صورت میں سامنے آیا کہ جس سے بچنے کے لئے عورتوں نے

ناجائز بچوں کی پیدائش کوروکنے والی دواؤں کا استعمال کرنا شروع کیا تو تب اس کے نتیجہ میں بے حیائی مزید اور بھی زیادہ پھیل گئی کیونکہ ان دواؤں کی ایجاد سے پہلے عورتیں اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کی خاطر اور طعن و تشنیع سے بچنے کے لئے بیگانہ مردوں سے سرعام ناجائز تعلقات قائم نہ کیا کرتی تھیں لیکن ان دواؤں کے استعمال کی آزادی ملتے ہی انہوں نے بلا جھجک بلکہ برسرعام اپنے خاندان کی عزت و نام و ناموس کو پامال کرتے ہوئے رسوا کرنا شروع کر دیا اور یہ کوئی دور کی بات نہیں بلکہ بیسویں صدی کے سن ساٹھ اور سن ستر کے دور میں اگر کوئی عورت اسی قسم کے ناجائز تعلقات کی بنأ پر حاملہ ہو جاتی تھی تو اس کو اپنے ماں باپ کے زور دینے پر بلکہ شرمندگی کے باعث بھی اسی مرد سے یا کسی دوسرے مرد سے شادی بھی کرنا پڑتی تھی تا کہ ایک طرف تو ان کی عزت بنی رہے دوسرے بچے کو بھی اپنے ماں باپ کا علم ہو اور اپنے خاندان کا علم ہو کہ میں کس خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔

اسی طرح سن ستر کی دہائی کے وسط سے لے کر سن اسی کے آخر تک بعض غیرت مند بھائی اپنی بہنوں کی عزت کو بچانے کے لئے سر پھٹول بھی کرتے رہتے تھے لیکن ان تمام پابندیوں کے باوجود غیر شادی شدی مرد و زن کا باہمی اختلاط بڑھتا ہی چلا گیا یہاں تک کہ وہ اپنے ماں باپ کی اجازت کے بغیر ہی ایک دوسرے سے شادیاں بھی رچانے لگے لیکن بے حیائی کی انتہا اس وقت ہوئی جبکہ انہوں نے آہستہ آہستہ نکاح کرنا ہی چھوڑ دیا اور اپنے اپنے گھر سے بھاگ کر ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھا رہنے لگے۔اس کا لازمی نتیجہ ناجائز بچوں کی بھرمار کی صورت میں سامنے آیا یہاں تک کہ اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے سے عیسائی پادری اور راہب بھی پیچھے نہ رہے اور اب ان عیسائی مذہبی راہنماؤں کے ناجائز بچوں کی تعداد مغربی ملک میں لاکھوں سے بھی اوپر تجاوز کر چکی ہے کہ جنہیں عیسائی چرچ شرم و بے شرمی ہر سہولت مہیا کر رہا ہے جبکہ کیتھولک عیسائی پادریوں کو کسی قسم کے جنسی تعلقات قائم کرنے کی اجازت ہی نہیں۔ پادریوں کے شادی نہ کرنے کی رسم کو-ZÖLIBAT- بھی کہا جاتا ہے۔ بہرحال سن اسی کی دہائی کے آخر تک ناجائز بچوں کو اس کے باپ کی جانب سے کوئی حقوق حاصل نہ تھے لیکن ناجائز بچوں کی تعداد جب کروڑوں سے بھی اوپر تجاوز کر گئی تو پھر اس سلسلہ میں بھی مغربی حکومتوں کو چاروناچار جھکنا پڑا اور ان کے لئے مختلف قوانین بنانے پڑے یہاں تک کہ بالآخر سن نوے کی دہائی کے آغاز میں جائز و ناجائز بچوں کو ایک دوسرے کے برابر مکمل معاشرتی اور خاندانی حقوق حاصل ہو گئے یعنی ان کی عزت کا جنازہ نہایت دھوم دھام سے ایسے اٹھا کہ حلال وحرام کی تمیز ہی ختم ہو گئی۔

یورپ میں کئی سالوں سے حقوق نسواں کے تحت عورتیں بھی راہبہ سے پادری اور پادری سے بشپ بننے کے لئے جدوجہد کرتی چلی آرہی ہیں جبکہ بائبل کے مطابق کسی گرجا گھر میں صرف ایک مرد ہی پادری بن سکتا ہے اور وہی پادری انہیں نیکی کی تعلیم دے سکتا ہے۔ اس طرح بائبل کے قوانین کو اپنے قدموں تلے روندنے کی کوشش میں مرد و زن سب ہی مصروف ہیں لیکن مغربی معاشرہ کی عزت و

حرمت کے تابوت میں آخری کیل اس قانون نے اس وقت ٹھونکا کہ جس نے ۱۹۹۰ء کی دہائی کے آخر میں چرچ نے سر عام ہم جنس پرست مردوں کو مردوں کے ساتھ اور عورتوں کو عورتوں کے ساتھ ایک دوسرے سے نکاح کر کے شادی کر لینے کی اجازت دے دی۔ اس قانون کو چرچ کی پشت پناہی حاصل ہوتے ہی ہم جنس پرستی کا اقرار کرنے والے عوام برملا اپنے ہم جنس پرست ہونے کا اقرار کرنے لگے۔ سیاستدان بر سر عام اپنی قومی وصوبائی اسمبلیوں کے اجلاسات میں فخریہ اپنی ہم جنس پرستی کا اظہار کرنے لگے۔ ہم جنس پرست راہب چرچ میں پادری اور بشپ بن بیٹھے کہ جس کی بدولت چرچ کا اپنا کردار بھی انتہائی مشکوک شکل اختیار کر گیا۔ یہی نہیں بلکہ سوائے آرتھوڈوکس چرچ کے بقیہ تمام فرقوں کے عیسائی پادریوں نے اپنی داڑھی اور مونچھیں بھی صاف کر دی ہیں اور داڑھی مونچھ اتار کر خود ہی اپنے عزت وناموس کا جنازہ نکال دیا ہے۔ الغرض یہ کہ عیسائی مذہب کا دیوالیہ نکل گیا۔

ایسے ہی عیسائی راہبوں اور پادریوں کی ان تمام حرکات وسکنات کو دیکھتے ہوئے اب کوئی بھی شخص پادری بننے کے لئے تیار نہیں ہوتا اور اس لئے چرچ کو نئے پادری تلاش کرنے کے لئے بہت جدوجہد کرنا پڑ رہی ہے بلکہ اب تو چرچ کو ننیں NUNNS - NONNEN بھی ڈھونڈے سے نہیں ملتیں۔ یہ ننیں ایسی عورتیں ہوا کرتی تھیں جو کہ کسی نہ کسی وجہ سے اغلباً ایک نرس بن کر دنیا کو آرام وسکون مہیا کرنے کے واسطے یا پھر دنیاوی معاشرہ کے ظلم وستم سے تنگ آ کر یا اپنی حرمت کو بچانے کے واسطے کسی نہ کسی چرچ کی نن بن جانے کو ترجیح دیا کرتی تھیں اور یوں کسی نہ کسی چرچ میں پناہ حاصل کر کے اپنی زندگی کے بقیہ دن اللہ اللہ کرتے ہوئے بسر کیا کرتی تھیں لیکن ظلم وستم کی انتہا یہ ہوئی کہ بہت سے پادریوں نے اپنا پاکیزہ صاف ستھرا راہبانہ لباس پہن کر (اُتار کر۔ ناقل) اپنے اپنے گرجا گھروں کی چار دیواری کے اندر ہی ان بے سہارا اور کمزور نیز معصوم عورتوں کی عزت وناموس پر بھی ڈاکہ ڈالنے سے بھی گریز نہ کیا۔ ایسی باتیں پرانے زمانہ میں تو چُھپ جایا کرتی تھیں کیونکہ پرانے زمانہ میں عوام اور میڈیا کی رسائی ان مظلوم عورتوں تک نہ تھی لیکن آج کے ترقی یافتہ دور میں جبکہ مرد وزن کے برابر کے حقوق کی باتیں ہو رہی ہیں کون سی عورت ہے جو کہ اپنی حرمت کو سر عام بیچے گی جبکہ وہ ایک باعزت زندگی بھی گزارنا چاہتی ہے؟ اسی طرح نابالغ معصوم بچے بچیوں سے مختلف پادریوں کے جنسی تعلقات کی خبریں آئے دن میڈیا میں آتی رہتی ہیں لہذا اب ایسے بہت سے مظالم سر عام بے نقاب ہو رہے ہیں کہ جن کی وجہ سے عوام الناس کا چرچ پر اور بالخصوص پادری صاحبان پر اعتبار کم سے کم ہوتا جا رہا ہے اور لوگ بڑی تعداد میں چرچ کو چھوڑتے چلے جا رہے ہیں یہاں تک کہ اب یہاں یورپ میں تیس برس سے کم عمر کے لوگ شاذ ہی چرچ میں آتے جاتے نظر آتے ہیں۔

انہی باتوں سے یہاں مجھے یاد آیا کہ پردہ کی رسم اب بھی ان عیسائیوں میں کسی نہ کسی طور پر جاری ہے۔ بالخصوص چرچ کی ننیں ہر وقت اپنے سر پر ایک کالی یا سفید ٹوپی پہنے رکھتی ہیں اس کے علاوہ سر سے لے کر کاندھوں تک ایک شال نما کپڑا بھی ان کی گردن اور شانوں

بلکہ ان کے بالوں کو ڈھانکے رکھتا ہے حالانکہ ان پر ایسا پردہ اوڑھنے کے لئے کوئی پابندی عائد نہیں لیکن ان کے برعکس یہاں یورپ میں اگر کوئی مسلمان عورت اپنے گھر سے باہر باپردہ نظر آجائے تو سب کی نظریں اس کی جانب اٹھ جاتی ہیں۔اسی سے یاد آیا کہ آج بھی یعنی ۲۰۰۰ء میں بھی جب کوئی عورت کسی پوپ سے ملاقات کے واسطے جاتی ہے تو اس کے سامنے ملاقات کے لئے یہ شرط بھی رکھی جاتی ہے کہ اس کے شانے ڈھکے ہوئے ہونے چاہئیں اور سر پر نقاب نما پردہ یا سکارف نما رومال بھی ضرور بندھا ہوُا ہونا چاہئے۔ آرتھوڈوکس چرچ کی پیروکار عورتیں گھر سے باہر نکلتے وقت اپنے سر کو یا کم از کم اپنے بالوں کو کسی نہ کسی سکارف یا رومال وغیرہ سے باقاعدہ ڈھانپے رکھتی ہیں اور ان کے پادری نہ صرف خود پوری شرعی داڑھی مونچھ رکھتے ہیں بلکہ اپنے متبعین کو بھی داڑھی مونچھ رکھنے کی ہدایت کرتے رہتے ہیں۔

دنیا بھر کے زیادہ تر عیسائی ختنے نہیں کرواتے لیکن اس کے باوجود ان میں اب بھی ایسے کٹڑ عیسائی موجود ہیں جو کہ لازمی ختنہ کرواتے ہیں بلکہ ایتھوپیا کے عیسائی تو اب تک اپنے اسی پرانے عیسائی مذہب پر قائم ہیں کہ جس میں ختنہ کروانا لازمی سمجھا جاتا ہے۔کیتھولک عیسائی راہب، پادری اور بشپ شادی نہیں کرتے کہ جس کی بنأ پر بے راہروی بڑھتی چلی جارہی ہے لیکن اسی بے راہروی کو دیکھتے ہوئے آرتھوڈوکس اور پروٹیسٹینٹ چرچ کے تمام پادری سینکڑوں سال سے سرعام شادی کرتے چلے آرہے ہیں اور ان کی جائز و ناجائز اولاد بھی موجود ہے۔آرتھوڈوکس چرچ میں صرف بشپ کو شادی کرنے کی اجازت نہیں لیکن انہوں نے بھی اپنی دل لگی کے کئی راستے ڈھونڈ لئے ہیں اپنے اپنے گھروں کی صفائی ستھرائی کرنے والی عورتوں سے ناجائز تعلقات قائم کررکھے ہیں یا انہیں اپنی شرعی بیوی کہنے کی بجائے اپنے گھر کی ملازمہ کا درجہ دے رکھا ہے۔الغرض عیسائیت اس وقت ایک ایسے چوراہے پر کھڑی ہے کہ اس پر عمل کرنے والے سخت پریشان ہیں کہ وہ کیا کریں اور کون سا راستہ اختیار کریں؟ اور یہی وہ موقعہ ہے کہ جب ہم جیسے مبلغین اپنی بے لوث دعاؤں کے ذریعہ اور اپنی باعمل زندگی نیز اپنے پاکیزہ کردار اور اقوال صالحہ نیز اپنی کتب کے ساتھ ان بھولے بھٹکے عیسائیوں کو صراط مستقیم دکھا سکتے ہیں۔خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔آمین

بہرحال اب ہم آگے چلتے ہیں کہ کیتھولک چرچ میں اختلافات کا باعث ایک اور لیکن نہایت ہی اہم مسئلہ بھی بنا اور وہ مسئلہ یہ تھا کہ چرچ نے کسی گناہگار شخص کے گناہوں کی معافی کا معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد کئے جانے کی بجائے اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا اور ہر گناہگار شخص کو اس کے گناہ کے عوض کچھ نہ کچھ معمولی یا بھاری جرمانہ ادا کرنا ہوتا تھا۔اس جرمانہ کی ادائیگی کے بعد وہ شخص معصوم قرار دے دیا جاتا تھا۔یہ رسم آج تک جاری ہے حالانکہ شروع شروع میں چرچ کے پادری یا بشپ ہر گناہگار کو اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کا حکم دیتے تھے۔اسے روزے رکھنے کا حکم دیتے تھے یا مقدس مذہبی مقامات کی زیارت کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔وغیرہ وغیرہ۔

لیکن بارہویں صدی عیسوی میں چرچ نے پینترا بدلہ اور یہ کٹھن عبادات بجالانے کی بجائے صرف دعائیں کرنے اور چرچ کو صدقہ و خیرات دے دینے سے ہی کام چل پڑا کہ جس میں چرچ کے پادری یا بشپ وغیرہ اس شخص کے لئے دعائیں کرتے لیکن جب اس طرح یعنی جرمانہ کی رقم کے تعین اور ادائیگی کے بدلہ معصومیت کی خرید وفروخت کے کاروبار سے چرچ کی آمدنی دن دوگنی اور رات چوگنی بڑھنے لگی تو یہ کام بھی پوپ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تا کہ مرکزی چرچ کی آمدنی کو بھی مزید بڑھایا جا سکے۔ بہرحال یہ رسم وقت کے ساتھ ساتھ اتنی کامیاب ثابت ہوئی کہ کسی بھی گناہگار شخص کو کسی قسم کی ندامت کا اظہار بھی کرنے کی ضرورت نہ رہی بلکہ صرف چرچ کو کچھ نہ کچھ دے دینا ہی کافی تصور کیا جانے لگا۔ بے گناہ بن جانے کا یہ طریق اتنا عام ہؤا کہ بہت سے شریف النفس لوگوں کو اپنے مذہب سے ہی گھن آنے لگی۔ اس رسم یعنی -ABBLASS- کے ساتھ ساتھ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ چرچ میں ایک اور نئی مذہبی اصطلاح متعارف ہوئی یعنی:-

" روح القدس ۔ باپ اور بیٹے کی مہربانی سے پیدا ہؤا ہے"

یعنی ایک بالکل نئے شوشے نے بھی جنم لیا۔ جس پر جرمن پادری مارٹین لوتھر نے ان تمام مسائل پر عیسائیوں کو نئے زمانہ کے نئے تقاضوں پر آپس میں باہمی گفتگو کرنے کی دعوت دی لیکن LATERAN لاٹیران (اٹلی) کی مجلس مشاورت نے پانچ سال یعنی ۱۵۱۲-۱۵۱۷ عیسوی تک ان تمام اہم نکات پر بالکل کوئی غور نہ کیا کہ جس کی بنا پر مارٹین لُوتھر اپنا ایک الگ اور بالکل نیا PROTESTANT احتجاجی چرچ بنالینے پر مجبور ہو گیا۔ عیسائی دنیا میں اس نئے مذہب کو ماننے والوں کی تعداد جلد ہی کروڑوں سے بھی تجاوز کر گئی کہ جس کی بنا پر آج بھی آپ کو مغربی ممالک کے تقریباً ہر چھوٹے بڑے شہر میں دو مختلف بڑے چرچ نظر آئیں گے۔ ان تینوں بڑے بڑے فرقوں کے علاوہ بھی عیسائیوں کے بہت سے قابل ذکر فرقے موجود ہیں۔ ان کے ماننے والوں کو MONOPHYSITISMUS کہا جاتا ہے اور ان کے خلاف بھی ۶۸۰-۶۸۱ عیسوی کی مجلس شوریٰ میں فیصلہ دیا گیا تھا لیکن اس کے باوجود یہ تمام مذاہب آج تک زندہ ہیں اور آرمینیا اور ایتھوپیا وغیرہ جیسے ممالک میں ان کے کروڑوں ماننے والے موجود ہیں۔ یہی لوگ ختنہ کروانے کی اصل عیسائی رسم یعنی اپنی پرانی یہودی رسم کو بھی اب تک اپنائے ہوئے ہیں۔ اوپر درج تمام عیسائی فرقوں کی عبادات، ان کا رہن سہن، ان کے تہوار الغرض ہر ایک چیز ہی ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے لیکن ان تمام مذہبی اور معاشرتی نیز سماجی تنازعات کے باوجود یہ سب کے سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام بنت عمران پر ایمان لانے کی وجہ سے اپنے آپ کو نصرانی یا عیسائی کہتے ہیں اور کہلواتے ہیں۔

☆

صحائف قمران

ان صحائف کا کچھ ذکر پہلے ہو چکا ہے لیکن یہاں میں چند مزید اقتباسات پیش خدمت کرتا ہوں جو کہ پروفیسر گیزا فرمیس(ورمز) Prof. Geza Vermes کی کتاب

" THE COMPLETE DEAD SEA SCROLLS IN ENGLISH"

سے لئے گئے ہیں۔ پروفیسر گیزا فرمیس (ورمز) کے مطابق ان صحائف میں مذکور نیک استاد یا نیک معلم یعنی نیک ٹیچر کا تعلق اسرائیلی قوم سے تھا۔ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے اور ان کی والدہ صاحبہ نے انہیں بچپن سے ہی خدا تعالیٰ کی راہ میں خدمت دین کے لئے وقف کر دیا تھا۔ ان کی زندگی کا زمانہ عیسائیت کے ابتدائی زمانہ پر منطبق ہوتا ہے کیونکہ جب وہ جوان ہوئے تو انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ خدا تعالیٰ نے انہیں بائبل کی صحیح تشریح کرنے اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے واسطے معبوث کیا ہے۔ یہ نیک معلم تشبیہات اور استعارات میں کلام فرماتے اور نثر کے ساتھ ساتھ انہوں نے منظوم کلام بھی پیش کیا کہ جس میں انہوں نے بار بار خدا تعالیٰ کے احسانات کا ذکر کیا ہے۔ ان کی تعلیمات کے ردعمل کے طور پر یہودی علماً ان کی جان کے درپے ہو گئے۔ آثار قدیمہ کے ماہرین اور پرانی تحریرات کا علم جاننے والوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ صحائف پہلی صدی عیسوی سے لے کر دوسری صدی عیسوی کے درمیان لکھے گئے۔ کیونکہ صحائف قمران اور انجیل کی زبان اور ان کے طرز بیان اور طرز تحریر میں بے حد مشابہت پائی جاتی ہے۔ اس طرح سیدنا آنحضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی وہ حدیث بھی پوری ہوگئی کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں ایک سو بیس برس زندہ رہے''۔

انہی امور سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ صحائف قمران کے لکھنے والے ابتدائی عیسائی ہی تھے۔ اس مشابہت کے علاوہ سب سے زیادہ انوکھی بات یہ ہے کہ ان صحائف میں اشاروں کنایوں سے ایک ایسی نئی مذہبی جماعت کے آغاز کا ذکر کیا گیا ہے کہ جسے اس نیک معلم نے قائم کیا تھا لیکن یہودیوں کے ظلم وستم سے مجبور ہو کر اس نیک معلم اور اس کی جماعت کو ایک بیابان علاقہ کی جانب (اغلباً وادیٔ قمران کی غاروں کی جانب- ناقل) ہجرت کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ پروفیسر گیزا فرمیس (ورمز) کے مطابق ان صحائف میں شامل منظوم کلام بائبل کے حمدیہ گیتوں -HYMNS- سے بھی ملتا جلتا کلام ہے کیونکہ ان گیتوں میں بالعموم خدا کا شکریہ ادا کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض نظمیں انفرادی مناجات پر مبنی ہیں اور وہ ایسی تمام نظموں سے بالکل مختلف ہیں جو کہ اجتماعی عبادات کی غرض سے لکھی گئی تھیں اور ان میں عقائد کی روحانی باتیں تفصیل کے ساتھ بکثرت بیان کی گئی ہیں۔ اس منظوم کلام کے لکھنے والا مسلسل خدا تعالیٰ کا شکر بجالاتا نظر آتا ہے کہ خدا نے اسے شریروں کے ٹولے سے نجات بخشی اور اسے روحانی اسرار کی معرفت عطاً فرمائی اور اپنے کرم خاکی کو

نالائق ہونے کے باوجود اپنے فضلوں کے لئے مخصوص کرلیا کہ جن کا وہ ہرگز حقدار نہ تھا۔اسی طرح وہ اپنی بے بسی اور عاجزی کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ پر اپنے توکل کا اظہار بھی کرتا ہؤا نظر آتا ہے۔

چونکہ وادیٔ قمران سے دریافت ہونے والے صحائف اور عیسائیت کا ابتدائی زمانہ ایک دوسرے پر چسپاں ہوتا ہے اس لئے بہت سے محققین اور سکالرز مثلاً جے-ایل-ٹیشر -J.L.TIECHER- صاحب وغیرہ کی نظر میں یہ نیک استاد، یہ مذہبی معلم دراصل حضرت مسیح ناصری عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام ہی تھے۔اسی سلسلہ میں پروفیسر گیزا فرمیس (ورمز) صاحب نے بھی ان صحائف میں سے کئی حوالے پیش کئے ہیں کہ اس نیک معلم نے کسی جگہ بھی شرک یا تثلیث کی تعلیم نہیں دی بلکہ یہی کہا کہ ”اے خدا ! تیرے سوا کوئی اور (معبود) نہیں کیونکہ تُو اور تیرا طریق کار (سنت) ازلی وابدی ہے“۔پھر ایک جگہ اس نیک معلم نے یہ بھی کہا کہ ”آسمان اور زمین۔مسیح کی آواز کو سنیں گے (یعنی اسے قبول کریں گے)“۔اسی طرح ایک جگہ روح القدس کی تائید کے بارہ میں تحریر ہے کہ ”اے میرے رب ! میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تُو نے اپنی قوت سے میری تائید کی اور تُو نے روح القدس کو مجھ پر نازل فرمایا تا میں لڑکھڑا نہ جاؤں“۔

اس نیک معلم نے یہودیوں کے ظلم وستم سے تنگ آکر یہ پیشگوئی بھی کی کہ میرے ماننے والے تا قیامت یہودی قوم پر غالب رہیں گے اور اپنے منظوم کلام میں وہ خدا تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے یہ بھی بصد شکر عرض کرتے ہیں کہ اے خدا ! تُو نے مجھے میرے دشمنوں سے اس طرح بچایا ہے کہ جیسے جال میں پھنسے ہوئے ایک پرندہ کو یا شیروں کے مونہہ میں آئے ہوئے کسی شکار کو چھٹکارہ دلایا اور پھر تُو نے مجھے ایک ایسے دور دراز ملک میں پناہ دی کہ جہاں چشمے بہہ رہے ہیں اور باغات لگے ہوئے ہیں (یعنی اُس زمانہ میں وادیٔ کشمیر اور آج کے زمانہ میں مغربی ممالک-.ناقل) ان تمام حقائق سے بالا دنیا بھر کے تمام عیسائی اس بات پر یقین رکھتے ہیں اور صحائف قمران لکھنے والے بھی بڑی شدومد کے ساتھ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ ”خدا کی حکومت اب آنے ہی والی ہے“ اور اپنی ہجرت کے بعد وہ اس علاقہ میں خدا کی جانب سے جلد آنے والے غلبہ کی تجلی کا انتظار کرنے لگے جو کہ آخری زمانہ میں برائی کے تاریک دور پر غلبہ حاصل کرے گی کہ جس دور کا آغاز ہو چکا ہے۔

Prof. Dr. Will Varner- پروفیسر ڈاکٹر ول فارنر (وارنر) کے مطابق یروشلم میں یہودیوں کا سب سے بڑا راہب ان کا سب سے بڑا جانی دشمن بن گیا کہ جسے ان صحائف میں -Wicked Priest- لکھا گیا ہے۔یروشلم کا یہ فاسق پادری نہ صرف یہودیوں کا مذہبی راہنما تھا بلکہ وہ حکومت وقت کا نمائندہ بھی تھا۔اس لئے یہ شخص انہیں مختلف اذیتیں دیتا رہا۔ان صحائف سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ

ان صحائف کی تحریر کے وقت یہ بزرگ زندہ تھے اور کسی ایسے دور دراز مقام پر رہائش پذیر تھے کہ جو سرسبز وشاداب پہاڑوں کا علاقہ (کشمیر۔ناقل) تھا اور اتنے فاصلوں کے باوجود یہ استاد اپنی مذہبی تعلیمات سے عوام الناس کا دل جیت رہا تھا۔

مکرم خالد سیف اللہ خان صاحب صحائف قمران پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:-

''ایک یہودی جب مذکورہ بالا نشانیوں کو پڑھے گا تو وہ کہے گا کہ ''نیک استاذ'' کے لبادہ میں مریم کے بیٹے عیسیٰ تو نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کو تو ہم نے صلیب پر جان سے مار دیا تھا اور یوں لعنتی قرار پا کر وہ جھوٹے مسیح قرار پائے -نعوذ باللہ- نہ وہ بچ نکلے تھے اور نہ ہی کہیں دور چشموں والی سرزمین میں چلے گئے تھے۔ایک عیسائی جب ان علامتوں کو دیکھے گا تو وہ کہے گا کہ یہ ''نیک استاذ'' مسیح کیسے ہو سکتا ہے؟ مسیح تو مر کر جی اٹھے تھے اور اپنے زخمی بدن سمیت بادلوں میں ہو کر آسمان پر چلے گئے تھے۔اگر وہ بچ گئے تھے اور آسمان کی بجائے کسی اور چشموں والے علاقہ میں چلے گئے تھے تو پھر وہ خدا کے بیٹے کیسے ہوئے اور کفارہ کیا ہوا؟ ایک غیر احمدی مسلمان بھی ''نیک استاذ'' کے لباس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں پہچان سکے گا۔اس لئے کے اُس کے عقیدہ کے مطابق تو وہ صلیب پر چڑھے ہی نہیں بلکہ وہ تو کوئی چور تھا کہ جس کی شکل قدرت خداوندی سے ہو بہو عیسیٰ جیسی بنا دی گئی تھی اور اس چور کو صلیب دی گئی تھی جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نے بجسد عنصری چوتھے آسمان پر اٹھا لیا۔نہ ان کا خون بہا۔نہ خدا کو اُسے شیروں کے مونہہ میں آئے ہوئے شکار کی طرح بچانے کی ضرورت پڑی اور نہ ہی وہ کسی دور کی زمین میں ہجرت کر گئے تھے۔اس لئے یہ ''نیک استاذ'' عیسیٰ نہیں ہو سکتے وہ کوئی اور خدا کا نیک بندہ ہو گا لیکن ایک احمدی مسلمان کے لئے ''نیک استاذ'' کے پردہ میں چھُپے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہچان لینا کچھ بھی مشکل نہیں''۔

بہر حال یہ تمام باتیں جو صحائف قمران میں لکھی ہوئی ہیں اور اوپر بیان کی گئی ہیں ان کے بارہ میں خدا تعالیٰ سے علم پا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ''ازالۂ اوہام'' میں جو ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی یہ لکھا تھا کہ مجھے خدا نے بذریعہ الہام بتایا ہے کہ ''مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اُس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تُو آیا ہے''۔(ازالۂ اوہام صفحہ ۵۶۱-۵۶۲)

پھر ۱۸۹۹ء میں آپؑ نے اپنی کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' تحریر فرمائی اور اُس میں قرآن-بائیبل-تاریخ اور حکمت کی کتابوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں یہ ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مخالفوں کی تدبیروں کو ناکام کیا اور صلیب پر موت سے بچا کر انہیں کشمیر کی چشموں والی سرسبز زمین میں پناہ دی۔

پس! صحائف قمران کی شکل میں خدا تعالیٰ کا ایک عظیم الشان نشان ظاہر ہوا ہے کہ جس سے آنحضرت ﷺ ،قرآن مجید اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت ہوتی ہے کیونکہ یہ صحائف پکار پکار کر یہ کہہ رہے ہیں کہ اے یہود! جس مسیح کا تمہیں انتظار تھا وہ تو کب کا آچکا ہے۔اور اے عیسائیو! حضرت مسیح علیہ السلام نہ خدا کے بیٹے تھے اور نہ وہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہوئے اور جس بادشاہت کا تمہیں انتظار ہے وہ تو ۱۵۰۰ سال پہلے آچکی اور اے مسلمانو! تم آسمان سے کسی عیسیٰ کو اترتے نہ دیکھوگے۔جس مسیح نے آنا تھا وہ تو آچکا۔آؤ! اور سبھی اُس کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ''۔(الفضل انٹرنیشنل لندن۔مؤرخہ ۱۳/اگست ۲۰۰۴ء صفحات ۳-۴+ ۱۰)

اوپر درج تمام حالات و واقعات کو پڑھ لینے کے بعد جب ہم مذہب عیسائیت کو فرمان خداوندی یعنی قرآن مجید کی آیات مبارکہ کی نورانی روشنی میں دیکھتے ہیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کی بن باپ کی پیدائش نے دنیا بھر کو حیران کر دیا لیکن بعد کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے حضرت مریم علیہ السلام کی پاکبازی پر بے جا جھوٹے الزامات تھوپے لیکن یہی پاکبازی ہی حضرت مریم علیہ السلام کی صفائی کا پیش خیمہ بھی ثابت ہوئی اور اربوں لوگ اس حقیقت پر یقین لے آئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعی ذات باری تعالیٰ کا ایک زندہ نشان ہونے کی بدولت حضرت مریم علیہ السلام کے بطن سے بن باپ کے پیدا ہوئے اور اس حقیقت کو مان کو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی۔جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرنے یعنی بیعت کرنے کی شرائط وہی تھیں جو کہ ہزاروں سال سے قوم یہود میں رائج چلی آرہی تھیں یعنی :-

قَالَ اِنِّيْ عَبْدُاللّٰهِ ؕ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۝ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَادُمْتُ حَيًّا ۝ (مریم ۱۹ : آیت ۳۰) ''اُس نے کہا کہ یقیناً میں اللہ کا ایک بندہ ہی ہوں لیکن اس نے مجھے ایک کتاب عطاً کی ہے اور مجھے ایک نبی بنایا ہے نیز مجھے بابرکت بنا دیا ہے اور جب تک میں زندہ ہوں اس نے مجھے ہر جگہ نماز ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے کی نصیحت بھی فرمائی ہے''۔

پھر فرمایا:-

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ (مریم ۱۹: آیات ۳۵-۳۷) '' اللہ کی تو یہ شان ہی نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنالے کیونکہ وہ ان باتوں سے پاک ہے لیکن

جب وہ کسی امر کے بارہ میں فیصلہ کرلیتا ہے تو وہ محض اس کے کہنے کے ساتھ ہی ہونے لگتا ہے اور ہو کر رہتا ہے اور یقیناً اللہ ہی میرا بھی اور تمہارا بھی رب ہے۔ اس لئے تم صرف اسی کی عبادت بجالاؤ کیونکہ یہی ایک نجات کا راستہ ہے لیکن ان میں سے ہی بعض نے اس بات سے اختلاف کیا اس لئے ان کفار کے لئے حساب کتاب والے دن صرف ہلاکت ہی ہلاکت ہوگی''۔

یعنی ان آیات سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خود خدا ہونے یا اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونے کی نفی کی گئی ہے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی تلقین کی گئی ہے۔ اسی طرح سچ بولنا۔ شادی کے وقت نکاح کرنا۔ بچہ کی پیدائش پر اس کا ختنہ کروانا۔ حلال گوشت کا کھانا اور اچھے برے اعمال کی جزاوسزا کے لئے آخرت پر یقین رکھنا نیز جنت و دوزخ وغیرہ پر ایمان لانا بھی بائیبل سے ثابت ہوتا ہے۔ (منقول از انجیل)

احکاماتِ عشرہ تورات کی دوسری کتاب خروج کے بیسویں باب میں موجود ہیں۔ یہ احکامات یوں ہیں:

۱۔ تب اللہ نے یہ تمام باتیں فرمائیں ۔۲۔ مَیں رب تیرا خدا ہوں جو تجھے ملکِ مصر کی غلامی سے نکال لایا۔۳۔ میرے سوا کسی اَور معبود کی پرستش نہ کرنا۔۴۔ اپنے لئے بُت نہ بنانا۔ کسی بھی چیز کی مورت نہ بنانا، چاہے وہ آسمان میں، زمین پر یا سمندر میں ہو۔۵۔ نہ بُتوں کی پرستش، نہ اُن کی خدمت کرنا، کیونکہ مَیں تیرا رب غیور خدا ہوں۔ جو مجھ سے نفرت کرتے ہیں اُنہیں مَیں تیسری اور چوتھی پشت تک سزا دوں گا۔۶۔ لیکن جو مجھ سے محبت رکھتے اور میرے احکام پورے کرتے ہیں اُن پر مَیں ہزار پشتوں تک مہربانی کروں گا۔۷۔ رب اپنے خدا کا نام بےمقصد یا غلط مقصد کے لئے استعمال نہ کرنا۔ جو بھی ایسا کرتا ہے اُسے رب سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑے گا۔۸۔ سبت کے دن کا خیال رکھنا۔ اُسے اِس طرح منانا کہ وہ مخصوص و مُقدّس ہو۔۹۔ ہفتے کے پہلے چھ دن اپنا کام کاج کر۔۱۰۔ لیکن ساتواں دن رب تیرے خدا کا آرام کا دن ہے۔ اُس دن کسی طرح کا کام نہ کرنا۔ نہ تُو، نہ تیرا بیٹا، نہ تیری بیٹی، نہ تیرا نوکر، نہ تیری نوکرانی اور نہ تیرے مویشی۔ جو پردیسی تیرے درمیان رہتا ہے وہ بھی کام نہ کرے۔۱۱۔ کیونکہ رب نے پہلے چھ دن میں آسمان و زمین، سمندر اور جو کچھ اُن میں ہے بنایا لیکن ساتویں دن آرام کیا۔ اِس لئے رب نے سبت کے دن کو برکت دے کر مقرر کیا کہ وہ مخصوص اور مُقدّس ہو۔۱۲۔ اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کرنا۔ پھر تُو اُس ملک میں جو رب تیرا خدا تجھے دینے والا ہے دیر تک جیتا رہے گا۔۱۳۔ قتل نہ کرنا۔۱۴۔ زنا نہ کرنا۔۱۵۔ چوری نہ کرنا۔۱۶۔ اپنے پڑوسی کے بارے میں جھوٹی گواہی نہ دینا۔۱۷۔ اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ نہ کرنا۔ نہ اُس کی بیوی کا، نہ اُس کے نوکر کا، نہ اُس کی نوکرانی کا، نہ اُس کے بَیل اور نہ اُس کے گدھے کا بلکہ اُس کی کسی بھی چیز کا لالچ نہ کرنا۔۱۸۔ جب باقی تمام لوگوں نے بادل کی گرج اور نرسنگے کی آواز سنی اور بجلی کی چمک اور پہاڑ سے اُٹھتے ہوئے دھوئیں کو دیکھا تو وہ خوف کے مارے کانپنے لگے اور پہاڑ سے دُور کھڑے ہو گئے۔۱۹۔ اُنہوں نے موسیٰ سے کہا، " آپ ہی ہم سے بات کریں تو ہم سنیں

گے۔لیکن اللہ کو ہم سے بات نہ کرنے دیں ورنہ ہم مر جائیں گے۔ ۲۰۔لیکن موسیٰ نے اُن سے کہا، "مت ڈرو، کیونکہ رب تمہیں جانچنے کے لئے آیا ہے، تاکہ اُس کا خوف تمہاری آنکھوں کے سامنے رہے اور تم گناہ نہ کرو۔ ۲۱۔لوگ دُور ہی رہے جبکہ موسیٰ اُس گہری تاریکی کے قریب گیا جہاں اللہ تھا۔ ۲۲۔تب رب نے موسیٰ سے کہا، "اسرائیلیوں کو بتا، 'تم نے خود دیکھا کہ مَیں نے آسمان پر سے تمہارے ساتھ باتیں کی ہیں۔ ۲۳۔چنانچہ میری پرستش کے ساتھ ساتھ اپنے لئے سونے یا چاندی کے بُت نہ بناؤ۔ ۲۴۔میرے لئے مٹی کی قربان گاہ بنا کر اُس پر اپنی بھیڑ بکریوں اور گائے بیلوں کی بھسم ہونے والی اور سلامتی کی قربانیاں چڑھانا۔ مَیں تجھے وہ جگہیں دکھاؤں گا جہاں میرے نام کی تعظیم میں قربانیاں پیش کرنی ہیں۔ ایسی تمام جگہوں پر مَیں تیرے پاس آکر تجھے برکت دوں گا۔ ۲۵۔اگر تُو میرے لئے قربان گاہ بنانے کی خاطر پتھر استعمال کرنا چاہے تو تراشے ہوئے پتھر استعمال نہ کرنا۔ کیونکہ تُو تراشنے کے لئے استعمال ہونے والے اوزار سے اُس کی بے حرمتی کرے گا۔ ۲۶۔قربان گاہ کو سیڑھیوں کے بغیر بنانا ہے تاکہ اُس پر چڑھنے سے تیرے لباس کے نیچے سے تیرا ننگا پن نظر نہ آئے۔ (انجیل باب خروج)

اور ان تمام مقاصد کے حصول کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار اپنے یہودی معبدوں میں خدا تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر عبادت بجالاتے رہے۔ جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام فلسطین میں موجود رہے آپؑ بھی اُنہی یہودی معبدوں میں جا کر خدا تعالیٰ کی عبادت بجالاتے رہے بلکہ اپنی گرفتاری سے قبل بھی آپؑ آخری مرتبہ یروشلم کے یہودی معبد میں خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اس لئے اس وقت تک عیسائیوں کو اپنا کوئی علیحدہ گرجا بنانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے دوصدیوں بعد تک بھی عیسائیوں کو یہودیوں کا ہی ایک فرقہ گردانا جاتا تھا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہی تعلیم دیتے رہے جو کہ تورات کی ہی تعلیم ہے لیکن جب یہودیوں کی شرارت اور شکایات کی بنأ ایک ہی معبد میں عبادت کرنا ممکن نہ رہا تو عیسائیت یہودیت سے دور ہوتے ہوتے ایک بالکل نیا مذہب بن گئی اور یوں عیسائیوں کو بھی اپنے گرجے یعنی چرچ وغیرہ بنانے کا خیال آیا اور سب سے پہلے یہ معبد یا گرجا گھر فلسطین کی غاروں میں بنائے گئے اور اس کے بعد آرمینیا کے علاقہ میں ان کو باقاعدہ تعمیر کیا گیا اور پھر رومن امپائر کے زوال کے ساتھ ہی جونہی مذہب عیسائیت دنیا بھر میں پھیلنا شروع ہو گیا تو تب تمام دنیا بھر میں چرچ بننے لگے۔

بہر حال مختصراً ایک بار پھر عرض کر دوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آپؑ کے متبعین اپنے عقائد کی بنأ پر عیسائی کہلانے لگے یعنی حضرت عیسیٰ (یسوع مسیح) علیہ السلام کے پیروکار اور آپؑ کے یہ پیروکار تورات میں درج تمام شرائط کی بڑی شدومد کے ساتھ پابندی بھی کرتے رہے لیکن روم کے قیصر قسطنطین KONSTANTIN کی قبول عیسائیت کے بعد یہ مذہب یورپی تہذیب وتمدن اختیار کرتے کرتے ہوئے اپنی پرانی روایات کو چھوڑتے چھوڑتے بالکل ہی بدل گیا یہاں تک کہ نجس سؤر کے ہزاروں سال سے حرام

شدہ گوشت کو بھی حلال قرار دے دیا گیا اور ختنہ کی رسم پر بھی قفل لگا دیا گیا۔ اب ختنہ کرنے اور کروانے کی یہ رسم عیسائیوں کے صرف ایک ہی فرقہ میں پائی جاتی ہے اور یہ فرقہ تمام ایتھوپیا یعنی ایبے سینا افریقہ میں پھیلا ہوا ہے۔ حیرانگی کی بات یہ ہے کہ ایبے سینا میں عیسائیت چوتھی صدی عیسوی میں پھیلی یعنی اس وقت تک بھی عیسائیوں میں بھی یہودیوں کے طریق پر ختنہ کروانے کی رسم موجود تھی بلکہ ایتھوپیا کے عیسائیوں میں ہزاروں سال گزر جانے کے باوجود اب بھی یہ رسم قائم و دائم ہے۔

جیسا کہ میں اپنے اس مضمون میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں لیکن یہاں اختصار کے ساتھ پھر پیش خدمت کر رہا ہوں تا کہ واقعات کا تسلسل قائم رہے۔ یورپ میں عیسائیوں کو ۳۱۳ء میں مکمل مذہبی آزادی نصیب ہوئی کہ جس کے بعد وہ تمام یورپ میں پھیل گئے۔ قیصر روم قسطنطین پہلا عیسائی رومی بادشاہ تھا لیکن وہ چونکہ یورپی مشرکین میں سے ہی عیسائی ہوا تھا اس لئے اس نے رومنوں کو اپنے اپنے مشرک مذاہب پر عمل کرنے کی کھلی چھٹی دے رکھی تھی کہ جس کی بنأ پر بہت سے مشرک خیالات یورپی عیسائیوں میں پھیل گئے جو کہ اب تک موجود ہیں۔

پس! جب ۳۲۵ء میں سب سے پہلی عیسائی قونصل (مجلس شوریٰ) کا اجلاس ترکی کے شہر NICÄA (IZUK) میں ہوا تو اس زمانہ میں روئے زمین پر اٹھارہ صد (۱۸۰۰) بشپ صاحبان میں سے ۳۱۸ بشپ صاحبان نے اس میں نہایت جوش و خروش سے حصہ لیا اور تعداد میں کم ہونے کے باوجود اس تاریخ ساز مجلس مشاورت میں بالاتفاق رائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا ہم پلہ قرار دیا اور یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ ایسٹر کا تہوار یہودی عید فسح یعنی پاسہا تہوار کے بعد آنے والے اتوار کے روز منایا جائے گا۔ اس اجلاس میں عیسائی پادریوں نے عیسائیت کی ہیئت کو سرے سے ہی تبدیل کر دیا اور یوں یورپ میں عیسائیت کی ترقی کے ساتھ ساتھ مشرکانہ خیالات بھی بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ چند سو سال کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصاویر کا احترام بڑھتے بڑھتے پوجا پاٹ کا رنگ اختیار کر گیا تو یہ پوجا بھی مذہب عیسائیت میں فتنہ کا باعث بنی اس لئے اسی طرح کی ایک قونصل کے ایک دوسرے اجلاس منعقدہ ۷۲۶ء میں حکماً ہر قسم کی تصاویر کی پوجا کرنے پر پابندی لگا دی گئی لیکن ان احکامات کے باوجود بھی عوام الناس بلکہ یورپی پادری اور خصوصاً مشرقی یورپی پادری اپنی من مانی کرتے رہے یہاں تک کہ ۷۸۷ء کی قونصل میں مذہبی تصاویر کے احترام کی اجازت تو دے دی گئی لیکن ان کی پوجا کو بدستور ممنوع قرار دیا گیا۔ بہر حال اگلے چند برس میں یہ فتنہ اتنا زیادہ بڑھا کہ ۸۴۳ء میں تمام یورپی مشرقی ممالک میں تصاویر کا احترام پوجا کی حد تک دوبارہ رائج کر دیا گیا جو کہ اب تک قائم ہے اور مشرقی یورپی ممالک اور ان سے منسلک چرچ کے ہر گرجا میں مختلف تصاویر ٹنگی ہوئی ملیں گی۔ اسی طرح مشرقی یورپیئن چرچ پوپ کے قول کو آخری حکم نہیں مانتا جبکہ مغربی چرچ کے دائرہ کار میں پوپ کا قول سب سے زیادہ برتر حکم تسلیم کیا جاتا ہے بہر حال یہی

تنازعات بڑھتے بڑھتے بالآخر چرچ کی تقسیم کا موجب بنے۔اس وقت سے لے کر آج تک یورپ کے دو حصے قائم ہیں ایک حصہ مشرقی یورپ کہلاتا ہے کہ جس میں ORTHODOX عیسائیت قائم ہے اور ایک حصہ مغربی یورپ کہلاتا ہے کہ جس میں بہت سے عیسائی مذاہب ملتے ہیں مثلاً :-رومن کیتھولک-پروٹسٹنٹ-باپٹسٹ-وغیرہ

عیسائیت کے انہی مسائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس نے خود عیسائی دنیا کو بھی اکٹھے ہونے نہیں دیا بلکہ عیسائیوں کے مختلف فرقے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آج بھی ایک انسان اور کسی بھی صورت میں خدا تعالیٰ کا ہم پلہ قرار نہیں دیتے۔ان کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا ایک خاص بندہ تھے۔اسی قسم کے ایک فرقہ- ARIANISMUS-آرئین ازم-کا آغاز ایک عیسائی پادری PRESPYTER ARIUS نے اسکندریہ مصر سے کیا لیکن آریوس کو مصر سے ملک بدر کر دیا گیا تو وہ بلقان کے ممالک میں جا نکلا اور اس نے وہاں اپنی تبلیغ جاری رکھی اور یوں یہ جھگڑا طول پکڑتا چلا گیا یہاں تک کہ قصر روم تھیوڈوسز-اول THEODOSIUS 1 نے جبراً ایسی سوچ پر بھی پابندی لگا دی لیکن روم کے بادشاہ ڈنڈے کے زور پر بھی اس طوفان پر قابو نہ پا سکے اور یہ مذہب کئی صدیوں تک جرمن بولنے والے وسطی یورپی ممالک میں پھلتا اور پھولتا رہا۔بہرحال حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش یا وفات یا زندہ آسمان پر اٹھا لئے جانے کے بارہ میں دنیا جو مرضی خیال کرے اور کرتی رہے ہم نے تو صرف وہ بات ماننی ہے جو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام میں پیش فرمائی ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بارہ میں قرآن مجید میں درج ہے کہ:-

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۚ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۝ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ۝ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۝ (مریم ۱۹ :آیات ۱۶-۲۶) ''اس کتاب میں سے مریم کا وہ واقعہ بیان کرو کہ جب وہ اپنے رشتہ داروں سے جدا ہو کر مشرق کی جانب ایک جگہ چلی گئی تھی۔اس قطع تعلق سے اس نے اپنے اور اپنے رشتہ داروں کے درمیان ایک پردہ ڈال دیا۔پھر اس پر انسانی شکل میں ایک تندرست وتوانا فرشتہ ظاہر ہوا کہ جس پر مریم نے خوف زدہ ہو کر اسے خدا کا واسطہ دیا کہ اگر تجھ میں کچھ بھی

تقویٰ باقی ہے تو تو مجھ سے کوئی بدفعلی نہیں کرے گا۔ یہ سن کر فرشتہ نے کہا کہ میں تو خدا تعالیٰ کی جانب سے تجھے صرف ایک پاکیزہ بیٹے کی پیدائش کی خبر دینے آیا ہوں۔ اس پر مریم نے کہا کہ میرے یہاں اولاد کیسے ہوگی جبکہ میں تو ابھی تک کنواری ہوں اور نہ ہی میں نے کبھی کوئی بدکاری کی ہے؟ فرشتہ نے کہا کہ یہ درست ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کام بہت آسان ہے کیونکہ وہ یہ طے کر چکا ہے کہ تیرے ہونے والے بیٹے کو دنیا کے لئے ایک رحمت کا نشان بنائے۔ اس کے بعد حاملہ مریم ایک دوسری جگہ چلی گئی لیکن جب اسے درد زِہ نے مجبور کر دیا تو اس نے نڈھال ہو کر کھجور کے ایک درخت سے ٹیک لگا لی اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر دنیا کی انگشت نمائی کے ڈر سے یہ سوچا کہ اے کاش! میں آج کا دن دیکھنے سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور یوں میری یاد بھی لوگوں کے دلوں سے مٹا دی جاتی کہ جس پر ایک فرشتہ نے اسے پہاڑ کے دامن سے آواز دی کہ اے عورت! غم نہ کر کیونکہ اللہ نے اس پہاڑ کے نشیب میں ایک چشمہ جاری کیا ہے۔ تم وہاں جا کر اپنی اور اپنے بچہ کی صفائی کر لو اور اس کھجور کی ٹہنی کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچو تا کہ وہ تجھے تازہ بتازہ پھل دے۔ پس! تم اس پھل کو کھاؤ اور اس چشمہ سے پانی پیو تا کہ تمہیں سکون میسر آئے اور اگر اس دوران تم کسی مرد کو دیکھو تو تم یہ کہو کہ آج میں نے خدائے رحمٰن کے لئے روزہ رکھا ہوا ہے اس لئے آج میں کسی انسان سے گفتگو نہیں کروں گی''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے کچھ عرصہ کے بعد حضرت مریم علیہ السلام جب اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر واپس اپنے قبیلہ میں لوٹیں تو لوگوں نے اس بن باپ کے بیٹے کو دیکھ کر کئی قسم کی باتیں کیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چھوٹی عمر ہونے کے باوجود ان کی باتوں کا جواب دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُه‘ ط قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ○ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَسَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ○ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ط قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِصَبِيًّا ○ (مریم ۱۹: آیات ۲۷-۲۹) ''پھر جب وہ اسے لے کر اپنی قوم میں واپس آئی تو انہوں نے کہا کہ اے ہارون کی بہن! تو نے ایک بہت ہی برا کام کیا جبکہ تیرے ماں باپ تو برے نہ تھے۔ یہ سن کر اس نے اس بچہ کی جانب اشارہ کیا لیکن بچہ کے بولنے سے پہلے ہی وہ کہنے لگے کہ ہم اس چھوٹی عمر کے بچہ سے کیسے بات کریں''۔

اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ:-

قَالَ اِنِّىْ عَبْدُاللّٰهِ قف ط اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا ○ وَّجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ص وَاَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَادُمْتُ حَيًّا ○ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِىْ ز وَلَمْ يَجْعَلْنِىْ جَبَّارًا شَقِيًّا ○ (مریم ۱۹: آیات ۳۰-۳۲) ''اس نے کہا کہ یقیناً میں اللہ کا ایک بندہ ہوں کیونکہ اس نے مجھے نبی بنا کر کتاب عطا کی ہے اور مجھے زمین و آسمان میں بابرکت بنایا نیز اس نے مجھے زندگی

پھر عبادت بجالانے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی تلقین کی ہے۔ پھر اپنی والدہ سے حسن سلوک کرنے کے لئے نرم خُو بنایا نہ کہ سرکش''۔

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بچپن کی عمر سے ہی باتیں کرنے کا ذکر بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا:-

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (اٰل عمران ۳: آیت ۴۶) '' یہ بچہ اپنے بچپن سے ہی لوگوں سے نیکی، تقویٰ اور طہارت کے بارہ میں گفتگو کیا کرتا تھا اور پھر وہ اپنی ادھیڑ عمر میں بھی انتہائی نیک لوگوں میں شمار ہوتا تھا''۔

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کو بالکل چھوٹی عمر میں ہی نبوت کے عظیم الشان مرتبہ پر فائز فرمادیا تھا جبکہ اس عمر کے تعین کے بارہ میں انجیل اور تاریخ نیز قرآن تینوں ہی خاموش ہیں۔ جیسا کہ آپ اس کتاب میں پہلے پڑھ چکے ہیں کہ صلیب سے اتار لئے جانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب روبصحت ہوگئے تو تب آپؑ نے فلسطین سے ہجرت کر جانے کا سوچا۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کے کچھ عرصہ بعد تک تو آپؑ کے حواریوں نے آپ کی اس ہجرت کو چھپائے رکھا لیکن جب انہیں یہ یقین ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فلسطین کی حدود سے بخریت نکل چکے ہیں تو ان میں سے کچھ نے یہ مشہور کردیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے جدا ہو کر پہاڑ کی اوپر کی جانب چلے گئے اور پھر دھند کی بنأ پر غائب ہوگئے۔ یہ بات پھیلتے پھیلتے بگڑتی چلی گئی کہ جس کی بنأ پر بعض لوگ یہ سمجھنے لگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر چلے گئے۔ پھر بات کا بتنگڑ بنتے بنتے یہ بات یہاں تک پہنچی کہ کئی لوگ حضرت مسیح ناصری عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مان کر پوجنے لگے جو کہ ایک کھلم کھلا شرک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ط بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ لا اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ط كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ (الانبیأ ۲۱: آیات ۲۵-۲۹) ''اور ہم نے تجھ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے انہیں ہم نے صرف یہی وحی کی تھی کہ درحقیقت صرف میں ہی ایک معبود حقیقی ہوں اس لئے تم صرف میری ہی عبادت کرو اور یہ اللہ کے وہ نیک بندے تھے کہ جنہیں اس نے عزت عطاً فرمائی لیکن اب ان کے بارہ میں کچھ لوگ یہ کہنے لگے ہیں کہ اللہ نے ایک بیٹا بنالیا ہے۔ ان کی یہ بات درست نہیں کیونکہ اللہ تو ہر قسم کی کمزوری سے قطعاً پاک ہے اور پھر اس کے یہ معزز بندے تو صرف وہی بات کہتے تھے کہ جس کے کہنے کا انہیں حکم دیا جاتا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ تو ہر وقت خوف خدا سے لرزاں رہتے تھے اور اس بات کو خوب جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ماضی اور مستقبل کا تمام حال جانتا ہے۔ اس لئے وہ خدا تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کے لئے بھی شفاعت کی دعا نہیں مانگا

کرتے تھے لیکن اس کے باوجود ان معزز افراد میں سے بھی اگر کوئی یہ کہتا کہ میں بھی اللہ کے ساتھ ساتھ عبادت کے لائق ہوں تو ہم اسے جہنم میں ڈال دیتے کیونکہ ظالم کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں''۔

پس! ثابت ہوا کہ اللہ کے شایان شان نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا یا بیٹی بنائے کیونکہ جیسا کہ اوپر درج آیات کریمہ میں ذکر ہو چکا ہے کہ اللہ ایسی تمام کمزوریوں سے پاک ہے ورنہ دنیا کے بدقماش لوگ یقیناً خدا تعالیٰ کے بیٹے یا بیٹیوں کو گناہوں کی جانب ورغلاتے یا انہیں اغوا کر کے اپنے جائز و ناجائز مطالبات منوانے کی کوشش کرتے۔ یعنی ثابت ہوا کہ جس کسی نے بھی ایسا دعویٰ کیا ہے اس نے خدا تعالیٰ کی ذات بابرکات پر ایک نہایت ہی بودا اور بالکل جھوٹا الزام لگایا کہ جس سے زمین و آسمان بھی تھرا اٹھے۔ فرمایا:-

لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ○ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ○ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ○ وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ○ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ○ (مریم ۱۹ : آیات ۸۹-۹۳) ''تم ایک بہت ہی سخت الزام لگا رہے ہو کہ اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا بنالیا ہے۔ اس الزام کی بنأ پر ممکن ہے کہ آسمان پھٹ جائے یا زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے یا پھر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں کیونکہ یہ بات خدا تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے جبکہ دنیا جہان میں جو کوئی بھی ہے وہ تو ایک دن خدا تعالیٰ کے حضور اس کے بندے کے طور پر حاضر ہونے والا ہے''۔

اسی طرح ایک جگہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت محمد احمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :-

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ (الزخرف ۴۳ : آیت ۸۱) '' کہہ دو کہ اگر اللہ کا کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا''۔

یعنی انسان تو انسان رہے کہ وہ جھوٹی الزام تراشی میں شیطان سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں لیکن چلئے اب ذرا جنوں کا حال دیکھیں کہ وہ اس معاملہ میں کیا کہتے ہیں؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جنوں نے بھی خدائے واحد کے لاشریک ہونے کی قسم کھائی بلکہ اس بات پر حیرانی کا اظہار کیا کہ ان انسانوں میں سے کسی بیوقوف نے خدا تعالیٰ پر ایسی بری تہمت لگائی۔ فرمایا:-

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ○ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ط وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ○ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ○ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ○ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ○ (الجن ۷۲: آیات ۱-۵) '' تو لوگوں کو بتادے کہ مجھے یہ وحی ہوئی ہے کہ جنوں کے ایک گروہ نے قرآن سننے کے بعد اپنی قوم سے جا کر یہ کہا کہ ہم نے اس میں درج باتیں نہایت تعجب کے ساتھ سنی

ہیں۔ یہ باتیں تو ہدایت کی جانب لے جاتی ہیں۔ پس! یہ سچی باتیں سن کر ہم تو اس بات پر پختہ ایمان لے آئے ہیں کہ ہم آئندہ کبھی بھی کسی کو خدا تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور سچ تو یہ ہے کہ ہمارا خدا تو بہت ہی بلند مرتبہ شان والا ہے اس لئے نہ تو اس کو کوئی بیوی بنانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی کوئی بیٹا۔ حالانکہ اب تک ہم میں سے کچھ نادان یہ سمجھتے ہوئے کہ ذات باری تعالیٰ کے بارہ میں انسان اور جن قطعاً جھوٹ نہیں بول سکتے اللہ تعالیٰ کے بارہ میں بہت ہی ناواجب باتیں کیا کرتے تھے‘‘۔

اس کے علاوہ سب سے زیادہ اور اہم بات یہ ہے کہ عیسائی اپنے ہر پادری کو Father / Vatter فادر یا فاٹر یعنی باپ کہہ کر پکارتے ہیں تو کیا اس کا یہ مطلب لے لیا جائے کہ دراصل وہ پادری ان کا اصلی باپ ہے؟ یا ان کا اپنا سگا باپ ہے؟ اسی طرح دنیا بھر کے ہر چرچ میں ہر فرقہ کے عیسائی اپنی ایک دعا انتہائی شدومد کے ساتھ دوہراتے رہتے ہیں یعنی:-

Das Vaterunser ist das am weitesten verbreitete Gebet im Christentum, das in nahezu allen christlichen Konfessionen im Gottesdienst und von vielen Christen auch privat gebetet wird. Es ist das einzige Gebet, von dem die Bibel unter Berufung auf Jesus überliefert, dass es die Christen beten sollen: "Darum sollt ihr so beten:" (Matthäus 6,9a, Lutherübersetzung 1984)

* Die heutige ökumenische deutsche Fassung lautet:

Vater unser im Himmel,

geheiligt werde dein Name.

Dein Reich komme.

Dein Wille geschehe, wie im Himmel so auf Erden.

Unser tägliches Brot gib uns heute.

Und vergib uns unsere Schuld, wie auch wir vergeben unseren Schuldigern.

Und führe uns nicht in Versuchung,

sondern erlöse uns von dem Bösen.

Denn dein ist das Reich und die Kraft und die Herrlichkeit in Ewigkeit.

Amen.

In der Reformierten Kirche beginnt man oft mit Unser Vater statt Vater unser, der übrige Text ist identisch. In der Neuapostolischen Kirche gibt es ebenfalls Abweichungen (im folgenden kursiv): "Unser Vater in dem Himmel, dein Name werde geheiligt. Dein Reich komme. Dein Wille geschehe auf Erden wie im Himmel. Unser

täglich Brot gib uns heute und vergib uns unsere Schulden, wie wir unseren Schuldigern vergeben. Und führe uns nicht in Versuchung, sondern erlöse uns von dem Übel. Denn dein ist das Reich und die Kraft und die Herrlichkeit in Ewigkeit. Amen.

تو کیا اس کا یہ مطلب لے لیا جائے کہ دراصل خود خدا تعالیٰ ہی ان کا اصلی باپ ہے اور ان کے سگے باپ دادا جو کہ ان کے IDENTITIY CARD or PASSPORT وغیرہ میں درج ہیں وہ جعلی اور جھوٹ موٹ کے باپ دادا ہیں؟ مجھے یہ کامل یقین ہے کہ یہ بات سن کر عیسائی یقیناً بہت چیں بچیں ہوں گے لیکن اس حقیقت سے انکار بھی نہیں کر سکتے کہ دراصل اس دعا میں OUR FATHER or VATER UNSER درحقیقت ان کا اصلی باپ نہیں بلکہ ان کو ایک انسانی وجود میں ڈھالنے والی ہستی باری تعالیٰ ہے۔ پس اسی طرح اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام بھی خدا تعالیٰ کو OUR FATHER or VATER UNSER اپنی دعاؤں میں کہتے رہے یا کہہ کر پکارتے رہے تو اس میں اچنبھے کی کیا بات ہے؟ امید ہے کہ بہت سے عیسائی اس بات کو فوراً ہی سمجھ جائیں گے لیکن اگر نہ بھی سمجھیں تو بھی ہمارا کام تو صرف پیار محبت سے انہیں سمجھانا اور ان کی آنکھیں کھولنا اور انہیں حق کی بات پہنچانا ہے باقی وہ جانیں اور خدا تعالیٰ کیونکہ عیسائی ہمارے سامنے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہیں۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کا قابل ہے کہ ہر بچہ ایک نہ ایک دن جوان ہوتا ہے اور پھر وہ وقت بھی آجاتا ہے کہ جب یہی بچہ جوان ہو کر اپنے باپ سے بھی زیادہ طاقتور بن جاتا ہے لیکن فرمانبردار بچے اس کے باوجود اپنے والدین کی بات مانتے ہیں لیکن دنیا میں چند ایک ایسے بھی بچے ہوتے ہیں کہ جو کہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر اپنے بوڑھے والدین کی بات نہیں مانتے یا پھر اپنی طاقت کے زور پر انہیں جھڑک کر بٹھا دیتے ہیں یا بات کرنے سے روک دیتے ہیں اس لئے یہاں ایک اور معمہ بھی کھڑا ہو جاتا ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام اب تک زندہ ہیں تو کیا اب وہ اپنے باپ یعنی خدا تعالیٰ کی ذات والی طاقت حاصل کر چکے ہیں کہ نہیں؟ کیونکہ بقول عیسائی اسی دنیا میں جب وہ زندہ تھے تو مُردوں کو زندہ کر لیا کرتے تھے اور یہ ایک ایسا وصف ہے یعنی کسی کو زندہ کرنا اور کسی کو مار دینا جو کہ خدا تعالیٰ نے صرف اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے اور اب جبکہ حضرت عیسی علیہ السلام کی عمر ۲۰۰۰ سال سے بھی زائد ہو چکی ہے یقیناً وہ بھرپور جوان ہوں گے اس لئے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کا اپنا ہی بیٹا اس کا بندہ نہیں ہو سکتا۔

بلکہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کو پینشن دے کر خود دنیا پر راج کرنے والے ہیں۔ اس لئے یہ بات بھی عیسائیوں سے ضرور پوچھنی چاہئیے کہ اس بارہ میں اب تمہارا کیا خیال ہے؟ پڑھے لکھے اور سمجھدار عیسائی یقیناً اس بات کی نفی کریں گے کہ کبھی بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ اس لئے ان سے پوچھنا چاہئیے کہ جب بیٹا باپ کی جگہ لے ہی نہیں سکتا تو پھر ایسے

شہزادہ کی دنیا کو کیا پرواہ کہ جسے اس کے بادشاہ باپ کا تخت ملنا ہی نہیں۔

بہر حال اوپر درج ان تمام تاریخی حقائق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری عیسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسائی دو فرقوں میں تبدیل ہو گئے تھے۔ ایک تو وہ کہ جنہوں نے پاؤلس کی نئی تعلیمات (نئی وصیت/ نیا وصیت نامہ/ نیو ٹیسٹامینٹ) پر عمل درآمد کرتے ہوئے توحید الٰہی کا انکار کیا۔ تین خداؤں کے نظریہ کو قبول کیا۔ سؤر کے حرام گوشت کو حلال قرار دیا اور ختنہ کی ہزاروں سال سے چلتی چلی آنے والی سنت ابراہیمی کی جاری شدہ رسم کو نیست و نابود کر دیا یعنی شریعت یہودیہ کا انکار کیا اور دوسرے وہ کہ جنہوں نے شریعت موسویؑ یعنی اپنے پرانے عہد نامے پر سختی سے عمل درآمد کرتے ہوئے توحید الٰہی کا اقرار کیا۔ تین خداؤں کے نظریہ کو باطل اور شرک قرار دیا۔ سؤر کے گوشت کو حرام سمجھا اور ختنہ کی رسم پر عمل درآمد جاری رکھا اور تمام نئے نظریات بد سے قطع تعلق کرتے ہوئے اپنی تبلیغ جاری رکھی لیکن پھر یہودی عوام الناس کی کثیر تعداد کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر از خود اپنے آپ کو فلسطین کے ایک دشوار گزار پہاڑی علاقہ یعنی وادیٔ قمران کی چند غاروں میں محبوس کر لیا۔ اندازاً تین سو سال بعد از مسیحؑ (300 AD) تک بھی یہ لوگ دنیا سے چھپ چھپ کر خدا تعالیٰ کی عبادت بجالاتے رہے یہاں تک سلطنت روم کی ملکہ کی ترغیب پر جب قیصر روم نے بھی مذہب عیسائیت کو قبول کر لیا تو اغلباً اس کے بعد یہ لوگ ان غاروں سے نکل کر دنیا بھر میں پھیل گئے۔ فرمایا:-

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْد‘‘ ق صلے وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ق صلے وَكَلْبُهُمْ بَاسِط‘‘ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ط لَوِاطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًاوَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا o وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَ لُوْابَيْنَهُمْ ط قَالَ قَآئِل‘‘ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ط قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ط قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ط فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا o اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا o (الكهف۱۸ :آيات ۱۸-۲۰)

”اے مخاطب! تو انہیں بہت بیدار مغز سمجھتا ہے لیکن دراصل یہ لوگ دین کے معاملہ میں سوئے ہوئے ہیں لیکن ہم انہیں دنیا بھر میں پھیلا دیں گے اور ان کا کتا بھی ان کے گھروں کی حفاظت کے لئے آرام سے ہاتھ پھیلائے ان کے ساتھ رہے گا۔ اگر تو اس بات کو سمجھ لے تو تو ان کے رعب سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے۔ پس! اس طرح ہم نے ان کو بیکسی کی حالت سے اٹھایا تو وہ ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر حیرت سے پوچھنے لگے کہ ہم ایسی بیکسی کی حالت میں کتنا عرصہ رہے؟ تو تب کسی نے کہا کہ ایک دن یا شائید اس کا کچھ حصہ جس پر انہوں نے کہا کہ اس ایک یا دو دن کی بحث کو چھوڑ و اور اپنے سکے دے کر کسی کو اس شہر کی جانب بھیجو تا کہ وہ ان کے بہترین غلہ میں سے کھانے پینے کا کچھ سامان لے آئے اور اس سلیقہ سے ان کے حالات معلوم کرے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو کیونکہ اگر وہ تم پر قابو پالیں تو ممکن ہے کہ تمہیں سنگسار کر دیں یا جبراً تمہیں اپنے مذہب میں شامل کر لیں اور یوں تم کبھی بھی کامیاب نہ ہو سکو گے“۔

درج بالہ قرآنی آیات میں ایک کتے کا ذکر ملتا ہے جو کہ اصحاب کہف ورقیم کی غاروں کے سامنے صحن میں موجود یعنی ان کے گھروں میں آرام سے ہاتھ پھیلائے بیٹھا رہتا تھا۔لوگ کتوں کوعموماً اپنی حفاظت کے لئے گھروں میں رکھتے ہیں۔اس کتے کا ظاہری مطلب ان اقوام کی سماجی،فوجی اور معاشی طاقت ہی مراد ہے یعنی ان اقوام کی طاقت اتنی زیادہ ہوگی کہ ان کی اس طاقت کی دہشت سے ہی لوگ خوفزدہ رہا کریں گے اور درج ذیل اگلی آیات میں ان کی تعداد تین یا سات یا ان کے کتے کوملا کر آٹھ بھی بتائی گئی ہے اور اگر آپ ذرا غور فرمائیں تو آج کل دنیا بھر کی معشیت کا تمام دارومدار بڑی بڑی طاقتوں کے دم قدم پر ہے کہ جن سے دنیا بھر کے بقیہ مما لک اور ان کی اقوام خوف کھاتی ہیں۔جنگ عظیم دوم کے بعد یہ صرف تین بڑی طاقتیں تھیں یعنی امریکہ،برطانیہ اور روس پھر بعد میں کینیڈا،فرانس، اٹلی اور جرمنی بھی ان میں آملے اس کے بعد جاپان نے بھی ترقی کی اور ان میں شامل ہوگیا اور اب چین بھی۔یعنی ان کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔کبھی یہ اقوام G7 اور کبھی یہی اقوام G8 کہلاتی ہیں۔

الغرض اس طرح آج یہ بات بھی روزروشن کی طرح عیاں ہوچکی ہے کہ یہی طاقتور مما لک دنیا بھر کی تمام اقوام سے سستے داموں ہر قسم کی اجناس اور ہر قسم کا مال خرید کر یا ان کو اپنا مال مہنگا بیچ کر یا ان کے مال کے بدلہ اپنی کرنسی دے دلا کر اپنے اپنے مما لک میں بسنے والے عوام کا دل جیت رہے ہیں لیکن یہ پیشگوئی تو روزاول سے ہی قرآن مجید میں موجود ہے۔فرمایا:-

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَاللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَارَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْيَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ڣ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَاۗءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ۝ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّىْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ۝ وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ۝ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۡ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ۝ (الکھف ۱۸ : آیات ۲۱-۲۶) ”اور جو لوگ خدا تعالیٰ کی جانب سے ہدایت یافتہ نہیں وہ تو صرف اٹکل پچو سے کام لیتے ہوئے کبھی ان کی تعداد کو تین کبھی پانچ اور کبھی سات اور ان کے ساتھ ان کے کتے کو بھی شامل کر لیتے ہیں حالانکہ ان کی صحیح تعداد کو صرف اللہ ہی جانتا ہے اس لئے ایک مخاطب ! تو ان کے بارہ میں کبھی کوئی حتمی فیصلہ نہ کیا کر کہ میں کل یہ کام ضرور کروں گا بلکہ یہ کہہ کہ ہاں ! اگر اللہ نے چاہا تو میں یوں ضرور کروں گا اور اگر تو اس بات کو کسی وقت بھول بھی جائے تو تب بھی یاد آجانے پر تو اللہ کے وعدوں کو یاد کر کہ یقیناً میرا رب مجھے سیدھے راستہ پر چلا کر ضرور کامیاب کرے گا۔اسی طرح

بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ اپنی بیکسی کی حالت کے دوران ان غاروں میں تقریباً تین سو سال تک مقیم رہے اور بعض نے اس پر نو (۹) سال مزید بڑھا دئے لیکن دراصل صرف اللہ ہی اس بات کو جانتا ہے کہ وہ کتنا عرصہ ان غاروں میں چھپ چھپ کر اس کی عبادت بجالاتے رہے کیونکہ صرف وہ ہی زمین و آسمان کی غیبی باتیں خوب دیکھنے اور خوب سننے والا ہے اور اس کے سوا کوئی بھی کسی کا مددگار نہیں کیونکہ وہ کسی دوسرے کو اپنے فیصلہ میں شامل نہیں کرتا''۔

بہرحال ان تمام حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ صرف ایک پیدائشی یہودی تھے بلکہ اپنی وفات تک بھی وہ اسی مذہب پر قائم رہے لیکن آپؑ کے بچپن کے زمانہ میں یہودیت پہلے سے بھی زیادہ ذلت کے عمیق گڑھے میں گر چکی تھی اور یہودی، اپنے نام نہاد رابیوں کے قول و قرار نیز طور اطوار دیکھتے ہوئے بے دین اور دہریہ بنتے جا رہے تھے لہذا خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مذہب کی تبلیغ کے لئے چُن لیا اور نبوت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی نیا مذہب لے کر معبوث نہیں ہوئے لہذا انجیل کی اصلی کتاب کوئی نئی شرعی کتاب نہیں ہے بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تورات کا نچوڑ ہے لیکن یہودیوں کی اصلاح کے واسطے زبور کی طرح اس میں بھی بعض نئے احکامات صادر کئے گئے۔ بہرحال یہ ایک خدائی کتاب ہے اسی لئے تو بار بار اس کا ذکر صحیفہ ابراہیمی، زبور اور تورات کے ساتھ ساتھ قرآن مجید میں ملتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ وہ اصل انجیل جو کہ خدا تعالیٰ نے یہود پر اپنی رحمت کی بارش کرتے ہوئے نازل فرمائی تھی اس انجیل کے اصل صحیفوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کے ماننے والے یہودیوں یعنی عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فلسطین سے ہجرت کے بعد چھپا لیا اور آج تک دبائے بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔ آمین

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کے بارہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نہایت کھلے کھلے الفاظ میں ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے چلتے چلے آنے والے مذہب اور شریعت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں دوبارہ زندہ کیا اور پھر ان دونوں کی تتبع میں بہت سے انبیائے کرام مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام وغیرہم بھجوائے حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اسی مذہب کی ترقی و ترویج کے لئے معبوث کیا گیا۔ فرمایا:-

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ --- (الحديد ۵۷ :آيات ۲۷-۲۸) ''اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھی اس قوم کی جانب اپنا رسول بنا کر بھیجا تھا اور ہم نے ان کی ذریت سے نبوت اور اپنی الہامی کتب کو مخصوص کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود ان میں سے بعض تو ہدایت یافتہ بن گئے لیکن ان میں سے زیادہ تر فسق و فجور کرنے والے نکلے کہ جن کا یہ

نمونہ دیکھ کر ہم نے نوح اور ابراہیم کے نقش قدم پر بہت سے دوسرے انبیاً کو بھیجا اور عیسیٰ کو بھی انجیل عطا فرما کر انہی انبیائے کرام کے پیچھے پیچھے اسی مذہب کی تبلیغ کے لئے بھجوایا‘‘---

لیکن جیسا کہ بعد میں بیان کیا جائے گا کہ جب اکثر یہودیوں نے اپنے روایتی معمول کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کو مسیح وقت اور رسول خدا ماننے سے انکار کر دیا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان کے دشمن بن کر انہیں سولی پر لٹکوا دیا تو جن یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانا انہوں نے اپنے آپ کو یہودی المذہب کہلانے کی بجائے عیسائی کہلوانا شروع کر دیا حتیٰ کہ انہی میں سے کچھ دنیا دار عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپؑ کی والدہ محترمہ حضرت مریم علیہ السلام کے فلسطین سے ہجرت کے بعد آپؑ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا کر اور حضرت مریم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کے بیٹے کی ماں بنا کر پوجنا شروع کر دیا تو عیسائی مذہب میں خدائے واحد کی عبادت کی بجائے تین خداؤں کا نظریہ راہ پا گیا تو تب اللہ تبارک وتعالیٰ کی غیرت نے جوش مارا اور ہزاروں سال سے چلتی چلے آنے والی نبوت کو یہودی قوم میں سے اٹھا لیا اور اسی شرک کے جرم کی بنأ پر ان عیسائیوں پر بھی نبوت کا دروازہ ہمیشہ ہمیش کے لئے بند کر دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں مختلف اقوام میں بہت سے قصے مشہور ہیں۔کوئی انہیں خدا کا بیٹا بیان کرتا ہے تو کوئی انہیں آسمان پر زندہ چڑھا رہا ہے لیکن خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ اب سے پہلے تو نہ ہی اس نے کسی انسان کو ایسا بنایا تھا کہ وہ بغیر کھائے پیئے ہمیشہ زندہ رہ سکتا اور نہ ہی اس کو اتنی لمبی عمر دی ہے کہ وہ اب تک زندہ موجود ہو۔لہٰذا قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ میں فرمایا:-
وَ مَا جَعَلۡنٰهُمۡ جَسَدًا لَّا یَاۡکُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَ مَا کَانُوۡا خٰلِدِیۡنَ (الانبیأ ۲۱ : ۸) ’’اور ہم نے ان کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ بغیر کھائے پیئے ہمیشہ زندہ رہ سکتے‘‘۔

یعنی اس ایک ہی آیت میں حضرت مسیح ناصری کی زندہ آسمان پر چڑھ جانے اور اب تک بغیر کھائے پیئے زندہ رہنے اور آج تک غیر طبعی طور پر لمبی حیات حاصل کرنے کی نفی کر دی گئی ہے۔

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار (درثمین)

اس کے علاوہ قرآن مجید میں حضرت مسیح ناصری عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام نے خود اپنی موت کا اعلان کیا ہے کہ میں بھی ایک مرنے والا بشر ہوں اور مجھے بھی ویسی ہی موت دی جائے گی جیسی کہ تمام دوسرے انسانوں کو بھی دی جاتی ہے:-

وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوۡمَ وُلِدۡتُّ وَيَوۡمَ اَمُوۡتُ وَيَوۡمَ اُبۡعَثُ حَيًّا ○ (مریم ۱۹ : آیت ۳۳) ''اور جس دن میں پیدا ہوا تھا اس دن بھی مجھ پر سلامتی نازل ہوئی تھی اور جب میں مروں گا اس وقت بھی مجھ پر سلامتی نازل ہوگی اور جب مجھے دوبارہ زندہ کر کے اگلے جہان میں معبوث کیا جائے گا تو تب بھی مجھ پر سلامتی نازل کی جائے گی''۔

یہاں ایک انتہائی قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب مجھے دوبارہ زندہ کر کے اگلے جہان میں معبوث کیا جائے گا یعنی دنیا میں واپس نہیں بھیجا جائے گا۔افسوس! کہ آج کے نام نہاد ملاں قرآن مجید کے ایسی کھلی کھلی آیات پر غور کرنے کی بجائے ان پر سے یوں گزر جاتے ہیں کہ نعوذ باللہ جیسے یہ آیات کوئی منسوخ آیات ہیں۔اس کے علاوہ اگر مزید غور کیا جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام تو زمین پر اپنے مرنے کی اطلاع دے رہے ہیں ورنہ اگر نعوذ باللہ وہ زندہ آسمان پر تشریف فرما ہیں تو پھر تو وہ اگلے جہان میں پہنچ ہی چکے ہیں اور اب اگلے جہان سے وہ کس قسم کے دوسرے جہان میں جانا چاہتے ہیں؟

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام تو یہ فرما رہے ہیں کہ انہیں اگلے جہان بھیجا جائے گا یعنی وہ تو یہیں کہیں زمین پر ہی مدفون ہیں۔اسی لئے تو انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ جب قیامت والے دن تمام دوسرے انسانوں کے ساتھ ساتھ مجھے بھی دوبارہ زندہ کر کے اگلے جہان بھیجا جائے گا تو تب مجھ پر بھی خدا تعالیٰ کی سلامتی نازل ہوگی۔اے مسلمانو! کچھ تو غور کرو۔بہرحال حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کی بعثت کا مقصد خود حضرت عیسی علیہ السلام کی زبانی سنئے:۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوۡرٰةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمۡ بَعۡضَ الَّذِيۡ حُرِّمَ عَلَيۡكُمۡ وَجِئۡتُكُمۡ بِاٰيَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ قف فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ ○ (اٰل عمران ۳: آیت ۵۰) ''اور میں اس وحی الٰہی یعنی تورات کو پورا کرنے کے لئے آیا ہوں تاکہ بعض اشیأ جو آج سے پہلے تم پر حرام تھیں وہ تمہارے لئے حلال کر دوں لہٰذا میں تمہارے لئے خدا کی جانب سے ایک نشان لے کر آیا ہوں اس لئے تم اللہ کا تقوٰی اختیار کرتے ہوئے میری اطاعت کرو''۔

بعض یہودی بلکہ بعض عیسائی بھی اپنے خیالات فاسدہ میں اتنا زیادہ آگے بڑھ چکے ہیں کہ وہ لوگ اب یہ بات ماننے کے لئے بالکل تیار ہی نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام بن باپ کے پیدا کئے گئے بلکہ وہ حضرت مریم علیہ السلام کی پاکیزگی پر بھی طرح طرح کے الزامات عائد کرتے رہتے ہیں لیکن یہ پلید الزامات سراسر جھوٹے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کوئی انہونی بات نہیں کہ یہ ایک مرد اور عورت کے باہم ملاپ کے بغیر وجود میں آئی۔فرمایا کہ یہ تو ہمارے لئے ایسے ہی ہے کہ جیسے ہم نے آدم کی پیدائش کے موقعہ پر فرمایا تھا کہ ہو جا تو بالکل ویسے ہی ہو گیا۔فرمایا:۔

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ○ (اٰل عمران ۳: آیت ۵۹) ’’یادرکھو! عیسیٰ کی پیدائش اللہ کے نزدیک یقیناً آدم کی پیدائش کی مانند ہی تو ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو خشک مٹی سے بناتے ہوئے جب یہ فرمایا کہ تُو بن جا تو وہ وجود میں آ گیا اور بالکل یہی معاملہ عیسیٰ کا ہے‘‘۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کی زندگی یا وفات کو خود عیسائیوں نے مشکوک بنا دیا تھا۔اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دئے جانے کے کچھ عرصہ بعد ہی عیسائیوں کے دو گروہ بن گئے کہ جس میں ایک گروہ کا بیان یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ صلیب پر سے اتار کر ایک غار میں لے جایا گیا اور وہاں ان کی مرہم پٹی کرنے کے بعد ان کی مکمل صحت یابی تک آپؑ کا علاج معالجہ کیا گیا اور اس کے بعد آپؑ آسمان پر چلے گئے اور پھر دوبارہ اس دنیا میں نظر نہیں آئے اور دوسرے گروہ کا بیان یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر وفات پائی اور اس کے بعد آپؑ کے مردہ جسم کو صلیب سے اتار کر ایک غار میں رکھ کر اس غار کے دہانہ پر ایک انتہائی وزنی پتھر رکھ دیا گیا تاکہ کوئی اس کے اندر نہ جا سکے لیکن تیسرے دن اس غار کا دہانہ کھلا پایا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی میت وہاں موجود نہ تھی کہ جس پر یہ بات مشہور ہوگئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے۔

بہرحال قرآن مجید کی اوپر درج آیات میں خدا تعالیٰ کسی کے زندہ آسمان پر چلے جانے اور وہاں اب تک زندہ رہنے کی قطعی نفی فرماتا ہے لیکن اس کے باوجود تقریباً تمام عیسائی بلکہ بہت سے مسلمان بھی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام ابھی تک زندہ آسمان پر موجود ہیں لیکن مسلمانوں کا صرف ایک ہی فرقہ یعنی جماعت عالیہ احمدیہ مسلمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات یافتہ مانتی ہے۔اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے کھلے کھلے الفاظ میں یہ فرمایا تھا کہ جب میرا سب سے زیادہ محبوب نبی بھی وفات پا سکتا ہے تو کوئی اور کیسے زندہ رہ سکتا ہے؟ نہیں! قطعاً نہیں! اور اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے نزول اور آپؐ کی نبوت کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا ہی خاتمہ کر دیا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ واپسی چہ معنی وارد؟ یعنی آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہو جانے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کے دوبارہ شرعی نزول کا راستہ ہمیشہ ہمیش کے لئے بند ہو چکا ہے۔

خاکسار کے مؤقف کی بنیاد درج ذیل آیت کریمہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے قبل گزرے ہوئے تمام انبیائے کرام علیہم السلام وفات پا چکے ہیں اور نہ صرف طبعی طور پر وفات پا چکے ہیں بلکہ ان کی شریعت کا بھی اختتام ہو چکا ہے۔اس لئے آنحضرت ﷺ کی شریعت اسلامیہ ہی سب سے آخری قابل عمل شریعت ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَمَا مُحَمَّد’‘ اِلَّا رَسُول’‘ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ ط وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْئًا ط وَسَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰکِرِیْنَ o (اٰل عمران ۳ :آیت ۱۴۴) ’’ اور محمدؐ تو صرف ہمارا ایک رسول ہے۔آج سے پہلے گزرے ہوئے تمام رسول (آدم سے عیسیٰ تک) فوت ہو چکے ہیں۔پس!اگر وہ بھی فوت ہو جائے یا خدا کی راہ میں قتل ہو جائے تو کیا تم محمدؐ کے گزر جانے کے بعد پھر دوبارہ واپس اپنے پرانے مذاہب کے برے راستہ پر چل پڑو گے؟ اور جو شخص ایسا کرے گا وہ اللہ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا مگر صرف اپنا ہی نقصان کرے گا اور جو اس سیدھی راہ پر محمدؐ کے گزر جانے کے بعد بھی چلتا چلا جائے گا تو ایسے شکر گزار انسان کو اللہ تعالیٰ ضرور بہترین اجر سے نوازے گا‘‘۔

یہ وفات مسیح کے تابوت میں وہ آخری کیل تھا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے خود گاڑا اور سیدنا آنحضرتﷺ کی وفات کے المناک موقعہ پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زبانی دوبارہ اس کی تصدیق کروائی۔اسی طرح وفات مسیح کے سلسلہ میں قرآن مجید میں ایک نہایت واضح ارشاد تحریر ہے کہ جس کی وجہ سے یہ خیال کرنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام بنت عمران زندہ سلامت آسمان پر تشریف لے گئے نہ صرف ایک خام خیالی ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی آیات کا انکار ہے۔فرمایا:-

قَالَ فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ o (الاعراف ۷: آیت ۲۵) ’’یعنی تم لوگ اسی زمین میں زندہ رہو گے اور اسی میں تم مرو گے اور اسی میں سے پھر زندہ کر کے نکالے جاؤ گے‘‘۔

یعنی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مخاطب ہیں اور ہم تمام انسان بشمول حضرت محمد احمد ﷺ بھی جو کہ اپنے کسی حیلے بہانے سے اس کائنات کے دائرہ سے زندہ یا مردہ باہر نہیں جا سکتے جبکہ:-

؎ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

اب انسان ذرا ان عیسائیوں بلکہ ان مسلمانوں سے بھی یہ پوچھے کہ جب کوئی انسان زندہ یا مردہ ہماری اپنی ہی زمین کے دائرہ کشش ثقل سے باہر نہیں جا سکتا تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نعوذ باللہ کیسے آسمان پر زندہ سلامت چلے گئے اور پھر جب ہر زندہ نفس ہی حضرت محمد ﷺ کے بعد تین سو سال کے اندر اندر وفات پا جائے گا تو تب اب تک کوئی کیسے زندہ رہ سکتا ہے خواہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کیوں نہ ہوں۔

لیکن وہ دنیا اور وہ جہان اغلباً ہمارے رہن سہن کے لئے نہیں بنائے گئے بلکہ انہیں صرف ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے بنایا گیا ہے یعنی اوپر درج آیات مبارکہ کی تلاوت کے ساتھ ساتھ ان کے ترجمہ اور تشریح پر غور و خوض کرنے والے پر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ

آنحضرت محمدؐ احمدؐ ﷺ کی طرح حضرت مسیح ناصری عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام بھی عیسائیوں اور تمام نام نہاد مسلمانوں کے خیالات فاسدہ کے برعکس وفات پا چکے ہیں اور اگر وہ اوپر کہیں کسی آسمان پر زندہ بیٹھے ہوئے ہیں تو پھر نعوذ باللہ قرآن مجید کی یہ آیت غلط ثابت ہو جاتی ہے جو کہ کسی بھی صورت میں ممکن نہیں۔ اب فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔

☆

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ

ﷺ

اپنے وقت میں دنیا بھر کے سب سے بڑے شہنشاہ فرعون مصر کی بیٹی یعنی اپنے وقت کی سب سے بڑی شاہزادی حضرت ہاجرہ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پشت سے آنحضرت ﷺ ۲۰؍ اپریل ۵۷۰ء کو مکہ میں پیدا ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کے والد محترم کا نام عبداللہ بن عبدالمطلب اور والدہ محترمہ کا نام آمنہ بنت وہب ہے۔ حضور ﷺ کے والد محترم اپنے جلیل القدر فرزند حضرت محمدؐ احمدؐ ﷺ کی پیدائش سے چند ماہ قبل وفات پا گئے۔ اہالیان مکہ کے رواج کے مطابق آپؐ نے سب سے پہلے اپنی پہلی رضاعی والدہ ابولہب کی کنیز محترمہ ثوبیہ کا دودھ پیا اور پھر اپنی دوسری رضاعی ماں محترمہ حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا۔ جو کہ مکہ کے قرب میں آباد قبیلہ بنو ہوازن سے تعلق رکھتی تھیں۔

بہر حال ابھی آنحضرت ﷺ چھ برس کا ایک بچہ ہی تھے کہ آپؐ کی والدہ محترمہ آمنہ بھی ابواؑ کے مقام پر وفات پا گئیں تو محترمہ آمنہ کی ایک حبشی خادمہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپؐ کو اپنے ہمراہ لے کر آپؐ کے دادا شیبہ المعروف محترم عبدالمطلب بن ہاشم کے پاس واپس مکہ پہنچیں لیکن کچھ عرصہ کے بعد جب آپؐ کے دادا جان بھی وفات پا گئے تو تب آپؐ کے چچا محترم عبدالمناف المعروف ابوطالب نے آپؐ کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ محترم ابوطالب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے والد محترم ہیں یعنی حضرت محمد احمد ﷺ عالم یتیمی میں پیدا ہوئے اور آپؐ نے عالم یتیمی میں ہی پرورش پائی۔

ان پے در پے حادثات کا جو اثر حضرت محمد احمد ﷺ کے ننھے سے معصوم دل پر ہوا وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں یعنی دنیا کی اسی بے ثباتی کی وجہ سے حضرت محمد احمد ﷺ کا بچپن سے ہی خدا تعالیٰ سے لگاؤ کا بڑھنا کوئی اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ ایک قدرتی امر ہے۔

اسی لئے آپؐ اپنے بچپن سے ہی خدا تعالیٰ کی محبت میں غرق ہوگئے کہ جس نے آپؐ کے سینہ مبارک کو بچپن سے ہی دنیا کی آلودگیوں سے پاک وصاف کر دیا تھا۔تمام عمر آپؐ نے رزق حلال کمانے کے لئے جدوجہد کی۔ ہمیشہ سچ بولا اور ریا کاری سے دور رہے۔غرباً کا خاص خیال رکھا اور یتیموں کی مدد فرمائی۔غلاموں کو آزاد کیا بلکہ ان میں سے اپنے ایک غلام حضرت زیدؓ بن حارث کو اپنا بیٹا بنا کر دنیا کے سامنے اپنے اخلاق عالیہ کا سب سے زیادہ بہترین نمونہ پیش کیا۔اللہ تبارک وتعالیٰ کو بھی آپؐ کی یہ پاکیزہ ادائیں بے حد پسند آئیں اور یوں خدا تعالیٰ نے سیدنا حضرت محمد احمد ﷺ کو ۶۱۰ء میں مقام نبوت پر سرفراز فرمایا اور اس کے بعد اس نئے مذہب کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود مذہب اسلام کا نام دیا۔

آپؐ کے چچا محترم ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کے واسطے بہت تکالیف اٹھائیں یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کی وجہ سے محترم ابو طالب بھی مکہ کے قریب شیب ابی طالب کی گھاٹی میں محصور ہوگئے لیکن آپؐ نے اپنے پیارے اور عزیز بھتیجے کی سرپرستی سے دست کشی اختیار نہ کی۔اس گھاٹی میں محصور مسلمانوں اور آپؐ کے غیر مسلم رشتہ داروں نے بے انتہا مصائب کا سامنا کیا کہ جس کی وجہ سے جب کفار مکہ کا مقاطعہ ختم ہوگیا تو یکے بعد دیگرے محترم ابو طالب اور حضرت خدیجہ علیہ السلام وفات پا گئے۔اسی لئے اس سال کو عام الحزن کہا جاتا ہے۔

دور رسالت میں ایک مرتبہ جب آپؐ کی رضاعی والدہ محترمہ حلیمہ سعدیہ آپؐ سے ملاقات کے لئے یثرب یعنی مدینہ منورہ تشریف لائیں تو آپؐ نے ان کی خوب آؤ بھگت کی اور ''میری ماں۔میری ماں'' کہہ کر پکارتے رہے۔اسی طرح ایک مرتبہ آپؐ کی رضاعی بہن محترمہ شیما بنت حارث بھی مدینہ تشریف لائیں تو آپ نے اپنا مہمان ٹھہرایا اور واپسی پر بہت سی بھیڑ بکریاں عنایت فرما کر رخصت کیا لیکن افسوس کہ انہیں یعنی سیدنا حضرت محمد احمد ﷺ کی رضاعی ماں اور بہن بھائیوں کو آپؐ کی زندگی میں اسلام قبول کرنا نصیب نہ ہوا اور وہ اپنے مشرکانہ خیالات اور مذہب پر ہی قائم رہے۔

آج تک دنیا کی تمام تواریخ میں جس قدر تفصیل سے آپؐ کے حالات زندگی رقم ہو چکے ہیں کسی اور نبی کے نہیں ہوئے یعنی سیدنا حضرت محمد احمد ﷺ کے حالات زندگی پر ہزاروں لاکھوں کتب اور کروڑوں مضامین طبع ہو چکے ہیں اس لئے یہاں انہی باتوں کو بار بار دوہرانے کی بجائے میں نے اختصار کا راستہ اختیار کیا ہے تاکہ یہ کتاب طویل سے طویل تر نہ ہوجائے لیکن اس کے باوجود میں یہ عرض ضرور کروں گا کہ خاکسار کی ان تمام تفسیر القرآن کی مختلف کتب میں آپ کو بار بار اور جگہ جگہ آنحضرت ﷺ کا ذکر خیر ضرور ملے گا کیونکہ قرآن مجید کی کوئی بھی تفسیر آنحضرت ﷺ کے ذکر یا آپ کی سنت یا آپ کے اقوال صالحہ اور احادیث نبویہؐ کے بغیر مکمل ہو ہی

نہیں سکتی یعنی جہاں کہیں بھی کسی امر کی تفصیل ہمیں قرآن مجید میں دکھائی نہیں دیتی تو وہیں ہمیں کوئی نہ کوئی حدیث یا سنت نبویہ کا نمونہ مل جاتا ہے۔اس لئے سیدنا آنحضرت ﷺ کے بارے میں جو باتیں یہاں نہ مل سکیں وہ انہی کتب میں کہیں دوسری جگہ انشاء اللہ ضرور مل جائیں گی۔

حضرت رسول اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں کئی ایک شادیاں کیں کہ جن میں سے صرف دو بیویوں سے اولاد پیدا ہوئی۔حضور کی پہلی زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ علیہ السلام بنت وہب سے حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ علیہ السلام چھ بچے پیدا ہوئے اور ام المؤمنین حضرت ماریہ قبطیہ علیہ السلام بنت شمعون سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔حضرت ام المؤمنین ماریہ قبطیہ علیہ السلام مسیحی تھیں اور بازنطینی شاہ مقوقس نے ۶۲۸ء میں انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بطور تحفہ بھیجا تھا۔

سن ۷ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام کے لیے شاہانِ وقت کو جو خطوط لکھے تھے، اُن میں سے ایک خط مقوقس عزیز مصر کے نام اپنے سفیر حضرت حاطب رضی اللہ عنہٗ ابن بلتعہ کے ہاتھ مصر بھیجا۔مقوقس نے اسلام تو قبول نہیں کیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیام اور پیامبر کی بڑی پزیرائی کی اور قیمتی ساز و سامان کے علاوہ دو لڑکیوں اور اُن دونوں کے بھائی مابور کو روانہ کیا۔
(اصابہ : ۴/۴۰۵)

حضرت ماریہ قبطیہ علیہ السلام اور حضرت سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہا مصر سے آنحضرت ﷺ کے سفیر حضرت حاطب رضی اللہ عنہٗ کے ساتھ مدینہ آئی تھیں، اس لئے راستہ میں وہ ان سے بہت زیادہ مانوس ہوگئیں تو اس پر حضرت حاطب رضی اللہ عنہٗ نے اس انس سے فائدہ اُٹھا کر اُن کے سامنے اسلام پیش کیا جس پر حضرت ام المؤمنین ماریہ قبطیہ علیہ السلام اور اُن کی بہن حضرت سیرین رضی اللہ عنہا نے تو اسلام قبول کر لیا لیکن اُن کے بھائی مابور نے نہ کیا بلکہ اپنے دین عیسائیت پر قائم رہے۔ام المؤمنین حضرت ماریہ قبطیہ علیہ السلام کو آنحضرت نے اپنے نکاح میں لے لیا اور حضرت سیرین رضی اللہ تعالیٰ کا نکاح حضرت حسانؓ بن ثابت جیسے مشہور صحابی شاعر سے کر دیا۔

حضرت ام المؤمنین ماریہ قبطیہ علیہ السلام کے بارے میں نہ جانے کیوں بعض تاریخ دانوں اور خصوصاً مفسرین اور محدثین کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان سے نکاح نہیں کیا جبکہ تاریخ اسلام کے بغور مطالعہ سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ آنحضرت

ﷺ نے بعض اوقات اپنی زوجات سے ازواجی تعلقات کے لئے با قاعدہ نکاح کا اہتمام نہیں کیا بلکہ صبح اٹھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے پردہ کرنے کا حکم فرما دیا کہ جس سے تمام اصحابؓ سمجھ جاتے کہ اب یہ حضور ﷺ کی بیوی ہیں۔ بالکل اسی طرح حضرت ماریہ قبطیہ علیہ السلام کے لئے بھی پردہ کا حکم صادر فرمایا اور یہی معاملہ غزوہ خیبر کے بعد بھی حضرت صفیہ علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا کہ شادی کے بعد آنحضرت ﷺ نے انہیں بھی پردہ کرنے کا ارشاد فرمایا اور پردہ کے بارے میں ہمیں خوب علم ہے کہ وہ صرف آزاد مسلمان خواتین اور ازواج مطہرات ہی کیا کرتی تھیں۔ جس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ بھی آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے ایک ہیں۔

اور پھر صرف یہی نہیں کہ پردہ کا ارشاد فرمایا تھا بلکہ اس کے علاوہ حضرت ماریہ قبطیہ علیہ السلام کو بھی اپنی دوسری ازواج کے ساتھ ساتھ ہی ان کے گھروں سے متصل ایک علیحدہ مکان رہائش کے لئے عنایت فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ علیہ السلام فرماتی ہیں کہ حضرت ماریہ قبطیہ علیہ السلام کو پہلے ہمارے پڑوس میں حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان پر ٹھہرایا گیا اور ہم لوگ اکثر حضرت ماریہ قبطیہ علیہ السلام کے پاس آیا جایا کرتے تھے لیکن جب ان کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و رفت زیادہ ہونے لگی تو ہم لوگوں نے اُن کے پاس آنا جانا کم کر دیا تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواجی تعلقات میں رخنہ نہ آئے۔ حضرت ماریہ قبطیہ علیہ السلام کو قدرت نے حُسن باطن کے ساتھ ساتھ حسنِ ظاہر سے بھی نوازا تھا۔ حضرت عائشہ علیہ السلام فرماتی ہیں کہ مجھے جتنا رشک ان پر آتا تھا کسی دوسری بیوی پر نہیں۔ (ابن سعد: ۸/۵۳)

اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے یہاں کبھی بھی کوئی لونڈی یا غلام نہیں رہا بلکہ جیسے ہی کسی غزوہ یا سریہ کے بعد کوئی قیدی آپؐ کے حصہ میں آتا تو آپؐ اسے کسی نہ کسی کو آگے دے دیا کرتے تھے۔ بہرحال ام المؤمنین ماریہ قبطیہ علیہ السلام کسی جنگ یا غزوہ یا سریہ میں قیدیوں کی طرح ایک لونڈی یا باندی ہرگز نہ تھیں بلکہ بادشاہ مصر مقوقس کی جانب سے تحفہ تھیں اسی لئے حضرت محمد احمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ماریہ قبطیہ علیہ السلام سے بہت محبت تھی۔ ان کے مناقب کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ مبارک کافی ہے کہ:

استوصوا بالقبط خيرا فإن لهم ذمة ورحما قال ورحمهم أن أم إسماعيل بن إبراهيم منهم وأم إبراهيم بن النبي صلى الله عليه وسلم منهم. (الطبقات الكبرى، ابن سعد: ۸/ ۲۱۴ شامله، المؤلف: محمد بن سعد بن منيع أبوعبدالله البصري الزهري، الناشر: دار صادر، بيروت) قبطیوں یعنی مصر کے عیسائیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔ اس لئے کہ اُن سے عہد اور نسب دونوں کا تعلق ہے۔ اُن سے نسب کا تعلق تو یہ ہے کہ اسماعیل کی والدہ ہاجرہ اور میرے لڑکے ابراہیم

دونوں کی مائیں اسی قوم سے ہیں اور عہد کا تعلق یہ ہے کہ اُن سے معاہدہ طے ہو چکا ہے۔

مزید یہ کہ:- **وكانت مارية هذه من الصالحات الخيرات الحسان.(البداية والنهاية: ۷ / ۸۶ شامله، موقع يعسوب)** اور ماریہ نہایت صالح، پاکیزہ، نیک سیرت ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت باسعادت ۱۷/ مارچ ۶۳۰ء مدینہ منورہ کے قریب مقام ''عالیہ'' میں ہوئی۔ اس لیے مقام عالیہ کا دوسرا نام مشربۃ ام ابراہیم بھی ہے۔ ان کی ولادت کی خبر حضورِ اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ابورافع نے مقام عالیہ سے مدینہ حاضر ہو کر بارگاہِ اقدس میں سنائی۔ یہ خوش خبری سن کر حضورِ اکرم ﷺ نے انعام کے طور پر حضرت ابورافع کو ایک غلام عطا فرمایا۔ اس کے بعد فوراً ہی حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ ﷺ کو ''یا ابا ابراہیم'' کہہ کر پکارا۔ حضور ﷺ بے حد خوش ہوئے اور بچے کا نام اپنے جد امجد کے نام پر ابراہیم رکھا۔ اس کے عقیقہ میں دو مینڈھے ذبح کئے اور ابراہیم کے سر کے بال کے وزن کے برابر چاندی خیرات فرمائی اور ان کے بالوں کو دفن کرا دیا۔ حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم عوالی مدینہ میں دودھ پیتے بچے تھے اور نبی انہیں ملنے جایا کرتے تھے تو ہم بھی آپؐ کے ساتھ ہوتے۔ نبی جب اس گھر میں داخل ہوتے تو وہ دھوئیں سے بھرا ہوا ہوتا تھا کیونکہ خاتونِ خانہ کا شوہر لوہار تھا، نبی (حضرت ابراہیم) کو پکڑ کر پیار کرتے اور کچھ دیر بعد واپس آ جاتے۔

غزوہ تبوک کے کچھ عرصے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام بیمار ہو گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وصال کے دن عرب میں سورج گرہن لگا۔ جدید سائنسی حساب کے مطابق وہ سورج گرہن مؤرخہ ۲۷/جنوری ۶۳۲ء کے دن لگا تھا یعنی اس وقت اس ہنستے کھیلتے دوڑتے بھاگتے صاحبزادے کی عمر پونے دو سال کے قریب تھی۔ حالت نزع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد محترم سیدنا حضرت محمد احمد ﷺ کی گود میں تھے اور اسی حالت میں وفات پائی۔ **اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ (البقرة:۱۵۷)**

اس وقت شدت غم سے آنحضرت ﷺ کی پیاری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے تو حضرت ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ بھی روتے ہیں؟ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے عوف کے بیٹے! یہ آنکھوں میں آنسو آ جانا نہ تو بے صبری ہے اور نہ ہی منع ہے نہ ہی تعجب کرنے کی چیز ہے بلکہ یہ تو ایک فطری عمل ہے کہ جو رحمت اور شفقت اللہ تعالیٰ نے اِنسان کے دل میں رکھی ہے یہ اُس رحمت کا اثر ہے۔ اِس کے بعد آپؐ پھر دوبارہ رنج و غم کے جذبات سے مغلوب ہو کر رونے لگے اور فرمایا **اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَانَقُوْلُ اِلَّامَايَرْضٰى رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَااِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ.** – '' بیشک آنکھوں

میں آنسو ہیں اور دِل میں رنج لیکن اس کے باوجود ہم اپنی زبان سے ایسی کوئی بات نہیں کہتے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف ہو۔ ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو لیکن اے ابراہیم! تیری جدائی سے ہم غمگین ہیں''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر آنحضرت ﷺ نے ایک عظیم الشان کلمہ فرمایا تھا کہ:-

''اگر یہ زندہ رہتا تو ضرور نبی بنتا''

یعنی ثابت ہو گیا کہ امتی نبوت جاری ہے اور اس کا اختتام نہیں ہوا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت خاتم النبیین والی آیت کے نزول کے چھ برس بعد ہوئی تھی۔ نیز فرمایا کہ میرا بچہ دُودھ پینے کے زمانہ میں دُنیا سے رخصت ہو گیا ہے لیکن یقین جانو اِس کے لیے اللہ کی طرف سے دُودھ پلانی والیاں مقرر کی گئیں ہیں کہ جو جنت میں اسے دُودھ پلا کر اس کی شیر خواری کی مدت کو پورا کریں گی کہ جو دُودھ پلانے کی ہوتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ابن حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے میت کو غسل دیا اور پھر آنحضرت ﷺ نے نماز جنازہ پڑہائی اس اس کے بعد میت کو لحد میں رکھنے کے لئے حضرت فضل ابن عباس اور حضرت اُسامہ بن زید رضوان اللہ علیہم لحد میں اُترے۔ حضرت ابراہیم کو جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی قبر کے پاس دفن کیا گیا اور آنحضرت ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے ان کی قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کیا اور پھر پہچان کے لئے پتھروں کے چند سنگریزے بطور نشانی قبر کے سرہانے رکھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے چند ماہ کے بعد ہی آنحضرت ﷺ نے بھی مؤرخہ ۸/جون ۶۳۲ء میں حضرت عائشہ علیہ السلام کے حجرے میں وفات پائی اور اسی حجرے میں مدفون ہوئے۔ تمام مسلمان قبیلوں نے علیحدہ علیحدہ نماز جنازہ ادا کی اور آپ کے چچازاد بھائی اور داماد حضرت علی بن طالب اور آپ کے مونہہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارث کے بیٹے حضرت اسامہ رضوان اللہ علیہم نے میت مبارک کو لحد میں اتار کر تدفین کی اور یوں حضرت اقدس اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ۝ (البقرۃ:۱۵۷)

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ام المؤمنین ماریہ قبطیہ علیہ السلام کے ساتھ اعزاز و اکرام کا سلوک بالکل ویسے ہی روا رکھا کہ جیسے تمام دوسری امہات المؤمنین کے نان ونفقہ کا خیال رکھا اور اسی طرح حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے ساتھ عزت و احترام کا یہی سلوک برقرار رکھا اور ان تمام امہات المؤمنین علیہ السلام کا ایک جتنا برابر کا وظیفہ مقرر کیا ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پانچ برس بعد سنہ 16 ھ کے سب سے پہلے مہینے محرم میں حضرت ام المؤمنین ماریہ قبطیہ علیہ السلام کی وفات ہوئی۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان کی وفات کی اطلاع ملی تو انھوں نے خود تمام اہل مدینہ کو جمع کر کے حضرت اُم المؤمنین حضرت ماریہ قبطیہ علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں سپرد خاک کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ابن حضرت محمد احمد ﷺ کی نبوت کے سلسلہ میں ایک روایت میں حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: (یارسول اللہ!) آپ کب شرف نبوت سے سرفراز کئے گئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب مجھ سے میثاقِ نبوت لیا گیا تھا اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیانی مرحلہ میں تھے۔'' (اس حدیث کو امام ابن سعد نے روایت کیا ہے)

تو مؤدبانہ عرض ہے کہ اے تمام مسلمانو ذرا سا غور تو کرو کیونکہ اب کچھ لوگ اور خصوصاً حکومت پاکستان کلمہ طیبہ یعنی

'' لا اله الا الله محمد رسول الله''

کے ساتھ ہر کسی کو اس کلمہ طیبہ کی توہین کر کے کچھ اور بھی مزید پڑھوانا یا کہلوانا یا سننا یا سنانا یا تحریراً لکھوانا چاہتے ہیں یعنی کلمہ طیبہ کے ساتھ "لا نبی بعدی" لکھو پڑھو یا "خاتم النبیین" لکھو پڑھو جبکہ گذشتہ سینکڑوں برس سے مسلمان ہونے کے لئے صرف اللہ اور اس کی واحدانیت اور اس کے رسول پر ایمان لانا ضروری تھا اور اب بھی ہے لیکن بقیہ کسی بھی زائد الفاظ یا چیز پر نہیں۔فرمایا:۔

اَمۡ لَهُمۡ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَهُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا لَمۡ يَاۡذَنۡۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَلَوۡلَا كَلِمَةُ الۡفَصۡلِ لَقُضِىَ بَيۡنَهُمۡ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ (الشوری ۴۲: آیت ۲۱) '' کیا ان کے اور شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کا کوئی اور طریقہ نکالا ہے کہ جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور اگر فیصلہ یعنی قیامت کا وعدہ نہ ہوا ہوتا تو ان کا دنیا ہی میں فیصلہ ہو گیا ہوتا اور بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب مقدر ہے''۔

☆

حضرت مسیح موعود و مہدیٔ معہود

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک پیدائشی مسلمان تھے۔ آپ کے والد محترم کا نام حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب تھا اور والدہ محترمہ کا نام حضرت چراغ بی بی صاحبہ تھا۔ آپ کے بڑے بھائی کا نام مرزا غلام قادر صاحب تھا۔ ان کے بعد آپ کی ایک بڑی بہن کا نام عصمت بی بی صاحبہ تھا کہ جو محض چار برس کی عمر پا کر وفات پا گئیں۔ ان کے بعد آپ کے ایک اور بڑے بھائی عبدالقادر صاحب بھی کو محض سولہ ماہ کی قلیل عمر میں ہی وفات پا گئے۔ ان کے بعد آپ ۱۳؍فروری بروز جمعتہ المبارک ۱۸۳۵ء میں توام پیدا ہوئے اور آپ کی جڑواں بہن کا اسم گرامی '' جنت بی بی '' تھا کہ جو چند روز کے بعد ہی وفات پا گئیں۔ اِنَّـا لِلّٰـهِ وَ اِنَّـآ اِلَيۡهِ رٰاجِعُوۡنَ ۝ (البقرۃ ۲: آیت ۱۵۶)

آپؑ کے زمانہ میں اسلام ذلت کے عمیق ترین گڑھے میں گر چکا تھا اور مسلمان اپنے نام نہاد مولویوں کے قول و قرار نیز طور و اطوار دیکھتے ہوئے عیسائی اور ہندو نیز سکھ مذہب اختیار کرتے چلے جا رہے تھے لہٰذا خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے پیارے مذہب یعنی مذہب اسلام کی تبلیغ اور حفاظت کے لئے چُن لیا اور ۱۸۸۲ء میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعودؑ اور مہدیٔ معہودؑ نیز اپنا نبی اور پیغمبر ہونے کی بشارت دی اور وحی الٰہی سے قرآن و حدیث کی مؤثر اور واضح تشریح کے لئے دینی علم سے معمور روحانی خزائن عطاً فرمائے جو کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریباً ۸۰ سے اوپر کتابوں اور ہزاروں صفحات پر مشتمل اشتہاروں اور اعلانات کی صورت میں ہمارے پاس محفوظ ہیں۔

معزز قارئین! حضرت مرزا غلام احمدؑ علیہ السلام کی ذات بابرکات ایک ایسی مقدس ہستی ہے کہ جس کی دید کے لئے اہل کتاب عیسائی کسی مسیح اور مسلمان کسی مہدی کی آمد کے صدیوں سے منتظر تھے بلکہ ان کے علاوہ ہندو بھی کسی اوتار کی آمد آمد کے منتظر ملتے ہیں لیکن افسوس! کہ جب حضرت مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدائی اشارہ پا کر یہ اعلان فرمایا کہ میں ہی وہی موعود نبی ہوں تو سوائے چند ایک صوابدیدہ بزرگوں کے ان تمام مذاہب کی بڑی تعداد نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔

بہرحال آج اس اعلان پر ایک صدی سے بھی زائد عرصہ گزر چکا ہے اور نہ تو عیسائیوں کا مسیح نمودار ہؤا ہے اور نہ ہی چودھویں صدی کے سر پر آسمان سے اُترنے والا کوئی دوسرا مہدی ہی زمین پر اُترا۔اب فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے کہ آیا ہمارے امتی نبی حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی علیہ السلام کا دعویٰ درست ہے کہ میں ہی وہی مسیح اور مہدی ہوں یا بلا وجہ انتظار میں بھٹکنے والوں کا انتظار غلط ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ انبیائے کرام کی بعثت کے مقاصد کے ساتھ ساتھ قرآن مجید میں یہ بھی فرماتا ہے کہ انبیائے کرام کے آنے کی ایک خاص علامت یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ صرف اور صرف میرا پیغام ہی دنیا کو سنانے آتے ہیں اوران کی اپنی کوئی غرض اس میں شامل نہیں ہوتی۔فرمایا:-

يٰبَنِيۡۤ اٰدَمَ اِمَّا يَاۡتِيَنَّكُمۡ رُسُلٌ مِّنۡكُمۡ يَقُصُّوۡنَ عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِىۡ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۞ (الاعراف ۷: آیت ۳۵) ” اے آدم کے بیٹو! اگرتمہارے پاس تم میں سے ہی کسی شخص کورسول بنا کر بھیجا جائے اور وہ تمہارے سامنے میری آیات پڑھ کر سناتا ہو تو پھر جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہوئے اپنی اصلاح کرلیں گے تو اُن کو آئندہ کے لئے کسی قسم کا نہ کوئی خوف ہوگا،اور نہ ہی وہ اپنے ماضی کی کسی بات پر غمگین ہوں گے“۔

اس سے ثابت ہؤا کہ خدا کے مرسل ہروقت آسکتے ہیں اوران کے نزول پر کوئی پابندی نہیں۔یعنی اس آیت کریمہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ اگر کوئی بھی انسان اوپر درج آیات کے صرف ترجمہ پر ہی ذرا سا غور کرے تو نزول مسیح کی تمام حقیقت اس پر خود بخود ہی آشکار ہوسکتی ہے کہ آنے والے مسیح موعودؑ کی بعثت کا اصل مقصد کیا ہے؟

۱:-مسیح موعودؑ کھلے کھلے نشانات لے کر چودھویں صدی کے سر پر آئے گا۔اس کی بعثت کے دور میں ایک ہی رمضان المبارک کے مہینہ میں سورج اور چاند کو یکے بعد دیگرے گرہن لگیں گے۔پھر کتب کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کا زمانہ اور آمدورفت کی سہولیات۔ریل گاڑی،ہوائی جہاز کی ایجادات،فاصلوں کا سکڑ جانا،ریڈیو اور ٹی وی اور موبائل فون نیز سیٹلائٹ کا انتظام۔الغرض بیشمار واقعات و شواہدات موجود ہیں۔

۲:-حکمت سے بھرپور باتیں بتائے گا یعنی نماز روزہ کی پابندی کرنے کی تلقین،شعائراللہ کی حفاظت بجالانے کا حکم،گناہوں سے توبہ کرنے کا حکم،دنگا فساد برپا کرنے کی ممانعت،جہاد بالسیف کی ممانعت الغرض صرف اور صرف نیکی کرنے کی تعلیم دے گا۔

۳:-اختلافی مسائل کا حل پیش کرے گا یعنی ختم نبوت کی حقیقت،وفات مسیحؑ کی حقیقت،نزول مسیحؑ کی حقیقت،مالی اور روحانی

قربانی کرنے کی دعوت دے گا۔

الغرض اس آیت کریمہ کا یہ ایک ہی فقرہ کہ:۔’’وہ تمہارے سامنے میری آیات پڑھ کر سناتا ہو‘‘ یعنی قرآن کریم پڑھ پڑھ کر اور اس کے معنی اور مطالب کھول کھول کر سناتا ہو تو کسی بھی غور و فکر کرنے والے کی آنکھیں کھولنے کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے۔ **سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم** ۔ اگر اب بھی کوئی یہ کہتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں قرآن خاموش ہے تو وہ اس آیت کو دوبارہ غور سے پڑھنے کے بعد اس کے ترجمہ اور تشریح پر بھی غور کرے۔ جزاک اللہ

لیکن جس کو میری اس بات پر یقین نہیں آتا ان کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ قرآن مجید میں حضرت مسیح موعودؑ کے نزول کے بارہ میں ایک اور پیشگوئی بھی درج ہے کہ آنے والا لوگوں کو اسلام کی جانب ہی بلائے گا نہ کہ یہودیت یا عیسائیت کی طرف۔ فرمایا:-

وَاِذْقَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ (الصف ۶۱ : آیات ۷-۹) ’’اور یاد کرو اس وقت کو کہ جب عیسیٰ ابن مریم نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر یہ کہا کہ اے بنی اسرائیل! مجھے خدا نے رسول بنا کر تمہاری طرف بھیجا ہے اور تورات کا جو کلام آج سے پہلے تم پر نازل ہو چکا ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور میں تمہیں ایک ایسے رسول کے نزول کی بھی خبر دیتا ہوں کہ جو میرے بعد معبوث ہوگا کہ جس کا نام احمد ہوگا لیکن جب وہ رسول یعنی احمد دلائل لے کر نازل ہؤا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا کھلا فریب ہے۔ اور اس شخص سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا کہ جو اللہ سے جھوٹ کو منسوب کرے حالانکہ اسے صرف اسلام کی جانب بلایا جائے؟ پس! اسی لئے اللہ ظالم قوم کو کبھی ہدایت نہیں دیتا۔ اسی طرح وہ ظالم یہ چاہتے ہیں کہ اپنے مونہہ کی پھونکوں سے اللہ کے نُور کو بجھا دیں لیکن اللہ اپنے نور کو ہر سمت روشن کر کے ہی چھوڑے گا خواہ کفار کو یہ بات کتنی ہی ناپسند کیوں نہ ہو۔ پس! وہ خدا ہی ہے کہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اپنے اس دین کو دنیا کے تمام مذاہب پر غالب کرے خواہ مشرکین کو یہ بات کتنی ہی ناپسند کیوں نہ ہو‘‘۔

اس آیت کریمہ میں چار باتیں نہایت کھول کر بیان کی گئی ہیں۔ وہ چار باتیں یہ ہیں کہ:-

۱:- ایک تو یہ کہ اس کا نام احمدؑ ہوگا۔ اب آنحضرت ﷺ کا پہلا نام محمدؐ اور دوسرا نام احمدؐ ہی ہے اور حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی کا

بھی پہلا نام غلام اور دوسرا نام احمدؐ ہی ہے یعنی احمدؐ کا غلام۔

۲:-اس کے باوجود اللہ تعالیٰ خود ہی اس آیت کریمہ کے اگلے حصہ میں شامل مضمون کو حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی علیہ السلام سے منسوب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ''جب احمدؑ کھلے کھلے دلائل لے کر نازل ہوُا (یعنی کسوف وخسوف، طاعون اور زلازل وغیرہ) تو مسلمانوں نے ظلم کرتے ہوئے ان نشانات کے باوجود اسے ماننے سے انکار کردیا''۔

۳:-سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو کسی نئے مذہب کی جانب نہیں بلکہ انہیں اسلام کی طرف ہی بلا رہا ہے جبکہ آنحضرت ﷺ کفار اور مشرکین مکہ کو ایک بالکل نئے مذہب کی جانب بلاتے رہے۔فرمایا'' اور اس شخص سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا کہ جو اللہ سے جھوٹ کو منسوب کرے حالانکہ اسے صرف اسلام کی جانب بلایا جائے''۔

اب تمام منکرین مسیح ومہدی کے جھوٹ کی انتہا یہ ہے کہ یہ تمام مسلمان اور ان کے بہتر (۷۲) فرقے اس بات پر متفق ہو چکے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی مسیح موعود علیہ السلام نعوذ باللہ انہیں اسلام کی بجائے کسی اور مذہب کی طرف بلا رہے ہیں جبکہ درحقیقت خود خدا تعالیٰ بھی اس بات کی کھلے کھلے الفاظ کے ساتھ یعنی لفظ بہ لفظ حضرت مسیح ناصری یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کی پیشگوئی کی اپنے کلام پاک سے تصدیق فرما رہا ہے کہ میرا رسول احمدؑ انہیں صرف اور صرف اسلام کی جانب ہی بلا رہا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے عہد کرلیا ہے کہ اس کا یہ مذہب اسلام دنیا کے ہر کونہ میں پھیلے گا۔فرمایا'' اسی طرح وہ ظالم یہ چاہتے ہیں کہ اپنے مونہہ کی پھونکوں سے اللہ کے نُور کو بجھا دیں لیکن اللہ اپنے نور کو ہر سمت روشن کر کے ہی چھوڑے گا خواہ کفار کو یہ بات کتنی ہی ناپسند کیوں نہ ہوُ''۔

جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام بھی ہے کہ:-

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا (الہام)

پس! ثابت ہوُا کہ آنحضرت ﷺ کے دورِ رسالت میں ذرائع آمدورفت نیز رسل ورسائل اور الیکٹرونک میڈیا کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ دنیا جہان کے تمام کونوں میں اللہ کے نورِ ہدایت کو روشن کیا جاسکے۔حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدئ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا اس آیت سے بڑا کوئی اور ثبوت کیا ہوگا۔

۴:- اسی لئے یعنی ذرائع آمدورفت اور رسل ورسائل نیز الیکٹرونک میڈیا کی کمی کی وجہ سے اسلام ابھی تک اتنا زیادہ نہ پھیل سکا کہ بقیہ تمام ادعیان پر غالب آجاتا۔ اسی لئے فرمایا کہ اس رسول اور اس نبی اور اس پیغمبر کے زمانہ میں اسلام تمام مذاہب پر غالب آجائے گا۔ انشاء اللہ۔ اس سلسلہ میں اسی آیت کریمہ میں فرمایا کہ ’’ پس! وہ خدا ہی ہے کہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اپنے اس دین کو دنیا کے تمام مذاہب پر غالب کرے خواہ مشرکین کو یہ بات کتنی ہی ناپسند کیوں نہ ہو‘‘۔

لیکن مسلمان ان کھلی کھلی آیات کے باوجود اپنے ہی اس نبی اور رسول اور پیغمبر اور مہدی اور مسیح محمدی کی مدد کرنے کی بجائے کلمہ گو جماعت عالیہ احمدیہ مسلمہ کی تبلیغ کے راستہ میں ہر ممکن طریق سے کانٹے بچھانے اور روڑے یعنی پتھر اٹکانے کی کوشش کر رہے ہیں جبکہ اسی الہام کی تصدیق آج سے بھی سینکڑوں برس قبل قرآن مجید میں محفوظ چلی آرہی ہے۔ فرمایا:-

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَھُوَ یُدْعٰٓی اِلَی الْاِسْلَامِ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ- یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ - ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ (سورۃ الصف ۶۱ : آیات ۷ تا ۹) ’’ اور اس سے زیادہ اور کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہو، اسی لئے اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا کیونکہ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہہ کی پھونکوں سے بجھا دیں لیکن اللہ اپنا نورانی جلوہ ہر طرف ظاہر کر کے ہی رہے گا خواہ کفار کتنا بھی برا ہی کیوں نہ منائیں۔ وہی تو ہے جس نے اپنا رسول ہدایات سے بھرپور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اس کو سب دینوں پر غالب کرے، اگرچہ مشرک ناپسند ہی کیوں نہ کریں‘‘۔

یعنی یہ آیت اور اس قبل تحریر کردہ آیت دونوں آیات کو صرف اور صرف حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام سے ہی منسوب کیا جا سکتا ہے کہ جس میں کھلے کھلے الفاظ میں یہ بات بیان کی گئی ہے اللہ اپنے نور کو ہر سمت روشن کر کے ہی چھوڑے گا کیونکہ جیسا کہ آپ اس کتاب میں پہلے پڑھ چکے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں دنیا کے کونہ کونہ میں دین اسلام کا پیغام پہنچانا ممکن نہ تھا اور نہ ہی پہنچا۔

بہر حال اگر ان کھلی کھلی آیات کی موجودگی کے باوجود بھی کسی کو یقین نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں کس طرح کھول کھول کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزول اور عقائد کے بارہ میں اہل کتاب کو مطلع کیا ہے تو میں یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے بارہ میں مزید ایک اور قرآنی پیشگوئی بھی تحریر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں تا کہ اس مضمون کو پڑھنے

والوں کی نظریں اس روحانی نور سے منور ہو جائیں کہ جس کے تحت میں یہ مضمون تحریر کر رہا ہوں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

وَلَمَّا جَآءَ عِيسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُوْنَ فِيهِ ج فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْنِ ○ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ط هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ○ (الزخرف ۴۳ : آیت ۶۳-۶۴) ”اور جب عیسیٰ تمہارے پاس کھلے کھلے نشانات کے ساتھ آ کر یہ کہے کہ میں تمہارے پاس صرف اس غرض سے آیا ہوں کہ میں تمہیں حکمت سے بھرپور باتیں بتاؤں اور جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو ان کی حقیقت کھول کر بیان کروں۔پس! میری باتیں سن کر اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے میری اطاعت کرو کیونکہ یقیناً اللہ ہی میرا اور تمہارا بھی رب ہے۔پس! صرف اسی کی عبادت کرو کیونکہ یہی ایک سیدھا راستہ ہے“۔

یعنی قرآن مجید میں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت پر آیات موجود ہیں لیکن لوگ توجہ نہیں دیتے۔پس! ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو حکمت سے بھرپور باتیں بیان کرنے کیلئے نازل کئے گئے ہیں۔اس لئے اے میرے پیارے مسلمانو! آج کے زمانہ میں جہاد جہاد کا نعرہ لگا کر اپنی اپنی اقوام کو تباہ و برباد نہ کرو بلکہ حکمت سے کام لیتے ہوئے کوئی عقل کی بات کرو۔اس کے علاوہ نہ ہی کوئی انسان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر آج تک دنیا کے کسی کونہ میں زندہ ہے اور نہ ہی کوئی زندہ آسمان سے اترے گا۔اس لئے اب بھی اس حقیقت پر بھی ایمان لے آؤ کہ آنے والا مسیح موعود عیسائی مذہب سے نہیں آئے گا بلکہ آنحضرت ﷺ کے لائے ہوئے دین اسلام میں سے ہی ایک مسلمان ہوتے ہوئے مذہب اسلام کی جانب ہی بلائے گا۔اگر پھر بھی یقین نہیں آتا تو لیجئے ایک اور آیت پیش خدمت کرتا ہوں۔فرمایا:-

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ م بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ز فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (المائدة ۵ : آیت ۱۹) ”اے اہل کتاب یعنی ہندوؤ،صابیو،بدھ مت والو،یہودیو،عیسائیو اور مسلمانو! تمہارے تمام رسولوں کے ایک لمبے انقطاع کے بعد تمہارے پاس یقیناً ہمارا وہ رسول آ چکا ہے جو کہ تمہارے سامنے ہر بات کھول کر بیان کر رہا ہے تاکہ بعد میں تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا یا ہمیں ہمارے گناہوں سے ڈرانے والا نہیں آیا تھا لیکن خدا چونکہ ہر چیز پر قادر ہے اس لئے یہ بشیر اور نذیر تمہارے پاس آ چکا ہے“۔

اس آیت کریمہ میں اس قدر کھلے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا ذکر کیا گیا ہے کہ کسی دوسری آیت میں نہیں ہوا۔سب سے پہلے تو اس میں اہل کتاب کو مخاطب کیا گیا کہ جس میں تمام اہل کتاب ہندو،بدھ،صابی،یہود و نصاریٰ اور مسلمان بھی شامل ہیں۔اس کے بعد رسولوں کے ایک لمبے انقطاع کا ذکر کیا گیا ہے۔اس لئے اگر آپ تاریخ کی کتب کھول کر دیکھیں یا کم از کم ان تمام اہل کتاب

کی مذہبی کتب ہی کھول کر دیکھ لیں تو حقیقت حال از خود آپ پر منکشف ہو جائے گی کہ روزازل یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ کی بعثت تک بیشمار انبیائے کرام کا متواتر نزول ہوتا رہا بلکہ بعض اوقات تو ایک ہی زمانہ میں بیک وقت کئی کئی رسول بھی معبوث کیئے گئے۔

بقول قرآن مجید عیسائی یعنی اصحاب کہف حضرت مسیح ناصری کے بعد تقریباً تین سونو ۳۰۹ سال تک غاروں میں چھپتے چھپاتے خدائے واحد کی عبادت بجالاتے رہے اور جب تک وہ یہ عبادات صدق دل کے ساتھ بجالاتے رہے انہیں کسی نئے نبی کی ضرورت نہ تھی اور نہ ہی کوئی نبی معبوث ہوا لیکن اس کے بعد جب انہوں نے تین خداؤں کے نظریہ کو اپنالیا اور سؤر کی حرمت کو بھی ختم کر دیا نیز ختنہ کروانے سے بھی اجتناب برتنے لگے تو ایک مصلح ایک نبی اور ایک رسول کی فوراً ضرورت درپیش آ گئی۔اب اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا زمانہ یعنی ۱۲۰ سال اور آپؑ کے معتقدین کے کم وبیش تین سو سال اس عرصہ میں مزید جمع کئے جائیں تو یہ وقت حضرت مسیح ناصری کی پیدائش سے لے کر ۴۲۰ سال تک کا عرصہ بنتا ہے یعنی ۱۲۰+۳۰۰=۴۲۰ سال اور اس کے فوراً بعد ہی یعنی ۱۵۰ سال کے اندر اندر ہی ۵۷۰-۵۷۱ عیسوی میں آنحضرت ﷺ کی پیدائش ہوگئی۔اس لئے اس عرصہ کو لمبے انقطاع کا عرصہ سمجھنا حالات سے ناشناسی کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

اسی طرح جیسا کہ آپ کو علم ہی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ۶۱۰ عیسوی میں نبوت کا دعویٰ کیا یعنی ثابت ہوا کہ اگر ایک لمبے عرصہ تک کسی مذہب میں انبیائے کرام کا انقطاع ہوا ہے تو وہ ہندومت اور بدھ مت اور یہود و نصاریٰ نیز مسلمان ہی ہیں کہ جن میں آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد چودہویں صدی تک کسی رسول کا نزول نہیں ہوا کیونکہ آپ رحمت العالمین تمام جہانوں کے لئے اور دنیا بھر کی تمام اقوام کے لئے رسول بنا کر معبوث کیئے گئے ہیں یعنی ایک لمبے عرصہ کے انقطاع کے بعد حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام کا نزول ہوا۔

وہ بھی اس لئے کہ بہت سے مسلمان خلاف تعلیم اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر چڑھا رہے ہیں یا پھر بہت سے مسلمان خلاف عقل ان کی زندہ سلامت واپسی کی امید لگائے بیٹھے ہیں۔اسی طرح کچھ مسلمان قرآن مجید کی بعض آیات کے ہی منکر ہیں یا انہیں متروک سمجھنے لگے ہیں جبکہ خدا تعالیٰ کے فرمان کے مطابق قرآن مجید کا ایک ایک لفظ بلکہ ہر ایک شوشہ بھی ہمیشہ انشاءاللہ اپنے اپنے مقام پر تاابد قائم و دائم رہے گا۔اور بقیہ تمام اقوام عالم بھی اپنے کسی نہ کسی مسیح یا اوتار یا کسی نہ کسی مصلح کے آنے کی امید لگائے بیٹھی ہیں۔

اس لئے جب ایک مہدی اور مسیح اور امتی نبی علیہ السلام بابانگ دہل یہ اعلان کر رہا ہے کہ آؤ اور اپنے وقت کے مسیحا کو پہچان لو تو ایسے شخص کے اس اعلان پر کسی قسم کا شک کرنے کی بجائے تمام اہل کتاب اور بالخصوص مسلمانوں کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی علیہ السلام کے دعاوی پر للہ غور کریں۔ آپؑ کی باتیں سنیں۔ آپؑ کی تحریرات پڑھیں۔ ان کو پرکھیں اور پھر تجزیہ کرنے کے بعد ان کا قرآن و حدیث اور سنت نبویہؐ کے ساتھ موازنہ کرنے کے بعد جو چاہے مذہب اختیار کریں لیکن پہلے تحقیق تو کریں۔ بہرحال جو کچھ بھی ہو قرآن مجید کی ان آیات کریمہ سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے آنے والا نہ صرف مہدی اور مسیح موعود ہوگا بلکہ ایک امتی نبی اور بروزی رسول بھی ہوگا۔

پس! اگر کوئی انسان اوپر درج آیات کریمہ کے صرف ترجمہ پر ہی ذرا سا غور کرے تو نزول مسیح کی تمام حقیقت اس پر خود بخود آشکار ہو سکتی ہے کہ آنے والے مسیح موعودؑ کی بعثت کا اصل مقصد کیا ہے؟ بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماموریت کے اعلان کے بعد احمدیوں پر مسلمانوں کی جانب سے ناحق بہت سے مظالم ڈھائے گئے۔ ان سے کاروباری لین دین ختم کر دیا گیا۔ ان کے گھر بار تک جلا دئے گئے یہاں تک کہ سر عام انہیں شہید کر دیا گیا لیکن افسوس! کہ یہی نام نہاد مسلمان اس کھلی کھلی حقیقت کو دیکھتے ہوئے پھر بھی خوف خدا اختیار نہیں کرتے کہ ان تمام مظالم کے باوجود ایک بھی احمدی " لا الہ الا اللہ" کہنے سے باز نہیں آتا۔ کاروبار کے لُٹ جانے پر رونے پیٹنے اور چیخنے چلانے کی بجائے وہ صرف خدا سے ہی مزید مدد طلب کرتا ہے۔ اپنے گھر بار کے اجڑ جانے پر ہجرت کر جاتا ہے یہاں تک کہ پابند سلاسل ہو کر بھی اپنے مذہب کو نہیں چھوڑتا اور اپنی جان کی قربانی بھی پیش کر دیتا ہے۔ ان مظالم کا سلسلہ بہت دراز ہو چکا ہے اور خصوصاً پاکستان کے عوام کو تو کئی بار خدا تعالیٰ کی جانب سے ذوالفقار علی بُھٹو اور جنرل ضیاء الحق نیز مولوی محمد حسین بٹالوی جو کہ تعریف کرتے نہ تھکتا تھا ہاں اسی مولوی کی قبر کا بھی نام و نشان تک بھی مٹ چکا ہے بلکہ اس کا ایک نواسہ تو صدق دل سے احمدیت بھی قبول کر چکا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان صاحبان کا بھیانک انجام دکھلا کر متنبہ کر چکا ہے لیکن اس کے باوجود بھی لوگ اپنی زبان درازیوں سے باز نہیں آتے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدئ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ظلی اور امتی نبوت کی صداقت کے بارہ میں فرمایا:-

جب سے یہ نُور ملا نُورِ پیمبرؐ سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفیٰؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نُور لیا بارِ خُدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبا لب ہے پلایا ہم نے

کافر و ملحدو دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملت میں رکھایا ہم نے

گالیاں سُن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیض گھٹایا ہم نے

تیرے مونہہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے (درثمین)

یاد رہے کہ شروع میں حضرت اقدس مسیح موعود ومہدئ معہود علیہ السلام خود بھی تمام مسلمانوں میں عام طور پر مشہور تعریفِ نبوت کو ہی صحیح تعریفِ نبوت خیال فرماتے رہے اور اپنی ماموریت تک آپؑ یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے **لا نبی بعدی** فرمایا تھا اس لئے آپؐ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا مگر جب اللہ تعالیٰ نے آپؑ پر متواتر وحی کے ذریعہ اصل حقیقت پوری طرح آشکار کردی تو آپؑ نے نومبر ۱۹۰۱ء میں بار بار بتصریح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے واضح طور پر بتایا ہے کہ میں ہی فی الحقیقت نبی ہوں مگر یاد رہے کہ مَیں ظِلّی نبی ہوں یعنی میں رسول اللہ ﷺ کا تابع ایک امتی نبی ہوں اور بغیر کسی نئی شریعت کے نبی ہوں۔ حضرت اقدس مسیح موعود ومہدئ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-''مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ مَیں مفتری نہیں ہوں، کاذب نہیں ہوں بلکہ وہی ہوں جس کا وعدہ نبیوں کی زبانی ہوتا چلا آیا ہے۔ جس کو آنحضرت ﷺ نے سلام کہا ہے۔ وہی مسیح موعود ہوں جو چودھویں صدی میں آنے والا تھا اور جو مہدی بھی ہے۔ مجھے وہی قبول کرتا ہے جس کو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے دیکھنے والی آنکھ عطا کرتا ہے''۔ (ملفوظات جلد چہارم، جدید ایڈیشن صفحہ ۴۷۰-۴۷۱)

اسی سلسلہ میں حضرت اقدس مسیح موعود ومہدئ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید فرمایا:-'' میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ کہ اصل تقویٰ اور طہارت پر قائم ہو جائیں۔ وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ نے

چاہا ہے اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے۔ دنیا اس کو بھول جاوے۔ خدائے واحد کی عبادت ہو۔ میرے ان مقاصد کو دیکھ کر یہ لوگ میری مخالفت کیوں کرتے ہیں؟ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ جو کام نفاق طبعی اور دنیا کی گندی زندگی کے ساتھ ہونگے وہ خود ہی اس زہر سے ہلاک ہو جائیں گے۔ کیا کاذب کبھی کامیاب ہو سکتا ہے؟ (اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھۡدِیۡ مَنۡ ھُوَ مُسۡرِفٌ کَذَّابٌ (الغافر ۴۰ : آیت ۲۸ –ناقل) کذاب کی ہلاکت کے واسطے اس کا کذب ہی کافی ہے لیکن جو کام اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کے رسولؐ کی برکات کے اظہار اور ثبوت کے لئے ہوں اور خود اللہ تعالیٰ کے اپنے ہی ہاتھ کا لگایا ہؤا پودا ہو، پھر اس کی حفاظت تو خود فرشتے کرتے ہیں۔ کون ہے جو اس کو تلف کر سکے؟

یاد رکھو! میرا سلسلہ اگر نری دکانداری ہے تو اس کا نام و نشان مٹ جائے گا لیکن اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقیناً اسی کی طرف سے ہے تو خواہ ساری دنیا اس کی مخالفت کرے یہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور فرشتے اس کی حفاظت کریں گے اگر ایک بھی شخص میرے ساتھ نہ ہو اور کوئی بھی مدد نہ دے تب بھی مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کامیاب ہوگا۔ مخالفت کی مَیں پرواہ نہیں کرتا۔ مَیں اس کو بھی اپنے سلسلہ کی ترقی کے لئے لازمی سمجھتا ہوں۔ یہ کبھی نہیں ہؤا کہ خدا تعالیٰ کا کوئی مامور اور خلیفہ دنیا میں آیا ہو اور لوگوں نے چُپ چاپ اسے قبول کر لیا ہو۔ دنیا کی عجیب حالت ہے۔ انسان کیسا ہی صدیق فطرت رکھتا ہو مگر دوسرے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے، وہ تو اعتراض کرتے ہی رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے سلسلہ کی ترقی فوق العادت ہو رہی ہے۔ بعض اوقات چار چار پانچ پانچ سو کی فہرستیں آتی ہیں اور دس دس پندرہ پندرہ تو روزانہ درخواستیں بیعت کی آتی رہتی ہیں اور وہ لوگ علیحدہ ہیں جو خود یہاں آ کر داخل سلسلہ ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ کے قیام کی اصل غرض یہی ہے کہ لوگ دنیا کے گند سے نکلیں اور اصل طہارت حاصل کریں اور فرشتوں کی سی زندگی بسر کریں۔ (ملفوظات جلد چہارم، جدید ایڈیشن صفحہ ۴۷۲-۴۷۳)

ہم احمدیوں کے بارہ میں نام نہاد مسلمانوں نے نہ جانے کتنے بڑے جھوٹ کا بازار گرم کر رکھا ہے کیونکہ کوئی ایک ہمیں مرتد تو کوئی دوسرا ہمیں ملحد کہتا ہے اور ہمیں ناحق تکلیف میں مبتلاء کرنے کے چکر میں دنیا بھر میں اپنے پاگل پن کا مظاہرہ کرتے پھر رہے ہیں جبکہ قرآن مجید کی اور پر درج آیات کریمہ کو تہہ دل سے ماننے والے تو اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ قرآنی احکامات کی رو سے ہر ایک شخص کو خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہر طرح سے کھلی کھلی مذہبی آزادی حاصل ہے کیونکہ دین کے معاملہ میں کسی پر کوئی جبر نہیں۔ فرمایا:-

لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ ۟ۙ قَدۡ تَّبَیَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَیِّ ۚ فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ یُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی ٭ لَا انۡفِصَامَ لَہَا ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ (البقرۃ ۲ : آیت ۲۵۶) ”دین کے معاملہ میں کسی پر کوئی جبر نہیں کیونکہ رشد و

ہدایت، گمراہی سے ممتاز ہو چکے ہیں پھر اب جو شیطان کی نہ مانے بلکہ اللہ پر ایمان لائے تو اس نے ایک مظبوط حلقہ کو پکڑ لیا کہ جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ یقیناً بہت سننے اور سب سے زیادہ جاننے والا ہے''۔

یعنی مذہب اسلام تو یہ مذہبی آزادی سرعام دیتا ہے لیکن اس کے باوجود اسلامی ممالک کے اندر بھی اور بیرونی ممالک میں بھی اگر کوئی نومسلم شخص اسلام لانے کے بعد پھر دوبارہ اپنے پرانے مذہب کی جانب لوٹ جائے یا مسلمان ہوتے ہوئے بھی کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لے تو تمام مسلمان ایسے شخص کو مرتد کہتے ہیں۔اب ذرا آپ اس بات پر غور فرمائیں کہ جب شریعت اسلامیہ کی رو سے ہر شخص کو یہ مذہبی آزادی حاصل ہے کہ وہ جب چاہے اپنا دین ایمان تبدیل کر سکتا ہے اور جو چاہے مذہب اختیار کر سکتا ہے تو پھر علم وعرفان سے اندھے نام نہاد مسلمان ملاں یعنی خودساختہ مسلمان علمائے کرام ایسے مرتد کا قتل کیونکر واجب قرار دے سکتے ہیں۔جبکہ قرآنی تعلیم یعنی مذہب اسلام کی تعلیم اس کے برعکس ہے۔قرآن مجید میں کئی مقامات پر یہ نصیحت کی گئی ہے کہ مرتد کے لئے کوئی سزا مقرر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ محمد احمد ﷺ کو تمام دنیا کا نگران اور پہریدار یا چوکیدار یا داروغہ مقرر نہیں کیا کہ وہ لوگوں کو خود سزائیں دیتے پھریں بلکہ آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے بعد آپ کے خلفائے راشدین رضوان علیہم اور ان کے بعد تمام مجددین اسلام کا کام تو صرف اتنا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام تمام دنیا کو پہنچا دیں اور بس یعنی اللہ اور خیر صلّی۔فرمایا:-

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ (التغابن ۶۴:آیت ۱۲) ''اور تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو لیکن اگر تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ تو بھی ہمارے رسول پر صرف ہمارے پیغام کو پہنچا دینا فرض کیا گیا ہے''۔

اور کسی بھی قسم کی بدنی یعنی جسمانی سزا دینا کسی بھی شخص کا کام نہیں اسی لئے ایک دوسری جگہ یہ بھی آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مذہب کے اختیار اور اس پر عمل درآمد کے لئے کسی بھی شخص کو حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ کو بھی دنیا میں ایک جابر نگران کے طور پر مقرر نہیں کیا۔فرمایا:-

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝ (قٓ ۵۰:آیت ۴۵) ''ہم ان کے اچھے برے تمام اعمال سے خوب واقف ہیں لیکن جبراً ان کی اصلاح کے واسطے تجھے معبوث نہیں کیا گیا۔پس! تو قرآنی تعلیم کے مطابق صرف ان لوگوں کو نصیحت کر جو کہ ہمارے موعود دن کی پیشگوئیوں پر یقین رکھتے ہوئے اپنی اصلاح کرنا چاہتے ہیں''۔

اب بھی اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان یا کسی غیر مذہب سے تعلق رکھنے والے پر ظلم وتشدد کرے یا اس کے مکان اور کاروبار کو

لوٹے یا جلائے یا پھر جان سے ہی مار ڈالے تو اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ان کھلے کھلے احکامات کو پس پُشت ڈال دیا۔

اب میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے بارے میں کچھ عرض کرتا ہوں کہ مسلمان مؤمنین کے سب سے زیادہ خوش قسمت دو طبقات ہیں کہ جن میں سے ایک طبقہ یعنی اولین کو سیدنا آنحضرت محمدؐ احمدؐ ﷺ کی رفاقت نصیب ہوئی اور دوسرے طبقہ یعنی آخرین کو سیدنا حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی علیہ السلام کی رفاقت نصیب ہوئی۔ انہی اولین اور آخرین کی ایک بڑی جماعت کو خدا تعالیٰ نے ازراہ شفقت قرآن مجید میں جنت کے ملنے کی بھی بشارت دی ہے۔ فرمایا:-

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ○ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ○ (الواقعة ۵۶: آیت ۳۹-۴۰) ''شروع میں ایمان لانے والوں کی ایک کثیر تعداد اور بعد میں ایمان لانے والوں میں سے بھی ایک کثیر تعداد کی جماعت''۔

یہاں مجھے یاد آیا کہ یہ ختم نبوت کا مسئلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں۔ یہ تو صرف ان لوگوں کا مسئلہ ہے جو کہ قرآن مجید کی تعلیمات سے نابلد ہیں ورنہ دنیا میں بہت سے انبیائے کرام گزرے ہیں کہ جن کے متبعین نے ان کی وفات کے بعد یہی مسئلہ کھڑا کیا تھا کہ اب کوئی اور نبی نہیں آسکتا لیکن ہم سب اس بات کے زندہ گواہ ہیں کہ ان انبیائے کرام علیہم السلام کے گزر جانے کے بعد انہی اقوام کی اصلاح کے لئے دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کو معبوث کیا گیا اور یوں ختم نبوت کا شوشہ کھڑا کرنے والے ایک دوسرے کا مونہہ ہی تکتے رہ گئے اور ایک نیا نبی آ گیا اس لئے دنیا کی کون سی طاقت ہے جو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس بات پر مجبور کرسکتی ہے کہ اب وہ مزید مرسلین نہ بھجوائے؟ کس ملک کا قانون اللہ تعالیٰ کے راستہ میں رکاوٹ ڈال سکتا ہے؟

اگر مسلمانوں کا دین وایمان قائم ہے تو سچی بات یہی ہے کہ سوائے کلمہ گو احمدی مسلمانوں کے بقیہ تمام عالم اسلام اب بھی برملاء بلکہ در پردہ کسی مہدی اور کسی مسیح کا انتظار کر رہا ہے حالانکہ احادیث نبویہؐ میں تحریر شدہ وقت کہ مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر نازل ہونا تھا اور وہ وقت تو کبھی کا گزر چکا ہے اور جس نے اس معینہ وقت میں دعویٰ کرنا تھا وہ کر چکا۔ اس لئے ہم کلمہ گو مسلمان احمدیوں کو تو اب کسی کا بھی انتظار نہیں کیونکہ ہمارا نبی تو پاکستانی قوانین بننے سے قبل ہی آ چکا ہے یعنی پاکستانیوں کا اب لکیر کو پیٹنے کا کیا فائدہ؟ بہرحال خدا تعالیٰ از خود ہمیں ختم نبوت کی اصل حقیقت سے باخبر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:-

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ط حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ط كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ○ (مؤمن ۴۰: آیت ۳۴) ''اور یقیناً آج سے پہلے یوسف بھی ہمارے کھلے کھلے نشانات لے کر تمہارے پاس آ چکا ہے مگر تم اُس کے بارہ میں ہمیشہ شک وشبہ میں ہی مبتلا رہے لیکن

جب وہ فوت ہوگیا تو تب تم یہ کہنے لگے کہ اب اس کے بعد اللہ ہرگز کسی رسول کو معبوث نہیں کرے گا۔ پس! اسی لئے تو اللہ حد سے زیادہ بڑھ کر شکوک میں مبتلا رہنے والوں کو گمراہ قرار دیتا ہے''۔

یہاں حضرت یوسف سے مراد نبی کریم ﷺ بھی ہیں کہ جن کی وفات کے بعد مسلمانوں نے بھی یہودی خیالات کو اپناتے ہوئے یہی عندیہ ظاہر کیا کہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے بھی ۱۴۰۰ سال گزرنے کے بعد ختم نبوت کا خودساختہ مسئلہ گھڑ لیا جبکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ اس دنیا میں تو ایسا کئی بار پیش آچکا ہے کہ ایک نبی کی وفات کے بعد اس کے متعبین ختم نبوت کے مسئلہ پر زور دیتے چلے آئے ہیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کے ارشاد پر کوئی دوسرا نبی نازل ہؤا۔ زیادہ تر مسلمان چونکہ خود قرآن مجید کی تلاوت اور ترجمہ کرنے سے بے بہرہ ہیں اس لئے ان کی بڑی تعداد ہماری ان باتوں کو آسانی سے ماننے والی نہیں اس لئے یہاں میں نزول مسیح یا ظہور مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور یا نزول کے بارہ میں کچھ ایسی ظاہری علامات پیش کروں گا جو کہ صرف اور صرف حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام کی ذات بابرکات سے منسلک ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے ضمن میں قرآن مجید کی مختلف آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بار بار پیشگوئیاں بیان کی ہیں۔ فرمایا:-

وَرَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ۬ۙ اَنِّیۡ قَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ ۙ اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡہِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَ اُبۡرِیُٔ الۡاَکۡمَہَ وَ الۡاَبۡرَصَ وَ اُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَ اُنَبِّئُکُمۡ بِمَا تَاۡکُلُوۡنَ وَ مَا تَدَّخِرُوۡنَ ۙ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (ال عمران ۳ : آیت ۴۹) ''اور اس کو بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گا اور وہ کہے گا کہ بے شک میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانیاں لے کر آیا ہوں۔ میں تمہیں مٹی سے ایک پرندہ کی شکل بنا دیتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اڑتا جانور ہو جاتا ہے۔ اور مادرزاد پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردے زندہ کرتا ہوں۔ اور تمہیں بتا دیتا ہوں جو تم کھا کر آؤ اور جو اپنے گھروں میں رکھ کر آؤ۔ بے شک اس میں تمہارے لئے کئی نشانیاں ہیں اگر تم ایماندار ہو''۔

یعنی وہ اللہ اسے کتاب یعنی قرآن اور حکمت کی باتیں یعنی قرآنی علوم کو مدبرانہ استدلال کے ساتھ سمجھانے کے ساتھ ساتھ تورات اور انجیل کا علم بھی سکھائے گا کہ دراصل ان میں لکھا گیا ہے یعنی وہ نہ صرف اسلام میں ایک نبی ہوگا بلکہ بنی اسرائیل یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے بھی ایک رسول کا درجہ رکھے گا۔ وہ یہ نشان بھی پیش کرے گا کہ میں مٹی سے پرندوں جیسے انسان پیدا کروں گا کہ جن میں ایک بالکل نئی روح پھونکوں گا تو وہ اللہ کے حکم سے اُڑنے لگ جائیں گے اور پھر خدا کے حکم سے ہی اندھوں اور مبروصوں کو اچھا

کردوں گا بلکہ مُردوں کو بھی زندہ کردوں گا۔ اس کے علاوہ جو کچھ تم کھاؤ پیئو گے اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرو گے اس کی بھی تمہیں خبر دوں گا۔ پس! اگر تم واقعی مؤمن بندے ہو تو یہ سب کچھ تمہارے لئے ایک بہت بڑا نشان ہوگا۔

اس قرآنی آیت پر بہت غور کرنے کی ضرورت ہے اور یہ ہر کس و ناکس کی سمجھ سے باہر ہے سوائے اس کے خدا تعالیٰ اس کی تشریح کسی پر واضح طور پر کھول دے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے بہت سی باتیں بیان کی ہیں کہ یعنی

۱:- یہ کہ اللہ اسے کتاب یعنی قرآن کی پُر حکمت باتیں سکھائے گا۔

۲:- تورات اور انجیل کا بھی صحیح علم سکھائے گا کہ دراصل ان میں لکھا کیا ہے اور تم کر کیا رہے ہو۔ اس آیت کریمہ سے تدبر کرنے والے پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ مثیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام ہیں تو آپ نہ صرف مسلمانوں کے ایک نبی ثابت ہوئے بلکہ اس بھی زیادہ بڑھ کر بنی اسرائیل یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے بھی ایک رسول کا درجہ رکھتے ہیں یعنی یہ وہی مسیح موعود ہیں کہ جن کا ہر مذہب وملت کے لوگ ایک زمانہ سے انتظار کر رہے ہیں۔

۳:- اللہ تعالیٰ اس کی بعثت کے زمانہ میں زمین کی مٹی سے ایسے انسان (ہوائی جہاز) پیدا کرے گا کہ جن میں وہ ایک بالکل نئی روح (موٹر یا جیٹ انجن) پھونک دے گا کہ جس پر وہ اللہ کے حکم سے چلنے اور اُڑنے لگ جائیں گے یعنی اللہ تعالیٰ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے مؤقف کی تائید میں یہ نشان دنیا کو دکھائے گا کہ لوہے (لوہا بھی مٹی کے خمیر سے ہی بنتا ہے) سے بنے ہوئے اڑنے والے پرندے یعنی ہوائی جہاز بھی دنیا میں پیش کرے گا کہ جن میں موٹر انجن لگانے سے وہ اڑنے لگیں گے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی موٹر کار بس یا ٹرک یا ہوائی جہاز یا بحری جہاز کی کھوکھلی باڈی اس کا جسم ہے تو اس میں لگایا گیا انجن یا موٹر یا جیٹ انجن اس کی روح ہے کہ جس کے بغیر نہ وہ خشکی یا تری یا ہوا یا فضاء میں چل سکتے ہیں تیر سکتے ہیں یا اڑ سکتے ہیں جبکہ بہت سے پرندے یہ تینوں کام بھی کر سکتے ہیں۔ پس! ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اپنا جو کلام آج سے پندرہ صدیاں قبل آنخضرت ﷺ پر اتارا تھا وہ نہ صرف صداقت پر مبنی ہے بلکہ بہت سی پیشگوئیاں بھی اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے جو کہ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے پوری ہوتی چلی جا رہی ہیں بلکہ بعض تو مستقبل میں بھی انشاء اللہ پوری ہوتی چلی جائیں گی۔

۴:- اندھا پن۔ بولا پن۔ گونگا پن اور وقتی طور پر مردہ۔ فرمایا اور پھر خدا کے حکم سے ہی اندھوں اور مبروصوں کو اچھا کردوں گا بلکہ

مُردوں کو بھی زندہ کردوں گا یعنی یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ آج کے زمانہ میں ایسے برقی آلات یعنی دماغی چِپ CHIP بن چکے ہیں کہ جن کی وجہ سے اندھے بھی سیاہ وسفید میں تمیز کرنے لگ پڑے ہیں اور ایسے چِپ CHIP کے ذریعہ بولے انسان بھی اب سن سکتے ہیں اور گونگوں کے لئے کمپیوٹر کے پروگرام موجود ہیں کہ جن سے وہ لکھ کر اپنا مطلب واضح کر سکتے ہیں باقی رہے مردہ؟ تو اب جب سے گُردوں، کلیجی، معدہ، انتڑیوں، پھیپھڑوں اور دل کے اپریشن ہونے لگے ہیں تو اس بات کی بھی تصدیق ہو چکی ہے کہ نہ صرف دل کے بائی پاس ہو سکتے ہیں بلکہ ایک مردہ شخص کا دل تو کیا کسی جانور کا دل بھی کسی دوسرے زندہ شخص کو بھی لگایا جاسکتا ہے اور ابھی آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا یعنی اب یہ بھی ہوگا کہ سر تو کسی ایک کا لیکن دھڑ کسی دوسرے کا لگایا جائے گا یعنی فوت شدگان کے بے جان جسم کو مستقبل قریب میں مرنے نہیں دیا جائے گا۔ان کے علاوہ مصنوعی دل بھی ایک بکس کے طور پر انسان کے جسم کے باہر لگائے جارہے ہیں اور ڈائلاسز کے ذریعہ بھی انسانوں کا دہائیوں تک زندہ رکھا جارہا ہے ورنہ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو یہ مریض کبھی کے مر چکے ہوتے۔

۵:-اس کے علاوہ جو کچھ تم کھاؤ پیئو گے اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرو گے اس کی بھی تمہیں خبر دوں گا۔ یہ ایک ایسی خبر ہے کہ آج کے زمانہ سے قبل ایسا کرنا ممکن نہ تھا لیکن اب سائنس نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ جو کچھ بھی ہم خریدتے ہیں تو کمپیوٹر کے ذریعہ اس کی خبر تمام دنیا بھر کو ہو جاتی ہے کیونکہ مارکیٹ کا توازن قائم رکھنے کے لئے یہ بے حد ضروری ہے کہ ہر قسم کی خرید وفروخت کا حساب کتاب رکھا جائے۔اسی کے ساتھ ساتھ یہ خبر بھی بہت سے انسانوں کی نظر سے گزرتی ہے کہ وہ چیز ہم نے کہاں سے اور کتنی مقدار میں خریدی ہے یہاں تک کہ وہ چیز کب تک فریج میں محفوظ رکھی جاسکتی ہے اور کب اس کو تلف کر دینا ہی مناسب ہے۔اور پھر یہ ہی نہیں بلکہ پہلے کبھی خون کا ٹیسٹ تو کبھی بلغم کا ٹیسٹ تو کبھی بول وبراز کا ٹیسٹ یعنی پیشاب کا ٹیسٹ تو کبھی پاخانہ کا ٹیسٹ ہوا کرتا تھا لیکن اب صرف خون کے ٹیسٹ سے ہی علم ہو جاتا ہے کہ انسان نے کیا کھایا پیا ہے اور اس کو کون سی بیماری ہے جبکہ جسم انسانی کے بالوں کے ٹیسٹ سے بھی بہت سی باتوں کا علم ہو جاتا ہے۔

۶:-فرمایا کہ اگر تم واقعی مؤمن بندے ہو تو یہ سب کچھ تمہارے لئے ایک نشان ہوگا۔اب میں اور کیا کہوں جبکہ خدا تعالیٰ خود ہی سب لوگوں سے یہ دریافت کر رہا ہے کہ اگر تم واقعی سچے مؤمن ہو تو اس بات کو مان لو کہ میرے مسیح کے زمانہ میں ایسا ہی ہوگا یعنی تم اس سچے مسیح کو مان لینا۔

میری دلی دعا یہی ہے کہ جلد ہی وہ دن آئے جبکہ تمام مسلمان قرآن مجید کو باغور اور باترجمہ پڑھ کر اس کی آیات کریمہ پر عمل کرتے

ہوئے سچے اور پکے احمدی مسلمان بن جائیں اور ان کے ساتھ ساتھ یہودی اور عیسائی (یہاں یہودیوں اور عیسائیوں کا لفظ ذکر تو ہے لیکن دراصل یہاں تمام دوسرے مذاہب کے ماننے والے بھی مراد ہیں) بھی یہ نشانات دیکھ کر سچائی کے راستہ پر قدم مارتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان لیں۔ آمین اللّٰھم آمین

☆

سات دنوں والے

ایڈوینٹسٹ چرچ کے اعدودشمار

اوپر درج مضمون سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ مسیح موعودؑ کھلے کھلے نشانات لے کر آئے گا اور چودھویں صدی کے سر پر اس کا ظہور ہوگا۔ ایک ہی سال کے رمضان المبارک کے مہینہ میں سورج اور چاند کو یکے بعد دیگرے گرہن لگیں گے۔ آنے والا صرف اور صرف اسلام کی تبلیغ کرے گا۔ حکمت سے بھرپور باتیں بتائے گا یعنی نماز روزہ حج زکوٰۃ کی پابندی کرنے کی تلقین۔ شعائر اللہ کی حفاظت بجالانے کا حکم۔ گناہوں سے توبہ کرنے کا حکم۔ نیکی کرنے کی تعلیم۔ اختلافی مسائل کا حل یعنی ختم نبوت کی حقیقت۔ وفات مسیح کی حقیقت۔ حیات مسیح اور نزول مسیحؑ کی حقیقت۔ دنگا فساد برپا کرنے کی ممانعت۔ جہاد بالسیف کی بجائے مالی قربانی کے ساتھ روحانی جہاد کرنے کی ترغیب دے گا۔ اس کے زمانہ میں کتب کی وسیع پیمانہ پر اشاعت اور آمدورفت کی سہولیات۔ ریل گاڑی۔ ہوائی جہاز کی ایجادات کا زمانہ ہوگا یعنی فاصلے سکڑ جائیں گے اور مہینوں کے سفر چند گھنٹوں میں طے ہو جایا کریں گے۔ ذرائع ابلاغ کا استعمال عام ہوگا یعنی لاؤڈ سپیکر۔ ریڈیو۔ ٹی وی۔ موبائل فون۔ سیٹلائٹ کا انتظام۔ الغرض بیشمار واقعات وشواہدات موجود ہیں۔ یعنی قرآن مجید کی اوپر درج تمام آیات کریمہ میں ان تمام مسائل کا لب لباب بیان کر دیا گیا ہے۔ **سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ**

بہرحال انیسویں صدی کے آغاز میں عیسائی فرقوں کے تعلیم یافتہ لوگوں اور خصوصاً انجیل کی تعلیمات سے واقف پادریوں کے ذہنوں میں یہ ہیجان پیدا ہوا کہ یہ وقت مسیح موعود کی آمد آمد کا زمانہ ہے۔ جرمنی کے PRÄLAT ALBRECHT BENGEL کے حساب کے مطابق مسیح موعود کی آمد ۱۸۳۶ء میں متوقع تھی۔ اسی طرح امریکہ کے ایک پادری BAPTIST - PASTOR WILLIAM MILLER کے مطابق حضرت یسوع مسیح نے ۱۸۴۴ء میں اس دنیا میں ظہور فرمانا تھا لیکن جب ان دونوں کی طرح اور بھی بہت سے

عیسائی انتظار کرتے کرتے تھک گئے تو تب ان پر یہ انکشاف ہؤا کہ حضرت یسوع مسیح کی دوبارہ آمد کے بارہ میں کچھ نہیں کہا جا سکتا اور ایسی باتوں کے بارہ میں کسی قسم کا حساب کتاب لگانا ممکن نہیں اور یوں آہستہ آہستہ ان کا جوش وخروش ٹھنڈا پڑتا چلا گیا۔اسی طرح مسلمانان عالم میں بھی اسی زمانہ میں ایک مہدی اور مسیح کا انتظار ہونے لگا اور بہت سی بزرگ ہستیاں اپنے اپنے ماننے والوں کو یہ ہدایت کر گئیں کہ جیسے ہی مسیح موعود کا ظہور ہو وہ ان کی بیعت کرلیں لیکن افسوس! کہ بیشتر لوگ آمدورفت نیز رسل ورسائل کی کمی کے باعث بروقت حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی مسیح موعود ومہدیٔ معہود علیہ السلام کی آمد اور آپؑ کے دعویٰ کو نہ جان سکے ورنہ ان حساب دانوں کو یہ سن کر بے حد خوشی ہوتی کہ بائیبل میں تحریر شدہ آیات کے مطابق ان کا حساب قطعی درست تھا کہ وہ زمانہ مسیح موعود کی آمد کا ہی زمانہ تھا کیونکہ ۱۸۳۵ء میں حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی اس دنیا میں تشریف لائے اور اس کے کچھ عرصہ کے اندر اندر ہی آپ نے اپنے مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ بہر حال عیسائیوں اور مسلمانوں یعنی دونوں مذاہب کا یہ حساب کتاب بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک واضح ثبوت ہے۔سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ

اور اگر اب بھی کسی کو یقین نہیں آتا تو وہ ذرا DIE SIEBENTEN-TAGS-ADVENTISTEN کے ہوم پیج کو چیک کر کے دیکھ لے کہ آیا جو کچھ میں اس کتاب میں لکھ رہا ہوں وہ سچ ہے یا جھوٹ تو حقیقت کھل جائے گی لیکن اگر اس کے باوجود اس زمانہ میں اب تک کسی کو یہ علم نہیں ہو سکا کہ حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی نے مسیح موعود اور مہدیٔ معہود علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو اس سلسلہ میں نہایت ادب کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیات مبارکہ کے زمانہ ہی میں تمام دنیا میں یہ شور پڑ گیا تھا کہ ہندوستان میں کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔اور اب اس اعلان پر بھی ۱۸۸۳ء-۱۹۸۳ء تک ایک سو سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے اور پھر یہی نہیں بلکہ اُسی وقت سے جماعت احمدیہ رسل ورسائل کے ذریعہ دنیا بھر میں ایک موعود مسیح کی آمد کے بارہ میں متواتر یہ اعلان کرتی چلی آرہی ہے کہ جس مبارک ومحترم مسیح موعود علیہ السلام نے آنا تھا وہ آچکا۔اس کے علاوہ اب تو جماعت عالیہ احمدیہ مسلمہ کے اخبارات ورسائل نیز مبلغین اور ریڈیو اور ٹی-وی نیز انٹرنیٹ کے ذریعہ بھی روزانہ برسرعام یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ آنے والا مہدی اور مسیح آچکا ہے۔آؤ اور اس کو مان لو۔اس لئے اب کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اسے اب تک اس بات کا علم نہیں ہؤا۔ہاں یہ اور بات ہے کہ اس نے ہمارے ان تمام اعلانات کو درخوئے اعتنا نہ سمجھا ہو۔اس لئے میں یہاں ایسے احباب کو توجہ دلانے کے لئے کچھ عرض کرتا ہوں۔

☆

ایک قابل غور نقطہ

معزز قارئین! تمام مسلمان ہر نماز میں سر بسجود ہو کر خدا تعالیٰ کے دربار میں نہایت عاجزی کے ساتھ جھک جاتے ہیں اور ہر رکعت کے دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں بیٹھ کر دعائے بین السجدتین پڑھتے ہیں۔ کیا آپ نے اس دعا کے مطالب اور معنی پر بھی سچے دل سے کبھی غور کیا ہے؟ یہ دعا افادہ عام کے لئے درج کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں:-

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی وَارْحَمْنِی وَاھْدِنِی وَعَافِنِی وَارْفَعْنِی وَاجْبُرْنِی وَارْزُقْنِی – ” اے اللہ تعالیٰ! مجھے بخش دے اور مجھ پر اپنی رحمت نازل فرما اور مجھے ہدایت یافتہ بنا اور مجھے ہر طرح خیر وعافیت سے رکھ اور مجھے دین و دنیا وآخرت میں رفعت یعنی عزت عطاً فرما اور میرے ہر نقصان کو پورا فرما اور مجھے پاکیزہ رزق عطاً فرما“۔

اس دعا میں جب ہم **وَارْفَعْنِی** کے الفاظ پڑھتے ہیں تو اس کا مطلب اپنے درجات اور عزت وآبرو کی رفعت یعنی بلندی کو لیتے ہیں نہ کہ یہاں ”رفع“ کا مطلب نجات حاصل کر جانے یا کسی قسم کی خلاصی پا جانے یا خود کو زمین سے آسمان پر زندہ اٹھا لئے جانے کی دعا مانگتے ہیں کیونکہ اگر یہاں ”رفع“ کا مطلب اٹھا لئے جانے کے کئے جائیں تو اس دنیا میں کتنے مائی کے لعل ہیں جو کہ ہر نماز میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر نہایت خشوع وخضوع سے روزانہ اپنی ہر ایک فرض نماز اور ہر ایک نفلی نماز اور ہر ایک سنت نماز میں یہ دعا مانگتے ہیں کہ اے میرے مؤلا! مجھے جیتے جاگتے ہی اسی وقت اس دنیا سے اٹھا لے؟

نہیں! خدائے غفور ورحیم کی قسم۔ کوئی نہیں! ہاں! البتہ ہم سب ہر نماز کے دوران جب دعائے بین السجدتین پڑھتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے حضور نہایت ہی عاجزی سے یہی عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ! ہمیں اس دنیا کی زندگی میں بھی عزت بخش اور ہماری طبعی موت کے بعد بھی ہم پر اپنا رحم فرماتے ہوئے ہمارے اچھے اعمال کے بدلہ ہمیں آسمان پر بھی اعلیٰ وارفع مقام عطا فرما بلکہ ہمارے اعمال کے بدلہ ہمارے درجات جنت الفردوس میں بلند سے بلند تر فرماتا چلا جا – آمین۔

لیکن افسوس ہے تو یہ کہ جب ایک عام مسلمان قرآن کریم میں درج انہی مبارک الفاظات کو اوپر درج دعا کے برعکس جب نیچے درج آیت میں پڑھتے ہیں تو سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ جانے یا زندہ آسمان پر اٹھا لئے جانے کا مطلب لیتے ہیں جبکہ خاکسار کے اوپر درج ترجمہ پر اب تک کسی عام مسلمان تو کیا کسی پڑھے لکھے مؤلوی نے بھی نے تہہ دل سے غور ہی نہیں کیا کہ دراصل ہم لوگ کبھی بھی خود کو

زندہ اٹھائے جانے کے بارہ میں کسی قسم کی کوئی دعا نہیں مانگتے۔ بہرحال مطالب و معنی کے اس ہیر پھیر کو تو خیر نام نہاد مسلمان مولوی یا ملاں یا ان کے چیلے چانٹے ہی بہتر جانتے ہیں لیکن تمام قرآنی الفاظات مبارکہ اس قسم کی باتوں کی نفی کرتے ہیں۔ بہرحال اب میں یہاں وہ آیت بھی درج کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔فرمایا:-

اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ج ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ o (اٰل عمران ۳ :آیت ۵۵) ”پھر تم اس وقت کو یاد کرو کہ جب اللہ نے عیسیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں یقیناً تجھے طبعی موت دوں گا یعنی تجھے سولی پر رسوا ہونے والی موت سے بچا لوں گا اور پھر تجھے اپنے حضور اعلیٰ اور ارفع مقام بخش کر کفار کے ان تمام ذلت آمیز جھوٹے الزامات سے پاک کر دوں گا کہ تیری موت سولی پر واقع ہوئی اور میں تیرے پیروکاروں کو تیرے منکروں پر تا قیامت غالب رکھوں گا اور قیامت کے بعد تو سب کو ہی میری جانب لوٹنا ہے تب میں ان تمام پیدا شدہ اختلافی مسائل پر ان کے درمیان فیصلہ کر دوں گا“۔

پس! یہاں تو خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ تو سولی پر چڑھنے کا غم نہ کر کیونکہ اس طرح تیری موت کبھی بھی واقع نہ ہو گی کیونکہ اس میں تیری اور میری بھی رسوائی ہے بلکہ میں تجھے ایسی رسوا کن موت سے محفوظ رکھوں گا اور پھر جب تمہاری طبعی موت کا وقت آئے گا تو تب میں طبعی موت دینے کے بعد تمہارے درجات بلند فرماؤں گا یعنی یہاں تو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درجات بلند فرمانے کا عظیم الشان وعدہ فرما رہا ہے نہ کہ نعوذ باللہ کسی سیڑھی کو زمین پر اتارنے کی بات کر رہا ہے کہ جس پر چڑھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ جائیں گے۔ اگر یہاں زمین سے آسمان پر اٹھائے جانے کی بات ہوتی تو پھر اللہ تعالیٰ کو چاہیئے تھا کہ وہ یہاں مُتَوَفِّیْکَ یعنی کسی بھی قسم کی موت کا ذکر کئے بغیر ہی سیدھا آسمان پر اٹھائے جانے یا چڑھ جانے کا ذکر کرتا۔ آخر اللہ تعالیٰ کو ایسے واضح الفاظات نازل فرمانے کی کیا ضرورت تھی کہ اس نے پہلے موت دے کر مارنے کا ذکر کیا اور اس کے بعد درجات کو بڑھانے کی بات کی؟

اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ جیسے ہر زندہ کو پہلے موت دی جاتی ہے اور پھر اس کی روح کو اگلے جہان میں اٹھا لیا جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپؑ کی طبعی زندگی کے بعد پہلے موت دے کر مارنے کا اور پھر ان کی روح کو اگلے جہان میں اٹھائے جانے کا ذکر ہے یعنی یہاں ایک مرتبہ خصوصاً اس بات کا ذکر کر کے خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی اس بات پر مہر صداقت ثبت فرما دی کہ دیکھو! اور یاد رکھو! کہ جیسے ہر شخص پہلے اپنی طبعی موت مرتا ہے اور پھر اس کی روح کو آسمان پر اٹھا لیا جاتا ہے بالکل ویسا ہی سلوک حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ہوا ہے۔ پس! مجھے امید ہے کہ میری یہ مختصر سی تشریح پڑھ کر بہت سے مسلمانوں کی آنکھیں کھل جائیں

گی اورانہیں قرآنی الفاظات مبارکہ روز روشن کی طرح چمکتے ہوئے نظر آنے لگ جائیں گے۔اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔آمین

بہرحال اگر درج بالا آیات پڑھ کر بھی کوئی نہ سمجھے تو وہ ایک مرتبہ پھر غور سے انہیں پڑھے کیونکہ ان آیات کے علاوہ **سورۃ الاعراف** میں بھی اللہ تعالیٰ ایک بار پھر منکرین نبوت کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ:-

یٰبَنِیٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ o (الاعراف ۷ :آیت ۳۵) ” اے آدم کے بیٹو! اگر تمہارے پاس تم میں سے ہی رسول بنا کر بھیجے جائیں۔اس طرح کہ وہ تمہارے سامنے میری آیات پڑھ کر سناتے ہوں تو پھر جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہوئے اپنی اصلاح کر لیں گے ان کو آئندہ کے لئے کسی قسم کا خوف نہ ہوگا،اور نہ ہی وہ اپنے ماضی کی کسی بات پر غمگین ہوں گے “۔

اس آیت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا کلام تمام انسانوں تمام جہانوں کے لئے اور تمام زمانوں پر بھی محیط ہے اس لئے فرمایا کہ جب کبھی بھی تمہارے پاس خدا تعالیٰ کے نبی،پیغمبر،رسول آئیں تو تم انہیں بلا چون و چرا مان لینا یعنی اس آیت کریمہ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم کرتے ہوئے مزید انبیائے کرام بھی بھیجنے کا ارادہ رکھتا ہے نہ کہ ان کے انقطاع کا پیغام دے رہا ہے لہذا یہاں ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں اللہ، تم مسلمانوں میں سے ہی یعنی رسول اللہ کی اتباع میں رسول بھیجوں تو تم انہیں آمنا وصادقنا کہتے ہوئے مان لینا تاکہ تم بخشے جاؤ۔کیونکہ یہاں درج ہے کہ:-

” وہ تمہارے سامنے میری آیات قرآنی پڑھ کر سناتے ہوں“

یعنی تعلیم جاریہ!یعنی آیات قرآن مجید نہ کہ منسوخ شدہ کتب زبور یا تورات یا انجیل کی آیات کو پڑھ کر سناتے ہوں لیکن خوف خدا کس چیز کا نام ہے؟ یہ ان نام نہاد مسلمانوں کو نہیں معلوم ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو ردّ کرنے کی جرأت نہ کرتے اور ختم نبوت کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے فوراً سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آتے اور آمنا وصادقنا کہتے ہوئے صالحین میں شامل ہو جاتے۔سنت اللہ کے مطابق امتی نبی اور ظلی نبی اور غیر شرعی نبی ہمیشہ شرعی انبیاً علیہ السلام کی تائید میں آتے رہے ہیں اور کیا اب آج کے ان خود ساختہ ملاؤں سے ڈر کر نعوذ باللہ خدا اپنی قدیمی سنت کو توڑ دے گا؟ نہیں!ایسا کبھی نہیں ہو سکتا اور وہ غیر شرعی نبی،وہ ظلی نبی،وہ امتی نبی،وہ بروزی نبی علیہ السلام کہ جس نے اللہ تبارک وتعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کے مذہب اسلام کو تقویت پہنچائی تھی، ہاں ہاں وہی نبی سیدنا حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں خدا کے فضل اور رحمت کا سایہ لئے ہوئے ہم سب کی اصلاح کے لئے آ گیا ہے۔شکر الحمدللہ- بہرحال اپنی اسی سنت الٰہی کے بارہ میں پھر مزید تفصیلاً فرمایا کہ ان انبیاً کے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی اتباع میں بھجوائے جانے کی غرض وغایت کیا تھی۔فرمایا:-

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ وَقَفَّیۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِہٖ بِالرُّسُلِ --- (البقرة ۲ :آیت ۸۷) ’’ ہم نے موسیٰ کو اپنی کتاب دے کر بھیجا اور پھر اس کی اتباع میں پے در پے رسول بھیجے‘‘---

پھر مزید فرمایا:-

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىۃَ فِیۡہَا ہُدًی وَّنُوۡرٌ ۚ یَحۡکُمُ بِہَا النَّبِیُّوۡنَ الَّذِیۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِیۡنَ ہَادُوۡا وَالرَّبّٰنِیُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ بِمَا اسۡتُحۡفِظُوۡا مِنۡ کِتٰبِ اللّٰہِ وَکَانُوۡا عَلَیۡہِ شُہَدَآءَ ۚ فَلَا تَخۡشَوُا النَّاسَ وَاخۡشَوۡنِ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰیٰتِیۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ؕ وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ ○ (المائدة ۵: آیت ۴۴) ’’ اور یقیناً ہم نے ہی موسیٰ پر تورات اتاری تھی جس میں بنی اسرائیل کے لئے ہدایت اور نور تھا اور اسی کتاب میں درج احکامات کے مطابق موسیٰ اور اس کے بعد آنے والے انبیاء یہودی قوم کے دینی مسائل کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔اور ان کے گزر جانے کے بعد ایسے خدا پرست لوگ بھی اس کتاب میں درج احکامات کے مطابق مسائل کا فیصلہ کیا کرتے تھے کہ جنہیں ہم نے اس کتاب کی حفاظت کا کام سونپ دیا تھا۔پس! میری یہ آیات کوئی معمولی چیز نہیں ہیں کہ تم انہیں پڑھ کر یا سن کر ان پر عمل نہ کرو بلکہ یہ تو ایک انتہائی قیمتی سرمایہ ہیں لہذا ان کی حفاظت کرو۔پس! تم لوگوں سے خوف مت کھاؤ بلکہ مجھ سے ڈرو اور یہ یاد رکھو کہ جو کوئی میری ان آیات کو پڑھ کر بھی ان میں درج احکامات کے مطابق اطاعت نہ کرے گا تو وہ یقیناً کافر ہے‘‘۔

یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اس لئے مجھے ایسے تمام نام نہاد مسلمان ملاؤں کے بارہ میں کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں جو کہ قرآن مجید میں درج ان کھلے کھلے احکامات کے باوجود ہم کلمہ گو احمدی مسلمانوں کو تنگ کرتے رہتے ہیں جبکہ خدا تعالیٰ خود ہی انہیں کافر قرار دے رہا ہے۔جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کے لئے اپنے انبیاؑ کے پیچھے پیچھے مزید انبیائے کرام علیہ السلام اور بزرگ ہستیاں بھیجتا رہتا ہے۔فرمایا:-

اِذۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡہِمُ اثۡنَیۡنِ فَکَذَّبُوۡہُمَا فَعَزَّزۡنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلَیۡکُمۡ مُّرۡسَلُوۡنَ ○ (یٰسٓ ۳۶: آیت ۱۴) ’’ ہم نے پہلے تو اُن کی طرف دو رسول یکے بعد دیگرے بھیجے لیکن جب اُنہوں نے اُن دونوں کا انکار کر دیا تو اس پر ہم نے اپنے پہلے دو رسولوں کو ایک تیسرا رسول بھیج کر تقویت بخشی۔پھر اُن تمام رسولوں نے مل کر اپنی قوم سے کہا کہ ہم تمہیں خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے بھیجے گئے ہیں‘‘۔

یعنی یہی سنت اللہ ہے کہ وہ ایک نبی کی حمایت میں اپنے معزز ومحترم اور پاکیزہ کلام کے پرچار کے لئے کئی کئی انبیاء کو بیک وقت یا ایک

کے بعد دوسرے نبی کو کسی ایک ہی قوم کی اصلاح کے لئے معبوث فرماتا رہا ہے یعنی امتی اور ظلی اور غیر شرعی انبیاءً علیہم السلام آتے رہے ہیں تو اب صرف خاتم النبیین کی مُہر کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی بعثت، رسالت اور ماموریت کے بعد شرعی نبی یعنی کوئی نئی شریعت لانے والے نبی کبھی نہیں آئیں گے کیونکہ قرآن مجید شریعت کاملہ سے بھرپور افضل ترین کتاب دنیا میں نازل ہو چکی ہے اور ہمارا دین اسلام مکمل ہو چکا ہے لیکن غیر شرعی، ظلی اور امتی انبیائے کرام پہلے کی طرح اب بھی آسکتے ہیں کیونکہ جیسا کہ ابھی خود اللہ تعالیٰ بیان فرما چکا ہے کہ یہ سنت اللہ ہے کہ وہ ہر شرعی نبی کے گزر جانے کے کچھ عرصہ کے بعد جب اس کی قوم پھر دوبارہ فسق و فجور میں مبتلاءً ہو جاتی ہے اور سیدھا راستہ چھوڑ کر اُلٹے سیدھے مسئلے مسائل پر عمل کرنا شروع کر دیتی ہے اور چودھویں اور پندرھویں صدی کے نام نہاد مسلمانوں کی طرح خدائی الفاظ کو توڑ مروڑ کر اپنی لایعنی تاویلات کرنے لگ جاتی ہے تو اس شرعی نبی کی قوم کی اصلاح اور تعلیم و تربیت کے لئے اسی شرعی نبی کی پیروی میں ایک اور نبی کو بلکہ کئی کئی انبیائے کرام کو بھیجا کرتا ہے اور پھر انتہائی حیرت کی بات ہے کہ آپ تمام قرآن مجید کو شروع سے لے کر آخر تک پڑھ لیں لیکن آپ کو کوئی مقام ایسا نظر نہیں آئے گا کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے کسی جگہ بھی یہ ارشاد فرمایا ہو کہ پہلے تو میں ایسا کرتا رہا ہوں اور اب نہیں کروں گا بلکہ ہر جگہ یہی فرمایا کہ ایسا ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے اور تا ابد ہوتا چلا جائے گا کیونکہ یہی سنت اللہ ہے۔

افسوس! کہ جیسے پہلے زمانہ کی اقوام صرف اسی بات پر تباہ ہو گئی تھیں کہ ان کا نبی ہی آخری نبی ہے اور بعد میں غیر شرعی، ظلی اور امتی نیز بروزی انبیاءً کی بات کو انہوں نے نہ مانا بالکل اسی طرح اب یہ نام نہاد مسلمان بھی وہی رٹ لگائے بیٹھے ہیں اور یوں ہر قسم کے امتی، ظلی اور بروزی نیز غیر شرعی نبی کے آنے کے منکر بن رہے ہیں حالانکہ کسی جگہ بھی یہ تحریر نہیں کہ غیر شرعی انبیاء کا نزول اب بند ہو گیا ہے بلکہ بذات خود حضرت عائشہ صدیقہ علیہ السلام تمام خلفائے راشدین رضوان علیہم اور تمام مجددینؒ اس بات کے اقراری رہے ہیں کہ آنحضرت کے بعد بھی امتی نبی تجدید دین کے لئے آسکتا ہے لیکن اگر پھر بھی کوئی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی یہ آیت ہی اس کے لئے کافی ہو گی کہ وہ صرف اپنی ضد بازی کی وجہ سے انکار پر انکار کرتا چلا جا رہا ہے۔ فرمایا:-

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ز وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ط اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ج فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ز وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ○ (سورة البقره ۲ : آیت ۸۷) " اور ہم نے یقیناً موسیٰ کو کتاب دی تھی اور اس کے بعد ہم نے اُن رسولوں کو کہ جنھیں تم جانتے ہو اُس موسیٰ کے پیچھے بھیجا اور عیسیٰ ابن مریم کو بھی ہم نے کھلے کھلے نشانات دئے اور روح القدس (حضرت جبرائیل علیہ السلام) کے ذریعہ اُس عیسیٰ کو طاقت بخشی لیکن اس کے باوجود تم نے ان سب کا انکار کیا تو پھر اب ذرا تم ہی بتاؤ کہ کیا یہ بات انتہائی ناپسندیدہ نہیں کہ جب بھی تمہارے پاس میرا کوئی رسول میری کسی ایسی تعلیم کو لے کر آیا کہ جس کو تمہارے نفس پسند نہیں کرتے تھے تو تم نے تکبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان

میں سے بعض پر عمل کرنا کر چھوڑ دیا بلکہ بعض تعلیمات کو تو سرے سے ہی جھٹلا کر ختم کر دیا''۔

معزز قارئین! اسی لئے تو اللہ تعالیٰ بھی بار بار انبیائے کرام بھیجتا رہا ہے اور بھیجتا رہے گا تا کہ اس کی پاکیزہ تعلیم کبھی بھی ختم نہ ہو۔ پس! ثابت ہؤا کہ ہر شرعی نبی کی اتباع میں اس کی نبوت کے دوران یا اس کی وفات کے بعد اللہ کے دین کی حفاظت اور تبلیغ کے لئے غیر شرعی اور ظلی اور بروزی اور امتی انبیائے کرام خدائی تعلیمات کی ترویج وتشریح کے لئے بھجوائے گئے لیکن جس نام نہاد مسلمان مولوی کو قرآن شریف کا بھی صحیح علم نہ ہو اور پھر وہ دنیا کی تاریخ سے بھی قطعاً نابلد ہو تو ایسے جعلی عالم فاضل کو ان آیات کی کیسے سمجھ آئے گی؟ لہذا اگر اب بھی انہیں یہ سمجھ نہیں آتی کہ ظلی اور بروزی اور امتی اور غیر شرعی نبی آ سکتا ہے تو پھر میں سوائے خدا کے افسوس بھرے الفاظ کے اور کیا کہوں کہ:-

یٰحَسۡرَةً عَلَى الۡعِبَادِ ۚ مَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ○ (سورۃ یٰسٓ ۳۶: آیت ۳۰) ''ہائے افسوس! ان انکار کی طرف مائل بندوں پر کہ جب کبھی بھی اُن کے پاس میرا کوئی رسول آتا ہے تو وہ اُس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگ جاتے ہیں اور اس کے ساتھ تمسخر کرنے لگتے ہیں''۔

لیکن ان منکرین کے برعکس جو کہ کھلے کھلے نشانات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے انبیاءؑ کی نبوت کے اعلان سے بھی قبل بعض نیک فطرت افراد کو ایسا روحانی نور عطاء فرماتا ہے کہ وہ اس نور کی روشنی سے یہ جانچ لیتے ہیں کہ یہ چہرہ یقیناً کسی مرسل کا ہے۔ اس کے لئے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں صرف اتنا ہی بتا دینا کافی ہے کہ سیدنا آنحضرت محمد احمد ﷺ کو سب سے پہلے حضرت خدیجہ علیہ السلام، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت علیؓ، حضرت ام ایمنؓ اور حضرت زیدؓ بن حارث نے پہچان لیا۔ بالکل اسی طرح سیدنا حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی مسیح موعود ومہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ مسیحیت سے بھی بہت پہلے خدا تعالیٰ نے اپنے بعض نیک و پارسا لوگوں کو حضرت اقدسؑ کی جانب راغب فرما دیا تھا کہ جن میں سے بعض معزز بزرگوں کے مبارک ہونٹوں سے اللہ تعالیٰ نے ہی یہ کلمات خود نکلوائے کہ

ہم مریضوں کی ہے تم پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے (کلام حضرت پیر صوفی احمدؒ جان صاحبؓ)

اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں بیعت اولین سے بھی پہلے اور بعد میں، پھر مسیحیت کے دعویٰ سے پہلے اور بعد میں اور اس کے بعد نبوت کے دعویٰ سے پہلے اور بعد میں ہزاروں لاکھوں نشانات دنیا کو دکھلائے کہ جن کو دیکھتے ہوئے لاکھوں انسان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آئے لیکن ان کھلے کھلے نشانات کو دیکھ لینے کے باوجود بھی بعض شقی القلوب انسان ایمان نہ لائے۔ جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ دیکھوان منکرین کی نشانی یہ ہے کہ جب بھی وہ خدا کی جانب سے کسی نبی کے بارہ میں کوئی نشانی اور پیش گوئی کو پورا ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اسے دیکھ لینے کے باوجود بھی اپنا مونہہ پھیر لیتے ہیں۔ فرمایا:-

وَمَا تَاْتِيهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝ (یٰسین ۳۶ : آیت ۴۶) ” اور جب ان کے رب کے نشانوں میں سے کوئی اہم نشان ظاہر ہوتا ہے تو وہ یہ نشان دیکھ کر اپنا مونہہ پھیر لیتے ہیں“۔

یعنی دیکھ کر بھی انکار کر دیتے ہیں اور ان منکرین کی اسی تقرار کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نہایت ہی افسوس کے ساتھ قرآن مجید میں منکرین کے بارہ میں یہ اظہار فرماتا ہے کہ افسوس! یہ لوگ اب بھی نہیں سمجھتے۔ فرمایا:-

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (المحمد ۴۷ :آیت ۲۴) ” پھر یہ لوگ کیوں قرآن پر غور نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں“۔

اور جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ ان تمام آیات کے ساتھ ساتھ کئی دوسری آیت مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے کئی مرتبہ ان منکرین قرآن مجید اور ان نام نہاد مسلمان مولویوں کے علم وعرفان کا پردہ چاک کیا ہے۔ فرمایا:-

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ (البقرہ ۲ :آیت ۷۸) ” اور ان میں سے بعض اَن پڑھ ہیں جو چند جُھوٹی باتوں کے سِوا اپنی ہی کتاب قرآن مجید کا کچھ بھی علم نہیں رکھتے اور وہ اس کتاب کا ترجمہ کرتے وقت صرف تُک بندیاں ہی کرتے رہتے ہیں“۔

پس اے مسلمانو! خدارا ان نام نہاد مسلمان مولویوں۔ ان نام نہاد مسلمان ملاؤں۔ ان نام نہاد مفتیوں اور خواجگان وغیرہ سے چھٹکارا حاصل کرو کہ جنہیں اپنی ہی مقدس کتاب قرآن مجید کا صحیح ترجمہ بھی نہیں آتا اور ان کی بجائے ہم جیسے سرفروش دین حق کے متوالوں سے قرآن اور حدیث کو سنو اور سمجھو اور ان کے معنی اور مطالب پر سچے دل سے غور کرو تا کہ تم صراط مستقیم پر چل سکو۔ خدا تمہاری مدد فرمائے کہ تم راہ حق کو پہچان لو۔ آمین

اس سلسلہ میں آپ کی خدمت میں نہایت ادب کے ساتھ ایک مرتبہ پھر یہ عرض ہے کہ قرآن مجید کی ان پاکیزہ آیات کریمہ کی تلاوت کرتے ہوئے تمام مسلمانوں کو صدق دل کے ساتھ ایک مرتبہ پھر ختم نبوت کی حقیقت کو جانچنے کی سخت ضرورت ہے کیونکہ یہ کوئی معمولی

بات نہیں بلکہ سنت اللہ کا معاملہ ہے۔لہذا میں یہاں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک زبردست پیشگوئی درج کرنے کی سعادت حاصل کر کے آپ کی آنکھیں اور آپ کے قلوب حق کی صداقت کو قبول کرنے کے لئے کھولنا چاہتا ہوں۔آپؑ فرماتے ہیں ’’ اے تمام لوگو ! سُن رکھو کہ یہ اس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین وآسمان بنایا۔وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا ---یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا ابھی تک آسمان سے نہ اترا۔تب سب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کی عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سب نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔میں تو تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے‘‘۔(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴-۶۵) انشاٗ اللہ تعالیٰ العزیز

معزز قارئین! اب اس پیغام کو سنتے ہوئے اور پڑھتے ہوئے ہم سب کو ایک سو سال سے بھی زائد ہو چکے ہیں اور اس عرصہ میں جہاں کروڑوں لوگ سچائی کی صداقت کو پرکھتے ہوئے کلمہ گو احمدی مسلمان بن چکے ہیں وہاں کروڑوں منکرین نبوت، منکرین مسیح موعود علیہ السلام، منکرین مہدی معہود علیہ السلام جو کہ بذات خود اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور کہلاتے رہے اس عرصہ میں وفات پا چکے ہیں بلکہ ان کی اولاد بھی وفات پا چکی ہے اور اب اولاد در اولاد کا معاملہ ہے۔آخر کتنی دیر تک یہ لوگ مزید انتظار کرتے رہیں گے؟ کیا اپنی موت تک ؟؟ جبکہ خدا کا برگزیدہ رسول اور نبی اور مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو یہ فرما رہا ہے کہ:-’’ ہمارے سب مخالف جو۔اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی‘‘۔(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴-۶۵)

معزز قارئین! اوپر درج پیشگوئی بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کی ایک کھلی کھلی دلیل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے لیکر اب تک تمام مخالفین بذات خود اور ان کی اولاد در اولاد بھی اس جہان فانی سے وفات پا کر رخصت ہو چکے ہیں لیکن کوئی مسیح تو کیا کوئی سیڑھی بھی آسمان سے نہیں اتری کہ جس کے ذریعہ ان نام نہاد مسلمانوں کے مسیح نے نعوذ باللہ آسمان

سے اترنا تھا؟ **لَعۡنَتُ اللّٰہِ عَلَی الۡکَاذِبِیۡنَ**

پس ! میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ اس وقت کے تمام نام نہاد مسلمان علماء اور مسلمانوں کو خدا کا خوف کرتے ہوئے صدق دل سے یہ مان لینا چاہیے کہ ہاں ! حضرت مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے لے کر اب تک واقعی ایسا ہو چکا ہے اور ہمارے باپ دادا سے لے کر اب ہمارے زمانہ تک کسی نے بھی کسی دوسرے آنے والے مسیح کو نہیں دیکھا کیونکہ اس زمانہ کے مسیح اور مہدی علیہ السلام نے تو چودھویں صدی میں تشریف لانا تھا اور اب تو ہم پندھرویں صدی میں داخل ہو چکے ہیں لہذا ایسے منکرین کے لئے جو کہ کسی ایک نبی کو تو مانتے ہیں اور کسی دوسرے نبی کے منکر ہیں کہ جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکرین بھی شامل ہیں ان کے لئے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت پیش خدمت ہے۔ فرمایا:-

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَیُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَ یَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّ نَکۡفُرُ بِبَعۡضٍ ۙ وَّ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ۝ (النسأ ۴: آیت ۱۵۰) ’’جو لوگ اللہ اور اُس کے رُسولوں کا انکار کرتے ہیں اور اللہ اور اُس کے رُسولوں کے درمیان تفریق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض رُسولوں کو مانیں گے اور بعض کا انکار کریں گے اور چاہتے ہیں کہ اِس کے بین بین کوئی درمیانی راہ اختیار کریں‘‘۔

پس ! اسی لئے تو اسی آیت سے منسلک اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ انتباہ کرتے ہوئے قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ میں ان منکروں کو سخت سزا دوں گا۔ اب ہم احمدی نہیں بلکہ خود خدا تعالیٰ اپنی ان مقدس و بابرکت آیات کے ذریعہ منکرین سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمارہا ہے کہ جو لوگ میرے مرسلین کو نہیں مانیں گے وہ عام کافر نہیں بلکہ پکے کافر ہیں اور میں اللہ انہیں قرار واقعی سزا دوں گا۔ اے مسلمانو! توبہ کرو اور خدا کی بات کو مان لو۔ فرمایا:-

اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ حَقًّا ۚ وَ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابًا مُّہِیۡنًا ۝ (النسأ ۴ : آیت ۱۵۱) ’’یہ لوگ یقیناً پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لئے ہم نے ایک انتہائی رسوا کرنے والا عذاب تیار کیا ہے‘‘۔

اور پھر سچے دل سے اسلام پر ایمان لانے والے مخلصین کے لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَ لَمۡ یُفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡہُمۡ اُولٰٓئِکَ سَوۡفَ یُؤۡتِیۡہِمۡ اُجُوۡرَہُمۡ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ۝ (النسأ ۴: آیت ۱۵۲) ’’اور جو لوگ اللہ اور اُس کے تمام رُسولوں پر ایمان لے آئے اور اُنہوں نے اِن رُسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان بھی تفریق نہیں کی ۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ انہیں جلد ہی ان کا بہت بڑا اجر دے گا کیونکہ یقیناً اللہ ہی

بہت بخشنے والا اور تم پر بار بار رحم کرنے والا ہے‘‘۔

مندرجہ بالا آیات آپ پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بے حد رحیم وکریم ہے لہذا اس عذاب سے ڈرانے کے بعد فرماتا ہے کہ جو لوگ میری ان آیات پر عمل کرتے ہوئے تمام انبیاءؑ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے میں انہیں اپنے رحم اور فضل اور رحمت کے ساتھ بخش دوں گا کیونکہ ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر سچے دل سے ایمان لاتا ہے اور ان کے درمیان چھوٹے بڑے کا کوئی فرق روا نہیں رکھتا اور سب کی ایک جیسی عزت اور تعظیم بجالاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ز وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ (البقرہ ۲: آیت ۱۳۶) ” تم کہو کہ ہم اللہ پر اور جو کچھ ہماری طرف اتارا گیا ہے اور جو کچھ ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق، یعقوب اور ان کی اولاد پر اتارا گیا تھا اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا تھا اور اسی طرح جو کچھ بھی باقی انبیاءؑ کو اُن کے رب کی طرف سے دیا گیا تھا اس تمام وحی الٰہی پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم ان میں سے کسی ایک بھی نبی اور کسی دوسرے نبی کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم اُسی اللہ کے فرمانبردار ہیں‘‘۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مسلمانو! خدا تعالیٰ کے انبیاءؑ میں چھوٹے بڑے کی تفریق نہ کرو یعنی شرعی اور غیر شرعی نبی کے چکر میں نہ پڑو اور سب کی یکساں عزت اور تعظیم کرو لہذا جب کہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق اور قرآن مجید کی آیات کے مطابق نیز سیدنا آنحضرت ﷺ کی احادیث کے مطابق ایک نبی تم میں معبوث ہو چکا ہے تو اب آؤ! اور اس نعمت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اسے قبول کرلو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس قابل جانا کہ تمہاری اپنی اقوام میں سے ہی ایک نبی ہندوستان میں معبوث فرمادیا۔ **سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ**

معزز قارئین! افسوس کہ ان کھلی کھلی آیات مبارکہ کی موجودگی کے باوجود بھی بہت سے بھولے بھالے مسلمان اب بھی اپنے ان نام نہاد مسلمان مولویوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی واپسی یا نزول کی راہ تک رہے ہیں۔ ان تمام منتظرین کی خدمت میں نہایت ادب سے عرض ہے کہ خدارا! قرآن شریف کو بذات خود کھول کر تو دیکھیں کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے؟ قرآن مجید میں تو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم یعنی مسیح ناصری علیہ السلام کی وفات کی برسرعام خبر دے رہا ہے جیسا کہ اس نے آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے سورۃ الانبیاء میں فرمایا کہ تجھ سے پہلے تمام انسان وفات پا چکے ہیں:۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ○ (الانبیأ ۲۱: آیت ۳۴) ” اور ہم نے تجھ سے

قبل کسی انسان کو ہمیشہ کی زندگی نہیں بخشی تو اے محمد کیا جب تُو بھی اپنی طبعی عمر کو پہنچ کر مر جائے گا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی دوسرا غیر طبعی عمر پاتے ہوئے زندہ رہے''۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسان نہ تھے کہ ان پر موت وارد نہ ہوتی؟ کیونکہ اس آیت کریمہ میں تو اللہ تعالیٰ صاف صاف فرما رہا ہے کہ تمام انسان بشمول حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی وفات پا چکے ہیں ورنہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام ابھی تک زندہ موجود ہوتے تو تب اللہ تعالیٰ کو یہ آیت اس طرح نازل فرمانی چاہئے تھی کہ نعوذ باللہ:- ''ہم نے کسی انسان کو عیسیٰ سے پہلے ہمیشہ کی زندگی نہیں بخشی اور اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ عیسیٰ کے بعد کوئی دوسرا شخص غیر طبعی عمر پاتے ہوئے زندہ رہے لہٰذا اے محمد اسی لئے اب تُو بھی اپنی طبعی عمر پا کر مر جائے گا''۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا اور پھر یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قرآن کریم کی تکمیل کے کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے پیارے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ کو بھی وفات دے دی اور اللہ تعالیٰ نے جب دنیا کے تمام انبیاءؑ کے سردار آنحضرت ﷺ کو وفات دے دی تو پھر کیسے کوئی اور نبی، پیغمبر، رسول ، مصلح، مجدد، مہدی، مسیح یا انسان زندہ رہ سکتا ہے؟؟

یہ بات بہت ہی اہم ہے اس لئے یہ بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اللہ تعالیٰ مزید مثالیں دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ نہ صرف انسان بلکہ ہر جان دار شے ایک دن مرنے والی ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک بے جان انسان تھے؟ کیا حضرت مسیح ناصری علیہ السلام میں جان نہ تھی؟؟ کیا وہ ایک انسان نہ تھے؟؟؟ کیا وہ ایک فرشتہ تھے؟؟؟؟ نہیں! نہیں! وہ ایک جان رکھنے والے لیکن ایک فرشتہ صفت انسان تھے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایک پیارے بندے اور اس کے ایک رسول تھے لہٰذا قرآن مجید کے مطابق اپنی طبعی عمر پا کر اور حدیث نبویہؐ کے مطابق اپنی ایک سو بیس سالہ لمبی طویل عمر پا کر وفات پا گئے۔ یہ حدیث نبویؐ بھی پیش خدمت کرتا ہوں۔ حضرت عائشہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ ''آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض الموت کی بیماری میں اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ حضرت جبرائیلؑ ہر سال میرے ساتھ ایک بار قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال انہوں نے دو مرتبہ یہ دور مکمل کیا اور مجھے خبر دی کہ ہر نبی نے اپنے سے پہلے نبی سے نصف عمر پائی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام ایک سو بیس سال زندہ رہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میں ساٹھ سال کی عمر میں اس دنیا سے جاؤں گا۔

(المواھب للدنیا امام قسطلانی جلد اول صفحہ ۴۲ + شرح المواھب للدنیا از علامہ محمدؒ بن عبدالباقی مالکی جلد اول صفحہ ۴۲)

اور تمام دنیا جانتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ اندازہ درست نکلا اور آپؐ نے تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر پائی۔ پس! اسی لئے تو ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ ط وَ نَبۡلُوۡكُمۡ بِالشَّرِّ وَ الۡخَيۡرِ فِتۡنَةً ط وَ اِلَيۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ o (الانبیأ ۲۱: آیت ۳۵) ''ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور ہم تمہارے اچھے اور بُرے حالات سے آزمائش کریں گے اور آخر تم سب کو ہماری طرف ہی لوٹا کر لایا جائے گا''۔

یہاں ہر جاندار کا ذکر ہے کہ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام بھی شامل ہیں اور آنحضرت محمدؐ احمدؐ ﷺ بھی شامل ہیں۔ پھر ارشاد مکرر کے طور پر اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ پھر دوبارہ اپنے اسی حکم کو دوہراتے ہوئے فرماتا ہے:-

كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ قف ثُمَّ اِلَيۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ o (العنکبوت ۲۹ :آیت ۵۷) ''ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے پھر تم سب کو ہماری طرف ہی لوٹا یا جائے گا''۔

معزز قارئین! یہاں اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر نہایت صفائی کے ساتھ خوب کھول کر اس بات کو منکشف کیا ہے کہ ہر جاندار موت کا مزہ چکھے گا اور اس سے پہلے آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''اور ہم نے کسی انسان کو بھی تجھ سے پہلے ہمیشہ کی زندگی نہیں بخشی''۔ اس لئے ان آیات مبارکہ کی تلاوت کرنے اور ان کا ترجمہ پڑھنے اور ان کی تفسیر کو سمجھ لینے کے بعد سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ جھوٹ فرماتا ہے کہ جب وہ یہ فرماتا ہے کہ ''ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے''۔ یا یہ فرماتا ہے کہ ''اور ہم نے کسی انسان کو بھی تجھ سے پہلے ہمیشہ کی زندگی نہیں بخشی'' اور پھر جب یہ فرماتا ہے تو کہیں بھی نہ اس سے پہلے اور نہ ہی ان آیات کے بعد صاف صاف یا کم از کم بریکٹ میں ہی حیات مسیحؑ کا نظریہ بیان کرتا ہے کہ یہاں تمام جانداروں سے مراد واقعی تمام انسان ،حیوان، چرند، پرند، درند ہیں لیکن سوائے میرے نبی عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہ السلام کے۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ ایسا نہیں ہے تو اس سے تو یہی ثابت ہوتا کہ اللہ تعالیٰ تو اپنی آیات کو کھول کھول کر صاف انداز میں بیان کر رہا ہے لیکن یہ کم علم ملاں اور ان کے چچے کڑ چھے ہی ان آیات کو توڑ مروڑ کر عوام الناس کے سامنے پیش کر رہے ہیں- **استغفر اللہ**-

لیکن اللہ تعالیٰ ان تمام نام نہاد مولویوں کے دلوں کے حال کو جانتا تھا کہ یہ ان آیات مبارکہ کی موجودگی کے باوجود بھی مزید جھوٹی تکرار کرتے چلے جائیں گے لہذا ایک مرتبہ پھر اللہ تعالیٰ اپنی پاکیزہ کتاب قرآن حکیم میں موت کے مسئلہ پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرماتا ہے:-

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ج قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَا۟ئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ ط وَمَنۡ يَّنۡقَلِبۡ عَلٰى عَقِبَيۡهِ فَلَنۡ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيۡـئًا ط وَسَيَجۡزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيۡنَ o (اٰل عمران ۳ :آیت ۱۴۴) ''اور محمد تو صرف

ایک رسول ہے اور اس سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں۔ پس اگر محمد بھی فوت ہو جائے یا قتل کر دیا جائے تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے مڑ کر واپس اپنے پرانے مذاہب کی جانب لوٹ جاؤ گے؟ اور اگر کوئی شخص اپنی ایڑیوں کے بل مڑ کر واپس لوٹ جائے تو وہ ہرگز اللہ کا کچھ بھی نقصان نہیں کر سکتا لیکن جو شخص اسلام پر قائم رہے گا تو اللہ تعالیٰ ایسے شکر گزار بندوں کو ضرور عمدہ بدلہ دے گا‘‘۔

ابھی اوپر ایک آیت میں تمام جانداروں کا ذکر تھا تو اب اس دوسری آیت میں آنحضرت ﷺ سے قبل گزرے ہوئے تمام رسولوں کا ذکر کر دیا تا کہ تمام دنیا یہ بات سمجھ لے کہ آنحضرت ﷺ سے قبل زندگی پانے والے ہر جاندار بلکہ آپؐ سے قبل گزرا ہوا اللہ تعالیٰ کا ہر پیارا رسول بھی وفات پا چکا ہے۔ پس ان دونوں آیت کریمہ سے ایک مرتبہ پھر یہ ثابت ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ سے قبل معبوث حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تمام جانداروں کی طرح وفات پا چکے ہیں۔ چنانچہ انہی آیات کے نزول کے بعد آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو بتایا تھا کہ مجھ سے پہلے تمام رسول وفات پا چکے ہیں۔

اسی طرح واقعہ معراج میں بھی جب آنحضور ﷺ کی ملاقات آپؐ سے پہلے گزرے ہوئے تمام فوت شدہ انبیاءً علیہم السلام سے کروائی گئی تھی تو اُن انبیاءً علیہم السلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی موجود تھے اور بعد میں آنے والے حضرت مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کہ جنہوں آنحضرت ﷺ کی وفات کے بھی صدیوں کے بعد اس دنیا میں آنا تھا لیکن اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا تھا کہ لوگ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے بھی آنے والے مسیح علیہ السلام کی شکل وصورت اور حلیہ دیکھ لیں تا کہ بعد میں جب جھوٹے مسیح دعویٰ نبوت کریں گے تو ان کے درمیان فرق واضح کیا جا سکے۔ **سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ**

اب اس سلسلہ میں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن وحدیث کے ان کھلے کھلے بیّن ثبوتوں سے ہی وفات مسیح کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے کہ آج سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاءً، انسان اور حیوان وفات پا چکے ہیں اور زندہ کسی کی واپسی اللہ تعالیٰ کے واضح احکامات کی روشنی میں ممکن نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ جب میں کسی جاندار یعنی انسان ہو یا حیوان کو ایک بار موت دے دیتا ہوں تو پھر قیامت کے دن سے پہلے کسی کو زندہ نہیں کرتا اپنے قول کی تصدیق کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے مرنے کے بعد انسان مجھ سے عرض کرے گا کہ اے اللہ تعالیٰ! مجھے دنیا میں واپس لوٹا دے تا کہ میں اچھے اچھے کام کروں لیکن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ نہیں جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ پس! اب تم یہیں یعنی جنت یا جہنم میں اپنی جزا یا سزا پاؤ گے۔ فرمایا:-

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ۝ لَعَلِّیۡۤ اَعۡمَلُ صَالِحًا فِیۡمَا تَرَکۡتُ کَلَّا ؕ اِنَّهَا کَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنۡ وَّرَآئِهِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ ۝ (المؤمنون ۲۳ :آیات ۹۹ — ۱۰۰) ’’حتیٰ کہ جب کسی کی موت واقع ہو

جائے گی تو وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے واپس لوٹا دے کہ جس جگہ کو میں چھوڑ کر آ گیا ہوں وہاں واپس جا کر عمدہ اعمال بجا لاؤں لیکن ہرگز ایسا نہیں ہوگا کیونکہ یہ تو صرف ان مرجانے والوں کے مونہہ کی بات ہے جو کہ وہ کہہ رہے ہیں اور ان کے پیچھے ایک پردہ ڈال دیا جائے گا جس کو صرف اسی وقت اٹھایا جائے گا کہ جس دن انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا (یعنی روز قیامت والے دن)''۔

اسی سلسلہ میں حدیث نبویؐ میں درج ہے کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مجھ سے ملے تو آنحضور ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ ''اے جابر ! آج میں تمہیں پریشان اور اُداس کیوں دیکھ رہا ہوں ؟ میں نے عرض کیا کہ حضورؐ !میرے والد شہید ہو گئے ہیں اور کافی قرض اور بال بچے چھوڑ گئے ہیں۔حضورؐ فرمانے لگے کہ کیا میں تمہیں یہ خوشخبری نہ سناؤں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے حضور تمہارے والد کی پذیرائی ہوئی ؟ میں نے عرض کیا جی حضورؐ !ضرور سنائیں۔اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اگر کسی سے گفتگو کی ہے تو ہمیشہ پردہ کے پیچھے سے کی ہے لیکن تمہارے باپ کو زندہ کیا اور اس سے آمنے سامنے گفتگو فرمائی اور پوچھا کہ اے میرے بندے! مانگ جو مجھ سے مانگنا چاہتا ہے۔میں تجھے دوں گا۔تو تمہارے والد نے جواباً عرض کیا کہ اے میرے اللہ! میں چاہتا ہوں کہ تُو مجھے زندہ کر کے دوبارہ دنیا میں بھیج دے تا کہ میں تیری خاطر دوبارہ قتل کیا جاؤں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ میں یہ قانون نافذ کر چکا ہوں کہ کسی کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے دنیا میں واپس نہیں لوٹاؤں گا''۔(**ترمذی ابواب التفسیر سورۃ اٰل عمران**)

یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا ایک اٹل قانون ہے کہ جب وہ کسی کو موت دے دیتا ہے تو پھر اس شخص کو وفات دینے کے بعد دوبارہ دنیا میں واپس نہیں بھیجتا لیکن اب بھی بعض ناسمجھ لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قرآن مجید میں علیٰ اعلان وفات شدہ ہونے کے باوجود واپس زندہ آسمان سے نازل ہوں گے جبکہ آج تک بھی کوئی زندہ تو کیا کوئی مُردہ شخص بھی آسمان سے زمین پر نازل نہیں ہؤا یعنی یہ ان کی خام خیالی ہے کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں تو پھر آنحضرت ﷺ نے اپنے معراج کے دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کو تمام وفات شدہ انبیائے کرام کے ساتھ کیوں دیکھا؟

یعنی جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ اسی لئے تو خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ اب سے پہلے تو نہ ہی اس نے کسی انسان کو ایسا بنایا تھا کہ وہ بغیر کھائے پیئے ہمیشہ زندہ رہ سکے اور نہ ہی اس کو اتنی لمبی عمر دی ہے کہ وہ اب تک زندہ موجود ہو لہذا اس آیت کریمہ میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے زندہ آسمان پر چڑھ جانے اور اب تک کھائے پیئے بغیر زندہ رہنے اور آج تک غیر طبعی طور پر حیات پا جانے کی نفی کر دی گئی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ○ (الانبیأ ۲۱: آیت ۸) ”اور ہم نے کسی کو بھی ایسا جسم نہیں دیا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ غیر معمولی لمبی عمر پانے والے لوگ تھے“۔

اور پھر اسی سلسلہ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کے تابوت میں آخری اور پائیدار کیل ٹھونکتے ہوئے فرمایا **لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى حَيَّيْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اِتِّبَاعِى** یعنی اگر اس وقت موسیٰ اور عیسیٰ بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری پیروی اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا“۔**(الیواقیت والجواھر مرتبہ امام شعرانی جلد ۲ صفحہ ۲۰)**

یہ دونوں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی وفات پا چکے ہیں۔ کیونکہ جب آنحضرت ﷺ انہیں وفات یافتہ بیان فرما رہے ہیں تو پھر کسی نام نہاد مسلمان مولوی یا خودساختہ ملاں کی کیا جرأت ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کو زندہ مان کر ان کی واپسی کی تمنا کرے؟ ایسے نام نہاد مسلمان بلکہ منافق اسلام مولوی کو تو اپنی موت کی تمنا کرنا چاہیئے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاکیزہ اور آنحضرت ﷺ کے مبارک الفاظ کو نعوذ باللہ جھوٹا مان کر اب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کے نزول کی توقع رکھتا ہے نیز ان کی واپسی کا منتظر ہے اور پھر لوگوں میں بھی یہی پرچار کرتا پھرتا ہے۔ حضرت قمر الانبیأ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اپنی کتاب ”ختم نبوت کی حقیقت“ کے صفحات ۲۷-۳۷ پر چند احادیث نبویہؐ درج کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ **”ابو بکر افضل ھٰذہ الامّۃ الّا ان یکون نبیٌّ** یعنی ابوبکر میری امت میں سب سے افضل درجہ رکھتا ہے سوائے اس کے کہ آئندہ کوئی نبی پیدا ہو جائے“۔**(ویلمی بحوالہ کنوز الحقائق مرتبہ امام مناوی طبع مصر صفحہ ۷)**

اسی طرح ایک اور حدیث میں درج ہے کہ **”ابو بکر خیر الناس الّا ان یکون نبیّ“** یعنی ابوبکر اس امت کا بہترین انسان ہے سوائے اس کے کہ بعد میں کوئی نبی پیدا ہو جائے“۔**(طبرانی کبیر و کامل ابن عدی بحوالہ جامع الصغیر مرتبہ امام السیوطی طبع مصر صفحہ ۵)**

اسی طرح حدیث نبویہؐ میں مزید درج ہے کہ **تکون ملکًا عاضًا فتکون ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون ملکًا جبریۃ فتکون ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ تعالی ثم تکون خلافۃ علیٰ منھاج النبوۃ ثم سکت**

یعنی اے مسلمانو! تم میں یہ نبوت کا دور اس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ خدا چاہے گا کہ وہ قائم رہے اور پھر یہ دور ختم ہو جائے گا۔اس کے بعد خلافت کا دور آئے گا جو نبوت کے طریق پر قائم ہوگی اور پھر کچھ وقت کے بعد یہ خلافت بھی اُٹھ جائے گی۔اس کے بعد کاٹنے والی بادشاہت کا دور آئے گا اور پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ دور بھی ختم ہو جائے گا۔اس کے بعد جبری حکومت کا دور آئے گا جو خواہ ظلم کے طریق سے اجتناب کرے مگر وہ جمہوریت کے اصول کے خلاف ہوگی اور پھر اس رنگ کی حکومت بھی اُٹھ جائے گی۔اس کے بعد دوبارہ خلافت کا دور آئے گا جو ابتدائی دور کی طرح کی نبوت کے طریق پر قائم ہوگی‘‘۔اس کے بعد راوی کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ خاموش ہو گئے۔(**مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۰۴**)

اسی سلسلہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ علیہ السلام نے بھی فرمایا کہ **قُوْلُوْا اِنَّہٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ** اے لوگو! تم آنحضرت ﷺ کے متعلق یہ تو کہا کرو کہ آپؐ خاتم الانبیاءؐ ہیں مگر یہ نہ کہا کرو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں‘‘۔(**تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵**)

اس بارہ میں حضرت قمر الانبیاءؓ صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحبؓ آنحضرت ﷺ کی ایک اور حدیث درج کرتے ہوئے مزید تحریر فرماتے ہیں کہ ’’**اِنّی آخر الانبیأ و اِنّ مسجدی آخر المساجد** یعنی میں آخری نبی ہوں اور میری یہ (مدینہ والی) مسجد (یعنی مسجد نبوی۔ناقل) آخری مسجد ہے‘‘۔(**صحیح مسلم باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد المدینۃ**)

ہزاروں ہزار درود اور سلام ہمارے رسول پاکؐ پر ہوں جس نے ہمارے لئے ہر تاریک کونے میں ایک شمعِ ہدایت آویزاں کر رکھی ہے اور ہر ٹھوکر لگانے والے گڑھے میں سے ایک صاف رستہ گذار کر ہمیں گرنے سے محفوظ کر لیا ہے۔اب یہی **اِنّی آخر الانبیأ** والی حدیث ہے جس کے متعلق بعض جلد باز اور کوتاہ نظر لوگ لغزش کھا سکتے ہیں کہ شاید ان الفاظ سے یہی مُراد ہو کہ آپؐ کے بعد کسی صورت میں کسی قسم کا نبی بھی نہیں آ سکتا خواہ وہ آپؐ کا خادم اور آپؐ کا حصہ ہی ہو تو آپؐ نے فوراً اس امکانی ٹھوکر کے قریب ایک روشن شمع نصب کر کے اپنی امت کو ہوشیار کر دیا کہ اس جگہ **اِنّی آخر الانبیأ** سے میری مراد اسی قسم کا آخری نبی ہے جس طرح کہ میری یہ (مدینہ والی) مسجد (یعنی مسجد نبوی) آخری مسجد ہے۔

اگر **اِنّ مسجدی آخر المساجد** (یعنی میری یہ مسجد آخری مسجد ہے) کے معنی یہ نہیں اور ہرگز نہیں کہ آئندہ دُنیا میں کوئی اور مسجد بنے گی ہی نہیں بلکہ صرف یہی معنی ہیں کہ آئندہ میری مسجد کے مقابل پر کوئی مسجد نہیں بنے گی بلکہ جو مسجد بھی بنے گی وہ میری مسجد کے

تابع اوراس کی نقل اوراس کی ظِلّ ہوگی کیونکہ میری شریعت دائمی ہے اوراس کے بعد کوئی اور شریعت نہیں تولازماً **اِنّی آخر الانبیأ** (میں آخری نبی ہوں) کے بھی یہی معنی ہیں کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو مجھ سے آزادرہ کر نبوت کا انعام پائے بلکہ جو بھی ہوگا وہ میرا شاگرد اور تابع اور ظِلّ ہوگا۔

اللہ اللہ! یہ کس شان کا کلام ہے اور ہمارے آقا ﷺ کی دوربین نظر کس حد تک پہنچی ہے کہ **اِنّی آخر الانبیأ** کے الفاظ میں جس غلط فہمی کا امکانی خطرہ مخفی تھا اسے بھانپ کر فوراً ان الفاظ کے ذریعہ دور فرما دیا کہ میں اسی معنی میں آخری نبی ہوں جس معنی میں کہ میری یہ مدینہ والی مسجد آخری مسجد ہے۔

دوستو! اور عزیزو! خدا تمہاری آنکھیں کھولے، سوچو اور غور کرو کہ اگر آنحضرت ﷺ کی مسجد کے بعد اسلامی ممالک میں لاکھوں کروڑوں مسجدوں کے بننے کے باوجود **اِنّ مسجدی آخر المساجد** (یعنی میری یہ مسجد آخری مسجد ہے) کا مفہوم قائم رہتا ہے اوراس میں کوئی رخنہ پیدا نہیں ہوتا تو آنحضرت ﷺ کی امت میں آپؐ کے کسی خادم اور شاگرد اور خوشہ چین کا آپؐ کی اتباع اور غلامی میں آپؐ کا ظِلّ بن کر نبوت کا انعام پانا کس طرح **اِنّی آخر الانبیأ** (یعنی میں آخری نبی ہوں) کے منشأ کے خلاف قرار دیا جاسکتا ہے؟''۔(ختم نبوت کی حقیقت صفحہ ۱۳۴-۱۳۵)

کیا اب بھی آپ کو یقین نہیں آتا کہ بالکل ایسے ہی ہوتا چلا آیا ہے اور بالکل ایسے ہی ہوتا چلا جائے گا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کھول کھول کر بیان فرما رہا ہے؟ کہ جس طرح آنحضرت ﷺ صاف صاف بیان فرما رہے ہیں؟؟ اگر آپ کو یقین آجائے کہ ہاں! بالکل ایسے ہی ہوگا تو پھر آپ کو سیدنا حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی نبی اللہ، مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام کے دعویٰ نبوت، دعویٰ مہدیت اور دعویٰ مسیحیت پر ایمان لے آنا چاہیئے کیونکہ قریباً ایک سو سال قبل سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن کریم کی آیات کے عین مطابق اور احادیث نبویہؐ میں درج پیش گوئیوں کے عین مطابق مسیح محمدیؑ اور امتی وظلی و بروزی دعویٰ نبوت بھی فرما چکے ہیں اور اب تک تو کسی دوسرے شخص کو ایسا بلند و بانگ دعویٰ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی اور نہ انشأ اللہ تعالیٰ کبھی ہوگی لہذا جب کہ اس میدان میں صرف ایک ہی مردِ حق با آواز بلند خدا کے نام پر آپ کو للکار کر بُلا رہا ہے تو پھر کب تک آپ لوگ اپنے کانوں اور آنکھوں کو بند کر رکھیں گے؟؟؟

اور یہ بھی خدا کا ایک بہت بڑا اور زندہ نشان سیدنا حضرت مرزا غلام احمدؑ مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام کی سچائی پر دلالت ہے کہ

آپؑ کے دعویٰ کے بعد اب تک یعنی ۲۰۲۲ء تک کوئی اور مسیح یا مہدی یا ظلی یا امتی نبی اس دنیا میں نہیں آیا لہذا اب ان نشانات کی صداقت کو پرکھو اور جان لو کہ صداقت کیا ہوتی ہے اور ان سے مونہہ نہ پھیرو کیونکہ انہی منکرین کے انکار کو دیکھتے ہوئے خدا تعالیٰ اپنے انبیاءٔ اور ان پر ایمان لانے والی جماعتوں کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ گھبراؤ نہ کیونکہ انبیاءٔ کا جھٹلایا جانا تو سنت الٰہی ہے:-

وَ اِنۡ یُّکَذِّبُوۡکَ فَقَدۡ کُذِّبَتۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِکَ ؕ وَ اِلَی اللّٰہِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ٥ (فاطر ۳۵: آیت ۴) ” اگر یہ لوگ تجھے جھٹلاتے ہیں تو کیا حرج ہے ؟ کیونکہ تجھ سے پہلے جتنے بھی رسول گزرے ہیں اُن سب کو بھی بڑی شد و مد کے ساتھ جھٹلایا گیا تھا لیکن تو قطعاً فکر نہ کر کیونکہ انجام کار یہ تمام معاملات خدا کے حضور پیش کئے جائیں گے یعنی تب منکرین کو قرار واقعی سزا بھی دی جائے گی“۔

لہذا اے میرے پیارے مسلمانو! اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ آج سے ہی قرآن و حدیث کو غور سے پڑھیں اور ان کے مطالب کی گہرائی میں مدفون خزائن سے مستفیض ہوں کیونکہ ہمیں تو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں تسلی و تشفی دے رہا ہے لیکن آپ کے حق میں کون سی آیت نازل ہوئی ہے؟ ذرا وہ بھی تو ہمیں دکھاؤ! اسی لئے تو حضرت قمر الانبیاءٔ صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحبؓ سورۃ فاتحہ کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ” قرآن مجید ہمیں اپنی سب سے پہلی سورۃ میں یہ عظیم الشان دعا سکھاتا ہے کہ:-**اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ٥** (فاتحہ ۱ : آیت ۵) **صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ** --- (فاتحہ ۱ : آیت ۶) یعنی اے ہمارے خدا ! جس نے ہماری طرف محمد ﷺ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے تُو ہمیں سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دے۔ وہ رستہ جو تیری طرف سے انعام پانے والوں کا رستہ ہے۔ یہ آیات جو قرآن مجید کے بالکل شروع میں درج ہیں اور جسے ہر باعمل مسلمان دن میں کم از کم تیس دفعہ پڑھتا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے متبعین کے لئے ایک عظیم الشان بشارت کی خبر دے رہی ہے۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ مسلمانوں کو یہ دعا سکھاتا ہے کہ تم مجھ سے وہ تمام انعام مانگو جو میں تم سے پہلی امتوں میں انعام پانے والے لوگوں پر کرتا رہا ہوں۔ یہ ظاہر ہے کہ اس دعا میں صرف ہدایت طلب کرنا مقصود نہیں ہے کیونکہ اگر صرف یہی مقصد ہوتا تو **اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ٥** (فاتحہ ۱ : آیت ۵) کے الفاظ کہنا کافی تھے اور اس کے ساتھ **صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ** ---(فاتحہ ۱ : آیت ۶) کے الفاظ زیادہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ان الفاظ کا زیادہ کرنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس جگہ صرف عام طلبِ ہدایت کی تعلیم دینا مقصود نہیں بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ گذشتہ انعام پانے والوں کے انعاموں کی طرف توجہ دلا کر مسلمانوں کے دلوں میں ان انعاموں کی طلب اور ان کے حصول کے لئے تڑپ کا جذبہ پیدا کیا جائے اور امت محمدؐیہ کے معیار کو بلند کر کے مسلمانوں کو اس بات کی طرف توجہ دلائی جائے کہ جو انعام پہلی امتوں کو متفرق طور پر ملتے رہے ہیں وہ سب کے سب تمہارے لئے بصورتِ اتم جمع کر دئے گئے ہیں“۔(ختمِ نبوت کی حقیقت صفحہ ۳۰-۳۱)

ختم نبوت کے بارہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ایک واضح ارشاد مکرر پیش خدمت ہے۔فرمایا:-

وَلَقَدْ جَآءَ كُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَ كُمْ بِهٖ ط حَتّٰی اِذَاهَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ م بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ط كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِف'' مُّرْتَابُ o (سورة المؤمن ۴۰ :آیت ۳۴) '' اوران تمام واقعات سے قبل یوسف بھی خدائی دلائل لے کرتمہارے پاس آیا تھا مگر جو کچھ بھی اس نے تمہارے سامنے پیش کیا اس کے بارہ میں تم تمام زندگی بھرشک وشبہ میں ہی مبتلاء رہے یہاں تک کہ وہ وفات پا گیا تو تب تم نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اب اس کے بعد خدا کسی اور رسول کو معبوث نہیں کرے گا لیکن اللہ تو اپنے دلائل پر شک وشبہات اور وساوس میں مبتلا لوگوں کو گمراہ قرار دیتا ہے''۔

اب قرآن مجید اور ماضی کی تاریخ کے اورق کی ورق گردانی سے بھی یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد بھی کئی دوسرے انبیائے کرام علیہا السلام یہودیوں کی اصلاح کی غرض وغایت سے خدا تعالیٰ کی جانب سے معبوث ہوتے رہے۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کے زمانہ میں ختم نبوت کے دعوے داروں کی باتوں کو غلط ثابت کر دکھایا اور یہ مثال دے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ختم نبوت کے دعوے داروں کی باتوں کو بھی غلط ثابت کر دیا۔

☆

انجیل کا تجزیہ

معزز قارئین ! مسیحیت کے پیرو کار صلیب کے نشان کو عموماً اپنی کتابوں پر بناتے ہیں، اپنے سکولوں، اپنے ہسپتالوں، اپنے گرجا گھروں اور اپنے رہائشی مکانات میں آویزاں کرتے ہیں نیز اسے ایک ہار کی شکل میں اپنے گلے میں بھی لٹکاتے اور پہنتے ہیں اوران میں سے بعض تو اس نشان کو اپنے جسم کے مختلف حصوں پر بھی کنندہ TATTOO کروا لیتے ہیں۔آپ اس نشان کو عیسائی قبرستانوں میں قبر کے سرہانے تقریباً ہر ایک کتبہ پر لکھا ہوٗا یا کھدا ہوٗا یا کسی لکڑی یا کسی پتھر یا کسی دھات کا بنا ہوٗا انصب دیکھ سکتے ہیں۔اس نشان کے علاوہ لکڑی، دھات یا پتھر یا پلاسٹک سے بنی ہوئی ایک انسانی مورتی کو بھی صلیب پر مصلوب انسان یعنی حضرت عیسیٰ بن حضرت مریم علیہ السلام کی شکل میں انہی تمام جگہوں پر نصب کیا جاتا ہے۔

آیئے آج آپ کو عیسائیت کے اس مقدس علامتی نشان کی ابتدا اور اصلیت کے بارے میں مختصراً کچھ بتائیں۔صلیب یا کراس

CROSS کا یہ نشان BEFORE CHRIST یعنی زمانہ قبل از مسیح .B.C سے ہی لوگوں کا ایک مقدس اور مذہبی نشان تھا۔اس سلسلے میں ڈبلیو ڈی کلن تحریر کرتے ہیں کہ ’’انتہائی قدیم دور سے مصر اور شام میں صلیب کا انتہائی ادب ہوتا تھا۔اسی طرح مشرق میں بُدھ مت کے پیروکار اس کی یکساں عزت اور تعظیم کرتے تھے--- ہمارے دور کے آغاز میں بھی غیر مسیحی لوگ اپنی متبرک مذہبی رسومات مناتے وقت اپنے ماتھے پر صلیب کا نشان بنانے کے عادی تھے‘‘۔(" THE ANCIENT CHURCH " - ’’دی اینشیئنٹ چرچ‘‘ ایڈیشن ۱۸۵۹ء صفحہ ۳۱۶)

اسی بات کی تصدیق تاریخ کی کتب میں یا پھر تاریخی حقائق پر مبنی بعض دوسری کتب میں بھی ملتی ہے:-

’’ عیسائیت کے تعارف میں صلیب کا جو نشان اس کی سادہ شکل میں دو لائینوں کو زاویہ قائمہ پر کاٹ کر پیش کیا گیا ہے وہ مشرق اور مغرب، ہر دو اطراف میں نہایت ہی پرانے زمانے سے مستعمل ہے۔ یہ انسانی تہذیب کے انتہائی دور اُفتادہ دور میں بھی ملتا ہے‘‘۔

(" THE CATHOLIC ENCYCLOPEDIA " ’’دی کیتھولک انسائیکلوپیڈیا‘‘ ایڈیشن ۱۹۰۸ء جلد ۴ صفحہ ۵۱۷)

اس علامتی نشان کی ابتدأ عہد قدیم میں بابل کے تہذیبی زمانہ میں ہوئی۔اس کی ابتدأ کے بارہ میں " W.E.VINE " ڈبلیو ای وائن تحریر فرماہیں کہ ’’ صلیب کی ابتدأ قدیم کلدان (بابیلون) میں ہوئی۔صلیب کا نشان تموز ، خدا کی علامت کے طور پر استعمال ہوتا تھا کیونکہ یہ TAU یا T کی شکل کا تھا جو کہ تموز خدا کے نام کا ابتدائی حرف ہے‘‘۔

(" AN EXOSITORY DICTIONARY OF NEW TESTAMENT WORDS " جلد ایک صفحہ ۲۵۶)

معزز قارئین! ابھی آپ کی خدمت میں صلیب کی اصلیت بیان کی گئی ہے کہ عیسائیوں نے قدیم زمانہ سے چلے آنے والے ایک مقدس نشان کو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی ہجرت کے بعد ایک نشانی کے طور پر اپنا لیا ورنہ یہ کوئی ایسا نشان نہیں ہے کہ جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہ السلام نے خدا کے حکم پر عیسائیوں کو اپنانے کی ہدایت کی ہو لہذا اب عیسائیوں کی مذہبی کتاب انجیل میں سے کچھ اقتباسات یہاں پیش خدمت ہیں۔انجیل ایک الہامی کتاب ہے اور صدق دل سے اسلام کے پانچ بنیادی ارکان پر عمل کرنے والے مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ کی ان الہامی کتب میں سے ایک کتاب ہے کہ جن پر ایمان لانا لازمی ہے کیونکہ یہ کتب اللہ تعالیٰ نے اُس زمانہ کے مامور انبیأ علیہم السلام کے ساتھ اُس زمانہ کی اقوام پر اتاری تھیں۔اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ان انبیائے کرام علیہم السلام میں شامل ہیں کہ جن پر انہی پانچ ارکان اسلام کی رو سے بھی ایمان لانا ایک مستقل شرط ہے کہ آپؑ اللہ تعالیٰ کے ایک سچے اور برگزیدہ نبی علیہ السلام ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے اور فلسطین سے ہجرت کر جانے کے بعد آپؑ کے ماننے والوں نے اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب انجیل میں بے حد ردو بدل کیا لیکن پھر بھی اس کے بعض حصے اس ردوبدل سے کسی نہ کسی طرح محفوظ رہ گئے ہیں۔اس کا ثبوت انجیل کی وہ آیات ہیں جو کہ اس ردوبدل کے باوجود اپنے مطلع اور مقطع اور معانی سے یہ ثابت کر رہی ہیں کہ ان میں اب بھی کچھ نہ کچھ صداقت پائی جاتی ہے۔بہرحال اس ردوبدل کے ثبوت میں مذکورہ کتاب " THE TRUTH TAHT LEADS TO ITERNAL LIFE " کے صفحہ ۹۰ پر یہ اقرار بھی درج ہے کہ:-'' خدا نے پولوسؔ رسول کو انجیل میں یہ اضافہ (نعوذ باللہ-ناقل) کرنے کی ہدایت دی تھی''

اور یہ بات تو تاریخ کے ہر ایک طالب علم،قرآن مجید کے حافظ یا احادیث نبویہؐ اور فقہ اسلامی کے ماہر صاحبان کے علم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں صاف طور پر حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی وفات کی خبر بار بار دی ہے اور اس کے علاوہ سیدنا حضرت رسول اکرم ﷺ نے اپنے قول اور فعل سے حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کی وفات کی تصدیق فرما دی ہے۔قرآن مجید کی جن آیات میں ہمیں اس مسیح محمدیؑ حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنے کی خبر ملتی ہے اُن آیات کا ترجمہ اور تشریح یہ خاکسار اپنی اس کتاب میں تحدیث نعمت کے طور پر بار بار کر چکا ہے لہٰذا یہاں صرف اللہ تعالیٰ کی ایک الہامی کتاب انجیل کی آیات اور'' واچ ٹاور بائیبل اینڈ ٹریکٹ سوسائٹی آف نیویارک انٹرنیشنل بائیبل ایسوسی ایشن امریکہ''

WATCH TOWER AND TRACT SOCIETY OF NEW YORK

INTERNATIONAL BIBEL ASSOCIATION AMERICA

کی کتاب'' دی ٹرُتھ دَیٹ لِیڈ زٹُو اِٹرنل لائف'' " THE TRUTH TAHT LEADS TO ITERNAL LIFE " میں سے چند اقتباسات کی روشنی میں نزول مسیحؑ کے مسئلہ پر چند سطور آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔

یاد رہے کہ حضرت مسیح ناصری عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کی اصل انجیل ایک گم شدہ کتاب ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فلسطین سے ہجرت کر جانے کے ساتھ ہی اصل انجیل کے اوراق آہستہ آہستہ غائب ہونا شروع ہو گئے تھے حتیٰ کہ چند برس کے اندر اندر ہی بقیہ تمام صفحات بھی صفحہ ہستی سے مکمل غائب ہو گئے اور عیسائی،پولوس وغیرہ کی من گھڑت باتوں کو''نیوٹیسٹامنٹ'' کے نام سے ہی انجیل سمجھنے لگے نیز عیسائی کہلانے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے چلی آنے والی ختنہ کی رسم کو بھی ایک بار پھر سے ترک کر بیٹھے اور حلال گوشت کے ساتھ ساتھ سؤر کے نجس اور حرام گوشت کو بھی حلال خیال کر کے کھانے لگے اور یہ گناہ اس درجہ حد سے بڑھے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کے پیش کئے جانے والے اصل مذہب واحدانیت سے ہٹ

کر شرک کی جانب متوجہ ہو گئے اور تین خداؤں یعنی مذہب تثلیث کو اپنے ایمان کا ایک لازمی حصہ قرار دینے لگے اور خدا تعالیٰ کی بجائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کی عبادت کو ہی راہ نجات سمجھنے لگے۔

ان لوگوں کو یہ سمجھ ہی نہیں کہ اگر نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود خدا تعالیٰ کا بیٹا ہوتے تو پھر خدا تعالیٰ یہ کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ اس کے ایک پیارے بیٹے کو صلیب پر لٹکا دیا جاتا؟ کیا وہ اپنے بیٹے کو صلیب پر لٹکتے دیکھ کر تمام دنیا کو ہی تختہ دار پر نہ لٹکا دیتا؟ یا وہ قیامت کہ جس کا ذکر خدا تعالیٰ اپنے فرستادوں، انبیاؤں اور پیغمبروں نیز رسولوں کی زبان سے بار بار بیان کرتا رہا ہے اور اسی قیامت کا ذکر اللہ تعالیٰ کی تمام کتب اور صحائف میں بار بار بہت شد و مد کے ساتھ زور دے کر کیا جاتا ہے نہ ٹوٹ پڑتی؟ لیکن ہم سب نے دیکھا کہ ایسا نہیں ہوا۔

پس! یہی وجہ تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے پانچ سو ستر برس کے اندر اندر ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں پر رحم کھاتے ہوئے آنحضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ ﷺ کو پیدا فرمایا اور پھر ۶۱۰ء (چھ سو دس عیسوی) میں آنحضرت ﷺ کو نبوت کے سب سے اعلیٰ وارفعیٰ مقام پر سرفراز فرما کر یہودیوں، عیسائیوں، مسلمانوں اور دنیا بھر کے تمام مذاہب کے عوام پر مذہب اسلام کی صورت میں اپنی رحمت کا نزول فرمایا۔ **سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ**

اس لئے آج میں مسلمانوں اور نصرانیوں نیز یہودیوں کے سامنے حضرت عیسیٰ ابن حضرت مریم علیہ السلام کی ہجرت اور ان کی وفات کے بعد دو انبیائے کرام علیہما السلام کی آمد پر چند آیات قرآن انجیل اور تورات سے پیش کروں گا کہ جس سے ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام کے بعد دو مختلف انبیائے کرام کو نازل کرے گا کہ جن میں سے ایک نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بھائیوں میں اور دوسرا اس مذکورہ نبی کی قوم میں سے ہی ان کے بھائیوں میں سے پیدا کرے گا۔ یہ تحقیقی مضمون ملاحظہ فرما کر ممنون فرمائیں۔ **جزاک الله واحسن الجزاء**

انجیل میں درج ہے کہ:۔ "جب تُو اُس ملک میں جو خداوند تیرا خدا تجھ کو دیتا ہے پہنچ جائے تو وہاں کی قوموں کی طرح مکروہ کام کرنا نہ سیکھنا"۔ (استثناء سورت ۱۸: آیت ۹)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر مصلوب تو ہوئے لیکن زندہ سلامت اتار لئے گئے کہ جس کے بعد آپ نے خدا کے حکم پر اس شرط

پر ہجرت کی کہ جب تم وہاں پہنچ جاؤ تو وہاں کے لوگوں جیسے مکروہ فعل نہ کرنا کہ جن کی تفصیل اگلی آیات میں آئے گی۔

"تجھ میں ہرگز کوئی ایسا نہ ہو جو اپنے بیٹے یا بیٹی کو آگ پر چلوائے یا فالگیر یا شگون نکالنے والا یا افسون گر یا جادوگر ہو"۔(استثناء سورت ۱۸: آیت ۱۰)

"یا منتر پڑھنے والا یا جنات کا آشنا یا رمال یا ساحر ہو"۔(استثناء سورت ۱۸: آیت ۱۱)

اور یہ تو ہندوؤں کی بہت ہی عام چیزیں ہیں کہ وہ دہکتے ہوئے کوئلوں پر چل کر دکھاتے ہیں کہ ان کے پاؤں نہیں جلے جبکہ عرب ایسا نہیں کرتے یا فال نکال کر زائچہ بناتے ہیں یا دوسروں پر مسمریزم سے جادو ٹونا کرتے رہتے ہیں اور بھوت پریت پر وغیرہ یقین کرتے ہیں۔اس لئے مزید تحریر ہے کہ:۔" کیونکہ وہ سب جو ایسے کام کرتے ہیں خداوند کے نزدیک مکروہ ہیں اور اِن ہی مکروہات کے سبب سے تیرا خدا تجھے ان سے بچائے گا"۔

"تو اپنے خدا کے حضور کامل رہنا"۔" کیونکہ وہ قومیں جن کا تُو وارث ہو گا شگون نکالنے والوں اور فالگیروں کی سُنتی ہیں پر تُجھ کو تیرا خدا ایسا کرنے نہ دے گا"۔(استثناء سورت ۱۸: آیت ۱۲-۱۴)

اب وہ سب سے زیادہ ۲ عدد اہم آیات پیش خدمت ہیں کہ جن کے لئے میں نے اتنی لمبی تمہید باندھی ہے۔انجیل میں عیسائیوں کے لئے تحریر ہے کہ:۔"تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تُم اُس کی سُننا"۔(استثناء سورت ۱۸: آیت ۱۵)

اور پھر کچھ آگے چل کر تحریر ہے کہ:۔
"میں اُن کے لیے اُن کے ہی بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُسکے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُسے حکم دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا"۔(استثناء سورت ۱۸: آیت ۱۸)

اب یہ دو مختلف آیات ہیں کہ جو دو مختلف انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں ہیں یعنی ایک میں " تیرے ہی بھائیوں میں سے "

اور دوسری میں " اُن کے ہی بھائیوں میں سے "ایک ایک یعنی دونبیوں کی آمد کا ذکر ہے اوران سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجرت ہند کا بھی ذکر ہے۔

تو عرض ہے کہ ہم سب کو یہ خوب علم ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن حضرت مریم علیہ السلام امت موسوی میں ایک امتی نبی تھے،ایک تابع نبی تھے کہ جو امت موسویہ میں پیدا ہوئے کہ جن کو انجیل نامی ایک کتاب تو دی گئی لیکن یہ کوئی نئی مذہبی کتاب نہ تھی بلکہ تورات کی تصدیق کے لئے نازل کی گئی تھی کہ جیسے حضرت داوٗد علیہ السلام پر نازل کی گئی کتاب بھی کوئی نئی مذہبی کتاب نہ تھی بلکہ صرف حمد وثناء پر مشتمل چند گیتوں اور نظموں کی کتاب تھی اسی لئے حضرت داوٗد علیہ السلام کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کوئی نئی شریعت نہ لائے بلکہ شریعت موسوی کی اتباع میں یہ دونوں تو کیا اور بھی بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام بھی تابعی نبی تھے کہ جن میں حضرت ہارون۔حضرت سلیمان۔حضرت یحییٰ علیہم السلام بھی شامل ہیں۔تو پھر:-

"میں اُن کے لیے اُن کے ہی بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُسکے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُسے حکم دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا"۔(استثناء سورت ۱۸: آیت ۱۸)۔" کا کیا مطلب؟

جب ہم اس آیت پر غور کرتے ہیں تو دراصل یہ وہی آیت ہے کہ جو قرآن مجید میں بھی بیان کی گئی ہے۔فرمایا:-

يَا بَنِيٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

(سورۃ الاعراف ۷: آیت ۳۵) اے آدم کی اولاد اگر تم لوگوں میں سے ہی تمہارے پاس رسول آئیں جو تمہیں میری آیات سنائیں تو پھر جو کوئی ڈر کر اپنی اصلاح کر لے گا تو ان پر کوئی خوف طاری نہ ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

اسی لئے میں بار بار کہتا ہوں کہ تورات اور انجیل نیز قرآن کو غور سے پڑھیں کیونکہ ان تمام کتابوں کی بہت سی آیات ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اسی لئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن میں جو باتیں ہیں دراصل وہی باتیں دوسری تمام کتب میں بھی موجود ہیں اور اسی لئے پانچ ارکان اسلام میں اللہ تعالیٰ کی تمام کتب پر ایمان لانا لازمی قرار دیا گیا ہے۔فرمایا:-

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى (سورۃ الاعلیٰ ۸۷: آیت ۱۸) ''بے شک یہی باتیں پہلے صحیفوں میں بھی ہیں''۔**صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى** (سورۃ الاعلیٰ ۸۷: آیت ۱۹) ''ابراھیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں''۔

اب آپ دیکھ لیں کہ شریعت کے ذکر میں زبور اور انجیل کا کوئی ذکر نہیں کیونکہ یہ دونوں ضمنی کتب ہیں بلکہ صرف دو کتب کا ذکر ہے کہ

قرآن میں وہی شرعی احکام درج ہیں کہ جو صحیفہ ابراہیمی اور صحیفہ موسیٰ میں درج ہیں۔ اب ہم آگے چلتے ہیں کہ باب استثناء میں دو مرتبہ ایک ہی بات کو دہرانے سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ زور دے کر یہ بات ذہن نشین کروانا چاہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بعد آنے والا ایک نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بھائیوں میں سے ہوگا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کی قوم میں سے ہیں اور حضرت محمد احمد ﷺ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قوم میں سے ہیں اور یہ بات کون نہیں جانتا کہ حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام دونوں بھائی ہیں یعنی حضرت ابراہیم کے دو بیٹے ہیں۔

اور دوسرا نبی حضرت محمد ﷺ کی قوم میں سے اُن کے اپنے ہی مسلمان بھائیوں میں سے ہی نبی ہوگا یعنی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کیونکہ آپ حضرت محمد احمد ﷺ کی مسلمان قوم میں مسلمان پیدا ہوئے اور اس طرح مسلمانوں کے لئے مسلمانوں میں سے ہی ایک نبی پیدا ہوئے۔

پس ثابت ہُوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تو انجیل بھی ایک نبی مانتی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام خود بھی ایک نبی مانتے ہیں اور قرآن بھی نبی مانتا ہے اور پھر حضرت محمد احمد ﷺ نے بھی اپنے اقوال یعنی احادیث نبویہ ﷺ میں بھی چار بار نبی فرمایا۔

اب اگر ہم استثناء کی آیت نمبر ۱۸ پر مزید غور کریں تو ثابت ہوگا کہ ہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صرف وہی کچھ فرمایا کہ جو کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا یعنی قرآن مجید کے تمام احکامات یعنی اپنا کلام اس کے مونہہ میں ڈالوں گا اور احادیث نبویہ ﷺ نیز سنت رسول اور پھر یہی تمام باتیں انہوں نے اپنے متبعین یعنی کلمہ گو احمدی مسلمانوں تک پہنچائیں۔ واہ واہ سبحان اللہ اور درحقیقت ایسا ہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک بھی بات اپنی طرف سے گھڑ کر ہمیں نہیں بتائی بلکہ قرآن وحدیث کے مسائل کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔ **سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ**

لیکن اس کے باوجود امت مسلمہ اپنے ہی علم و معرفت سے عاری اور عربی زبان سے ناواقف نیز قرآن وانجیل سے لاعلم خود ساختہ علمائے اسلام کے کہنے سننے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھ رہی ہے اور کلمہ گو جماعت عالیہ احمدیہ مسلمہ کو قرآن وحدیث نبویہ ﷺ میں سینکڑوں برس سے تحریر مدلل حقائق کو پس پشت ڈالتے ہوئے نا مسلم۔ غیر مسلم۔ کافر اور زندیق نیز واجب القتل قرار دے رہی ہے جبکہ بصیرت افروز لوگ دھڑا دھڑ سچے اسلام یعنی احمدیت کی آغوش میں آتے چلے جارہے ہیں۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ

☆

بارہ انجیلی پیشگوئیاں

اس باب میں چونکہ حضرت مسیح موسوی کی باتیں ہوں گی ۔نزول مسیح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی واپسی کے عنوان سے ایک کتاب " THE TRUTH TAHT LEADS TO ITERNAL LIFE " یعنی'' دی ٹرُتھ دَیٹ لِیڈز ٹُو اِٹرنل لائف'' --- سچائی جو باعث ابدی زندگی ہے--- کے صفحہ ۸۱-۸۲ (اردو مطبوعہ ۱۹۷۱ء) پر انجیل کی بعض آیات تحریر ہیں کہ اپنی موت سے پہلے کی رات کو حضرت یسوع مسیح علیہ السلام نے ''چھوٹے گلہ'' کے گیارہ وفادار ممبروں سے یہ وعدہ کیا تھا کہ'' وہ پھر آئے گا !''۔ لہذا اب نمبر واران پیش گوئیوں کا تذکرہ ہوگا اوران کی تشریح پیش کی جائے گی نیز یہ ثبوت بھی پیش کئے جائیں گے کہ انجیل کی یہ پیش گوئیاں بھی پوری ہو چکی ہیں:-۱:- '' میں جاتا ہوں تاکہ تمہارے لئے جگہ تیار کروں--- میں پھر آکر تمہیں اپنے ساتھ لے لوں گا تاکہ جہاں میں ہوں،تم بھی ہو''-(یوحنا -۱۴: ۲ - ۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر چڑہائے جانے سے ایک رات قبل اپنے تمام حواریوں کو قبل از وقت مطلع فرمادیا تھا کہ اگلا دن کتنا بھاری دن ہوگا لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے یہاں کھلے الفاظ میں اپنی واپسی کا ذکر فرمایا ہے کہ'' میں پھر آکر تمہیں اپنے ساتھ لے لوں گا''۔اور ایک ایسے مقام کا بھی ذکر فرمایا کہ جو آپؑ کی دوسری واپسی یا نزول یا موجودگی کا مقام ہوگا کہ جس کو آپؑ نے وہاں جاکر تیار کرنا تھا۔اورہمیں یہ علم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب سے اتار لئے جانے کے بعد اپنے زخم بھر جانے تک انتظار کیا اور پھر اپنی والدہ محترمہ حضرت مریم علیہ السلام کے ساتھ اپنی بچھڑی ہوئی بھیڑوں کے گلے کی طرف ہجرت کر گئے ۔سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دلائل حقہ سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فلسطین سے کشمیر کی جانب ہجرت کی تھی اور قرآن واحادیث کی رو سے ۱۲۰ سالہ لمبی عمر پاکر وفات پائی اور آپ سرینگر کشمیر کے محلّہ خانیار میں مدفون ہیں۔

سیدنا حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحبؑ قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ بھی اسی مقام کے انتہائی نزدیک ہی سے کیا ہے لہذا اگر آپ غور فرمائیں تو وہ مقام یعنی قادیان بھی کشمیر کے پہاڑوں کے دامن میں ہی ہے ۔ پرانے زمانہ میں

ہندوستان سے سرینگر کو جانے والے تمام راستے ضلع گورداسپور سے ہی ہوکر جاتے تھے کہ جس ضلع میں قادیان بھی آباد ہے بلکہ اب بھی چونکہ یہ علاقہ یعنی مقبوضہ کشمیر، ہندوستان کے زیرِ تسلط ہے لہذا مقبوضہ کشمیر کو جانے والے مسافروں نے خواہ بذریعہ سڑک یا ریل گاڑی یا ہوائی جہاز سرینگر جانا ہوا نہیں بہرحال اس علاقہ میں سے یا اس علاقہ کے اوپر سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسی طرح کہ جس طرح سرینگر کشمیر کو جانے کے لئے یہاں سے ہرصورت میں گزرنا ہی پڑتا ہے بالکل اُسی طرح جس نے بھی حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو دوبارہ تلاش کرنا ہے وہ اب اور اِس زمانہ کے مسیح موعود علیہ السلام یعنی مسیح محمدیؑ کو ماننے بغیر اُس مسیح ناصریؑ تک نہیں پہنچ سکتا یعنی جس نے مسیح محمدیؑ علیہ السلام کو جان لیا تو اُس نے مسیح ناصری علیہ السلام کو پالیا۔

اور ''جہاں میں ہوں، تم بھی ہو'' سے مراد ہے کہ جو میرا مذہب ہوگا وہی تمہارا مذہب بھی ہوگا اور یہاں بھی کھلم کھلا عیسائیوں کو اور بالخصوص اپنے منتظرین کو یہ ہدایت فرمائی کہ جب دوبارہ نزول مسیحؑ ہو اور میری بیان کی گئیں یہ ہی علامات اور نشانیاں ہوں تو اس آنے والے مسیحؑ کو مان لینا لیکن افسوس! کہ نزول مسیح کے منتظر یہودی، عیسائی اور مسلمان ابھی تک اس طرف متوجہ نہیں ہوئے لیکن ایک زمانہ آئے گا کہ وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور آپؑ کے مقام ومرتبہ کو پہچان لیں گے۔انشاءَ اللہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں یعنی حواریوں نے انجیل کے ان الفاظ کے ساتھ آپؑ کے دوسرے نزول کے بارہ میں دریافت کیا کہ:-۲:-'' اے رسول! ہم کو بتا کہ یہ باتیں کب ہوں گی اور تیری موجودگی اور اس دستور العمل کے آخری ہونے کا نشان کیا ہوگا؟''۔(متی – ۲۴ : ۳)

معزز قارئین! یہاں دوسری موجودگی یا نزول سے بھی بڑھ کر ایک اور بات بھی پوچھی گئی ہے کہ اُس اخروی دستور العمل کی علامات کیا ہوں گی؟ اب ہم تمام مسلمان اس بات پر تقریباً ایک ہزار چار سو سال سے یہ یقین کامل رکھتے ہیں کہ قرآن ہی وہ آخری دستور العمل والی کتاب ہے کہ جس کے قائدے اور قانون اب انشاءَ اللہ تعالیٰ قیامت تک لاگو رہیں گے اور اسی ایک بات سے ہی ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک یقین کامل کے ساتھ اپنے حواریوں کو اپنی واپسی یا نزول کے بارہ میں یہ بات بھی بتلائی تھی کہ آپؑ کی واپسی یا نزول اُس زمانہ میں ہوگا جب کہ زمین پر سب سے آخری قانون کو لاگو کر دیا گیا ہوگا۔اس آخری دستور العمل کے نفوذ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی آمد کی مزید بہت سی نشانیاں بھی انجیل میں یوں درج ہیں کہ :-

۳:-'' جب خدا زمین پر اپنے شاہی اختیار کو عمل میں لائے گا تو قومیں طیش میں آجائیں گی''۔(مکاشفہ – ۱۱ : ۱۷ – ۱۸)

۴:۔’’ قوم پر قوم اور سلطنت پر سلطنت چڑہائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آئیں گے‘‘۔(متی – ۲۴ : ۷)
۵:۔’’قوموں کو تکلیف ہوگی اور وہ گھبرا جائیں گی‘‘۔(لوقا – ۲۱ : ۲۵)

۶:۔’’ روئے زمین پر رونما ہونے والے واقعات اور حادثات کے خوف سے لوگوں کی جان میں جان نہ رہے گی‘‘۔(لوقا– ۲۱ : ۲۵ – ۲۶)

۷:۔’’ آخری ایام کی نشان دہ باتیں عالمگیر لڑائیاں، قحط، بدامنی اور ایمان کی کمی ہوں گی‘‘۔(متی – ۲۴ : ۳ – ۱۲)

۸:۔ ’’بادشاہت کی اس خوشخبری کی منادی تمام زمین پر ہوگی تا کہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو اور تب خاتمہ آجائے گا‘‘۔(متی – ۲۴ : ۱۴)

۹:۔’’ دیکھو! وہ بادلوں کے ساتھ آنے والا ہے اور ہر آنکھ اسے دیکھے گی‘‘۔(مکاشفہ – ۱ : ۷)

۱۰:۔’’ شیاطین جانتے ہیں کہ ان کا تھوڑا ہی سا وقت رہ گیا ہے لہذا وہ پہلے سے بھی زیادہ بدطینت اور بیباک ہو گئے ہیں‘‘۔(لوقا– ۸ : ۲۷ – ۳۳)

۱۱:۔’’اگر چہ ہنسی ٹھٹھا کرنے والے ہوں گے جو حقائق کو کم کر کے دکھائیں گے لیکن اس کے باوجود بھی وہ ثبوت بہت صاف ہوں گے‘‘ ۔(۲ پطرس – ۳ : ۳ – ۴)

۱۲:۔’’ انجیر کے درخت اور سب درختوں کو دیکھو کہ جونہی انہیں کونپلیں نکلتی ہیں تو تم یہ دیکھ کر جان لیتے ہو کہ اب گرمی کا موسم نزدیک ہے۔اسی طرح جب تم اِن باتوں کو ہوتے دیکھو تو جان لو کہ خدا کی بادشاہت نزدیک ہے‘‘۔(لوقا – ۲۱ : ۲۹ – ۳۱)
ان تمام پیش گوئیوں کی تکمیل کا تھوڑا سا اظہار مندرجہ ذیل سطور میں ہوگا۔نمبر۳ تا ۷ تک کی نشانیوں کے بارہ میں یعنی جنگ عظیم اول اور جنگ عظیم دوم کے بارہ میں تاریخ کی کتب میں تحریر ہے کہ’’ جو لڑائی ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئی وہ اس بیان پر پوری اترتی ہے کہ نہ صرف فوجیں میدان جنگ میں لڑی تھیں بلکہ شہری آبادیوں کو بھی لڑائی کی مکمل حمایت کے لئے منظّم کیا گیا تھا۔تاریخ میں پہلی بار ساری

دنیا لڑائی میں الجھی ہوئی تھی چنانچہ یہ پہلی عالمگیر لڑائی کہلاتی ہے''۔(کتاب مذکورہ " THE TRUTH TAHT LEADS TO ITERNAL LIFE " –''دی ٹرُتھ دَیٹ لِیڈ زٹُو اِٹرنل لائف'' صفحہ ۸۷)

اس کے علاوہ ایچ-ڈبلیو-بالڈوِن (HANSON WEIGHTMAN BALDWIN) لکھتا ہے کہ'' سن ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم سے پہلے کسی بھی لڑائی میں نہ تو کبھی اتنی بڑی تعداد میں مسلح سپاہی کام آئے اور نہ ہی اس قدر اسلحہ اور مختلف وسائل کو استعمال کیا گیا اور نہ ہی کوئی لڑائی دنیا کے اتنے زیادہ علاقہ پر پھیلی۔اتنی زیادہ تعداد میں قومیں کبھی آپس میں نہیں الجھیں اور نہ ہی کبھی اتنے اندھا دھند قتل عام کی کوئی نظیر ہمیں ملتی ہے نیز اپنی وسعت اور شدت میں اور پھر سب سے بڑھ کر اپنی مجموعی ہیت کے لحاظ سے اس لڑائی نے ایک مثال قائم کردی''۔(WORLD WAR ONE ''ورلڈ وار وَن'' مطبوعہ ۱۹۶۲ء صفحہ ۱-۲)

مذکورہ کتاب " THE TRUTH TAHT LEADS TO ITERNAL LIFE "-'' دی ٹرُتھ دَیٹ لِیڈ زٹُو اِٹرنل لائف'' کے صفحہ ۸۸ پر بھی مزید درج ہے کہ'' ۱۹۱۴ء کے بعد مسلسل بھونچالوں نے روئے زمین کو خوب ہلایا جس سے بھاری نقصان ہوا۔اٹلی کے اندر ۱۹۱۵ء میں ۳۰،۰۰۰ ہلاک ، چین کے اندر ۱۹۲۰ء میں ۱۸۰،۰۰۰ ہلاک ، جاپان کے اندر ۱۹۲۳ء میں ۱۴۳،۰۰۰ لوگ ہلاک ہوئے تھے اور تب سے لے کر بڑے بھونچال غیر معمولی کثرت سے آتے رہے ہیں''۔

اسی طرح '' دوسری جنگ عظیم میں پہلی جنگ عظیم کی نسبت زیادہ لوگ مارے گئے، زیادہ اخراجات کئے گئے، زیادہ مالی نقصان ہوا---جو کہ دنیا کی تاریخ میں کسی اور لڑائی نے نہیں کیا''۔(''دی ورلڈ بک انسائیکلو پیڈیا'' - " THE WORLD BOOK ENCYCLOPEDIA " صفحہ ۳۷۹-۳۸۰ اور ۴۱۰)

کال یعنی قحط کے بارہ میں ڈبلیو اینڈ پی پیڈاک تحریر فرماتے ہیں کہ'' گرم اور نیم گرم خطوں کی غیر ترقی یافتہ پٹی کے گرد اگرد ایک ملک کے بعد دوسرا ملک اور ایک براعظم کے بعد دوسرا براعظم ،سب کے سب سخت فاقہ کشی کے شکار ہیں۔آج کل کے پیچیدہ مسائل صرف ایک ہی مرحلے کی جانب یعنی عظیم تباہی کی صرف بڑھ رہے ہیں۔آج جو قومیں بھوکی ہیں کل وہ فاقہ کشی میں مبتلا ہوں گی''۔(''فیمن'' مطبوعہ ۱۹۶۷ء صفحہ ۵۲)

غربت ، بھوک ، بیماری اور قدرتی آفات مثلاً زلزلوں ، سیلابوں اور طوفانوں کے علاوہ ایٹمی اور کیمیائی ہتھیاروں نے دنیا کے تمام

سمجھداراور ذہین انسانوں کوایک گھبراہٹ اورخوف میں دوچار کرر کھا ہے۔اس کے علاوہ جس کا جہاں داؤ چلتا ہے وہ وہیں ہاتھ صاف کرلیتاہے اوراس طرح سے قانون کاانکار بڑھتا چلا جار ہا ہے نیز ضابطہ اخلاق کی گراوٹ اور بدامنی بھی دنیا میں بہت پھیلتی چلی جارہی ہے حتیٰ کہ مہذب کہلانے والے مغربی مما لک میں بھی جرائم کی تعداد میں دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی ہورہی ہےاور یہ سب کچھ خدا تعالیٰ پرایمان نہ رکھنے کی بدولت ہی ہور ہا ہے۔

اسی طرح دہریت کا نیا آغاز اشتراکیت کے آغاز کے ساتھ ہی منسلک ہے اور کروڑوں کمیونسٹوں نے کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کے وجود کو جھٹلانے کی ناپاک کوشش کی اوراب تواس مادیت نے مغربی مما لک میں بھی اس قدر مظبوطی سے اپنے قدم جمالئے ہیں کہ لاکھوں لوگ خدا کے وجود کے ہی منکر بن کراپنے گرجوں اور چرچوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے چلے جارہے ہیں لہٰذا یہ تمام باتیں اپنے وقت پر پوری ہوچکی ہیں لیکن ہمیں سوائے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ مسیحیت کے دنیا بھر میں مسیحیت کا کوئی اور دعویٰ دارنظرنہیں آتا۔آخراس کی کیا وجہ ہے؟ یہی کہ اللہ تعالیٰ سچوں کا ساتھ دیتا ہےاور جھوٹوں کونا کام ونامراد کرکے جہنم واصل کردیتا ہے۔اب ایک سوسال سے بھی زائد ہوچلا ہے لیکن جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کرچکا ہوں کہ اب تک کسی مائی کے لعل کومسیحیت کا دعویٰ کرنے کی یعنی مسیحا بننے کی جرأت نہیں ہوئی اور نہ ہی انشاءُ اللہ ہوگی کیونکہ جسے اللہ تعالیٰ نے معبوث فرمانا تھا اسے وہ معبوث فرما چکا ہے۔**فَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰالِکَ**

معزز قارئین! اب نمبر۸-۹ کے بارہ میں عرض ہے کہ اخبارات،اشتہارات،رسائل،جرائداور پریس کے علاوہ ریڈیو،ٹیلی ویژن اورانٹرنیٹ نیز مصنوعی سیاروں یعنی سیٹلائیٹس نے واقعی وہ کام کردکھایا ہے کہ جواس زمانہ سے پہلے کسی بھی صورت میں ممکن نہ تھااور اب اخبارات ورسائل کی بجائے ریڈیواورٹی وی نیز انٹرنیٹ کی بدولت دنیا جہان کی خبریں اسی وقت سننے اور دیکھنے کومل جاتی ہیں اور الحمدللہ کہ MTA کی معرفت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ مبارک پیغام کہ:۔

’’میں تیری تبلیغ کوزمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا‘‘ ۔(الہام)

بھی دنیا بھر میں چوبیس گھنٹہ لگا تارنشر ہورہا ہے کہ اس زمانے کا صرف میں ہی مجدد، ہادی،مہدی،مسیح اورامتی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں۔آؤ ! اور اپنے نئے یاپرانے صحیفوں میں لکھی ہوئی ان تمام پیش گوئیوں کے عین مطابق آکر مجھے پہچان کرمان لو !!!

اب اگرآپ ذراسا ہی غورفرمائیں کہ جیسا کہ انجیل میں تحریر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ’’بادشاہت کی اس خوشخبری کی منادی تمام زمین پر ہو گی‘‘ بالکل ویسے ہی درحقیقت سیٹلائیٹ اورٹی وی اورریڈیو نیز انٹرنیٹ کے ذریعہ سے تمام روئے زمین پر بلکہ تمام کائنات میں بھی کہ جہاں تک سگنل جاسکتا ہے یعنی آسمانوں پربھی یہ منادی ہورہی ہے تا یہ حجت بھی پوری ہوجائے کہ’’وہ بادلوں کے ساتھ آنے والا

ہے اور ہر آنکھ اسے دیکھے گی‘‘۔اب مجھ عاجز خاکسار مقصود احمد نسیم جیسے ریڈیائی لہروں کی تیکنیک جاننے والے جانتے ہیں کہ سوائے قریبی میڈیم ویو اور ایف۔ ایم ریڈیو سٹیشنوں کے ٹرانسمیٹرز کے سگنل آسمان میں موجود کچھ خاص قسم کی تہوں (نظر نہ آنے والے بادلوں کی تہہ یعنی IONSPHÄR) سے ٹکراتے ہی زمین پر واپس آجاتے ہیں جبکہ ان کے برعکس تمام شارٹ ویوز ریڈیو سٹیشنوں کے ٹرانسمیٹرز کے برقی سگنل زمین پر سنائی دینے کے ساتھ ہی آئن سفیئر کی ان تہوں کو چیرتے ہوئے کائنات کی اتھاہ وسعتوں میں سالہا سال سے رواں دواں ہیں اور ان کے علاوہ مصنوعی سیاروں یا سیٹیلائیٹس کو بھی زمین سے آسمان پر راکٹوں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے اور پھر ان سیٹیلائیٹس کے سگنل بھی کائنات کی اتھاہ گہرائیوں سے یعنی آسمان سے ہی نیچے زمین پر ڈِش انٹینا یا ایریئل کے ساتھ کیچ کئے جاتے ہیں جو کہ زمین اور آسمان پر موجود اِن اَن دیکھے بادلوں سے بھی ہزاروں لاکھوں کروڑوں اربوں کھربوں میل دور یعنی انتہائی بڑے فاصلوں سے نشر کئے جاتے ہیں لیکن سبحان اللہ! آج سے بھی ہزاروں سال پہلے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے کس لطیف انداز سے اسے بیان کیا تھا کہ:-

’’وہ بادلوں کے ساتھ آنے والا ہے اور ہر آنکھ اسے دیکھے گی‘‘

(مکاشفہ – ۱ : ۷) اور درحقیقت ایسا ہو بھی رہا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے خلفائے احمدیت کی تصاویر روزانہ سیٹلائیٹ اور انٹرنیٹ پر دکھائی جاتی ہیں۔ان تصاویر کے علاوہ حضرت اقدسؑ کے کلمات مبارکہ روحانی خزائن بھی سنائے جاتے ہیں۔خلفائے کرام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تقاریر بھی لائف پیش کی جاتی ہیں۔الغرض ہر وہ کوشش بروئے کار لائی جاتی ہے کہ جس کے ذریعہ حق کی شناسائی کرنے میں سہولت پیدا ہو۔**فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰالِکَ**

محترم قارئین ! جو لوگ تورات اور زبور اور انجیل کے ساتھ ساتھ قرآنی علوم کے بھی ماہر ہیں وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام کتب میں ماضی میں گزرے ہوئے واقعات اور اب حال میں ہونے والے حالات اور مستقبل میں پیش آنے والے تمام واقعات کو عموماً قصے اور کہانیوں کی شکل میں یعنی ایک نہایت ہی آسان طرز زبان میں بہ احسن طریق میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے تا انہیں پُرانے زمانہ کے سننے یا پڑھنے والے اکتا نہ جائیں۔اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ گزرے ہوئے زمانہ میں عوام الناس کو ریڈیو، ٹی وی، سیٹلائیٹ اور پریس جیسی سہولیات میسر نہ تھیں بلکہ ان کے علم میں بھی نہ تھا کہ ایسی چیزیں کبھی ایجاد ہو کر تمام دنیا کو آپس میں یوں مدغم کردیں گی کہ امریکہ یا یورپ میں پیش آنے والے مسائل وحوادث کو افریقہ یا ایشیا میں بیٹھے لوگ اس طرح دیکھ سکیں گے کہ جیسے اپنے گھر کے باہر ہی یہ سب کچھ ہو رہا ہو۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُس زمانہ کی ذہنی قابلیت کے مطابق مختلف واقعات کو مختلف چیزوں سے تشبیہ دے کر انہیں اپنی الہامی کتب میں ایک بے حد لطیف اور نہایت ہی حسین پیرائے میں بیان فرمایا۔**سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ**

معزز قارئین! جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ ’’ہر آنکھ اسے دیکھے گی‘‘ اسی کے مطابق اب آپ دیکھ لیں کہ تمام دنیا میں ریڈیو اور ٹی وی اور سیٹیلائیٹس کے سگنل پہنچتے ہیں اور یہ پروگرام ہر دیکھنے والے کو نظر آتے ہیں اور جس کی مرضی ہو وہ MTA کے ان پروگراموں کو بھی دیکھ سکتا ہے اور دیکھ کر پہچان سکتا ہے کہ ہاں یہ اسی آنے والے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی چہرہ مبارک اور دعوت و پیغام ہے نیز مذکورہ کتاب میں درج ہے کہ:- ’’ہر ایک آنکھ کو اسے مجبوراً دیکھنا پڑے گا۔ اس لئے وہ اب چاہے اپنے ایمان کو ظاہر کرنے سے انکار کر دیں لیکن جب مسیحؑ شریروں کو ہلاک کرے گا تو وہ جان لیں گے کہ کیا ہو رہا ہے کیونکہ ان کو پیشتر ہی سے بتا دیا گیا تھا‘‘۔(’’دی ٹرُتھ دَیٹ لیڈز ٹُو اِٹرنل لائف‘‘ صفحہ ۸۲)

نمبر ۱۰ کے بارہ میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہاں یورپ میں ہر کھلی آنکھ اس بات کا مشاہدہ کر رہی ہے کہ کوئی بھی شریف آدمی آج کل یہاں کا کوئی بھی اخبار یا رسالہ بغیر یہ جانچے نہیں خرید سکتا کہ دراصل اس میں ہے کیا ؟ کیونکہ ہر صفحہ پر اتنے گندے اشتہارات چھپے ہوئے ہوتے ہیں کہ توبہ ہی بھلی۔ اس کے علاوہ کوئی بھی با کردار انسان آج کل کے ریڈیو کے پروگراموں کو بھی سننے کے لئے تیار نہیں کیوں کہ ان سے بار بار بے حیا گانوں کو سنوایا جاتا ہے اور پاکیزہ طبع کے مالک لوگ ٹی وی دیکھنے کے روادار نہیں کیوں کہ وہاں سے صرف بیہودہ اور لچر فلمیں ہی دکھائی جاتی ہیں نیز ان پروگراموں میں نشر ہونے والے اشتہارات تو کوئی بھلا مانس اپنے ماں باپ یا اپنے بیوی بچوں کے ساتھ بیٹھ کر یا ایک بھائی اپنی بہن کے ساتھ بیٹھ کر دیکھ ہی نہیں سکتا۔ اس لئے اب تقریباً ہر ملک میں کوئی نہ کوئی ٹی وی کا چینل یہ کوشش کر رہا ہے کہ اس کے پروگرام ان بے حیائیوں سے مبرا پاک وصاف رہیں تا کہ وہ ان خوددار سامعین، معصوم بچوں اور پاکیزہ طبائع تک ان واہیات سے بچ بچا کر اپنے پروگروموں کے ذریعہ دلچسپی کا سامان بہم پہنچا سکیں۔ اسی مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی MTA کا افتتاح کیا تھا تا کہ لوگ عام ٹی وی پر نشر ہونے والے لچر پروگراموں کو دیکھنے کی بجائے اپنے عمدہ اور اعلیٰ پروگرام دیکھیں اور دین اسلام سے بھی متعارف ہوں۔

معزز قارئین! آپ دیکھیں گے کہ چند سال کے اندر اندر ہی نیک طبائع اور پاکیزہ روحیں اپنے ٹی وی کے پروگراموں پر لعنت بھیج کر ہمارے MTA کے صاف ستھرے پروگرام دیکھنے پر مجبور ہو جائیں گے جیسا کہ انجیل میں بھی اوپر درج ہے کہ ’’ہر ایک آنکھ کو اسے مجبوراً دیکھنا پڑے گا‘‘۔ اسی بے راہ روی اور بے ایمانی اور بے غیرتی کے سلسلہ میں یہ بھی عرض ہے کہ اگر آپ یہاں یعنی ان مغربی ممالک میں کسی خانہ خدا یعنی مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں اجازت طلب کریں تو شاید اس کی اجازت نہ ملے لیکن اگر آپ کسی جؤا خانے، شراب خانے، ناچ گانے کے اڈے یعنی ڈسکو وغیرہ بنانے کی اجازت مانگیں تو اگلے دن ہی ان کی تعمیر کی اجازت آپ کو مل جائے گی اور اس پر طرہ یہ کہ حکومت کی جانب سے زمین بھی سستی ملے گی، حکومتی ٹیکس بھی کچھ عرصہ معاف رہے گا یا کم دینا پڑے گا اور پھر بینک تو

کیا حکومت کی جانب سے بھی زمین کی خرید نیز اس کی تعمیر کے لئے قرض با آسانی مل جاتا ہے۔ **لَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیمِ** اور گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ ہی عنایت فرماتا ہے جو کہ بے حد شان والا ہے۔

انہی باتوں سے ثابت ہو جاتا ہے کہ قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں درج پیش گوئیاں اپنی آن بان اور شان کے ساتھ اسی طرح پوری ہو چکی ہیں کہ جیسے انجیل مقدس میں لکھی ہوئی پیش گوئیاں بھی حرف بہ حرف اسی طرح پوری ہو چکی ہیں۔قرآن مجید کی طرح انجیل میں بھی درج ہے ''تا کہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو''۔ یہ تو صرف حجت کے طور پر بیان کیا گیا ہے کہ یہ نشانات اس بات کی علامت ہیں کہ آنے والے آچکا ہے لہذا اٹھو اور اسے تلاش کرو بلکہ اب تو ہماری کلمہ گو جماعت عالیہ احمدیہ مسلمہ نے اس کی تلاش کو بھی بے حد آسان بنا دیا ہے کیونکہ اب تو نہ صرف دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں ہماری جماعت کے مشن اور مراکز قائم ہیں بلکہ MTA کے ذریعہ بھی روزانہ کئی مرتبہ ہماری جماعت کا نام و پیغام نشر کیا جاتا ہے۔

اب تمام حقائق پیش کر دئے گئے ہیں لیکن جیسا کہ نمبر ۱۱ اور اس کے علاوہ بھی تمام الٰہی کتب میں پہلے سے درج ہے کہ ان نشانات کی موجودگی کے باوجود بھی بہت سے لوگ ان باتوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ لینے کے باوجود بھی نہیں مانیں گے تو مجھے اس بات کا بہت افسوس ہے کہ وہ کیوں ان حقائق کو تسلیم نہیں کرتے ؟ اور یہ دیکھ کر ایک دلی دکھ اور کسک پیدا ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود بھی مجھے مونہہ پھیر لینے کی عادت نہیں بلکہ اس بے توجہی کو دیکھ کر احمدیت یعنی حقیقی اسلام یعنی پیغام حق یعنی اعلائے کلمتہ اللہ کو تمام دنیا تک پہنچانے کی تمنا زیادہ بڑھ گئی ہے تا کہ داعیان الیٰ اللہ کی فہرست میں اور اس زمانہ کے اصلی جہاد یعنی قلمی جہاد میں اس حقیر پُر تقصیر خاکسار عاجز کا نام بھی لکھ لیا جائے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''--- **حتّٰی لَا یُقبَلَ وَیَضَعُ الْخِرَاجَ** – میرے مسیحؑ کے زمانے میں جزیہ نہیں لیا جائے گا''۔**(مسند احمد نمبر ۲ صفحہ ۲۹۰ مصری)**

یعنی آنحضرت ﷺ نے تو واضح طور پر ارشاد فرما دیا تھا کہ تلوار کا جہاد منسوخ ہو جائے گا کیونکہ جب جنگی جہاد ہی نہ ہوگا تو جزیہ کس مفتوح قوم سے اور کس غرض کے لئے لیا جائے گا ؟ یعنی صرف روحانی ، مالی اور قلمی جہاد کیا جائے گا۔اب آپ خود دیکھ لیں کہ آج کے یاجوج اور ماجوج یعنی امریکہ اور اس کے ہمنواؤں اور روس اور ان کے دوست ممالک کے مقابل پر کس پاگل کی جرأت ہے کہ وہ

اللہ اکبر

کا نعرہ بلند کرتے ہوئے کسی جنگی جہاد میں کود پڑے؟ آج کسی کی اتنی جرأت نہیں کہ وہ ان مغربی طاقتوں کی اجازت کے بغیر جہاد تو کجا کسی قسم کی چون و چرا بھی کر سکے اور اگر کوئی کرے گا تو افغانستان ، لیبیا اور عراق اور شام کی طرح ان سر اٹھانے والے ممالک کی

حکومتوں کے ساتھ ساتھ ان میں بسنے والی اقوام کو بھی یہ بڑی طاقتیں گھٹنے ٹیکنے اور پھر بھیک مانگنے پر مجبور کر دیں گی کہ جیسا کہ آج کل ایک نام نہاد جہاد کی بدولت افغانستان، عراق وشام کے ساتھ ہو رہا ہے کیونکہ جب آنحضرت ﷺ نے اپنے مسیح ومہدیؑ کے زمانہ میں جہاد کو موقوف بیان فرما دیا تھا تو پھر اب اس قسم کے جنگی جہاد یا اس کا نام لینے کا کیا مطلب؟ لہذا جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا بالکل ویسے ہی ظہور پذیر ہو رہا ہے اور مہدی سوڈانی کے بعد آج تک کسی مسلم قوم کو مغربی طاقتوں کے خلاف جنگی جہاد کرنے کی جرأت نہیں ہوئی اور جس نے بھی یہ جرأت کی اس نے اس کی سزا پائی خواہ وہ روس میں تاتاری تھے یا یورپ میں ترکی یا افریقہ میں لیبیا یا ایشیاء میں افغانی یا عرب میں عراقی اور شامی لہذا مسلمانوں کو اب اس جنگی جہاد سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے اس قسم کی جعلی بڑھکیں نہیں لگانی چاہئیں کہ جن سے ان کے اپنے ہی عوام کا گلا گھٹ جائے اور وہ ہر چیز کے لئے بے دست وپا اور مجبور وبیکس ہو کر رہ جائیں۔اسی لئے تو سیدنا حضرت مسیح موعود ومہدئ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال (درثمین)

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کے جنگی جہاد کے بارہ میں آنحضرت محمدؐ مصطفٰے احمد مجتبٰے ﷺ اپنے اقوال مبارکہ سے اور حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی مسیح موعود ومہدئ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدائی اشارہ پا کر ایک واضح فیصلہ فرما چکے ہیں کہ اس زمانہ میں جنگ وجدل والا جہاد یعنی جہاد بالسیف مؤقوف ہو چکا ہے اور اب صرف مالی جہاد کرنے کی اجازت ہے یعنی تبلیغ اسلام کے لئے چندہ دو۔لسانی جہاد کی اجازت ہے یعنی اپنی تقاریر کے ذریعہ تبلیغ حق کرو۔قلمی جہاد کی اجازت ہے یعنی اپنی تحاریر کے ساتھ دلوں کو فتح کرو۔جسمانی جہاد کرنے کی اجازت ہے یعنی عبادت الٰہی میں دن رات مصروف رہو، روزے رکھو، تلاوت قرآن مجید کرو، تمام نمازوں کے ساتھ ساتھ تہجد کی عادت ڈالو وغیرہ وغیرہ لیکن ستم ظریفی یہ کہ تمام مسلمان قرآن وسنت کو پس پشت ڈالتے ہوئے صرف تلوار کے جہاد کو ہی جہاد خیال کرنے لگے اور ہم احمدیوں کی تشریحات کو ہنسی مذاق میں اڑا دیا کرتے تھے لیکن اب ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کے المناک واقعات کے بعد تو بہت سے ایسے پُر جوش مولوی جو کہ برملا جہاد جہاد کرنے یعنی تلوار کے زور پر کسی کو مسلمان بنانے پر زور دیا کرتے تھے وہ بھی اب دبی دبی زبان زبان سے ایک دوسرے ہی قسم کے جہاد کی باتیں کرنے لگ گئے ہیں۔جی ہاں! بالکل اسی جہاد کی باتیں جو کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام تمام دنیا کے سامنے پیش فرما چکے ہیں۔بہرحال آنحضرت ﷺ کی اس پیش گوئی یعنی محمدیؐ مہدیؑ اور محمدیؐ مسیحؑ کی سچائی کے بین ثبوت کی صداقت کے اس اظہار کے بعد میں ایک مرتبہ پھر سے اس قلمی جہاد کا ذکر کروں گا کہ جس کی اب اجازت ہے اور میں بھی اس قلمی جہاد میں حصہ لیتے ہوئے ایک شاعر کے دلی جذبات کی طرح صرف اتنا ہی عرض کروں گا کہ:-

مجروحؔ لکھ رہے ہیں اہل وفا کا نام
ہم بھی کھڑے ہوئے ہیں گناہگار کی طرح (مجروح سلطان پوری)

معزز قارئین! اللہ تعالیٰ یقیناً روحانی بصیرت رکھنے والوں، طالب حق اور پاکیزہ روحوں کو خود بخود کھینچ کر احمدیت کے دامن میں بھیج دے گا - انشاء اللہ- لیکن اس کام کے لئے کچھ نہ کچھ مساعی تو بہر حال ہمیں بھی ضرور کرنا ہی پڑے گی اور میری یہ ادنیٰ سی کوشش بھی اس عظیم جماعتی مساعی کا ایک حقیر سا حصہ ہے۔

جیسا کہ نمبر ۱۱ میں تحریر ہے کہ ''وہ ثبوت بہت صاف ہوں گے'' یعنی ان ثبوتوں کو ماننے کے بغیر چارہ نہ ہوگا اور حقیقتاً ایسا ہو بھی رہا ہے کہ تمام دنیا دیکھ رہی ہے کہ ایک بعد دوسری پیش گوئی پوری ہوتی چلی جارہی ہے لیکن پھر بھی لوگ اپنی کم فہمی اور لادینی خیالات کی بنا ٔ پر ایمان نہیں لا رہے۔ ہماری اپنی ہی آنکھوں کے سامنے نزول مسیح کے سلسلہ میں نہ صرف انجیل، قرآن شریف اور احادیث مبارکہ کی پیش گوئیاں ایک ایک کر کے اپنی مکمل آب و تاب کے ساتھ پوری ہو چکی ہیں بلکہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سینکڑوں پیش گوئیاں بھی اپنی پوری شان کے ساتھ پوری ہو چکی ہیں اور مزید پوری ہوتی چلی جارہی ہیں نیز بقیہ پیش گوئیاں مزید کئی سو سال تک پوری ہوتی چلی جائیں گی - انشاءُ اللہ تعالیٰ- لیکن پھر بھی یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ منکرین کو اب کس چیز نے ایمان لانے سے روک رکھا ہے؟ اسی بات نے کہ وہ بے دین ہو چکے ہیں یا ان کا ایمان ثریا پر جا چکا ہے اور سبحان اللہ یہ بھی تو صداقت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک بہت بڑی علامت ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کاندھے پر اپنا دست مبارک رکھتے ہوئے فرمایا تھا کہ '' **لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَالثُّرَيَّا لَنَا لَهٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰوُلَآءِ** یعنی جب ایمان دنیا سے ثریا پر اٹھ جائے گا تو اس وقت اس مردِ کامل کے ذریعہ اسے دوبارہ واپس زمین پر لایا جائے گا''۔(**بخاری کتاب التفسیر قولہ و اخرین منھم لمایلحقوابھم**)

اس سلسلہ میں اسی کتاب ''دی ٹرتھ دیٹ لیڈز ٹو اِٹرنل لائف'' کے صفحہ ۸۲ پر تحریر ہے کہ ''موجودہ حکومتیں ہٹادی جائیں گی تا کہ تمام زمین کی حکمران خدا کی حکومت کے لئے جگہ ہموار ہو جائے''۔(**دانیئل - ۲ : ۴۴)+(لوقا - ۲۱ : ۳۱ + ۳۳)**۔اب یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ ''موجودہ حکومتیں ہٹادی جائیں گی'' یعنی ایسی موجودہ حکومتیں جو بے دین ہو چکی ہوں گی، بے راہ رو ہو چکی ہوں گی یا جن کے قوانین خدا کے گھر یعنی مساجد بنانے کے تو خلاف ہوں گے لیکن قمار بازی کے اڈے یا شراب خانے وغیرہ بنانے میں زیادہ دلچسپی لیں گے کیونکہ جو حکومتیں بے دین نہ ہوں گی اور اس وقت موجود ہوں گی تو وہ تو یقیناً اس نزول شدہ نبی اللہ یعنی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لا چکی ہوں گی اور یہ وہ بات ہے جو کہ خدائی اشارہ پا کر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تو بار بار فرما چکے ہیں کہ:-

’’بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے‘‘۔(الہام)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک کشف میں سات بادشاہوں کو گھوڑوں پر سوار دیکھا تھا اور اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ یہ بادشاہ کوئی معمولی درجہ کے بادشاہ نہ ہوں گے بلکہ بہت بڑے بڑے بادشاہ یعنی بہت بڑی بڑی حکومتوں کے سربراہ ہوں گے کیونکہ گھوڑوں پر سواری کی بنا پر ان کی عزت اور جاہ وحشمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور نہ صرف یہ بادشاہ ایمان لائیں گے بلکہ ان کی رعایا بھی ایمان لے آئے گی اور ملکوں کے ملک ہدایت پائیں گے لہذا ہمیں نہایت خلوص دل سے یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ وہ وقت جلد لائے کہ جب ہم ان بادشاہوں اور ان کی رعایا کو اپنی آنکھوں سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان پاکیزہ کپڑوں سے برکت ڈھونڈتے ہوئے دیکھ لیں۔ آمین **اللھم آمین**

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ بادشاہ کون لوگ ہوں گے؟ انجیل میں ان کے بارہ میں یوں درج ہے کہ:-

☆’’وہ خدا اور مسیح کے کاہن ہوں گے اور اس کے ساتھ ہزار برس تک بادشاہی کریں گے‘‘ اور وہ لوگ’’ مُردوں میں سے زندہ کئے جائیں گے‘‘۔(**مکاشفہ– ۲۰ : ۶**)

یعنی یہ لوگ مذہبی طور پر پہلے بے دین ہوں گے یعنی مُردہ ہوں گے اور انہیں اسلام کا آب حیات پلا کر زندہ کیا جاوے گا۔’’وہ خدا اور مسیح کے کاہن ہوں گے‘‘ یعنی ایمان لانے کے بعد وہ دین کی حفاظت کرنے والے ہوں گے اور پھر یہ لوگ اور ان کی نسلیں تقریباً ایک ہزار سال تک دنیا پر حکمران رہیں گی نیز یہ دینی اقتدار بقیہ تمام مذاہب باطلہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے‘‘۔

☆’’ وہ حکومت ان تمام مملکتوں کو (جو خاتمہ کے وقت موجود ہوں گی) ٹکڑے ٹکڑے اور نیست و نابود کر دے گی اور وہی ابد تک قائم رہے گی‘‘۔(**دانیئل ۲ : ۴۴**)-(**مکاشفہ ۱۶ : ۱۴ ، ۱۶ ؛ ۱۹ : ۱۷ – ۲۱**)

☆’’ آسمان کا خدا ایک سلطنت کی بنیاد رکھے گا جو تا ابد نیست و نابود نہیں ہوگی‘‘۔(**دانیئل – ۲ : ۴۴**)

☆’’ جب تک یہ سب باتیں نہ ہوں گی یہ نسل ہرگز تمام نہ ہوگی‘‘۔(**متی – ۲۴ : ۳۴**)

یہی وہ باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اذن اور اجازت کے ساتھ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں بتا گئے ہیں:-’’ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا۔ تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی--- تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی اور آخر دنوں تک سرسبز رہے گی‘‘۔(ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۶۴۸)

اور اس آخری زمانہ کے بعد کیا ہوگا؟ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ قیامت آجائے گی یا ہم انسانوں کی جگہ کسی اور مخلوق کو ہماری جگہ دے دی جائے گی یا کوئی نیا نبی بگڑوں کی اصلاح کے لئے آجائے گا بہرحال انجیل میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب یہ تمام کام پورے ہو جائیں گے تب ہی قیامت آئے گی لہذا قیامت کے بارہ میں درج ہے کہ:-’’ خاتمہ اپنے وقت مقررہ پر ہی ہوگا‘‘ ۔(دانیئل ۱۱ : ۲۷)

بہرحال یہ تو تھے انجیل کے حوالے لیکن اول تو اس کتاب ’’ دی ٹرُتھ دَیٹ لِیڈز ٹُو اِٹرنل لائف‘‘ کے مصنفین غلطی سے ۱۹۱۴ء کو ’’آخری ایام‘‘ کا آغاز اور وہ برس قرار دیتے ہیں کہ جب خدا کی آسمانی بادشاہت نے حکومت شروع کی اور مسیحؑ آسمان پر تخت نشین ہوًا لیکن مسیحؑ نے تو اس دنیا میں واپس آنا تھا نہ کہ آسمان پر تخت نشین ہونا تھا؟ دوسرے انہوں نے تحقیق نہیں کی ورنہ انہیں اس بات کا علم ہو جاتا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو ۱۹۱۴ء سے بھی ۳۲ برس قبل یعنی مارچ ۱۸۸۲ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا:-’’ یَـا اَحْمَدُ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَـآئُھُـمْ وَلِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ قُلْ اِنِّی اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اے احمد! اللہ نے تجھے برکت دی ہے۔پس! جو وار تُو نے دین کی خدمت میں کیا ہے وہ تُو نے نہیں کیا بلکہ دراصل خدا نے کیا ہے۔خدا نے تجھے قرآن کا علم عطا کیا ہے تا کہ تُو ان لوگوں کو ہوشیار کرے جن کے باپ دادا ہوشیار نہیں کئے گئے تا مجرموں کا راستہ واضح ہو جاوے۔تُو لوگوں سے یہ کہہ دے کہ مجھے خدا کی طرف سے مامور کیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں‘‘۔(براہین احمدیہ حصہ سوم)

سوم یہ کہ خدا کی بادشاہت تو ازل سے قائم ہے اور تا ابد قائم رہے گی لیکن اس بات کو یہ عیسائی اپنی دہریت اور شرک کی بنا پر بھول گئے۔ چہارم یہ کہ ان کی اپنی الہامی کتاب انجیل کی آیات کے مطابق اس آخری زمانہ کا کہ جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کا نزول ہونا تھا اس زمانہ کا اندازہ انہوں نے واقعی بالکل درست لگایا ہے لیکن سال کے تعین میں خدائی فراست نہ ہونے کی بنأ پر یہ مار کھا گئے ہیں

اور پنجم یہ کہ انہوں نے حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی صاحب مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کا بغور مطالعہ نہیں کیا ورنہ یہ لوگ اس قسم کی کتب کو تحریر کرنے کی جرأت نہ کرتے اور نہ ہی ان کو طبع کروا کر دنیا بھر میں ان کی اشاعت کرتے لیکن:-

''جادو تو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے''

اور یہ بھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا اعجاز ہے کہ آپ کی ماموریت کے بارہ میں حتیٰ کہ نزول مسیح کے زمانہ کا بھی صحیح اور درست اندازہ خود حضرت اقدسؑ کے ازلی وابدی مخالفین کی ہی تحریروں سے ثابت ہو رہا ہے۔ بہرحال یہ تمام حالات اور شواہد اور واقعات پکار پکار کر درج ذیل امر کی تصدیق کر رہے ہیں کہ اے لوگو! ہمیشہ یاد رکھنا کہ یہ:-

وقت تھا وقت مسیحا کا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا (درثمین)

☆

مذہبی رواداری

سیدنا حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر خیر کرتے ہوئے حضرت قمر الانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؑ صاحبؓ نے فرمایا کہ:-

''مسیح موعودؑ ، عشق رسولؐ کی پیداوار ہے''

پس ! عشق و محبت کی اس داستان کی تکمیل کے واسطے اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خاکسار نے بھی سیدنا حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور حضرت اقدسؑ کی قائم کردہ جماعت احمدیہ مسلمہ کی حقانیت نیز خلافت علیٰ منہاج نبوت کی ضرورت کے بارہ میں اس کتاب میں اپنے خیالات کو تحریر کیا ہے۔ واقعات اور روایات تو بے انتہا و بے شمار ہیں اور ان روایات کے لئے لاکھوں صفحات بھی یقیناً کم پڑ جائیں گے لیکن اس ذکر حبیبؑ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات کے بارہ میں بعض شکوک وشبہات کو نہایت انکسار اور اختصار کے ساتھ دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے تا کہ دوست و دشمن سب کو فائدہ پہنچے اور ہوسکتا ہے یہ تحریرات دیکھ کر، پڑھ کر، سن کر کسی کی آنکھیں کھل جائیں اور اسے ہدایت حاصل کر لینے کی توفیق نصیب ہو جائے اور یہی میرا حاصل مقصود بھی ہے کہ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین

اس ضمن میں میرے ایک دوست نے کہا کہ یہ واقعات تو کئی مرتبہ دنیا کے سامنے پیش کئے جا چکے ہیں اس لئے ان کا تقرار ہر جگہ مناسب نہیں لیکن میرے یہ دوست اس بات کو بھول گئے کہ اس تقرار کے باوجود اربوں عیسائی ۔ یہودی ۔ ہندو اور بدھ مت کے پیروکار نیز لا مذہب اور خصوصاً مسلمان بھی حیات مسیح اور وفات مسیح کے مسائل نہ سمجھنے کے باعث ابھی تک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیح مقام کو شناخت نہیں کر سکے کہ جس کی وجہ سے بعض خود ساختہ علمائے اسلام اور بہت سے نام نہاد مسلمان اور خصوصاً ان کے متبعین ابھی تک اپنی زبانوں کو گندہ کرتے رہنے سے نہیں رکتے لہذا ہمیں بھی بار بار ان کا جواب دینا پڑتا ہے اور ہم انشاء اللہ اس وقت تک ان تمام بدزبانوں کے دانت کھٹے کرتے رہیں گے کہ جب تک کہ وہ ایسی غیر اسلامی اور غیر انسانی بیہودہ حرکات کرنے سے باز نہیں آجاتے ۔

معزز قارئین ! جب تک کسی مقرر یا خطیب کو نبوت کی تمام اقسام کے بارہ میں حتمی علم نہ ہو تب تک وہ مصنف کسی نبی ، کسی پیغمبر یا کسی رسول کی سیرت پر کسی بھی قسم کی کوئی روشنی نہیں ڈال سکتا کیونکہ جب اسے خود یہ علم ہی نہیں کہ شرعی انبیاء کے ساتھ ساتھ شریعت کے تابع امتی اور ظلی اور بروزی یعنی غیر شرعی انبیائے کرام بلکہ ہر قسم کی شریعت سے آزاد نبی بھی دنیا میں آتے رہے ہیں یا معبوث ہو سکتے ہیں تو پھر وہ کس طرح کسی نبی یا کسی رسول یا کسی پیغمبر یا کسی مرسل کے بارہ میں کچھ تحریر کر سکتا ہے ؟ حضرت مسیح موعود و مہدئ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کے فضل سے قرآن مجید کی سورت الجمعہ کے عین مطابق ایک بروزی رسول اور نبی ہیں اور کئی دوسری آیات کے مطابق ایک امتی رسول اور نبی ہیں ۔آپؑ سے پہلے بھی ہزاروں ظلی ، امتی اور غیر شرعی نبی اس دنیا میں نازل ہوئے کہ جن میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی قرآن مجید میں بھی موجود ہیں اور شرعی نبوت اور غیر شرعی نبوت یعنی امتی اور ظلی اور بروزی نبوت اور ان تمام قوائد سے آزاد نبوت کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ :-

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ --- (البقرہ ۲ : آیت ۲۵۳) " دنیا میں ہم نے جتنے بھی رسول بھیجے ہیں ان میں سے بعض کو ہم نے بعض دوسرے رسولوں پر فضیلت بخشی ہے کیونکہ ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن سے اللہ نے کلام فرمایا اور اُن میں سے بعض کے صرف درجات بلند کئے" ---

یعنی چھوٹے اور بڑے ، امیر و غریب کا فرق صرف اس دنیا میں ہی روا نہیں بلکہ اپنی عبادات اور مجاہدہ سے انسان تو کیا انبیاً اور فرشتے بھی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور خدا کی بارگاہ سے انہیں اس کا مناسب اجر بھی عطاً ہوتا ہے اور اس طرح اپنی عبادات میں کمی و بیشی کی بدولت یہ فرق وہاں بھی موجود ہے لہذا اسی طرح قرآن کریم اور احادیث نبویہؐ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تین اقسام ہیں یعنی ایک تو وہ انبیاً جو شریعت کے ساتھ معبوث کئے گئے ، دوسرے وہ انبیاً

جو اِن شرعی انبیاءؑ کی صداقت پر مہر ثبت کرنے کے لئے ان شرعی انبیائے کرام علیہم السلام کے تابع ہو کر امتی نبی کے طور پر معبوث ہوئے کہ جن کے بارہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۫ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۫ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ○ (البقرة ۲: آیت ۸۷) ” اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) دی تھی اور اس کے بعد ہم نے اُن رسولوں کو جنھیں تم جانتے ہو اُس موسیٰ کے پیچھے بھیجا اور عیسیٰ ابن مریم کو بھی ہم نے کھلے کھلے نشانات دیئے اور روح القدس کے ذریعہ اُس (عیسیٰ) کو طاقت بخشی لیکن تم نے ان سب باتوں اور کھلے کھلے نشانات کا انکار کیا تو پھر اب تم خود ہی بتاؤ کہ کیا یہ تمہاری حرکات ناپسندیدہ نہیں کہ جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول میری ان پاکیزہ تعلیمات کو لے کر آیا کہ جس تعلیم کو تمہارے نفس پسند نہیں کرتے تھے تو تم نے تکبر اور غرور کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس تعلیم پر عمل کرنے سے انکار کر دیا؟ حتیٰ کہ بعض انبیاءؑ کو تو تم نے اپنے نفسانی غرور میں جھٹلا دیا اور بعض کو تم نے ظلم وزیادتی کرتے ہوئے قتل کر دیا“۔

اور تیسرے وہ انبیاءؑ علیہم السلام جو بغیر کسی شریعت کے ان شرعی انبیاءؑ کی اقوام کی بجائے دنیا میں کسی اور جگہ نیز کسی دوسری قوم کی اصلاح کے لئے معبوث ہوئے کیونکہ پرانے زمانہ میں آمد ورفت کی دقت اور رسل ورسائل کی قلت کی وجہ سے یہ ممکن نہ تھا کہ ایک ہی نبی تمام دنیا کی اقوام کی اصلاح اور راہنمائی کر سکے اس لئے دنیا کے مختلف ممالک میں بے شمار انبیائے کرام کا ظہور ہوا۔ انبیائے کرام جو کہ امریکہ۔ ایشیا۔ یورپ اور افریقہ نیز آسٹریلیا یا جزائر بحر الکاہل اور بحر ہند میں گزرے ہیں۔ ان میں شرعی نبوت اور ان کی اتباع میں امتی نبی بھی ضرور گزرے لیکن دنیا کے وہ جزائر کہ جہاں آج کے ترقی یافتہ زمانہ میں بھی پہنچنا مشکل ہے وہاں کے عوام الناس کی ہدایت کے واسطے بھی خدا تعالیٰ نے ضرور شرعی اور امتی اور پھر ان سب کی شریعت سے آزاد انبیائے کرام کو معبوث کیا ہوگا اور چونکہ اس زمانہ میں آمد ورفت کی مشکلات درپیش تھیں اس لئے وہ یقیناً اوپر درج ہمارے براعظموں کے شرعی انبیائے کرام کی اطاعت سے بھی مستثنیٰ تھے۔ ان انبیاءؑ کی آمد، نزول اور بعثت کا صرف ایک ہی مطلوب ومقصود رہا ہے کہ وہ کسی نہ کسی احسن طریق سے عوام الناس کو عبادت الٰہی کی طرف متوجہ کر سکیں۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ ہمارے براعظموں سے ہزاروں میل دُور اُن جزائر کے بسنے والوں میں انبیائے کرام معبوث نہیں ہوئے تو یہ اُس کی غلطی ہے کہ اس بیچارے کو قرآن مجید کی تعلیمات کا بھی درست علم نہیں کہ جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ:-

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ○ (النحل ۱۶ :آیت ۳۶)” اور یقیناً ہم

نے ہر ایک قوم میں کسی نہ کسی رسول کو اس کی اصلاح کے لئے معبوث کیا تا کہ تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور سرکش لوگوں سے بچ کر رہو۔اللہ کی اس ہدایت پر عمل کرنے والے تو خدا تعالیٰ کے غضب کا شکار ہونے سے بچ گئے لیکن تم تمام دنیا بھر میں گھوم پھر کر دیکھ لو کہ اس حکم کو جھٹلانے والوں کا کیا حال ہوا ‘‘۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو مختلف علاقوں ،قبیلوں اور قوموں کی اصلاح کے لئے انہی میں سے منتخب فرما کر ان کی جانب معبوث فرمایا تا کہ وہ ان اقوام کی مادری زبان میں ہی خدا تعالیٰ کی باتیں اور پیغامات سنائیں اور کوئی شخص روز قیامت یہ بہانہ نہ بنا سکے کہ جی مجھے فلاں رسول کی باتوں کی اس لئے سمجھ نہیں آئی کہ وہ ایک غیر ملکی زبان میں بات کر رہا تھا۔اللہ تعالیٰ،انسان کی ان چالاکیوں اور ہیر پھیر کی ان عادات کو روز ازل سے جانتا تھا لہٰذا فرمایا:-

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ ---(ابراھیم ۱۴ : آیت ۴) ’’اور ہر ایک رسول کو ہم نے اس کی اپنی ہی قوم کی مادری زبان میں وحی دے کر بھیجا تا کہ وہ انہیں اپنی ہی زبان میں ہماری باتیں خوب کھول کھول کر بتائے‘‘---

اپنے اس قول کی تصدیق کے لئے ایک مرتبہ پھر ارشاد فرمایا کہ اب دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں رہی کہ جس کی ہدایت کے لئے ہم کسی رسول کو نہ بھیجا ہو۔اسی لئے تو ہم احمدی ، یہودیوں اور عیسائیوں میں معبوث ہونے والے انبیاء کے ساتھ ساتھ حضرت رام چندر جی اور حضرت کرشن جی مہاراج کو ہندو قوم کے لئے ،حضرت مہاتما گوتم بدھ سدھارتا کو بدھ قوم اور مشرقی اقوام کے لئے ،حضرت کنفیوشس کو چینی قوم کے لئے اور حضرت زرتشت کو پارسی قوم کے لئے خدا کی جانب سے پیغمبر، نبی اور مرسل نیز مصلح مانتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

--- **اِنَّمَآ اَنۡتَ مُنۡذِر‘‘ وَّلِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ ٥** (الرعد ۱۳ : آیت ۷) ---’’ یقیناً ہر ایک قوم کے لئے خدا کی جانب سے ان اقوام کو سمجھانے بجھانے اور ڈرانے کے لئے کوئی نہ کوئی راہنما، ہادی، مصلح ،رسول اور پیغمبر، مسیح اور مہدی بھیجا جا چکا ہے کہ جیسا قوم ہاد کی جانب بھی بھیجا گیا‘‘۔

مثلاً موجودہ تحقیق کے مطابق حضرت گوتم بدھ کا تذکرہ ایک اور آیت کریمہ میں فرمایا کہ:-

وَاذۡكُرۡ اِسۡمٰعِيۡلَ وَالۡيَسَعَ وَذَا الۡكِفۡلِ وَكُلٌّ مِّنَ الۡاَخۡيَارِ (ص ۳۸ : آیت ۴۸) ’’اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کر اور یہ سب نیک لوگوں میں سے تھے‘‘۔

اب اگر آپ یہاں ذرا سا غور فرمائیں تو آپ کو قدیم ہندوستان لیکن آج کل نیپال کے شہر کپل وسطو KAPILVASTU کے پیغمبر کا نام صاف دکھائی دے گا کیونکہ عربی زبان میں ''پ'' کا حرف نہیں اور یوں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پ کی بجائے ف کو استعمال کیا گیا ہے یعنی ذوالکپل کی بجائے ذوالکفل ہے۔ اسی لئے تو ہم حضرت مہاتما گوتم بدھ سدھارتا کو اللہ تعالیٰ کا ایک نبی اور رسول مانتے ہیں۔

بہرحال دنیا کے چند چیدہ چیدہ انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ بقیہ تمام رسولوں کے اسمائے گرامی اور بعثت کے اوقات کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں زیادہ علم نہیں دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے پیارے نبی آنحضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کو بھی مخاطب کرتے ہوئے یہی فرمایا ہے کہ اپنے مرسلین میں سے بعض رسولوں کی اور دنیا میں وقوع پذیر ہونے والے تمام واقعات میں سے بعض کی خبر تو میں نے تجھے ضرور دی ہے لیکن پھر بھی بعض دوسرے بھید میں نے اب بھی تم پر نہیں کھولے۔ یہ آیات پڑھتے ہی انسان کا پتا پانی ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات باری تعالیٰ کتنی عظیم الشان اور انسان کے بے مایہ الفاظ کے دائرہ میں نہ آسکنے والی ہستی ہے جب کہ وہ اپنے سب سے زیادہ قریبی اور پیارے بندے پر بھی اپنے بہت سے راز افشا نہیں کر رہا ہے تو پھر ہم سب گناہ گار اور معصیت زدہ لوگ کس باغ کی مولی ہیں؟۔ فرمایا:-

وَرُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِنۡ قَبۡلُ وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَ ---(النسأ ۴: آیت ۱۶۴) ''اور اس دنیا میں کئی ایسے رسول گزرے ہیں کہ جن کی رسالت کی خبر ہم اس سے پہلے تجھے دے چکے ہیں لیکن ان کے علاوہ کئی ایسے رسول گزرے ہیں کہ جن کا ذکر بھی ہم نے تجھ سے نہیں کیا''---

اور پھر یہ ایک مرتبہ ہی نہیں فرمایا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی اسی بات کو ایک مرتبہ پھر دوبارہ دہراتے ہوئے مزید ارشاد فرماتا ہے کہ اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہم نے اب تک اس کائنات میں ہونے والے واقعات کی خبر تجھے دی ہے یا نہیں لیکن اس کے باوجود بھی میرے حکم سے تُو جو بات بھی کہے گا وہ انہیں ضرور مان لینی چاہئے اور اگر یہ دنیا والے اس بات کو نہیں مانیں گے تو یہ منکرین اس بات کو یاد رکھیں کہ وہ میرے احکامات کو نہ مان کر بہت نقصان اُٹھائیں گے۔ فرمایا:-

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّنۡ قَبۡلِكَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوۡلٍ اَنۡ يَّاۡتِىَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمۡرُ اللّٰهِ قُضِىَ بِالۡحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ۝ (المؤمن ۴۰ : آیت ۷۸) ''اور ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول بھیجے تھے کہ جن میں سے بعض کا ذکر ہم نے تیرے سامنے کر دیا ہے اور ان میں سے بعض کا ذکر ہم نے تجھ سے نہیں کیا لیکن پھر بھی کسی رسول میں یہ طاقت نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکم کے بغیر کسی بھی قسم کا کوئی بھی کلام دنیا کے

سامنے پیش کر سکے لیکن تُو انہیں بتا دے کہ جب کلام الٰہی نازل ہو جاتا ہے تو پھر اس کے بعد حق و انصاف پر مبنی فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اس کلام کے بارہ میں جھوٹ اور سرکشی سے کام لینے والے گھاٹا اٹھانے والے بن جاتے ہیں''۔

پس ! ثابت ہؤا کہ اللہ تعالیٰ نے انہی انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید کی سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۸۴ میں واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے کلام نہیں کیا لیکن ان کی نیکیوں کی بدولت ان کے درجات بڑھا دئے۔ بلکہ حدیث نبویؐ میں تو یہ بھی درج ہے کہ '' دُنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی گذرے ہیں جن میں سے شریعت لانے والے رسول صرف تین سو پندرہ تھے''۔(**مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ باب بدء الخلق و ذکر الانبیأ و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۳۵۲**)

یعنی اس حدیث نبویہؐ سے بھی یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ صرف اور صرف تین سو پندرہ شرعی انبیائے کرام کے سوا بقیہ یا تو ان کے امتی اور ظلی انبیائے کرام تھے یا ان کی شریعت سے قطعی آزاد وہ انبیائے کرام علیہم السلام تھے کہ جن کا ذکر خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۵۳ میں فرمایا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ نے کوئی کلام نہیں فرمایا یعنی ان کو کوئی شرعی کتاب نہیں دی بلکہ صرف ان کی نیکیوں کے بدلہ میں اجر اور ثواب دے کر صرف ان کے درجات بلند فرمائے۔

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ ---(البقرہ ۲ : آیت ۲۵۳) '' ان تمام رسولوں میں سے ہم نے بعض کو دوسروں پر فضیلت عطاء کی اور بعض سے اللہ نے کلام بھی کیا جبکہ بعض کے صرف درجات بلند کئے''---

اسی طرح ایک اور حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعض انبیائے کرام علیہم السلام نے خدا تعالیٰ کے حکم سے عوام کو نیکی کی تلقین تو ضرور کی لیکن ان کی تعلیم کو کسی ایک نے بھی سچے دل سے قبول نہیں کیا۔ اسی لئے روز قیامت وہ اکیلے ہی جنت کی راہ پر گامزن ہوں گے اور ان کی قوم کا کوئی بھی شخص ان کے ساتھ نہ ہوگا۔ انبیائے کرام کی جماعتوں کے ذکر سے یاد آیا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی مشایعت میں رہنے والوں کو صحابہ کہا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کو صحابہ رضوان اللہ کہا جاتا ہے یعنی خدا تعالیٰ ان کے افعال کی بنأ پر ان سے ہمیشہ ہمیش کے لئے راضی ہوگیا۔ قرآن مجید میں درج ایک اور ارشاد کے مطابق آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام رضوان علیہم کے ساتھ بعد میں آنے والی ایک اور دوسری مسلمان جماعت کے اصحاب بھی انہی صحابہ کرام کے زمرے میں شامل ہوتے ہیں جو کہ بعد میں آکر ان پہلے صحابہ رضوان علیہم کی بابرکت جماعت سے ملنے والی ہے لہذا صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد کی تعمیل میں ہی ہم

احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ رضوان علیہم کو بھی آنحضرت ﷺ کے صحابہ رضوان علیہم کے ساتھ ملا لیتے ہیں اور آپؑ کے تمام صحابہ رضوان علیہم کو بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ یا عنہا کہہ کر یا تحریراً لکھ کر یاد کرتے ہیں۔ یہاں میں وہ آیت کریمہ درج کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں:-

وَّ اٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ ؕ وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۝ (الجمعة ۶۲: آیت ۳) ”اور ان عربوں کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی وہ اس رسول کو معبوث فرما کر بھیجے گا لیکن وہ قوم ابھی تک ان عربوں سے نہیں ملی لیکن اللہ ہر بات پر غالب اور نہایت ہی حکمت والا ہے“۔

یعنی اللہ تعالیٰ جب چاہے گا وہ آخری جماعت اس پہلی جماعت کے ساتھ آکر مل جائے گی۔ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے تو ہمیں آنحضرت ﷺ کے دوبارہ نزول کی خبر ملتی ہے لیکن جیسا کہ آپ سب کو اور مجھ عاجز کو بھی اس بات کا قطعی علم ہے کہ آنحضور ﷺ طبعی طور پر ۶۳ ربرس کی عمر میں وفات پا چکے ہیں اور خدائی حکم کے مطابق کسی بھی فانی انسان کی اگلے جہان سے واپسی ممکن نہیں تو پھر یہ دوبارہ نزول کیسے ہوگا؟ کیونکہ یہاں درج ہے کہ وہ یعنی اللہ اسے یعنی آنحضرت ﷺ کو ایک دوسری قوم یعنی ایک غیر عرب قوم میں بھی بھیجے گا جو کہ ابھی تک ان عربوں سے یعنی جو عرب آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں زندہ تھے ان سے نہیں ملی اور اب آپ خود تاریخ کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں کہ اہل فارس کے ممالک آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی خلافت راشدہ سے لے کر بعد میں آنے والے خلفائے راشدین کے زمانہ میں فتح ہوئے بلکہ دور دراز کے بعض ایرانی اور افریقی ممالک تو بنوامیہ اور بنوعباس نیز یورپ کے ممالک عثمانی ترک دور خلافت میں فتح ہوئے۔ پس! اس پیشگوئی سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ دوسری قوم جو کہ اس وقت تک عربوں سے نہیں ملی تھی وہ دوسری قوم اہل ہند ہی ہیں۔ کیونکہ یہودی اور نصرانی تو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بے شمار موجود تھے مکہ میں بھی اور یثرب میں بھی بلکہ ان دونوں اقوام کے ساتھ تو بارہا غزوات بھی ہوئیں۔

اب اگر بالفرض محال چند منٹ کے لئے عام مسلمانوں کے حیات مسیح علیہ السلام کے بارہ میں عام مشہور عقیدہ کو مان بھی لیا جائے جو کہ سنت اللہ اور قرآن مجید میں درج ارشادات باری تعالیٰ اور احادیث نبویہؐ میں درج اقوال حضرت سیدنا محمدؐ ﷺ کے عین برعکس یہ ہے کہ نعوذ باللہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام ابھی تک بغیر کچھ کھائے پیئے آسمان پر زندہ موجود ہیں اور اب زمین پر اترنے ہی والے ہیں تو ان ناسمجھ مسلمانوں کے اس عقیدہ کے مطابق قرآن مجید میں درج ارشادات الٰہیہ اور آنحضرت ﷺ کے مبارک کلمات احادیث اور نزول مسیح علیہ السلام کی تمام پیشگوئیوں کی نفی ہو جاتی ہے اور کئی قسم کے سوال اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ مثلاً:-

۱-☆ اول یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک یہودی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے اور تا حیات اپنے یہودی مذہب پر قائم رہے اور اگر وہ اب تک کہیں زندہ موجود ہیں تو لازماً اپنے اصل یہودی مذہب پر ہی قائم ہوں گے۔ اس لئے اگر اب اُن کا ظہور ہوگا تو کیا وہ اپنے ہی مذہب کی تبلیغ نہ کریں گے؟

۲-☆ دوم یہ کہ اگر حضرت مسیح ناصری علیہ السلام زندہ ہیں تو انہوں نے واقعہ معراج کے وقت یہودیت چھوڑ کر اسلام قبول کیوں نہ کیا جب کہ تمام نبیوں کے سردار آنحضرت ﷺ سے ان کی ملاقات ہوئی؟ جبکہ رسول اکرم ﷺ نے تو ایک مرتبہ وفات مسیح کے تابوت میں اپنی آخری اور حتمی کیل ٹھونکتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ ''اگر اس وقت عیسیٰ بلکہ موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو انہیں میری بیعت کر لینے کے سوا چارہ نہ ہوتا''۔ یعنی یہ دونوں اس وقت کہیں بھی زندہ موجود نہیں بلکہ مجھ سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیائے کرام کی طرح بتقدیر خدا وفات پا چکے ہیں۔

۳-☆ سوم یہ کہ واقعہ معراج کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام، آنحضرت ﷺ کو تمام وفات یافتہ انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ کھڑے ہوئے کیوں نظر آئے؟ کیوں نہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کسی ایسی جگہ کہ جہاں صرف زندہ افراد موجود ہوتے ان زندہ افراد کے درمیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کو کھڑے ہوئے دکھایا؟ جبکہ اللہ تعالیٰ تو شہدائے کرام کے بارہ میں بھی فرماتا ہے کہ انہیں مُردہ مت کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور انہیں خدا کی جناب سے کھانا دیا جاتا ہے یعنی اگر شہدائے کرام شہید ہو کر یعنی مر کر بھی جنت میں زندہ رہ سکتے ہیں۔ فرمایا:-

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرہ ۲ : آیت ۱۵۴) ''اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مرا ہوا نہ کہا کرو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے''۔

پھر ایک دوسری جگہ بھی شہدائے کرام کے بارہ میں فرمایا:-

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (ال عمران ۴ : آیت ۱۶۹) '' اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں مردے نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور انہیں رب کے ہاں سے رزق دیا جاتا ہے''۔

اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بطور نبی جنتی انسان ہیں تو پھر انہیں بھی قرآن پاک میں شہیدوں کی طرح رزق کیوں نہیں دیا جاتا؟ بلکہ اللہ تعالیٰ تو انہیں اپنے کلام پاک قرآن مجید میں بار بار وفات شدہ ثابت کر رہا ہے۔ یہ ہے دراصل وہ سچائی کہ جس کو یہودی

اورعیسائی اورآج کے مسلمان بھی تسلیم کرنے سے گریزاں ہیں۔

معزز قارئین! ان تمام آیات قرآنیہ اوراحادیث نبویہؐ کا صاف مطلب تو یہ ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی اللہ اپنے عقائد پر نظر ڈال کر تو دیکھیں کہ آیا قرآن کی آیات مبارکہ اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں اور آنحضرت ﷺ کی احادیث کے عین مطابق کوئی یہودی آسمان سے مسیح اور مہدی بن کر اترے گا یا واقعی ایک اور انسان کسی اور قوم کا باشندہ پیدائشی مسلمان مسیح اور مہدی نیز نبی بن کر آئے گا جب کہ آنحضرت ﷺ تو ازخود حضرت سلمان فارسیؓ کے کاندھے پر اپنا شفقت بھرا دست مبارک رکھ کر اس بات کی طرف واضح اشارہ فرما چکے ہیں کہ آنے والا اہل فارس میں سے ہوگا۔(**بخاری کتاب التفسیر سورۃ جمعۃ + مسلم**)اور مزید یہ بھی فرمایا کہ'' سلمان فارسی میرے اہل بیت میں سے ہے''۔حالانکہ تمام دنیا کو علم ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ کے آباؤ اجداد فارسی النسل تھے اور عرب کے قبائل سے ان کا دُور کا بھی رشتہ نہ تھا لیکن حضرت سلمان فارسیؓ کی بہ نسبت سیدنا حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی کی پُشت میں ایک دادی آنحضرت ﷺ کے اہل بیت سے ثابت ہوچکی ہے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اہل فارس ہونے کے ساتھ ساتھ اہل بیت میں سے بھی ہیں۔ **سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ**

معزز قارئین! ان شواہد کے علاوہ قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عالم برزخ سے کسی بھی شخص کی واپسی ممکن نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اس دنیا میں دوبارہ آنے سے مراد بذات خود آنحضرت ﷺ کا جسمانی وجود مراد نہیں بلکہ یہ کہ آنے والا آنحضرت ﷺ کا مثیل ہوگا یعنی آپؐ کا بروز ہوگا اور اسی ایک بات سے ہی حضرت مسیح موعود ومہدیٔ معہود علیہ السلام کا اعلیٰ وارفع مقام ظاہر ہوجاتا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی علیہ السلام نہ صرف مسیح موعود اور مہدیٔ معہود بلکہ نبی کریم ﷺ کا بروزی وجود بھی ہیں کیونکہ یہ تو کبھی نہیں ہوسکتا کہ دنیا کے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے سرداروں کے سردار کے مثیل کی واپسی ہو اور اس بابرکت بروزی وجود کا مرتبہ کسی نبی، کسی پیغمبر یا کسی بھی رسول کے درجہ سے کم ہو؟ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی علیہ السلام کو نہ صرف مہدی و مسیح موعود بلکہ اپنا ایک نبی، رسول اور پیغمبر بھی صاف صاف لکھ رہا ہے لیکن اس کے باوجود منکرین اپنے کفر میں بڑھتے ہی چلے جارہے ہیں اور یہ ہی وہ اہم نکتہ ہے کہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام تمام دنیا کے سامنے پیش کرتے چلے آئے ہیں کہ آپؑ صرف ایک امتی نبی ہیں۔ایک بروزی نبی ہیں یعنی ایک غیر شرعی نبی ہیں۔

معزز قارئین! یہی نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ بذات خود اس آیت کریمہ کی تلاوت ہر جمعہ کے دن کیا کرتے تھے اور مسلمانوں کو بھی

اس دن ان آیات کی تلاوت کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔آخر کیوں؟ پس! اس سنت نبویؐ اور حدیث نبویؐ سے تو ہمیں یہ واضح درس ملتا ہے کہ ہم سب مسلمان اس بات کو یاد رکھیں کہ آنے والا آنحضرت ﷺ کا مثیل ہوگا، بروز ہوگا، نبی ہوگا بلکہ آنے والا مسیح محمدی علیہ السلام اتنے اونچے درجہ کا انسان ہوگا کہ وہ ’’ روز قیامت آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے درمیان ایک ہی قبر سے اٹھایا جائے گا‘‘۔(**ابن ماجہ باب شدۃ الزمان صفحہ ۲۵۷ مصری مطبع ۱۳۱۳ھجری کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۱۸۶**)

پس! ایک ایسے معزز و محترم انسان کا ادب واحترام کرنا اور قرار واقعی تعظیم بجالانا ہر ایک فرقہ کے مسلمانوں پر انتہائی واجب بلکہ فرض ہے لیکن افسوس صد افسوس! کہ اس ادب واحترام کی بجائے آج کے نام نہاد مسلمان علماء سوائے گالیاں دینے اور نازیبا مذموم کلمات کہنے کے اور کچھ نہیں کرسکتے اور یوں اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلمات صادقہ یعنی قرآن مجید کے پاکیزہ احکامات، آنحضرت ﷺ کے ارشادات مبارکہ یعنی احادیث نبویہؐ اور آنحضرت ﷺ کی سنت نبویہؐ یعنی اعمال صالحہ کی کھلم کھلا نافرمانی کرتے ہوئے اپنے تمام معتقد مسلمانوں پر ایک ظلم عظیم ڈھارہے ہیں کیونکہ جب تک یہ ظالم علمائے کرام حق کو نہ پہچانیں گے تب تک ان کے معتقد مسلمان ان کی اشتعال انگیز تقاریر اور نفرت انگیز تحاریر کی بدولت دنیا بھر میں ذلت ورسوائی کا نشانہ بنتے رہیں گے۔

پس! تمام مسلمانوں کو اپنے اپنے علمائے کرام کی اندھی تقلید کرنے کی بجائے مذہب اسلام کی بذات خود تحقیق کرنا چاہئے اور کرنا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ارشاد فرمایا اور آنحضرت ﷺ نے اپنی سنت اور احادیث کے ذریعہ کیا سبق دیا یعنی تمام مسلمانوں کو کتاب الٰہی قرآن مجید کی آیات مبارکہ اور آنحضرت ﷺ کی احادیث نبویہؐ کو خود پڑھ کر اور سمجھ کر ان سے سبق حاصل کرنا چاہئیے کہ اللہ تعالیٰ تو آنحضرت ﷺ کو تمثیلی رنگ میں اور بروزی طور پر دوبارہ اس دنیا میں معبوث فرما رہا ہے لیکن افسوس! کہ یہ نادان مولوی لوگ، آنحضرت ﷺ کی اس بروزی واپسی کی بجائے ایک غیر قوم اور غیر مذہب کے نبی اور رسول حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی جسمانی واپسی کی تمنا لگائے بیٹھے ہیں جبکہ کلام پاک قرآن مجید اور حدیث نبویؐ کی رُو سے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام وفات پاچکے ہیں اور کسی بھی وفات شدہ شخص کی دوبارہ واپسی اب ان خدائی احکامات اور قوانین کی رُو سے قطعاً ممکن نہیں لہذا میں ان منتظر علماء کی صوابدید پر **اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۝ (البقرۃ: ۱۵۶)** نہ پڑھوں تو اور کیا کروں؟

معزز قارئین! اس سلسلہ میں مزید عرض ہے کہ احمدیت کے آغاز سے قبل حضرت اقدس مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام بھی تمام مسلمانوں میں عام طور پر مشہور اسی قسم کی تعریفِ نبوت کو ہی صحیح تعریفِ نبوت خیال کرتے رہے اور احمدیت کے آغاز تک آپؑ یہی

عقیدہ رکھتے رہے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں اس لئے آپؐ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا۔مگر جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر متواتر اور بار بار وحی کے ذریعہ اصل حقیقت پوری طرح آشکار کر دی تو آپؐ نے بار بار بتصریح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے واضح طور پر بتایا ہے کہ میں فی الحقیقت نبی، پیغمبر، رسول ہوں مگر یاد رہے کہ مَیں ظِلّی نبی ہوں یعنی میں رسول اللہ ﷺ کے تابع ایک امتی نبی ہوں اور بغیر کسی نئی شریعت کے معبوث کیا گیا ہوں یعنی ایک غیر شرعی اور بروزی نبی ہوں۔اس سلسلہ میں حضرت اقدس مسیح موعود و مہدئ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا کہ ’’ مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ مَیں مفتری نہیں ہوں، کاذب نہیں ہوں بلکہ وہی ہوں جس کا وعدہ نبیوں کی زبانی ہوتا چلا آیا ہے۔جس کو آنحضرت ﷺ نے سلام کہا ہے۔وہی مسیح موعود ہوں جو چودھویں صدی میں آنے والا تھا اور جو مہدی بھی ہے۔مجھے وہی قبول کرتا ہے جس کو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے دیکھنے والی آنکھ عطا کرتا ہے‘‘۔(ملفوظات جلد چہارم، جدید ایڈیشن صفحہ ۴۷۰-۴۷۱)

اسی طرح حضرت اقدس مسیح موعود و مہدئ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی نبوت کے سلسلہ میں مزید فرمایا ’’ میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔مسلمانوں کے لئے یہ کہ اصل تقویٰ اور طہارت پر قائم ہو جائیں۔وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے۔دنیا اس کو بھول جاوے۔خدائے واحد کی عبادت ہو۔میرے ان مقاصد کو دیکھ کر یہ لوگ میری مخالفت کیوں کرتے ہیں؟ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ جو کام نفاق طبعی اور دنیا کی گندی زندگی کے ساتھ ہونگے وہ خود ہی اس زہر سے ہلاک ہو جائیں گے۔کیا کاذب کبھی کامیاب ہو سکتا ہے؟ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھۡدِیۡ مَنۡ ھُوَ مُسۡرِفٌ‘‘ کَذَّابٌ‘‘ (المؤمن ۴۰ : آیت ۲۸ –ناقل) کذاب کی ہلاکت کے واسطے اس کا کذب ہی کافی ہے لیکن جو کام اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کے رسولؐ کی برکات کے اظہار اور ثبوت کے لئے ہوں اور خود اللہ تعالیٰ کے اپنے ہی ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہو، پھر اس کی حفاظت تو خود فرشتے کرتے ہیں۔کون ہے جو اس کو تلف کر سکے؟

یاد رکھو! میرا سلسلہ اگر نری دوکانداری ہے تو اس کا نام و نشان مٹ جائے گا لیکن اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقیناً اسی کی طرف سے ہے تو خواہ ساری دنیا اس کی مخالفت کرے یہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور فرشتے اس کی حفاظت کریں گے اگر ایک بھی شخص میرے ساتھ نہ ہو اور کوئی بھی مدد نہ دے تب بھی مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کامیاب ہوگا۔مخالفت کی مَیں پرواہ نہیں کرتا۔مَیں اس کو بھی اپنے سلسلہ کی ترقی کے لئے لازمی سمجھتا ہوں۔یہ کبھی نہیں ہوا کہ خدا تعالیٰ کا کوئی مامور اور خلیفہ دنیا میں آیا ہو اور لوگوں نے چُپ چاپ اسے قبول کر لیا ہو۔دنیا کی عجیب حالت ہے۔انسان کیسا ہی صدیق فطرت رکھتا ہو مگر دوسرے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے، وہ تو اعتراض کرتے ہی رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے سلسلہ کی ترقی فوق العادت ہو رہی ہے۔بعض اوقات چار چار پانچ پانچ

سو کی فہرستیں آتی ہیں اور دس دس پندرہ پندرہ تو روزانہ درخواستیں بیعت کی آتی رہتی ہیں اور وہ لوگ علیحدہ ہیں جو خود یہاں آ کر داخل سلسلہ ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ کے قیام کی اصل غرض یہی ہے کہ لوگ دنیا کے گند سے نکلیں اور اصل طہارت حاصل کریں اور فرشتوں کی سی زندگی بسر کریں۔ (ملفوظات جلد چہارم، جدید ایڈیشن صفحہ ۲۷۴-۲۷۳)

معزز قارئین! دعویٰ نبوت کے بارہ میں اس تمام تمہید کا صرف ایک ہی مقصد ہے کہ آپ کو حضرت قمر الانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحبؓ کے بابرکت وجود کی اہمیت سے آگاہ کیا جا سکے کیونکہ حضرت قمر الانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحبؓ کا بابرکت وجود مسعود سیدنا حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک واضح اور سچا نیز جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت قمر الانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی ولادت سے بھی پانچ ماہ قبل اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً بتا دیا تھا کہ "یَـا تِـیْ قَـمَـرُ الْاَنبِیَاءِ وَ اَمْرُکَ یَتَاَتّٰی - یَسُرُّ اللّٰہُ وَ جْھَکَ وَ یُنِیرُ بُرْھَانَکَ - سَیُولَدُ لَکَ الْوَلَدُ وَ یُدْنیٰ مِنْکَ الفَضْلُ اِنَّ نُوْرِی قَرِیْب "۔" نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام تجھے حاصل ہو جائے گا اور خدا تیرے مُنہ کو بشاش کرے گا اور تیرے بُرہان کو روشن کر دے گا اور تجھے ایک بیٹا عطا کرے گا اور فضل تجھ سے قریب کیا جائے گا اور میرا نُور نزدیک ہے" ۔(تذکرہ صفحہ ۲۳۷)

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمدؑ مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اماں جان نصرت جہان بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تمام اولاد ہی مبشر اور بابرکت اولاد ہے لیکن اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے ان کے صاحبزادے حضرت مرزا بشیر احمدؓ صاحبؓ کو "قمر الانبیاء یعنی نبیوں کا چاند" قرار دیا یعنی حضرت میاں بشیر احمدؓ صاحبؓ کی ذات بابرکات کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے عظیم الشان مقاصد کے حصول کی تکمیل کے لئے پیدا فرمایا۔ گویا اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت قمر الانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی پیدائش مؤرخہ ۲۰/اپریل ۱۸۹۳ء سے بھی چند ماہ قبل یعنی دسمبر ۱۸۹۲ء میں حضرت قمر الانبیاء کو نبیوں کا چاند قرار دے کر سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر بذات خود مہر صداقت ثبت فرما دی لیکن سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تمام کھلے کھلے نشانات کے باوجود اس وقت تک اپنی نبوت کا از خود دعویٰ نہیں کیا کہ جب تک اس بارہ میں حضرت اقدسؑ کو خدا تعالیٰ کی جانب سے واضح طور پر اپنی نبوت کے اظہار کے لئے اشارہ نہ ملا۔ یہ ہے وہ کسر نفسی جو کہ صرف ایک نبی۔ ایک پیغمبر اور ایک رسول کے ہی شایان شان ہے ورنہ آج تو لوگوں کو ایک سچی خواب ہی آ جائے یا ان کی کوئی معمولی سی دعا ہی بفضل خدا قبول ہو جائے تو وہ یوں بڑھکیں لگانے لگ جاتے ہیں کہ جیسے ان سے پہلے کوئی ولی اللہ شائید گزرا ہی نہیں۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے اس عظیم الشان الہام میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ نبوت کی سچائی کا خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھی ثبوت مہیا ہوتا ہے اس کے باوجود بھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت تک اپنے آپ کو بذات خود نبی اللہ کہنا اور کہلانا پسند نہ فرمایا کہ جب تک اس کے بارہ میں بار بار آپ کو خدائی الہامات اور واضح اشارات کے ساتھ یہ نہ بتادیا گیا کہ آپؑ ہی اس زمانہ کے موعود نبی اللہ ہیں کہ جس پر آپؑ نے ان خدائی احکامات کی تکمیل کے لئے اپنے ظلی اور امتی اور بروزی نبی ہونے کا اعلان فرمادیا اور پھر جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے اس الہام یعنی اس پیشگوئی کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے حضرت قمر الانبیاءؓ صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ستر سالہ لمبی فعال زندگی سے بھی نوازا۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

سیدنا حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام تحاریر میں آپؑ کی نبوت کے بارہ میں بہت سے الہامات الٰہیہ درج ہیں۔ جو کہ ہر قسم کے طبقہ خیالات اور تمام مذاہب کے لئے ایک کھلا کھلا نشان ہیں لیکن اس کے باوجود حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا اعلان یوں ہوا کہ نومبر ۱۹۰۱ء کے ابتداء میں حضرت اقدسؑ کے ایک مخلص مرید حضرت شیخ غلام احمدؓ صاحبؓ واعظ پر امرتسر ہندوستان میں بعض غیر از جماعت دوستوں نے اعتراض کیا کہ جس کی تم نے بیعت کی ہے وہ تو نبی اور رسول ہونے کا مدعی ہے یعنی تمام لوگوں کو علم تھا کہ آپ نبوت کے مدعی ہیں لیکن حضرت شیخ صاحبؓ نے اس کا انکار کیا کہ حضرت اقدسؑ نے تو کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپؑ نے تعریف نبوت کے بارہ میں سب سے پہلی تصریح اپنے اشتہار ''ایک غلطی کا ازالہ'' کے ذریعہ ۵؍نومبر ۱۹۰۱ء کو فرمائی اور اس میں تحریر فرمایا کہ:-''ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعویٰ اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں۔ جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنی معلومات کی تکمیل کر سکے۔ وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو سراسر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لئے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے ہیں کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔

حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے الفاظ رسول اور مُرسَل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں؟ بلکہ اس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں اور براہین احمدیہ میں بھی جس کو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ

مکالماتِ الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں ان میں سے ایک یہ وحی اللہ ہے'' **هُوَ الَّذِی اَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهُ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ** '' (سورة توبه ۹ : آیت ۳۳) (صفحہ۴۹۸ براہین احمدیہ)۔اِس میں صاف طور پر اِس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے '' **جری الله فی حلل الانبیأ** '' یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلول میں (دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۴)۔ پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے '' **محمد رسول الله والذین معه اشدّآء علی الكفار رحماء بینهم** '' اس وحی اللہ میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے اور رسول بھی۔ پھر یہ وحی اللہ ہے جو صفحہ ۵۵۷ براہین میں درج ہے'' دنیا میں ایک نذیر آیا''۔اس کی دوسری قرأت یہ ہے کہ'' دنیا میں ایک نبی آیا''۔اسی طرح براہین احمدیہ میں اور کئی جگہ رسول کے لفظ سے اِس عاجز کو یاد کیا گیا۔(براہین احمدیہ صفحہ ۲۰۶-۲۰۷ ''ایک غلطی کا ازالہ'')

---اور یہ بھی یادر رہے کہ نبی کے معنی لغت کی رُو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔پس! جہاں یہ معنی صادق آئیں گے نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا۔اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے۔کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیب مصفّٰی کی خبر اُس کو مل نہیں سکتی۔اور یہ آیت روکتی ہے **عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ**---O (الجن ۷۲: آیات ۲۶-۲۷)--- وہ اللہ غیب کا جاننے والا ہے اور اس لئے وہ کسی کو بھی اپنے غیب پر غلبہ عطا نہیں کرتا۔سوائے اپنے برگزیدہ رسول کے---(براہین احمدیہ صفحہ ۲۰۸ ''ایک غلطی کا ازالہ'')

---اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے؟ اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہیں مگر نبوت کے معنی اظہار غیب ہے۔اور نبی ایک لفظ ہے جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے یعنی عبرانی میں اس لفظ کو نابی کہتے ہیں اور یہ لفظ نابا سے مشتق ہے جس کے یہ معنی ہیں ۔خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرنا اور نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں ہے۔یہ صرف موہبت ہے جس کے ذریعہ سے امور غیبیہ کھلتے ہیں۔پس! میں جب کہ اِس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پُوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں اور جب کہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیونکر رَدّ کروں یا اُس کے سوا کسی دوسرے سے ڈروں۔ مجھے اُس خدا کی قسم ہے کہ جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افترا کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اُس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے۔(براہین احمدیہ صفحہ ۲۰۹-۲۱۰ ''ایک غلطی کا ازالہ'')

---میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی۔اس طرح میرے لئے آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ میں خلیفتہ اللہ ہوں۔مگر پیشگوئیوں کے مطابق ضرور تھا کہ انکار بھی کیا جاتا۔اس لئے جن کے دلوں میں پردے ہیں وہ قبول نہیں کرتے۔میں جانتا ہوں کہ ضرور خدا میری تائید کرے گا جیسا کہ وہ ہمیشہ اپنے رسولوں کی تائید کرتا رہا ہے۔کوئی نہیں جو میرے مقابل پر ٹھہر سکے۔کیونکہ خدا کی تائید اُن کے ساتھ نہیں اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اُس کا نام پا کر اُس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔اِس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔

سو! اب بھی میں اِن معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا اور میرا یہ قول " **من نیسم رسول و نیاوردہ ام کتاب** " ؟ اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔ہاں! یہ بات بھی ضرور یاد رکھنی چاہئے اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ سے پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افاضہ میرے شامل حال ہے یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ ۔اِس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمدؐ اور احمدؐ سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں--- "۔(براہین احمدیہ صفحہ ۲۱۰-۲۱۱ "ایک غلطی کا ازالہ")

مؤرخہ ۵ر نومبر ۱۹۰۱ء کو شائع کردہ اس اشتہار کی تشہیر سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی مسیح موعود و مہدئ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

" براہین احمدیہ"

کی تالیف کے زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے مبعوث کئے گئے نبی ہی تھے

لیکن آپؑ چونکہ شرعی نبی نہ تھے اس لئے اوائل میں آپؑ اپنے لئے کسی ایسی نبوت کی نفی کرتے رہے کہ جیسے کوئی نئی شریعت لانے والا نبی ہو اور مراد اس سے صرف اس قدر تھی کہ میں صاحب شریعت نبی نہیں ہوں لیکن بعد کے حالات و واقعات کی بدولت یعنی خدائی اشارہ پا کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرعی نبوت اور غیر شرعی (تشریعی) نبوت کے فرق کو خوب کھول کر واضح فرما

یا اور اپنی امتی اور ظلی نیز بروزی نبوت کی تعریف سب مخالفین پر اتمام حجت کے طور پر خوب کھول کر واضح فرما دی اور پھر اس تعریف کو ’’ایک غلطی کا ازالہ‘‘ کی صورت میں یعنی تحریری طور بھی خوب شائع فرمایا کہ جس میں اوپر درج نبوت کے تمام پہلوؤں کو کھول کر بتایا کہ کسی بھی نبی یا رسول کے لئے کوئی نئی شریعت لانا ضروری نہیں بلکہ یہ ثابت کر دیا کہ کثرت مکالمہ و مخاطبہ مشتمل بر کثرت امور غیبیہ کا ہی نام نبوت ہے اور اسی تعریف نبوت کی رُو سے بھی آپؑ نے اپنے آپ کو نبی اور رسول گردانا۔ پھر قرآن مجید کی آیات مبارکہ سے بھی اپنے ظہور کی خبر دی اور اسی طرح احادیث نبویہؐ سے بھی اپنی صداقت کو واضح طور پر ثابت کر دیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

اس لحاظ سے حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا زمانہ تیس برس کے قریب بنتا ہے لیکن اگر اسے ماموریت کے الہام کے بعد سے گنا جائے تو یہ عرصہ چھبیس برس کا بنتا ہے۔

معزز قارئین! ہم احمدیوں کو تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ان الہامی الفاظ پر مکمل یقین ہے اور ان کھلے کھلے خدائی الفاظ کی موجودگی میں ہمیں کسی قسم کی مزید تشریح پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن اس الہام الٰہی کو نہ ماننے والوں کی خدمت میں یہ مؤدبانہ درخواست ضرور ہے کہ آپ سب بھی صدق دل سے ان الہامات کو پرکھیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے ہی ان کی صداقت کا ثبوت مانگیں۔ مجھے یہ یقین کامل ہے کہ جو روح، جو جان، جو قلب سچے دل سے خدا تعالیٰ کی درگاہ پر گرتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت ضرور اس پر نازل ہو کر اس کی مدد فرماتی ہے اور اسے صراط مستقیم دکھاتی ہے۔ یہ تجربہ ہم احمدیوں کو ایک بار نہیں! دو بار نہیں! ہزار بار نہیں! بلکہ لاکھوں اور کروڑوں بار ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے اور صراط مستقیم پر چلائے۔ آمین

یہاں میں آپ کی اطلاع کے لئے مزید عرض کرتا ہوں کہ ’’ایک غلطی کے ازالہ‘‘ کی صراحت کے بعد سامنے آنے والا مسلک سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ میں ہی جماعت عالیہ احمدیہ کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ قرار پایا اور کسی ایک بھی احمدی نے حضرت اقدسؑ کے دعویٔ نبوت کا انکار نہیں کیا اور حضرت اقدس مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ نبوت اور ’’ایک غلطی کا ازالہ‘‘ کی اشاعت کے وقت اور اس کی اشاعت کے بعد احمدی ہونے سے انکار نہیں کیا اور یہ بات بھی سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمدؑ قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی صداقت کا ایک بین ثبوت ہے۔ اسی طرح ان تمام پیشگوئیوں کا اپنے اپنے وقت پر پورا ہونا بھی سیدنا حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب مسیح موعود و

مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا مزید بین ثبوت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا رسول اور نبی چن کر آپؑ کو مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے اعلیٰ اور ارفع مقام پر بھی سرفراز فرمایا تو اپنے فرمان کی تصدیق کے ثبوت کے طور پر حضرت اقدسؑ کو بیشمار نشانات عطاٗ فرمائے کہ جن میں سے ایک عظیم الشان نشان ایک فرزند عزیز سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی صورت میں بھی عطاٗ فرمایا۔ سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللہِ الْعَظِیْمِ

بہرحال قرآن وحدیث کی تعلیمات سے بے بہرہ نام نہاد مسلمان ملاؤں کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے پاکستان سمیت دوسرے کئی مسلمان ممالک میں بھی مذہبی رواداری اور مذہبی آزادی کا فقدان ہے۔ حالانکہ اسلام تو دنیا جہان میں سب سے پہلے انسانی حقوق کی آزادی کا بلنگ و بانگ دعویٰ کرتا ہے۔ اسی لئے تو مسلم اور غیر مسلم پر جبر جائز نہیں۔ سپین میں مسلمانوں نے آٹھ سو سال حکومت کی لیکن آپ کو ایک بھی واقعہ ایسا نہیں ملے گا کہ جس میں کسی مسلمان نے زبردستی کسی عیسائی یا یہودی کو مسلمان بنانے کی کوئی بھی کوشش کی ہو یا پھر برعظیم کی تاریخ کو ہی لے لیں، محمدؒ بن قاسم سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک مسلمانوں نے برصغیر پر حکومت کی لیکن کسی ایک بھی ایسے مندر کو مسمار نہیں کیا کہ جس میں ہندو امن سے عبادت بجالاتے رہے ، کسی ایک بھی ہندو یا سکھ یا عیسائی یا لامذہب کو زبردستی کلمہ نہیں پڑھوایا۔ اسی لئے مسلمانوں کی حکومت ہونے کے باوجود کروڑوں ہندو، بدھ مت کے شیدا، سکھ اور عیسائی نیز لامذہب لوگ موجود ہیں لیکن اب مسلمانوں کی وہ فراخ دلی اور وہ مذہبی رواداری کہاں گئی کہ اب یہ نام نہاد مسلمان ملاں، مولوی، مفتی ہر کس و ناکس کو اور خصوصاً ہم احمدیوں کو وہی کلمہ ایک مرتبہ پھر دوبارہ پڑھانا چاہتے ہیں ؟ وہی مبارک کلمہ طیبہ کہ جسے ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے پہلے سے ہی پڑھ رہے ہیں اور اس بابرکت کلمہ کو ہمیشہ اپنے سینہ پر آویزاں رکھتے ہیں اور ظلم و زیادتی کی حد یہ ہے کہ یہ نام نہاد ملاں ہم احمدیوں کو یعنی اپنے ہی کلمہ گو مسلمان احمدی بھائیوں کو ایک مرتبہ پھر سے زبردستی مسلمان بنانے کے درپے ہیں۔

کیا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے ؟ آخر اس تغیر کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ آج کے نام نہاد اور خود ساختہ علماٗ کی اپنے ہی مذہب یعنی دین اسلام اور شریعت اسلامیہ سے لاعلمی ہے ورنہ اسلام تو قرآن مجید میں درج کھلے کھلے الفاظ کے ذریعہ برملا یہ اعلان کر رہا ہے کہ دین میں جبر جائز نہیں ! اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ آج کے نام نہاد علمائے اسلام۔ اسلامی تعلیم سے قطعی روشناس نہیں۔ نہ انہیں قرآن مجید کا علم ہے اور نہ ہی انہیں احادیث نبویہؐ کا علم ہے اور نہ ہی یہ علماٗ سنت رسول ﷺ کی پیروی کرنے والے ہیں۔ ورنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کھلے کھلے احکامات کے باوجود اور احادیث نبویہؐ اور سنت رسول ﷺ کی موجودگی میں یہ اسلام کے دشمن علماٗ ، مذہب اسلام کی بے حرمتی کرنے کی جرأت بھی کرسکیں۔ یہ ملاں احادیث نبویہؐ کی موجودگی میں ان پر عمل نہ کر کے

توہین رسالت کے مرتب ہورہے ہیں۔ یہ ملاں احکامات قرآنیہ کو پس پُشت ڈال کر توہین خدا کے مرتب بن رہے ہیں۔ یہ معاملہ چونکہ بہت زیادہ اہمیت کا مالک ہے لہذا اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے بارہ میں ایک مرتبہ پھر کھلے کھلے الفاظ میں مزید فرماتا ہے:-

" وَ قُلِ الْحَقّ ُ مِنْ رَّ بِّكُم فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْ مِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ--- (الکھف ۱۸ : آیت ۲۹) " اور دنیا بھر کے تمام لوگوں کو بتادو کہ یہ سچائی تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے پس! جو چاہے اس سچائی پر ایمان لے آئے اور جو چاہے وہ اپنی مرضی کے مطابق اس کو قبول کرنے سے انکار کردے"---

ااس آیت کریمہ کی موجودگی کے باوجود خود ساختہ مسلمان پاکستان میں آباد ہندوؤں سکھوں عیسائیوں اور ہزارہ شیعہ اورکلمہ گو احمدیوں پر اپنی قتل وغارت گری سے ظلم وستم ڈھاتے رہتے ہیں جبکہ قرآنی آیات تو برسرعام تمام بنی نوعِ انسان کو مکمل مذہبی رواداری اور خیالات کی آزادی کا برملا پیغام دے رہی ہیں۔ اگر مسلمان ممالک آج اپنے شہریوں کو مکمل آزادی دے دیں اور کسی خاص عقیدہ، گروہ یا فرقہ کی حمایت یا مخالفت کرنا بھی چھوڑ دیں اور ایک دوسرے کے مذاہب یا ایک دوسرے کے فرقوں کے بارہ میں اپنا متعصّبانہ رویہ ترک کردیں یعنی ایک دوسرے کے خلاف دیوبندی، وہابی اور بریلوی فتاویٰ کفر نہ لگائیں کیونکہ اس طرح کی بہتان تراشی میں اسلام کی کون سی خدمت پنہاں ہے؟ تو آج دنیا امن کا گہوارہ ہوتی اور دنیا بھر کے لاکھوں کروڑوں انسان ایسی مذہبی رواداری کو دیکھتے ہوئے یقیناً مسلمان ہوجاتے۔

کیا مسلمان ان باتوں کو نہیں سمجھتے یا سمجھنا نہیں چاہتے؟ ورنہ شیعہ، سنی تصادم یا ماہ محرم میں ہونے والے فسادات کا آخر کیا مطلب ہے؟ اسی لئے تمام اسلامی دنیا کو جتنی ضرورت آج مذہب اسلام کی کامل تعلیم کی ہے غالباً ماضی میں کبھی بھی نہ تھی۔ اسی طرح انسانی حقوق کی بحالی کے لئے کوشش کرنے والے تمام عالمی اداروں کے ایجنڈہ پر پاکستان سمیت تمام مسلم کہلانے والے ممالک نے تمام دنیا کے سامنے دستخط کر رکھے ہیں کہ ہم اس ایجنڈہ کا پاس کریں گے اور اپنے عوام کی مذہبی، سیاسی اور ثقافتی روایات کا احترام کریں گے لیکن؟ افسوس ! صدافسوس ! کہ جب مسلمان خود اپنی ہی الہامی کتاب قرآن مجید میں صاف صاف الفاظ اور آیات میں درج ایجنڈہ پر عمل نہیں کررہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ دنیا کے کسی اور ایجنڈہ پر عمل کر کے دکھادیں ؟ یہ دستخط تو انہوں نے تمام دنیا جہان کو محض بیوقوف بنانے کے لئے کئے ہوئے ہیں نہ کہ اس ایجنڈہ پر عمل کرنے کے لئے۔ پس! نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ بدقسمتی سے مذہبی آزادی کا جس قدر فقدان مسلمان کہلانے والے ممالک میں ہے اتنا شاید ہی دنیا کے کسی دوسرے ملک میں آپ کو نظر آئے اور اسی مذہبی آزادی کے بنیادی انسانی حق کو جس بیدردی سے خصوصاً اسلامی ممالک میں پائمال کیا جارہا ہے اس کی مثال بھی تاریخ کے صفحات پر ملنی مشکل ہے۔

معزز قارئین ! اب سنا ہے کہ افغانستان میں بھی شریعت کے نفاذ کی خاطر حضرت گوتم بدھ کے ہزاروں سال پرانے مجسموں اور عبادت گاہوں کو مسمار کر دیا گیا ہے۔ان ناسمجھ مسلمانوں کو کون سمجھائے کہ ارے نادانو ! یہ تو تمہارا ثقافتی ورثہ ہیں اور خاموش کھڑے مجسمے تمہیں کیا دکھ دے رہے ہیں؟ پھر اب تو بدھ مت کا کوئی نام لیوا بھی افغانستان میں ڈھونڈے سے نہیں ملتا اور اگر ملے بھی تو تمہیں اس کے مذہب سے کیا غرض؟ کیا اسی تباہی و بربادی کا نام اسلام میں مذہبی آزادی ہے ؟ یا نعوذ باللہ شریعت کا نفاذ اسی کو کہتے ہیں؟ برصغیر کی تاریخ میں آج تک کسی مندر کو اس بیدردی سے مسمار نہیں کیا گیا جبکہ ان مندروں کے باہر اور اندر بھی بے حیا مجسمے اور بت رکھے ہوئے ہیں یا دیواروں پر بنائے گئے ہیں نیز بیہودہ تصاویر بھی بنی ہوئی ہیں کیونکہ کسی مسلمان فرمانروا کو یہ خیال بھی نہیں گزرا کہ یہ گندی باتیں ہیں۔ ہمارے مذہب اسلام کی رُو سے واقعی یہ گندی ہیں لیکن یہ مجسمے ، بت اور تصاویر ہماری ملکیت تو نہیں؟ بلکہ ہندوؤں کی ملکیت ہیں اور ان کے مذہب کا ایک حصہ ہیں اور انہیں شائید گندی نہیں لگتیں الغرض ہمیں ان سے کیا سروکار؟ پھر آپ سب نے فاتح سومنات شاہ محمود غزنوی کے حالات اور واقعات بھی ضرور پڑھے ہوں گے کہ اس نے سومنات میں بتوں کے مجسموں کو صرف اس لئے توڑا تھا کہ وہاں کے مندر کے پجاری اپنے ہندو عوام کو مسلمانوں کے خلاف اکساتے رہتے تھے کہ جس کی وجہ سے علاقہ کا امن وامان قائم نہ تھا۔کیا اتنے بڑے بت شکن کو اپنے ہی ملک افغانستان میں یہ مجسمے نظر نہ آئے تھے؟ نہیں !قطعاً ایسا نہیں! بلکہ اسے ان مجسموں کی موجودگی کا علم تھا لیکن وہاں ان مجسموں کی پرامن پرستش کرنے والا تو شائید کوئی ہوگا ہی لیکن چونکہ کوئی شر پسند بت پرست موجود نہ تھا لہذا ان بتوں کو خوامخواہ توڑنے کا کیا مطلب؟

اغلباً اسی گند بلا کی وجہ سے برصغیر میں سب سے زیادہ مجددینؒ گزرے لیکن مجھے آج تک کسی ایک بھی مجدد دینؒ یا مصلح الدینؒ کا ارشاد یا فرمان نظر نہیں آیا کہ یہ ہمارے مذہب اسلام کے مطابق گند ہے اور اس وقت ہماری حکومت قائم ہے لہذا انہیں تباہ و برباد کر دیا جائے اور بلا شبہ تمام برصغیر میں محمدؒ بن قاسم سے لے کر آج تک غض بصر سے کام لیتے ہوئے کسی ایک بھی بادشاہ نے ہندوؤں کے مندروں اور بدھ مت کے پیروکاروں کے پگوڈا کی جانب مونہہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا کجا انہیں نیست و نابود کر دیا ہو ؟ لہذا افغانستان کے تمام مسلمانوں کے لئے تو یہ ایک مثال ہی شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ہاں! البتہ ان جواں ہمت معزز و محترم مجدد دینؒ نے ہندوؤں کو اپنا حسن اخلاق اور اپنا حسن کردار دکھا کر مسلمان بنایا اور اسلام کے پاکیزہ اصولوں کے مطابق مذہبی رواداری کی اعلیٰ ترین مثال قائم کر کے دکھا دی کہ مسلمان حکمران ہونے کے باوجود بھی کسی کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتے لہذا مسلمانوں کو توبہ استغفار کرنا چاہئیے اور اب بھی موقع پا کر اور خدا کے حضور حاضری دینے سے پہلے پہلے اپنی اصلاح اور ہدایت کی طرف توجہ دینی چاہئیے لیکن ایک بات یاد رہے کہ ان بگڑے ہوئے مسلمانوں کی اصلاح اپنے وقت کے مسیحا کو مانے بغیر ہو ہی نہیں سکتی خواہ یہ کچھ ہی کیوں نہ کرلیں لہذا میری دعا ہے کہ اے میرے پیارے اللہ! ان مسلمانوں کو ہدایت کا راستہ دکھلا کیونکہ اب تو یہ مسلمان

اپنی ہی ثقافتی اور مذہبی رواداری کا گلا بھی گھونٹنے لگے ہیں۔ بہرحال میں دنیا کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جب یہ افغانی اپنے ہی زندہ مسلمان بھائیوں کا گلا کاٹنے سے افغانستان میں باز نہیں آتے تو ایک خاموش اور بے جان مجسمہ کو تباہ کرتے ہوئے انہیں کیوں شرم محسوس ہوتی ؟ یہ سب کچھ افغانستان جیسی سرزمین پر کیوں ہو رہا ہے جو کہ اپنے آپ کو اسلام کا علمبردار کہلاتی ہے؟ صرف اس لئے کہ یہ زمین نبی اللہ تعالیٰ مسیحائے آخر الزمان اور مہدیٔ وقت حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق

''خدا کی نظر سے گر چکی ہے''

لہٰذا میری دلی دعا ہے کہ اے میرے اللہ! ان مسلمانوں کو شعور بخش اور ان کی صراط مستقیم کی جانب راہنمائی فرما تا کہ تیرے یہ بندے آج کے مہدی وقت اور مسیح الزمان، امتی نبی اور ظلی رسول سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیض رساں چشمہ احمدیت کے جاری کردہ صاف وشفاف آب حیات کو پی کر اپنے جسم و جان اور روح کی صفائی کرتے ہوئے اسلام کی اصل پاکیزہ تعلیم کی جانب راغب ہو کر یعنی اپنی اصلاح احوال کرتے ہوئے تیری مغفرت پا جائیں۔ آمین اللھم آمین

☆

نبوت

امتی، ظلی، بروزی

جیسا کہ درج بالہ سطور میں ابھی ابھی ذکر ہو چکا ہے کہ دنیا میں ۳۱۵ شرعی انبیائے کرام علیہم السلام معبوث ہوئے۔ جن میں سے حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت محمدؐ احمدؐ ﷺ موجودہ زمانہ کے مشہور انبیائے کرام علیہم السلام میں سے ہیں۔ دنیا بھر میں خدائے واحد لاشریک پر ایمان لانے والے صرف صابی۔ یہودی۔ عیسائی اور مسلمان نیز سکھ ہیں لیکن حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی ہجرت کے بعد عیسائیوں میں تین خداؤں کا نظریہ راہ پا گیا۔ اس شرک کی بدولت عیسائیت اب ایک خدا پر ایمان لانے والی جماعت نہیں رہی لیکن اس کے باوجود ہم انہیں اہل کتاب مانتے ہیں اور اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب پر عمل کرنے والے صابی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مذہب پر عمل کرنے والے یہودی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کے مذہب پر عمل کرنے والے عیسائی

اورحضرت محمدؐ احمدؐ ﷺ کے مذہب اسلام کی شریعت پرعمل کرنے والے مسلمان اورحضرت باباگرونانک صاحب کے مذہب پرعمل کرنے والے سکھ کہلاتے ہیں۔

اورجیسا کہ اوپردرج تمام آیات قرآنیہ سے اب یہ ثابت ہوچکا ہے کہ اس دنیامیں آنحضرت ﷺ کے نزول تک شرعی اورغیرشرعی انبیأ علیہم السلام آتے رہے ہیں صرف خاتم النبیین کی مُہریعنی مُہر رسالت کی وجہ سے اب شرعی نبی نہیں آئیں گے لیکن غیرشرعی نبی، امتی نبی،ظلی نبی اور بروزی نبی اب بھی آسکتے ہیں کیونکہ یہ سنت اللہ ہے کہ وہ ہرشرعی نبی کے گزرنے کے کچھ عرصہ کے بعد جب کہ اس شرعی نبی کی قوم پھردوبارہ فسق وفجور میں مبتلاً ہوجاتی ہے اورنیکی کا سیدھا راستہ چھوڑکر اُلٹے سیدھے مسئلے مسائل پرعمل کرنا شروع کردیتی ہے،خدائی الفاظ کوتروڑمروڑکر اپنی لایعنی تاویلات کرنے لگ جاتی ہے تواس شرعی نبی کی قوم کی اصلاح اورتعلیم وتربیت کے لئے اسی شرعی نبی کی پیروی میں ایک اور نبی کو بھیجا کرتا ہے اوراللہ تعالیٰ نے کسی جگہ یہ ارشادنہیں فرمایا کہ پہلے تومیں ایسا کرتا رہاہوں اور اب نہیں کروں گا بلکہ باربار یہی فرمایا ہے کہ وہ اپنی سنت کوتوڑانہیں کرتا۔

لہذا جیسا کہ پہلی قومیں صرف اسی بات پرتباہ ہوگئیں کہ ان کا شرعی نبی آخری نبی ہے اوربعدمیں آنے والے غیرشرعی،امتی،ظلی اور بروزی انبیائے کرام علیہ السلام کی باتوں پرکان نہ دھرااوران کوانہوں نے نہ مانا تویقیناً اب یہ نام نہادمسلمان اوران کے خودساختہ علمأ بھی اسی طرح تباہ ہوں گے کیونکہ وہ بھی کسی غیرشرعی اورامتی اور بروزی نیزظلی نبی کے آنے کے منکربن رہے ہیں حالانکہ کسی بھی جگہ یہ تحریرنہیں کہ غیرشرعی یاامتی نبی کا نزول اب بند ہوچکا ہے بلکہ بذات خودام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ علیہ السلام،تمام خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اورتمام مجددین رحمہ اللہ تعالیٰ اس بات کے اقراری رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعدبھی غیرشرعی نبی، تجدیددین کے لئے آسکتا ہے لیکن اگرپھربھی کوئی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی یہ آیت ہی اس کے لئے کافی ہوگی کہ وہ انسان صرف اپنی ضدبازی کی وجہ سے انکارپرانکارکرتا چلاجارہاہے۔ارشادباری تعالیٰ ہے:-

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْ ۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۫ وَاٰتَيْـنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ اَفَكُلَّمَا جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌ ۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝ (البقرۃ ۲ : آیت ۸۷) ’’اورہم نے یقیناً موسیٰ کوکتاب (تورات) دی تھی اوراس کے بعدہم نے اُن رسولوں کوجنھیں تم خوب اچھی طرح سے جانتے ہواُس موسیٰ کے پیچھے بھیجااورعیسیٰ ابن مریم کوبھی ہم نے کھلے کھلے نشانات دیئے اورروح القدس کے ذریعہ اُس (عیسیٰ) کو طاقت بخشی لیکن تم نے ان سب باتوں اورکھلے کھلے نشانات کا انکارکیا توپھراب تم خود ہی بتاؤ کہ کیا تمہاری یہ تمام حرکات ناپسندیدہ نہیں کہ جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول میری ان پاکیزہ تعلیمات کولے کرآیا کہ جس تعلیم کوتمہارے نفس پسندنہیں کرتے تھے توتم

نے تکبر اور غرور کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس تعلیم پر عمل کرنے سے انکار کر دیا؟ حتیٰ کہ بعض انبیاءؑ کو تو تم نے اپنے نفسانی غرور میں جھٹلا دیا اور بعض کو تم نے ظلم و زیادتی کرتے ہوئے قتل کر دیا''۔

یعنی ان کی تعلیمات کو پائمال کرتے ہوئے ان پر عمل نہ کیا۔ بہر حال ان تمام آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہؐ سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ان ۳۱۵ شرعی انبیائے کرام علیہم السلام کے سوا بقیہ ایک لاکھ تیئیس ہزار چھ سو پچاسی انبیاءؑ علیہم السلام یا تو ان شریعت لانے والے انبیاءؑ علیہم السلام کے تابع نبی تھے یا دنیا میں کسی دوسری جگہ اس دنیا کی مختلف اقوام کی فلاح و بہبود نیز اصلاح کے لئے معبوث ہوئے اسی لئے تو جب قرآن مجید میں بار بار ان انبیائے کرام علیہم السلام کے نزول کا ذکر ملتا ہے تو بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام کا بیک وقت دنیا کی مختلف اقوام میں بلکہ ایک ہی وقت میں ایک ہی قوم میں معبوث ہونے کا بھی علم ہوتا ہے۔

اس لئے جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ نبوت کی دو اقسام کا تو ہمیں خوب علم ہے کہ ایک قسم کے انبیائے کرام وہ ہیں کہ جنہیں شرعی نبوت دی گئی اور دوسرے وہ کہ جنہیں امتی نبوت دی گئی لیکن تیسری غیر شرعی نبوت کے بارہ میں بہت غور و خوض کرنا پڑتا ہے کیونکہ اس پر اب تک زیادہ تحقیق نہیں ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ تو صاف صاف بتا رہا ہے کہ کئی نبی ایسے بھی گزرے ہیں کہ جن کے بارہ میں کسی کو بھی کسی قسم کی خبر نہیں دی گئی لیکن اشارۃً ضرور اس نبوت کا ذکر فرمایا:-

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ (المؤمن ۴۰: آیت ۷۸)

''اور ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول بھیجے تھے کہ جن میں سے بعض کا ذکر ہم نے تیرے سامنے کر دیا ہے اور ان میں سے بعض کا ذکر ہم نے تجھ سے نہیں کیا لیکن پھر بھی کسی رسول میں یہ طاقت نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکم کے بغیر کسی بھی قسم کا کوئی بھی کلام دنیا کے سامنے پیش کر سکے لیکن تُو انہیں بتا دے کہ جب خدائی کلام نازل ہو جاتا ہے تو پھر اس کے بعد حق و انصاف پر مبنی فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اس کلام کے بارہ میں جھوٹ اور سرکشی سے کام لینے والے گھاٹا اٹھانے والے بن جاتے ہیں''۔

یعنی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ایسے نبی کہ جن کے صرف درجات بلند کئے گئے لیکن نہ تو ان کی نبوت کے بارہ میں کسی کو کسی بھی قسم کی خبر دی گئی کہ وہ کس قسم کی نبوت تھی اور نہ ہی ان کی شریعت کے بارہ میں کسی کو مطلع کیا گیا اور نہ ہی ان کی اقوام کا ذکر کیا گیا کہ وہ کس قوم کی جانب معبوث کئے گئے۔

قرآن شریف کی با ترجمہ تلاوت کرتے وقت اس بات کا علم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام ہم عصر نبی تھے یعنی ان دونوں کو ایک ہی زمانہ میں معبوث کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو پہلے عراق کی ایک ستارہ پرست قوم کے لئے اور بعد میں فلسطینی قوم کے لئے معبوث فرمایا اور حضرت لوط علیہ السلام کو فلسطین میں ہی آباد ایک دوسری قوم کی جانب معبوث فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کو عراق سے اکٹھے ہجرت کر جانے کا ارشاد فرمایا کہ جس کے بعد یہ دونوں انبیائے کرام علیہم السلام فلسطین کے مختلف علاقوں میں جا کر آباد ہو گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ہاجرہؓ علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ کو حضرت سارہ علیہ السلام کی حالت پر بھی رحم آیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فرستادوں کے ذریعہ حضرت سارہ علیہ السلام کو بھی حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری دی کہ جسے سن کر وہ شرما گئیں کہ اب اتنے بڑھاپے میں میرے یہاں اولاد کیسے ہوگی؟ تو تب خدا تعالیٰ کے فرستادوں نے فرمان الٰہی کے مطابق یہ پیغام دیا کہ اگر اللہ چاہے تو وہ ہر چیز کو ممکن بنا سکتا ہے۔ فرمایا:-

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ○ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ○ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ○ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ○ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ○ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ○ (سورة هود ۱۱: آيات ۶۹-۷۵) "اور جب ہمارے فرستادے ابراہیم کے پاس ایک خوشخبری لے کر گئے تو انہوں نے جا کر اسے سلام کیا کہ جس کے جواب میں اس نے بھی انہیں والسلام کہا اور ان کی تواضع کے لئے ایک بھنے ہوئے بچھڑے کو جلد ہی پیش کر دیا۔ لیکن جب ابراہیم نے دیکھا کہ وہ لوگ کھانا نہیں کھا رہے تو ان کے اس غیر معمولی برتاؤ سے اسے خوف پیدا ہوا اور اس وقت ابراہیم کی بیوی بھی اس کے پاس کھڑی ہوئی تھی اور یہ دیکھ کر وہ بھی گھبرا گئی۔ ان دونوں کو خوفزدہ دیکھ کر ان مہمانوں نے کہا کہ آپ لوگ ہم سے مت ڈریں کیونکہ ہمیں تو قوم لوط کی جانب بھیجا گیا ہے اور انہیں حضرت اسحٰق اور اس کے بعد حضرت یعقوب کی پیدائش کی بشارت دی۔ یہ سن کر وہ ہنس پڑی اور اس نے کہا کہ افسوس! میں اور میرا خاوند دونوں ہی بوڑھے ہو چکے ہیں لہذا کیا اب میں اس بڑھاپے میں ایک بچہ کو جنم دوں گی؟ یہ تو ایک بہت ہی عجیب بات ہے۔ اس پر فرستادوں نے کہا کہ کیا تم لوگ اللہ کی باتوں پر تعجب کا اظہار کرتے ہو؟ اے اس گھر کے مکینو! تم پر تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکات نازل ہو رہی ہیں۔ اس لئے تمہیں تو حیرت نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ وہ تو بہت ہی زیادہ تعریف کے قابل اور بلند شان والا ہے۔ بہر حال یہ خوشخبری سن کر ابراہیم کی

گھبراہٹ دور ہوگئی اور وہ لوط کی قوم کو عذاب سے بچانے کے لئے بحث کرنے لگا کیونکہ ابراہیم سب انسانوں کے لئے بہت ہی نرم دل رکھتا تھا اور ہمارے سامنے بار بار جھکنے والا تھا''۔

اس واقعہ سے ثابت ہؤا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام دونوں ہمعصر انبیائے کرام تھے۔اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ ان کی مدد کے لئے ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی مقام نبوت پر معبوث فرمایا۔یعنی دنیا میں ایک ہی وقت میں کئی کئی انبیائے کرام کا نزول ہؤا۔یعنی بعض اوقات ایک ہی وقت میں دو مختلف انبیائے کرام کو دو مختلف اقوام کی جانب معبوث کیا گیا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کو اور بعض اوقات دو یا دو سے زیادہ انبیائے کرام کو ایک ہی وقت میں ایک ہی قوم کے لئے معبوث کیا گیا۔جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام۔فرمایا:-
وَهَبۡنَا لَهٗ مِنۡ رَّحۡمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ نَبِيًّا ۝ (مریم ۱۹ :آیت ۵۳) ''اور ہم نے اپنی رحمت کا سایہ کرتے ہوئے موسیٰ کو بھی اس کی مدد کرنے کے لئے اسی کا بھائی ہارون نبی کے طور پر دیا''۔

اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے ساتھ ہی یہ بھی وضاحت فرما دی کہ دونوں کو ایک ہی کتاب یعنی تورات دی تھی۔اس آیت کریمہ سے آج کے نام نہاد علمائے کے علم فہم وفراست کا بھانڈا عین چوراہے پر پھوٹ جاتا ہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے ہر نبی کو ہی کوئی نہ کوئی کتاب دی تھی۔جی بالکل نہیں بلکہ بہت سے انبیائے کرام ضلی بروزی اور امتی نبی تھے اور اسی لئے ان سے کلام تو کیا۔ان پر وحی تو نازل کی لیکن انہیں کوئی نئی کتاب عطاء نہ کی۔مثلاً:-
وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ الۡفُرۡقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكۡرًا لِّلۡمُتَّقِيۡنَ (سورۃ الانبیاء ۲۱ : آیت ۴۸) ''اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ اور ہارون کو ایک فیصلہ کرنے والی اور روشنی دینے والی اور پرہیز گاروں کو نصیحت کرنے والی کتاب دی تھی''۔

یعنی ثابت ہوگیا کہ انہیں ایک ہی کتاب یعنی تورات پر عمل کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔مختلف انبیائے کرام کا ایک ہی وقت میں ایک ہی قوم کی جانب نزول کا واقعہ کئی مرتبہ پیش آچکا ہے اور اس کی سب سے آخری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کے زمانہ میں ملتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ذکریا علیہ السلام کی تضرعات کو سنتے ہوئے انہیں بھی بڑھاپے کے باوجود ایک بیٹے کی پیدائش کی خبر دی اور اس طرح حضرت ذکریا علیہ السلام اور آپؑ کے بیٹے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہ السلام کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ہی زمانہ میں تین انبیائے کرام علیہم السلام ایک ہی علاقہ یعنی فلسطین اور ایک ہی قوم یعنی قوم یہود میں معبوث ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان امتی انبیائے کرام علیہم السلام میں حضرت ذکریا علیہ السلام کی پُرسوز دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے ان کے بیٹے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا:-

اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿ۙ۳۳﴾ ذُرِّیَّۃًۢ بَعۡضُہَا مِنۡۢ بَعۡضٍ ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿ۚ۳۴﴾ اِذۡ قَالَتِ امۡرَاَتُ عِمۡرٰنَ رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتۡہَا قَالَتۡ رَبِّ اِنِّیۡ وَضَعۡتُہَاۤ اُنۡثٰی ؕ وَ اللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا وَضَعَتۡ ؕ وَ لَیۡسَ الذَّکَرُ کَالۡاُنۡثٰی ۚ وَ اِنِّیۡ سَمَّیۡتُہَا مَرۡیَمَ وَ اِنِّیۡۤ اُعِیۡذُہَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَہَا مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ﴿۳۶﴾ فَتَقَبَّلَہَا رَبُّہَا بِقَبُوۡلٍ حَسَنٍ وَّ اَنۡۢبَتَہَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ کَفَّلَہَا زَکَرِیَّا ۚؕ کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیۡہَا زَکَرِیَّا الۡمِحۡرَابَ ۙ وَجَدَ عِنۡدَہَا رِزۡقًا ۚ قَالَ یٰمَرۡیَمُ اَنّٰی لَکِ ہٰذَا ؕ قَالَتۡ ہُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ ہُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّہٗ ۚ قَالَ رَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ۚ اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتۡہُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ ہُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیۡ فِی الۡمِحۡرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکَ بِیَحۡیٰی مُصَدِّقًۢا بِکَلِمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ سَیِّدًا وَّ حَصُوۡرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ غُلٰمٌ وَّ قَدۡ بَلَغَنِیَ الۡکِبَرُ وَ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرٌ ؕ قَالَ کَذٰلِکَ اللّٰہُ یَفۡعَلُ مَا یَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجۡعَلۡ لِّیۡۤ اٰیَۃً ؕ قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمۡزًا ؕ وَ اذۡکُرۡ رَّبَّکَ کَثِیۡرًا وَّ سَبِّحۡ بِالۡعَشِیِّ وَ الۡاِبۡکَارِ ﴿۴۱﴾ (سورۃ ال عمران ۳ : آیات ۳۴ – ۴۱)

”بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کی اولاد کو اور عمران کی اولاد کو سارے جہان میں سے پسند کرلیا۔ جو ایک دوسرے کی اولاد تھے، اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ جب عمران کی حاملہ عورت نے منت مانی کہ اے میرے رب میرے پیٹ میں جو کچھ بھی ہے میں اسے تیری خدمت میں نذر کرتی ہوں سو تو میری قربانی قبول فرما۔ بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔ پھر جب اس نے جنا تو عرض کیا کہ اے میرے رب میں نے تو ایک لڑکی کو جنم دیا ہے جبکہ جو کچھ اس نے جنا اللہ اسے خوب جانتا ہے کیونکہ بیٹا کسی بیٹی کی طرح نہیں ہوتا اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے بچا کر تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ پھر اس کی اس نذر کو اس کے رب نے احسن طریق پر قبول کیا اور اسے اچھی طرح بڑھایا اور پرورش کے لئے وہ بچی ذکریا کو سونپ دی لیکن جب کبھی بھی ذکریا اس بچی کے پاس حجرہ میں آتا تو اس کے پاس کھانے پینے کی کوئی نہ کوئی چیز پا کر دریافت کرتا کہ اے مریم! تیرے پاس یہ چیز کہاں سے آئی؟ تو وہ کہتی کہ یہ اللہ کے ہاں سے آئی ہے۔ اللہ جسے چاہے بے قیاس رزق دیتا ہے۔

یہ دیکھ کر ذکریا نے اپنے رب سے دعا کی اور عرض کیا کہ اے میرے رب! مجھے بھی اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو ہی تو تمام دعاؤں کا سننے والا ہے۔ اور پھر جب وہ اپنے حجرے میں نماز ادا کر رہا تھا تو تب فرشتوں نے اس کو آواز دی کہ بے شک اللہ تجھ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے۔ جو اللہ کے احکامات کی گواہی دے گا اور سردار ہوگا اور عورت کے پاس نہ جائے گا اور صالحین میں سے نبی ہوگا۔ ذکریا نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میرے یہاں لڑکا کیسے ہوگا جبکہ میں تو بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اور پھر میری بیوی بھی بانجھ ہے۔ فرمایا اللہ جو چاہتا ہے بالکل ویسے ہی کرتا ہے۔ ذکریا نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر تو اللہ نے فرمایا تیرے لیے یہ نشانی ہے کہ تو لوگوں سے تین دن سوائے اشارہ کے بات نہ کر سکے گا پس! اپنے رب کو کو یاد کرتے ہوئے صبح و شام تسبیح کیا کر''۔

پس! ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کی جانب سے بعض انبیائے کرام علیہ السلام نہ صرف ایک ہی زمانہ میں بلکہ ایک ہی علاقہ میں دو دو اور تین تین انبیائے کرام علیہم السلام کی صورت میں بھی معبوث ہوتے رہے ہیں اور ان انبیائے کرام علیہ السلام سے پہلے خدا جانے بقیہ تمام دنیا بھر میں بیک وقت کتنے انبیائے کرام علیہم السلام معبوث ہوتے رہے ہیں؟ تبھی تو ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعض چیدہ چیدہ شرعی وغیر شرعی اور امتی نیز ظلی انبیائے کرام علیہم السلام کے نام قرآن مجید میں سے اخذ کر کے ذیل میں درج کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں:-

حضرت آدمؑ ۔حضرت ادریسؑ (حنوک) دنیا میں سب سے پہلے اپنے قلم سے لکھ کر تدریس کرنے والے ۔حضرت نوحؑ ۔حضرت لقمانؑ کی قوم کا ذکر قرآن مجید میں نہیں۔ حضرت ہودؑ قوم عاد۔ حضرت صالحؑ قوم ثمود۔ حضرت یونسؑ (ذوالنون) قوم نینوا۔ حضرت ابراہیمؑ قوم عراق اور فلسطین۔ حضرت لوطؑ قوم سدوم فلسطین۔ حضرت اسمٰعیلؑ قوم عرب۔ حضرت اسحاق قوم فلسطین۔ حضرت یعقوبؑ قوم اسرائیل۔ حضرت یوسفؑ قوم مصر۔ حضرت ایوبؑ ۔ حضرت شعیبؑ قوم مدین (مدائن)۔ حضرت موسیٰؑ قوم فرعون اور قوم یہود۔ حضرت ہارونؑ قوم فرعون اور قوم یہود ۔ حضرت عزیرؑ قوم یہود۔ حضرت ذوالکفلؑ (حزقیل) قوم بدھ۔ حضرت داؤدؑ قوم یہود۔ حضرت سلیمانؑ قوم یہود۔ حضرت ذوالقرنینؑ ۔ حضرت دانیالؑ اور آپؑ کی قوم کا ذکر قرآن میں موجود نہیں لیکن تورات میں ہے ۔ حضرت الیاسؑ قوم یہود۔ حضرت الیسعؑ (یسعیاہ) قوم یہود۔ حضرت ذکریاؑ قوم یہود۔ حضرت یحییٰؑ قوم یہود۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام قوم یہود۔ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لئے رحمت العالمین بن کر دنیا بھر کی تمام اقوام کے لئے معبوث ہوئے۔ حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام تمام دنیا بھر کے لئے معبوث ہوئے۔

اب میں یہاں اس سلسلہ میں مختصراً قرآن مجید سے چند ایک چیدہ چیدہ آیات کریمہ پیش خدمت کرتا ہوں جبکہ انبیائے کرام علیہم السلام اوران کی اقوام کا ذکر تو تمام قرآن مجید پر محیط ہے۔

☆

قوم عاد اور حضرت ہود علیہ السلام

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ(۵۰) یٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ(۵۱) وَ یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا وَّ یَزِدْکُمْ قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ(۵۲) قَالُوْا یٰھُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَۃٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِکِیْٓ اٰلِھَتِنَا عَنْ قَوْلِکَ وَ مَا نَحْنُ لَکَ بِمُؤْمِنِیْنَ(۵۳) اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰکَ بَعْضُ اٰلِھَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اُشْھِدُ اللّٰہَ وَ اشْھَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ(۵۴) مِنْ دُوْنِہٖ فَکِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ(۵۵) اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ رَبِّیْ وَ رَبِّکُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِھَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ(۵۶) فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِہٖٓ اِلَیْکُمْ ؕ وَ یَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ۚ وَ لَا تَضُرُّوْنَہٗ شَیْئًا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ(۵۷) وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا ھُوْدًا وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ بِرَحْمَۃٍ مِّنَّا ۚ وَ نَجَّیْنٰھُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ(۵۸) وَ تِلْکَ عَادٌ ۟ۙ جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ وَ عَصَوْا رُسُلَہٗ وَ اتَّبَعُوْٓا اَمْرَ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ(۵۹) وَ اُتْبِعُوْا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا لَعْنَۃً وَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ؕ اَلَآ اِنَّ عَادًا کَفَرُوْا رَبَّھُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ ھُوْدٍ(۶۰) (سورۃ ھود ۱۱ : آیات ۵۰-۶۰) ”

اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔اے قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی حاکم نہیں،تم سب جھوٹ بولتے ہو۔ اے قوم! میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر وہی دے گا کہ جس نے مجھے پیدا کیا ہے پھر بھی تم نہیں سمجھتے۔اور اے قوم! اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف رجوع کرو تا کہ وہ تم پر خوب بارش برسائے اور تمہاری قوت کو مزید بڑھائے تا کہ تم نافرمان ہو کر پھر نہ جاؤ۔قوم عاد نے کہا کہ اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی معجزہ ہی نہیں لایا اس لئے ہم تیرے کہنے پر اپنے معبودوں کو

چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہی ہم تجھے مانتے ہیں۔ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تجھے ہمارے کسی معبود نے بری طرح جھپٹ لیا ہے۔ ہود نے کہا کہ یقیناً میں اللہ کو گواہ کو اپنا گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں ان معبودوں سے بیزار ہوں کہ جنہیں تم اللہ کا شریک بناتے ہو۔ پس! تم سب مل کر میرے حق میں بددعا کرو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو۔ میں نے تو اللہ پر بھروسہ کیا ہے جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ کوئی بھی زمین پر ایسا چلنے والا نہیں کہ جس کی چوٹی اس نے نہ پکڑ رکھی ہو۔ بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔ پھر بھی اگر تم مونہہ پھیر لو گے تو جو کچھ مجھے دے کر بھیجا گیا تھا وہ میں نے تمہیں پہنچا دیا اور اگر میرا رب چاہے تو تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم پیدا کر دے لیکن تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکو گے۔ یقیناً میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔ اور پھر جب ہمارا حکم ہؤا تو ہم نے ہود کو اور انہیں جو اس کے ساتھ ہم پر ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچا کر انہیں سخت عذاب سے نجات دی۔ ہاں یہ عاد تھے، اپنے رب کی باتوں کے منکر اور اس کے رسول کو نہ ماننے والے جبکہ یہ ہر ایک جابر سرکش کا حکم مانتے تھے اور یوں یہ اس دنیا میں بھی اپنے پیچھے لعنت چھوڑ گئے اور قیامت کے دن بھی ان پر لعنت ہوگی۔ پس خبردار رہو کیونکہ یقیناً عاد نے اپنے رب کا انکار کیا تھا اور خبردار رہو کہ عاد کو جو ہود کی قوم تھی اسے اللہ کی رحمت سے دور کر دیا گیا''۔

☆

قوم ثمود اور حضرت صالح علیہ السلام

وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ ھُوَ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَکُمْ
فِیْھَا فَاسْتَغْفِرُوْہُ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ (۶۱) قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ کُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ ھٰذَآ اَتَنْھٰنَآ اَنْ
نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِیْ شَکٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْہِ مُرِیْبٍ (۶۲) قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ
وَاٰتٰنِیْ مِنْہُ رَحْمَۃً فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰہِ اِنْ عَصَیْتُہٗ ۫ فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ (۶۳) وَیٰقَوْمِ ھٰذِہٖ نَاقَۃُ اللّٰہِ لَکُمْ اٰیَۃً
فَذَرُوْھَا تَاْکُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰہِ وَ لَا تَمَسُّوْھَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَکُمْ عَذَابٌ قَرِیْبٌ (۶۴) فَعَقَرُوْھَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِکُمْ
ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِکَ وَعْدٌ غَیْرُ مَکْذُوْبٍ (۶۵) فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ بِرَحْمَۃٍ مِّنَّا وَ مِنْ خِزْیِ
یَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ (۶۶) وَ اَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَۃُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ ۙ (۶۷) کَاَنْ

لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿٦٨﴾ (سورۃ ھود ۱۱ : آیات ۶۱–۶۸) ''اور ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو بھیجا جس نے ان سے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی بندگی اختیار کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اسی نے تمہیں زمین سے بنایا اور تمہیں اس میں آباد کیا۔ پس! اس سے معافی مانگو اور پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ بے شک میرا رب بہت قبول کرنے والا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے صالح! آج سے قبل تو ہمیں تجھ سے بڑی امیدیں تھیں لیکن ان کے برخلاف تم تو ہمیں ان معبودوں کے پوجنے سے منع کرتے ہو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں اور جس رب کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس کے بارے میں تو ہم انتہائی مشکوک ہیں۔ صالح نے کہا کہ اے میری قوم! بھلا دیکھو تو کہ میں تو اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل لایا ہوں اور اس کی طرف سے میرے پاس رحمت بھی آ چکی ہے وپھر بھی اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو مجھے اس کے انجام سے کون بچا سکتا ہے اس طرح اگر میں تمہاری بات مان لوں تو مجھے سوائے نقصان کہ کچھ نہ ملے گا۔ اور اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی ہے سو اسے کھلا چھوڑ دو تا کہ یہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے اور اسے بری نظر سے بھی مت دیکھنا ورنہ تمہیں جلد ہی کوئی عذاب آ پکڑے گا۔ لیکن اس تنبیہ کے باوجود انہوں نے اس اونٹنی کی کونچنیاں یعنی پاؤں کاٹ ڈالے تا کہ وہ اٹھ کر چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے تو تب صالح نے کہا کہ اب تم سب تین دن تک اپنے گھروں میں خوشیاں منا لو لیکن اللہ کا عذاب دینے کا وعدہ جھوٹا ثابت نہ ہوگا۔ پھر جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے صالح کو اور جو اس کے ساتھ ہم پر ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچا لیا اور یوں انہیں اس دن کی رسوائی سے نجات دی۔ بے شک تیرا رب بہت ہی زبردست طاقتور ہے۔ پھر ان ظالموں کو ایک ہولناک آواز نے پکڑ لیا اور اس صبح کو وہ اپنے گھروں میں اوندھے موہنہ پڑے رہ گئے۔ گویا کہ کبھی وہاں رہے ہی نہ تھے۔ پس خبردار رہو! ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا تھا کہ جس کی انہیں سزا ملی اور خبردار رہو کہ ثمود پر اللہ کی پھٹکار پڑی''۔

☆

قوم سدوم اور حضرت لوط علیہ السلام

وَ لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ(۷۷) وَ جَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ ؕ وَ مِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ قَالَ یٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ ؕ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ(۷۸) قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ(۷۹) قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ(۸۰) قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَ لَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ(۸۱) فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ۙ۬ مَّنْضُوْدٍ(۸۲) (سورۃ ھود ۱۱ : آیات ۷۷-۸۲) " اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس پہنچے تو ان کے آنے سے وہ انہیں دیکھ کر انتہائی غمگین ہوا اور اس نے دل ہی دل میں کہا کہ آج کا دن بڑا سخت ہے اور یہ مہمان دیکھ کر اس کی قوم بے اختیار دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی۔ یہ لوگ پہلے ہی سے برے کام کیا کرتے تھے۔ لوط نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! دیکھو یہ میری قوم کی پاکیزہ بیٹیاں تمہارے پاس ہیں سو تم اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے سامنے مجھے ذلیل نہ کرو۔

(یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اس بات کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کی بیٹیاں کسی مقصد کے لئے پیش کی تھیں بلکہ ان سے نکاح کے لئے ارشاد فرمایا تھا کہ مردوں سے شہوانی خواہشات کی تکمیل کی بجائے ان پاکیزہ یعنی باکرہ عورتوں سے نکاح کر کے حاجت روائی کرو)۔

کیا تم میں کوئی ایک بھی بھلا آدمی نہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تو جانتا ہے کہ ہمیں ان عورتوں سے کوئی غرض نہیں اور تجھے معلوم ہے کہ جو ہم چاہتے ہیں۔ لوط نے کہا کہ اے کاش کہ مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا مجھے کسی زبردست سہارے کی پناہ مل جاتی۔

یہ سن کر فرشتوں نے کہا کہ اے لوط! یقیناً ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں اس لئے یہ لوگ تم تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے سو تم رات کے پچھلے پہر اپنے لوگوں کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ اور تم میں سے کوئی ایک بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے اور ہاں سنو کہ تمہاری بیوی پر بھی آج

وہی بلا آنے والی ہے جو تیری قوم پر آئے گی۔ اللہ کا یہ وعدہ پورا ہونے کا وقت علی الصبح ہے۔ دیکھو کیا اب صبح ہونے والی نہیں بلکہ اب تو صبح بالکل نزدیک ہے۔

پھر جب ہمارا حکم نازل ہوا تو ہم نے ان کی وہ تمام بستیاں الٹ دیں اور اس زمین پر کھنگروں والے پتھر برسانا شروع کئے کہ جو پتھروں کی بارش کی طرح لگاتار گر رہے تھے“۔

سدوم اور عمورہ کی بستیوں میں سے شہر سدوم کے کھنڈرات اب ملک اردن کے مقام تل الحمام پر مل گئے ہیں جبکہ عمورہ کی بستی اغلباً ہمیشہ کے لئے بحرِ مُردار میں غرق ہو چکی ہے۔

☆

قوم مدین اور حضرت شعیب علیہ السلام

وَ اِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاهُمۡ شُعَیۡبًا ؕ قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَیۡرُهٗ ؕ وَ لَا تَنۡقُصُوا الۡمِکۡیَالَ وَ الۡمِیۡزَانَ اِنِّیۡۤ
اَرٰىکُمۡ بِخَیۡرٍ وَّ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ مُّحِیۡطٍ(۸۴) وَ یٰقَوۡمِ اَوۡفُوا الۡمِکۡیَالَ وَ الۡمِیۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ وَ لَا تَبۡخَسُوا
النَّاسَ اَشۡیَآءَهُمۡ وَ لَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِیۡنَ(۸۵) بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۚ۬ وَ مَاۤ اَنَا عَلَیۡکُمۡ
بِحَفِیۡظٍ(۸۶) قَالُوۡا یٰشُعَیۡبُ اَصَلٰوتُکَ تَاۡمُرُکَ اَنۡ نَّتۡرُکَ مَا یَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوۡ اَنۡ نَّفۡعَلَ فِیۡۤ اَمۡوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّکَ
لَاَنۡتَ الۡحَلِیۡمُ الرَّشِیۡدُ(۸۷) قَالَ یٰقَوۡمِ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ کُنۡتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّیۡ وَ رَزَقَنِیۡ مِنۡهُ رِزۡقًا حَسَنًا ؕ وَ مَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ
اُخَالِفَکُمۡ اِلٰی مَاۤ اَنۡهٰکُمۡ عَنۡهُ ؕ اِنۡ اُرِیۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ ؕ وَ مَا تَوۡفِیۡقِیۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَیۡهِ تَوَکَّلۡتُ وَ اِلَیۡهِ
اُنِیۡبُ(۸۸) وَ یٰقَوۡمِ لَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شِقَاقِیۡۤ اَنۡ یُّصِیۡبَکُمۡ مِّثۡلُ مَاۤ اَصَابَ قَوۡمَ نُوۡحٍ اَوۡ قَوۡمَ هُوۡدٍ اَوۡ قَوۡمَ صٰلِحٍ ؕ وَ مَا قَوۡمُ
لُوۡطٍ مِّنۡکُمۡ بِبَعِیۡدٍ(۸۹) وَ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡهِ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ رَحِیۡمٌ وَّدُوۡدٌ(۹۰) قَالُوۡا یٰشُعَیۡبُ مَا نَفۡقَهُ کَثِیۡرًا
مِّمَّا تَقُوۡلُ وَ اِنَّا لَنَرٰىکَ فِیۡنَا ضَعِیۡفًا ۚ وَ لَوۡ لَا رَهۡطُکَ لَرَجَمۡنٰکَ ۫ وَ مَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡنَا بِعَزِیۡزٍ(۹۱) قَالَ یٰقَوۡمِ اَرَهۡطِیۡۤ

اَعَزُّ عَلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اتَّخَذۡتُمُوۡهُ وَرَآءَكُمۡ ظِهۡرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّىۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ مُحِيۡطٌ(۹۲) وَ يٰقَوۡمِ اعۡمَلُوۡا عَلٰى
مَكَانَتِكُمۡ اِنِّىۡ عَامِلٌ ؕ سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ مَنۡ يَّاۡتِيۡهِ عَذَابٌ يُّخۡزِيۡهِ وَمَنۡ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارۡتَقِبُوۡۤا اِنِّىۡ مَعَكُمۡ رَقِيۡبٌ(۹۳)
وَ لَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّيۡنَا شُعَيۡبًا وَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا وَ اَخَذَتِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوا الصَّيۡحَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دِيَارِهِمۡ
جٰثِمِيۡنَ ۙ(۹۴) كَاَنۡ لَّمۡ يَغۡنَوۡا فِيۡهَا ؕ اَلَا بُعۡدًا لِّمَدۡيَنَ كَمَا بَعِدَتۡ ثَمُوۡدُ ۧ(۹۵) (سورۃ ھود ۱۱ : آیات ۸۴-۹۵)

’’ اوراہل مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔اس نے انہیں کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرواس کے سواتمہارا کوئی معبودنہیں،اور ناپ اورتول کو نہ گھٹاؤ۔میں تمہیں آسودہ حال دیکھتاہوں اس لئےتم پرایک گھیر لینے والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں اوراے میری قوم! نصاف سے ناپ اورتول کو پورا کرواورلوگوں کوان کی چیزیں گھٹا کر نہ دواور یوں زمین میں فساد برپا نہ کرو۔ اوراگرتم ایماندار ہوتو تمہارے لئے وہی بہتر ہے کہ جو باقی بچ رہے۔میں تمہارانگہبان نہیں ہوں۔انہوں نے کہا اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے یہی حکم دیتی ہے کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے یا اپنے مالوں میں اپنی خواہش کے مطابق معاملہ نہ کریں؟ تو تویقیناً انتہائی بردباراور نیک چلن ہے۔شعیب نے کہا کہ اے میری قوم! دیکھوتوسہی کہ مجھے اپنے رب کی طرف سے عقل عطاء کی گئی ہےاوراسی نے مجھے عمدہ روزی بھی دی ہےاس لئے میں یہ نہیں چاہتا کہ جس کام سے تمہیں روکوں وہی کام میں خود بھی کروں بلکہ میں تو اپنی ہمت کے مطابق تمہاری اصلاح کرنا چاہتا ہوں،اور مجھے یہ توفیق اللہ نے ہی دی ہے کیونکہ میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اوراسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔پس دیکھواے میری قوم! کہیں میرے انکار سے ایسا جرم نہ کر بیٹھنا جس سے وہی مصیبت تم پر بھی نہ آپڑے کہ جیسی قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح پر پڑی تھی اورلوط کی قوم بھی تم سے دورنہیں۔پس! اپنے اللہ سے معافی مانگو پھراس کی طرف رجوع کرو۔بے شک میرارب مہربان محبت والا ہے۔انہوں نے جواب دیا کہ اے شعیب! ہم تمہاری بہت سی باتیں نہیں سمجھتے کہ جوتم ہمیں سمجھانا چاہتے ہواوراگر تیری برادری نہ ہوتی تو ہم تجھے کمزور جان کرسنگسار کردیتے اسی لئے ہماری نظر میں تیری کوئی عزت نہیں ہے۔شعیب نے کہا کہ اے میری قوم! کیا میری برادری کا دباؤتم پراللہ سے زیادہ ہے کہ جس کوتم نے پس پشت ڈال رکھا ہے۔بے شک میرارب تمہارے سب اعمال کا احاطہ کرنے والا ہےاوراے میری قوم! تم اپنی جگہ پراپنا کام کئے جاؤاور میں اپنی جگہ پراپنا کام کرتا رہوں گا لیکن آئندہ تم سب کو یہ علم ہوجائے گا کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب آنے والا ہےاورکون جھوٹا ہے۔اس لئے اب تم انتظار کرواوریقیناً میں بھی تمہارے ساتھ منتظر رہوں گا۔اوراس کے بعد جب پھر ہماراحکم آ گیا تو ہم نے شعیب کو اوراس کے ساتھیوں کو جوہم پر ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچالیااوران ظالموں کوایک دہشتناک کڑک نے ایسے آپکڑا کہ وہ صبح کو اپنے اپنے گھروں میں اوندھے مونہہ ہی پڑے رہ گئے۔گویا کبھی وہاں آباد ہی نہ تھے۔پس خبردار رہو! کہ اہل مدین پر بالکل ویسی ہی پھٹکار پڑی کہ جیسے کبھی ثمود پر بھی پھٹکار پڑی تھی‘‘۔

گمنام اقوام میں نبوت

اللہ تعالیٰ نے کچھ انبیائے کرام کا بطور خاص اپنے کلام پاک میں ذکر کیا ہے لیکن ہزاروں کا نہیں کیا لیکن جن کا ذکر کیا ہے ان میں سے دو پُر اسرار نبی حضرت ذوالقرنین علیہ السلام اور حضرت لقمان علیہ السلام بھی ہیں کہ جن کے حالات اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کئے ہیں کہ ابھی تک یہ عقدہ کسی سے نہیں کُھل سکا کہ آپؑ کو کس علاقہ یا کس قوم میں معبوث کیا گیا تھا۔ ان تمام آیات کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کی باتیں اُس پُرانے زمانہ میں کوئی عام انسان تو کیا کوئی انتہائی عقلمند بھی نہیں کیا کرتا تھا کہ جس کو خدائے واحد و یگانہ کا علم نہ ہو بلکہ صرف ایک ایسا آدمی ہی کہہ سکتا تھا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے خود اپنی شناسائی بخشی ہو اور معرفت عطاء کی ہو اور معبوث کیا ہو۔ فرمایا:-

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ---(البقرۃ ۲ : آیت ۲۵۳) ''دنیا میں ہم نے جتنے بھی رسول بھیجے ہیں ان میں سے بعض کو ہم نے بعض دوسرے رسولوں پر فضیلت بخشی کیونکہ ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور اُن میں سے بعض کے صرف درجات بلند کئے''----

اسی سلسلہ میں پھر ایک بار مکرر ارشاد فرمایا کہ:-

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْکَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْکَ (النسأ ۴ : آیت ۱۶۴) '' اور اس دنیا میں کئی ایسے رسول گزرے ہیں کہ جن کی رسالت کی خبر ہم اس سے پہلے تجھے دے چکے ہیں لیکن ان کے علاوہ کئی ایسے رسول گزرے ہیں کہ جن کا ذکر بھی ہم نے تجھ سے نہیں کیا''---

اس سلسلہ میں میں یہاں صرف دو انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر کروں گا

☆

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام

فرمایا:-

وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا (83) اور لوگ تم سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ اب میں تمہیں اس کا حال سناتا ہوں۔اِنَّا مَكَّنَّا لَه‘ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا (84) ہم نے اسے زمین میں حکمرانی دی تھی اور اسے ہر طرح کا ساز وسامان دیا تھا۔فَاَتْبَعَ سَبَبًا (85) تو اس نے اپنے سفر کے لئے ساز وسامان تیار کیا۔حَتّٰى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا (86) یہاں تک کہ جب سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچا تو اسے ایک کالے گرم پانی (بحر اسود) میں ڈوبتا ہوا پایا اور وہاں ایک قوم بھی آباد دیکھی۔ہم نے کہا اے ذوالقرنین! یا تو انہیں سزا دے اور یا ان سے نیک سلوک کر۔قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُه‘ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُه‘ عَذَابًا نُّكْرًا (87) ذوالقرنین نے کہا کہ جو ان میں ظالم ہے اسے تو ہم واقعی سزا دیں گے لیکن اگر وہ نہ مانا تو پھر وہ اپنے رب کے ہاں لوٹایا جائے گا تو پھر وہ اسے اور بھی زیادہ سخت سزا دے گا۔وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَه‘ جَزَآءَ ِ الْحُسْنٰى صلے وَسَنَقُوْلُ لَه‘ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا (88) اور جو کوئی ایمان لائے گا اور نیکی کرے گا تو اسے نیک بدلہ ملے گا اور ہم بھی اپنے معاملے میں اسے آسان ہی حکم دیں گے۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا (89) پھر اس نے ایک اور سفر کے لئے ساز وسامان تیار کیا۔حَتّٰى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا (90) یہاں تک کہ جب سورج نکلنے کی جگہ پہنچا تو اس نے سورج کو ایک ایسی قوم پر نکلتے ہوئے پایا کہ جس کے لیے ہم نے سورج کے ادھر کوئی آڑ نہیں رکھی تھی۔كَذٰلِكَ ط وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا (91) اسی طرح ہی ہے،اور اس کے حال کی پوری خبر ہمارے ہی پاس ہے۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا (92) پھر اس نے ایک اور سفر کے لئے اپنا ساز وسامان تیار کیا یعنی رخت سفر باندھا۔حَتّٰى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا (93) یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا ان دونوں سے اس طرف ایک ایسی قوم کو دیکھا جو بات نہیں سمجھ سکتی تھی۔قَالُوْا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا (94) انہوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین بے شک یاجوج ماجوج اس

ملک میں فساد کرنے والے ہیں پھر کیا ہم آپ کے لیے کچھ محصول مقرر کر دیں اس شرط پر کہ آپ ہمارے اوران کے درمیان ایک دیوار بنادیں۔ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا (95) کہا جو میرے رب نے قدرت دی ہے کافی ہے سو طاقت سے میری مدد کرو کہ میں تمہارے اوران کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنادوں۔ اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ صلے حَتّٰىٓ اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا صلے حَتّٰىٓ اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِىٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا (96) مجھے لوہے کے تختے لا دو، یہاں تک کہ جب دونوں سروں کے بیچ کو برابر کر دیا تو کہا کہ دھونکو، یہاں تک کہ جب اسے آگ کر دیا تو کہا کہ تم میرے پاس تانبا لاؤ تا کہ اس پر ڈال دوں۔ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا (97) پھر وہ نہ اس پر چڑھ سکتے تھے اور نہ اس میں نقب لگا سکتے تھے۔ (سورۃ الکھف ۱۸ : آیات ۸۳ – ۹۷)

☆

حضرت لقمان علیہ السلام

اور پھر حضرت لقمان علیہ السلام کے بارہ میں فرمایا:-

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ (12) اور ہم نے لقمان کو دانائی عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر کرتے رہو، اور جو شخص شکر کرے گا وہ اپنے ذاتی نفع کے لیے شکر کرتا ہے، اور جو ناشکری کرے گا تو اللہ بے نیاز خوبیوں والا ہے۔ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَىَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (13) اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ بیٹا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، بے شک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے۔ يٰبُنَىَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِىْ صَخْرَةٍ اَوْ فِى السَّمٰوٰتِ اَوْ فِى الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ (16) بیٹا اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا وہ آسمان کے اندر ہو یا زمین کے اندر ہو تب بھی اللہ اس کو حاضر کر دے گا، بے شک اللہ بڑا باریک بین باخبر ہے۔ يٰبُنَىَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (17) بیٹا نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کیا کر، بے شک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہیں۔ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (18) اور لوگوں سے اپنا رخ نہ پھیر اور زمین پر اترا کر نہ چل، بے شک اللہ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ وَاقْصِدْ فِىْ

مَشۡیِکَ وَاغۡضُضۡ مِنۡ صَوۡتِکَ اِنَّ اَنۡکَرَ الۡاَصۡوَاتِ لَصَوۡتُ الۡحَمِیۡرِ (19) اوراپنے چلنے میں میانہ روی اختیار کراور اپنی آواز پست کر، بے شک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی ہے۔(**سورۃ لقمان ۳۱ : آیات ۱۲-۱۹**) اسی طرح تورات اورانجیل میں بہت سے انبیائے کرام کے اسمائے گرامی ملتے ہیں کہ جن میں حضرت دانیال اورحضرت حزقیل علیہم السلام وغیرہ بھی شامل ہیں لیکن قرآن مجید چونکہ ان کے بارہ میں خاموش ہے تو اس لئے میں نے بہت سے انبیائے کرام کا ذکر یہاں نہیں کیا بلکہ اگر کہیں دوسری جگہ مثلاً فیس بک وغیرہ پر ممکن ہؤا تو شاید انجیل یا تورات سے ان کا حوالہ پیش کردوں گا۔ بہرحال اب جب ہم **سورۃ الکھف ۱۸ : آیت ۸۳-۹۷ اور سورۃ لقمان ۳۱ : آیت ۱۲ - ۱۹** میں ارشاد باری تعالیٰ کے سیاق و سباق کو ملا کر دیکھیں تو یہ معمہ حل ہوجاتا ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام اور حضرت لقمان علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے انبیائے کرام ہی ہیں لیکن ان کی اقوام کا اتا پتہ نہیں دیا یعنی حضرت لقمان علیہ السلام کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؑ کو حضرت نوح علیہ السلام کے بعد معبوث کیا گیا کیونکہ انہوں نے اپنے بیٹے کو اللہ تعالیٰ یعنی خدائے واحد لاشریک کی عبادت کرنے کا ارشاد فرمایا جو کہ موحدین کے زمانہ اول کی جانب اشارہ کرتا ہے اسی طرح حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے زمانہ میں لوہے اور تانبہ نیز بحر اسود کے ذکر سے ہمیں یہ بتا دیا کہ حضرت ذوالقرنین ان دھاتوں کی دریافت کے بعد معبوث کئے گئے ۔اب اس آیت کریمہ میں بیان کئے گئے اشارات کی جانب توجہ کریں تو ہمیں یہ علم ہوجائے گا کہ تانبہ تو آج سے دس ہزار قبل مسیح دریافت ہوچکا تھا لیکن لوہا چار ہزار قبل مسیح دریافت ہؤا۔جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ذوالقرنین بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت کے آس پاس کسی ایسی قوم میں معبوث ہوئے کہ جو قفقاز کے علاقہ میں آباد تھی۔

☆

صحابہ رضوان اللہ علیہم

معزز قارئین! یہ ایک لازم وملزوم امر ہے کہ جہاں یا جس جگہ ہم انبیائے کرام علیہ السلام کا ذکر کریں گے وہیں کسی نہ کسی صورت میں صحابہ رضوان کرامؓ کا ذکر بھی ضرور ہوگا ۔صحابہ ان احباب کو کہا جاتا ہے کہ جنہوں نے کسی نبی کی بیعت کی ہو یعنی کسی نبی اللہ کے ایسے پیروکار کہ جنہوں نے ان انبیائے کرام علیہم السلام کو دیکھا ہو، آپؑ کی مجالس میں بیٹھ کر آپؑ کے وعظ و نصائح کو سنا ہو۔انہیں اصحاب انبیأ یعنی صحابہ کہا جاتا ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ بلند و بالا رتبہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ کا ہے۔حضرت عمرؓ بن خطاب بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:-’’میں نے جب اپنے صحابہ کے

اختلاف کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ اے محمد! تیرے صحابہ کا مرتبہ میرے نزدیک ایسا ہے کہ جیسے آسمان میں درخشاں ستارے ہیں جن میں سے بعض، بعض سے زیادہ روشن تر ہیں لیکن نُور ان میں سے ہر ایک میں موجود ہے۔ پس! جس نے تیرے کسی ایک بھی صحابی کی پیروی کی تو میرے نزدیک وہ ہدایت یافتہ ہوگا''۔

حضرت عمر فاروقؓ نے یہ بھی بیان کیا کہ آنحضورؐ نے فرمایا:- ''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ان میں سے تم جس کی بھی تم اقتداء کرو گے، ہدایت پا جاؤ گے''-(مشکوٰۃ کتاب المناقب، مناقب الصحابہ صفحہ ۵۵۴ بحوالہ زرین)

اس قول کے علاوہ ارشاد باری تعالیٰ کی تعمیل میں بھی ہم مسلمان تمام صحابہ رضوان کرام کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور صحابیات کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بولتے اور لکھتے ہیں کیونکہ صحابہ اور صحابیات رضوان علیہم کے بارہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْ هُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ○

(التوبة ۹ : آیت ۱۰۰) پس! ایسے لوگ جو مہاجرین اور انصار میں سے سبقت لے جانے والے ہیں اور وہ تابعی بھی جو کہ کامل اطاعت دکھاتے ہوئے ان صحابہ کے پیچھے پیچھے چلے اللہ ان سے راضی ہو گیا کہ جس کے ثواب میں اس نے ان کے لئے ایسی عمدہ جنتیں تیار کی ہیں کہ جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہتے چلے جائیں گے اور اس طرح وہ بھی اللہ سے راضی ہو گئے اور یہی اجر تو سب سے بڑی کامیابی ہے۔

پس! یاد رہے کہ ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق نہ صرف صحابہ رضوان علیہم بلکہ تابعی بھی ہدایت یافتہ بلکہ اپنے پاکیزہ اعمال سے دوسروں کو ہدایت دینے والے ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ یہ بھی یاد رہے کہ ان اصحاب کے علاوہ بھی ایسے احباب کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ یا عنہا لکھا جاتا ہے جو کہ نہ تو مکہ کے مہاجر ہیں اور نہ ہی مدینہ کے انصار اور نہ ہی ان کو ہم آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں شمار کر سکتے ہیں۔

☆

کتب اللہ

کتاب نوح ۔ صحف ابراہیم ۔ تورات ۔ زبور۔ انجیل ۔ قرآن

نمبر شمار	نام کتاب	نام پیغمبر علیہم السلام
۱	کتاب نوح	یہ منسوخ شدہ شرعی کتاب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام پر نازل فرمائی۔سورۃ الحدید ۵۷ :آیت ۲۶۔یہ کتاب اب نایاب ہے۔
۲	صحف ابراہیم	یہ منسوخ شدہ شرعی کتاب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل فرمائی۔سورۃ اعلیٰ ۸۷: آیت ۱۹. یہ کتاب اب نایاب ہے۔
۳	تورات	یہ منسوخ شدہ شرعی کتاب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی۔سورۃ مائدہ ۵ :آیت ۱۱۳۔یہ کتاب موجود ہے۔
۴	زبور	یہ ایک غیر شرعی کتاب ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل فرمایا۔سورۃ النساء ۴ :آیت ۱۶۳ میں اس کا ذکر ملتا ہے۔یہ کتاب موجود ہے۔
۵	انجیل	یہ ایک غیر شرعی کتاب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام پر نازل فرمائی۔ سورۃ مائدہ ۵ :آیت ۴۶ کے مطابق یہ ایک غیر شرعی کتاب ہے۔یہ کتاب موجود ہے۔
۶	قرآن	یہ شرعی کتاب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت محمد مصطفٰے احمدؐ مجتبٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔یہ کتاب موجود ہے اور انشاءاللہ تا ابد محفوظ رہے گی۔

اللہ تعالیٰ اپنی ان الہامی کتب کے بارہ میں فرماتا ہے کہ آج تک ایسی کوئی کتاب نہیں گزری کہ جس کے نزول کے بعد دنیا کے بدکردار و بداعمال افراد نے اس کتاب میں درج اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ماننے سے انکار نہ کیا ہو یعنی خدا تعالیٰ کے احکامات کا انکار کرنا، اس کے رسولوں کا انکار کرنا اور اس کی کتابوں کا انکار کرنا ایک ازلی اور ابدی انسانی رِیت چلی آرہی ہے۔فرمایا:-

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ٥ (الشعرآء ۲۶ :آیت ۵) ’’اورخدائے رحمٰن کی جانب سے کبھی کوئی ایسی کتاب نہیں اتری کہ جس پرلوگوں نے اعتراضات نہ کئے ہوں‘‘۔

اوراپنے انہی بُودے عتراضات کے باعث بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے لہذا اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں تورات اورانجیل کے بارہ میں فرماتا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی دو مختلف مذہبی کتابیں نہیں بلکہ ان کی صرف ایک ہی مشترکہ مذہبی کتاب ہے یعنی تورات:-
وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ص وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ لا وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ج فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (البقرة ۲ : آیت ۱۱۳) ’’ اور یہودی یہ کہتے ہیں کہ عیسائی کسی سچی بات پر قائم نہیں اوراس کے برعکس عیسائی یہ کہتے ہیں کہ یہودی کسی سچی بات پر قائم نہیں۔حالانکہ دونوں ایک ہی کتاب تورات کو پڑھتے ہیں۔اسی طرح وہ جو علم نہیں رکھتے انہی کی سی بات کہا کرتے تھے سو جس بات میں یہ اختلاف کرتے ہیں اس کے متعلق اللہ قیامت کے دن ان کے درمیان حتمی فیصلہ کردے گا‘‘۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں اورنصرانیوں کی اصل کتاب تورات ہی ہے کہ جس پر یہ دونوں جھگڑتے ہیں کیونکہ یہودی تورات پر کاربند رہنا چاہتے ہیں اورنصرانی انجیل پراور پھراسی مضمون پرمزید روشنی ڈالتے ہوئے مزید فرمایا:-
وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ ص وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ‘‘ لا وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ وَهُدًى وَّ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ٥ (المائدة ۵ :آیت ۴۶) ’’اورہم نے پہلے انبیاء کے بعد ان کے نقش قدم پرعیسیٰ بن مریم کو بھیجا جواس تورات کی تصدیق کرتا تھا جواس کے سامنےتھی اورہم نے اسے انجیل بھی دی تھی۔جس میں ہدایت اورنور تھااوروہ اس تورات کی تصدیق کرتی تھی جواس کے سامنےتھی اوروہ متقیوں کے لئے ہدایت اورنصیحت تھی‘‘۔

اللہ تعالیٰ کی اس تصدیق سے یہ ثابت ہوگیا کہ تورات ہی اصل شرعی کتاب ہےاورزبور نیز انجیل اس کی تصدیق کے لئے نازل کی گئیں لیکن افسوس!صدافسوس! جیسا کہ ابھی ذکر ہو چکا ہے کہ سوائے چند متقی یہودیوں کے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام پرایمان لاکرعیسائی بن گئے بقیہ تمام یہودی قوم نے خداتعالیٰ کے اس سچے رسول اور پیارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ مانتے ہوئے خدائی احکامات سے بے اعتنائی برتی کہ جس پراللہ تعالیٰ کا ایک ایساعظیم الشان نشان ظاہر ہوا کہ جس کی مثال بھی تاریخ میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی اوروہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس یہودی قوم میں نبوت کے چشمہ کو ہمیشہ ہمیش کے لئے بند کردیا کہ جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام تک بیسیوں انبیاً

گذرے اور یہودی قوم کی بار بار کی غلطیوں کے باوجود خدا تعالیٰ اپنی رحمت وشفقت کی بدولت انہیں معافی پر معافی دیتا چلا گیا یہاں تک کہ انہی یہودیوں کی شرارت کی بنا پر مقبول خدا رسول اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کر دیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے خاص فضل سے اپنے اس معزز رسول کو سولی والی ذلت کی موت سے بچا لیا اور یوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے سولی پر چڑھائے جانے والے زخموں کے بھر جانے پر یعنی اپنی صحت یابی کے بعد اپنی والدہ محترمہ حضرت مریم علیہ السلام کے ساتھ فلسطین سے ہجرت کر کے کشمیر چلے آئے۔

☆

اہل کتاب

اوپر درج تمام انبیائے کرام علیہم السلام اوران پر نازل کی گئی کتب پر ایمان لانے والوں کو اہل کتاب کہا جاتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اہل کتاب سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے اہل کتاب! :-

وَاِذْ اَخَذَاللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَکْتُمُوْنَہٗ ز فَنَبَذُوْہُ وَرَآءَ ظُھُوْرِھِمْ وَاشْتَرَوْا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ط فَبِئْسَ مَایَشْتَرُوْنَ ٥ (اٰل عمران ۳ :آیت ۱۸۷) ’’اوراس وقت کو بھی یاد کرو کہ جب اللہ نے تمام اہل کتاب سے یہ عہد لیا تھا کہ تم اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کو حرف بحرف اور کسی بھی قسم کی کمی بیشی کے بغیر میری الہامی کتب میں تحریر احکامات کو پہنچاؤ گے لیکن اس عہد کے باوجود بھی انہوں نے صرف اپنے وقتی فائدہ کے لئے اللہ سے کئے گئے اپنے اس وعدہ کو پس پشت ڈال دیا اور پھر اس کے بدلہ میں جو کچھ انہوں نے کیا اور کمایا وہ کتنا ہی برا ہے‘‘۔

اہل کتاب یعنی صابی یہود ونصاریٰ اور مسلمان سب کے سب ہی برے نہیں بلکہ اب بھی ان میں اللہ والے اور خدا ترس لوگ موجود ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

لَیْسُوْا سَوَآءً ط مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اُمَّۃٌ قَآئِمَۃٌ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَھُمْ یَسْجُدُوْنَ ٥ (اٰل عمران ۳ :آیت ۱۱۳) ’’یقیناً سب اہل کتاب ایک جیسے نہیں بلکہ ان میں سے ہی ایک جماعت اب بھی ایسی ہے جو کہ اب بھی اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے اپنے عہد و پیمان پر قائم ہے اور یہ جماعت راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کی آیات کو پڑھتے رہتے ہیں اور اسی کے حضور سر بسجود بھی ہوتے رہتے ہیں‘‘۔

پھر فرمایا کہ یہ جماعت ایسی ہے کہ:-

یُؤْمِنُونَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ○ (اٰل عمران ۳: آیت ۱۱۴) ’’وہ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرتے ہیں اور بدیوں سے روکتے ہیں اور پھر نیک کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش بھی کرتے رہتے ہیں لہذا یہ لوگ خدا کے نیک بندوں میں سے ہیں‘‘۔

اور یہ بات آج بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ جب بھی دنیا کے کسی علاقہ میں قحط یا زلزلہ یا سیلاب یا کوئی خوفناک بیماری کسی آفت کی صورت میں درپیش آتی ہے تو متاثرین کے لئے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ امداد مغربی ممالک کے یہی اہل کتاب پیش کرتے ہیں اور مسلمان ممالک کی جانب سے کسی قسم کی امداد تو کیا ہمدردی کے دو الفاظ بھی سنائی نہیں دیتے - **اِنَّـا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰاجِعُوْنَ ○ (البقرۃ ۲: آیت ۱۵۶)**

☆

حق پہچاننے والے نصرانی

معزز قارئین! بات سے بات چل نکلتی ہے اس لئے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ سب اہل کتاب ہی بُرے نہیں بلکہ اُن میں اب بھی نیک لوگ موجود ہیں اور اپنے علم ومعرفت کے علاوہ وہ دنیا کے مال ودولت سے بھی خوب مالا مال ہیں لیکن پھر اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی یہ لوگ قطعاً مغرور نہیں۔فرمایا:-

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَھُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَھُمْ مَّوَدَّۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنْھُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُھْبَانًا وَّ اَنَّھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ○ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ ○ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ نَطْمَعُ اَنْ یُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ ○ فَاَثَابَھُمُ اللّٰہُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ؕ وَذٰلِکَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ ○ (المائدۃ ۵ :آیات ۸۲-۸۵) ’’اور تو مومنوں سے عداوت رکھنے میں یقیناً یہودیوں کو اور مشرکین کو سب سے زیادہ سخت پائے گا اور تو مومنین سے محبت کرنے کے لحاظ سے ان میں سے

یقیناً صرف ان لوگوں کو پائے گا جو کہ اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان عیسائیوں میں اب بھی کچھ عالم اور زاہد لوگ موجود ہیں لیکن اس کے باوجود بھی وہ قطعاً تکبر سے کام نہیں لیتے۔ اور جب وہ اس کلام الٰہی کو سنتے ہیں جو اس رسول پر اتارا گیا ہے تو اے مخاطب! تُو دیکھتا ہے کہ جس قدر وہ حق کو پہچان لیتے ہیں اسی قدر ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار بہہ نکلتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ! ہم تجھ پر ایمان لاتے ہیں پس! ہمارا نام بھی تو اپنی تصدیق کرنے والے گواہوں میں لکھ لے۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم اللہ پر اور اس کی سچائی پر ایمان نہ لائیں؟ جبکہ وہ سچی حقیقت تو ہماری خواہش کے مطابق خُود بخود ہی ہمارے پاس آ گئی ہے جبکہ ہمیشہ سے ہماری دعا بھی تو یہی رہی ہے کہ اے ہمارے رب! تو ہمیں ضرور نیک لوگوں کے زمرہ میں شمار کرنا۔ پس! اللہ ان کی اس بات کے بدلہ میں انہیں وہ بہشت عطاً فرمائے گا کہ جن کے دامن میں نہریں بہتی ہوں گی اور وہ اس جنت میں ہمیشہ ہمیش رہتے چلے جائیں گے اور یہی نیک انسانوں کے لئے بہترین جزا ہے‘‘۔

اور پھر یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ان تک حق کی کوئی بات پہنچ جائے تو اس بات کی صداقت کو جانتے ہوئے بے اختیار ان کی آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں اور وہ گڑگڑا کر خدا تعالیٰ کے حضور یہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ! ہم تجھ پر ایمان لاتے ہیں۔ یعنی جنت الفردوس میں صرف مسلمان ہی مسلمان نظر نہیں آئیں گے بلکہ اس بہشت میں صابی، یہودی اور عیسائی نیز ان کے علاوہ آج سے پہلی گزری ہوئی امتوں میں سے اور ہمارے آج کے زمانہ کے اور ہمارے بعد آنے والے ایسے لوگ بھی شامل ہوں گے کہ جو اپنے صالح اعمال کی بدولت جنت کے وارث ہوں گے انشاءاللہ اور یہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے انتہا بخشش کہ وہ ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ **سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ**

☆

وحی

وحی الٰہی کا نزول روزازل سے اللہ تعالیٰ کے نیک اور پارسا بندوں پر جاری تھا اور اب تک جاری ہے نیز تا ابد جاری رہے گا اور اس پیغام کو لے کر اللہ تعالیٰ کے فرشتے نازل ہوتے رہتے ہیں۔ یہ الہام صرف انبیائے کرام علیہ السلام کو ہی نہیں ہوتے بلکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ میں ہر اس شخص کو اپنے الہامات سے بطور انعام نوازتا رہا ہوں ،نوازتا رہتا ہوں اور نوازتا رہوں گا جو کہ صرف اور صرف میری ہی پرستش کرتے رہے ہیں۔کرتے رہتے ہیں اور کرتے رہیں گے اور آئندہ بھی میں ہر اس شخص کو اپنے الہام سے نوازوں گا جو کہ میرے احکامات کی پابندی کرنے والا ہوگا۔پس! ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ وحی الٰہی جاری وساری ہے اور یہ صرف اولیاء اللہ، انبیائے کرام، رسولوں اور پیغمبروں پر ہی نہیں اترتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی منتخب شدہ عورتوں پر بھی اترتی ہے زمین وآسمان اور کائنات پر بھی اترتی ہے بلکہ جانوروں کو بھی وحی ہوتی ہے یعنی اس کی بہت سی اقسام ہیں۔جن میں سے بعض خدا تعالیٰ نے یہاں بیان کی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیائے کرام علیہا السلام سے پر وحی نازل کی۔فرمایا:-

اِنَّـآ اَوۡحَيۡنَـآ اِلَيۡکَ کَمَآ اَوۡحَيۡنَآ اِلٰی نُوۡحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ۚ وَ اَوۡحَيۡـنَـآ اِلٰٓی اِبۡرٰهِيۡمَ وَ اِسۡمٰعِيۡلَ وَ اِسۡحٰقَ وَ يَعۡقُوۡبَ وَ الۡاَسۡبَاطِ وَعِيۡسٰی وَ اَيُّوۡبَ وَ يُوۡنُسَ وَ هٰرُوۡنَ وَسُلَيۡمٰنَ ۚ وَ اٰتَيۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا (النسأ ۴ : آیت ۱۶۳) ”

یعنی ہم نے بالکل اسی طرح ہی تیری طرف بھی وحی نازل کی کہ جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد آنے والے نبیوں پر ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد عیسٰی اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان پر اور داؤد پر زبور بھی نازل کی“۔

فرمایا:-

وَمَـا کَـانَ لِبَشَـرٍ اَنۡ يُّـکَـلِّـمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحۡيًا اَوۡ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوۡ يُرۡسِلَ رَسُوۡلًا فَيُوۡحِیَ بِاِذۡنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَـکِيۡـمٌ (سـورۃ الشـوریٰ ۴۲ : آیـت ۵۱) ” اور کسی انسان کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اللہ سے کلام کرے ہاں اگر اللہ چاہے تو بذریعہ وحی یا خفیہ طور پر کسی پیغمبر کے ذریعہ اپنی وحی بھیجے کیونکہ یقیناً وہ بے حد وحساب حکمت والا ہے“۔

پھر مزید تسلی وتشفی دیتے ہوئے فرمایا:-

اِنَّ الَّـذِيۡـنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ

تُوْعَدُوْنَ (سورة فصلت ۴۱ : آیت ۳۰) ”بے شک جنہوں نے یہ کہا تھا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر اپنی اس بات پر قائم رہے تو ان پر فرشتے یہ پیغام لے کر اتریں گے کہ تم کوئی خوف اور نہ غم کرو اور جنت میں خوش رہو کہ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا“۔

جب فرعون مصر کے مظالم اپنی انتہا تک جا پہنچے تو اس خون آشام دور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے کہ جس پر آپ کے والدین پر یہ خوف طاری ہو گیا کہ اب اس معصوم بچے کی جان کا کیا کیا جائے؟ کیونکہ فرعون مصر نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ بنی اسرائیل کے تمام نوزائیدہ بچے ہلاک کر دئے جائیں کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو بذریعہ وحی تسلی وتشفی دیتے ہوئے فرمایا:-

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ج فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ج اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ (القصص ۲۸ :آیت ۷) ”موسیٰ کی پیدائش پر ہم نے اس کی ماں پر وحی نازل کی کہ اگر تجھے اس کی جان کا خوف ہے تو تو اسے دریا میں ڈال دے اور کسی قسم کا کوئی غم وفکر نہ کر کیونکہ ہم اس کو تجھ سے دوبارہ ملا دیں گے بلکہ ہم تو اسے اپنا رسول بنانے والے ہیں“۔

پھر انہی کی طرح حضرت مریم علیہ السلام بنت عمران کو بھی تسلی وتشفی دینے کے لئے وحی نازل کی گئی۔فرمایا:-

وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ مَرْيَمَ م اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ○ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا قف ص فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ○ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ○ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ق صلے لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ○ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ○ قَالَ كَذٰلِكِ ج قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ج وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ج وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ○ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ○ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ج قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ○ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ○ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ○ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ج فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا لا فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ○ (مریم ۱۹ :آیات ۱۶-۲۶) ”اس کتاب میں سے مریم کا وہ واقعہ بیان کرو کہ جب وہ اپنے رشتہ داروں سے جدا ہو کر مشرق کی جانب ایک جگہ چلی گئی تھی۔اس قطع تعلق سے اس نے اپنے اور اپنے رشتہ داروں کے درمیان ایک پردہ ڈال دیا۔پھر اس پر انسانی شکل میں ایک تندرست وتوانا فرشتہ ظاہر ہوا کہ جس پر مریم نے خوف زدہ ہو کر اسے خدا کا واسطہ دیا کہ اگر تجھ میں کچھ بھی تقویٰ باقی ہے تو تو مجھ سے کوئی بدفعلی نہیں کرے گا۔یہ سن کر فرشتہ نے کہا کہ میں تو خدا تعالیٰ کی جانب سے تجھے صرف ایک پاکیزہ بیٹے

کی پیدائش کی خبر دینے آیا ہوں۔اس پر مریم نے کہا کہ میرے یہاں اولاد کیسے ہوگی جبکہ میں تو ابھی تک کنواری ہوں اور نہ ہی میں نے کبھی کوئی بدکاری کی ہے؟ فرشتہ نے کہا کہ یہ درست ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کام بہت آسان ہے کیونکہ وہ یہ طے کر چکا ہے کہ تیرے ہونے والے بیٹے کو دنیا کے لئے ایک رحمت کا نشان بنائے۔اس کے بعد حاملہ مریم ایک دوسری جگہ چلی گئی لیکن جب اسے دردِ زِہ نے مجبور کر دیا تو اس نے نڈھال ہو کر کھجور کے ایک درخت سے ٹیک لگا لی اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر دنیا کی انگشت نمائی کے ڈر سے یہ سوچا کہ اے کاش! میں آج کا دن دیکھنے سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور یوں میری یاد بھی لوگوں کے دلوں سے مٹا دی جاتی کہ جس پر ایک فرشتہ نے اسے پہاڑ کے دامن سے آواز دی کہ اے خاتون! غم نہ کر کیونکہ اللہ نے اس پہاڑ کے نشیب میں ایک چشمہ جاری کیا ہے۔تم وہاں جا کر اپنی اور اپنے بچہ کی صفائی کرلو اور اس کھجور کی ٹہنی کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچو تا کہ وہ تجھے تازہ بتازہ پھل دے۔پس! تم اس پھل کو کھاؤ اور اس چشمہ سے پانی پیؤ تا کہ تمہیں سکون میسر آئے اور اس دوران اگر تم کسی مرد کو دیکھو تو تم یہ کہو کہ آج میں نے خدائے رحمٰن کے لئے روزہ رکھا ہوا ہے اس لئے آج میں کسی انسان سے گفتگو نہیں کروں گی''۔

وحی الٰہی کی بہت سی دوسری صورتیں بھی ہیں اور ان سب کا کسی ایک ہی وحی میں جمع ہو جانا بھی ثابت ہے۔بہر حال وحی الٰہی کی مختلف صورتوں کے بارہ میں جگہ جگہ قرآن مجید میں بہت سی آیات موجود ہیں۔وحی الٰہی کی ایک صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام کسی آواز کی صورت میں اُس کے کسی بندے پر الہاماً براہِ راست نازل ہو یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ خود کلام فرمائے یا کوئی غیبی آواز اسے آئے یا پھر خدائی تصرف سے کلام الٰہی کسی بندے کی زبان پر جاری ہو جائے کہ جس میں اس انسان کا اپنا کوئی عمل دخل نہ ہو۔وحی کے لئے یہ کوئی شرط نہیں کہ وہ مرد ہے یا عورت۔بچہ ہے یا بوڑھا۔انسان ہے یا جن۔فرشتہ ہے یا شیطان۔معصوم ہے یا خطاً کار۔طاقتور ہے یا کمزور۔قرآن مجید میں اس کی کئی مثالیں ملتی ہیں مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو باوجود خطاً کار ہونے کے وحی کی گئی۔حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب آپؑ کو باؤلی (کنویں) میں ڈالا تو اس وقت آپ ایک چھوٹا سا بچہ تھے لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ آپؑ کی ڈھارس بندھائی۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پنگھوڑے کی عمر سے وحی الٰہی سے سرفراز کیا گیا۔اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ وحی صرف انبیائے کرام علیہم السلام پر ہی نہیں اترتی بلکہ ہر اس انسان پر بھی اترتی ہے کہ جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ خود بات کرنا چاہتا ہے۔مثلاً حضرت اویس قرنی یمنی پر بھی وحی اترا کرتی تھی اس لئے جیسا کہ خاکسار پہلے بھی عرض کر چکا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہے تو وہ براہ راست اپنے ہر ایک بندے سے مخاطب ہو کر اس کے ساتھ مکالمہ کر سکتا ہے اس کی ایک مثال یہاں حاضر خدمت ہے۔فرمایا:-

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَه' رَبُّه' لا قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْکَ ط قَالَ لَنْ تَرٰنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَه' فَسَوْفَ تَرٰنِيْ ج فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّه' لِلْجَبَلِ جَعَلَه' دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ج فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَکَ تُبْتُ اِلَيْکَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (الاعراف ۷:آیت ۱۴۳) ''اور جب موسیٰ ہمارے مقررہ کردہ وقت کے مطابق ہماری مقررہ جگہ پر آ گیا تو اس کے رب نے اس کے ساتھ کلام فرمایا۔ موسیٰ نے اس موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے عرض کیا کہ اے میرے رب! تُو مجھے اپنا حقیقی وجود دکھلا تا کہ لگے ہاتھوں آج میں تیرا دیدار بھی کرلوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر رحم کرتے ہوئے جواب میں فرمایا کہ اے موسیٰ ! تُو مجھے دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا مگر تُو اُس پہاڑ کی جانب دیکھ اور اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو پھر تُو بھی مجھے دیکھ لے گا اور پھر جب موسیٰ کے رب نے اُس پہاڑ پر اپنا جلوہ دکھایا تو وہ پہاڑ اس جلوہ کی تاب نہ لا کر پاش پاش ہو گیا اور یہ ہیبت ناک نظارہ دیکھ کر موسیٰ دہشت سے بے ہوش ہو کر گر پڑا لیکن کچھ عرصہ کے بعد جب اس بے ہوشی سے موسیٰ کو کچھ افاقہ ہؤا تو موسیٰ نے خدا تعالیٰ کے حضور نہایت لجاجت سے مؤدبانہ عرض کیا کہ اے میرے رب! بلاشبہ تُو ہر عیب سے پاک ہے لہذا میں صرف تیری ہی جانب مؤدب ہو کر جُھکتا ہوں اور تُو دیکھ کہ میں اس زمانہ میں تجھ پر حقیقی ایمان لانے والوں میں سے سب سے زیادہ ایمان لانے والوں میں سے ایک ہوں''۔

وحی الٰہی کی ایک دوسری قسم یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام کسی پردہ کے پیچھے مستور ہو مثلاً کسی خواب کے ذریعہ یا کشفی طور پر یعنی بیداری یا نیم بیداری کی حالت میں کوئی نظارہ دکھلا دیا جائے یا کوئی تحریر دکھلا دی جائے اور یا پھر کسی قلبی القاء کی بدولت کوئی امر ظاہر کر دیا جائے۔ جیسا کہ لیلۃ القدر دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ ایک خاص قسم کے قلبی نور کی وجہ سے انہیں علم ہؤا کہ یہ وہی مبارک رات ہے کہ جسے لیلۃ القدر کہتے ہیں۔ قرآن شریف کی مختلف آیات میں ان واقعات کا ذکر ہے لیکن میں یہاں صرف ایک مثال ہی لوں گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰی قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا ج قَالَ اَنّٰی يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ج فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَه' ط قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ط قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ط قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ج وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ وَلِنَجْعَلَکَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ط فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَه' لا قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (البقرۃ ۲:آیت ۲۵۹) ''اور اب اس ایک شخص کی مثال دیکھو کہ جب وہ ایک ایسے شہر کے پاس سے گزرا کہ جس کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنی چھتوں کے بل گرا ہؤا تھا تو اس شہر کی ویرانی کو دیکھ کر اس شخص نے سوچا کہ اس شہر کی بربادی کے بعد نہ جانے اللہ کب اس شہر کو دوبارہ آباد کرے گا؟ اس خیال کے آتے ہی اللہ نے اسے ایک سو سال تک خواب میں مردہ رکھا اور ایک سو سال کی نیند کے بعد اسے جگا کر پُوچھا کہ اے میرے بندے اب بتا!

کہ تُو اس حالت میں کتنا عرصہ رہا؟ اس شخص نے جواب دیا کہ اے میرے اللہ! میں اس نیند کی حالت میں شائد ایک دن یا دو دن مبتلا رہا ہوں۔ یہ سن کر اللہ نے فرمایا: ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے اور تُو اس خواب کی حالت میں ایک سو سال بھی رہا ہے لہذا اب تُو اپنے کھانے پینے کے سامان کی طرف دیکھ کہ وہ گلا سڑا نہیں اور اپنے سواری کے گدھے کی طرف بھی دیکھ اور ان دونوں کو صحیح وسلامت دیکھ کر سمجھ لے کہ تیرا خیال بھی اپنی جگہ درست ہے اور ہمارا خیال بھی اپنی جگہ درست ہے اور ایسا ہم نے اس لئے کیا ہے تا کہ ہم تجھے لوگوں کے لئے ایک نشان بنائیں۔ پس اب ان ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ کس طرح ہم ان کو اپنی اپنی جگہ رکھ کر جوڑتے ہیں اور پھر اس کے بعد ہم ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ پس جب اس شخص پر یہ حقیقت پورے طور پر واضح ہوگئی تو اس نے مؤدبانہ عرض کیا کہ اے میرے اللہ! میں جانتا ہوں کہ تُو ہر ایک چیز پر قادر ہے''۔

وحی الٰہی کی ایک تیسری صورت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام خدا تعالیٰ کے کسی فرشتہ کے ذریعہ انسان پر نازل ہو۔ یہ فرشتے انسانی صورت میں بھی وارد ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی آیات میں حضرت لُوط علیہ السلام کی قوم کے بارہ میں ذکر ہے کہ جب اس قوم پر عذاب آنے والا تھا تو اس سے قبل چند فرشتے انسانوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کو مطلع کرنے کے واسطے وہاں بھیجے گئے اور راستہ میں انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھی قیام کیا کہ جن کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپؑ کی زوجہ حضرت سارہ علیہ السلام دونوں گھبرا گئے کہ خدا جانے کیا آفت آنے والی ہے لیکن ان فرشتوں نے انہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت اسحٰق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی اور اس کے بعد وہ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے علاقہ کی جانب چلے گئے کہ جہاں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے ان مہمانوں کی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام کو آڑے ہاتھوں لیا کہ جس پر اسی رات قوم لوط کی بستی پر زلزلہ کا ایسا شدید عذاب نازل ہؤا کہ وہ نیست ونابود ہوگئی۔ بہر حال فرشتوں کے اس طرح انسانی بھیس میں نزول اور پیام وکلام یعنی وحی الٰہی لانے کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۣ الْمُرْسَلُوْنَ ○ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ○ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ○ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ○ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّ امْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ○ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ○ (الحجر ۱۵ :آیات ۶۱-۶۶) ''پھر جب ہمارے فرستادے قوم لوط کے علاقہ میں آئے تو لوط نے ان سے کہا کہ تم یقیناً یہاں اجنبی ہو۔ اس پر فرستادوں نے کہا کہ ہمیں تو صرف اس عذاب کی سچی خبر دے کر بھیجا گیا ہے کہ جس کے بارہ میں تمہاری قوم شک وشبہ میں مبتلا ہے لیکن ہم تمہارے پاس اس حقیقت کو لے کر آئے ہیں کہ یقیناً ہم ہی سچے ہیں۔ پس! تم رات کے پچھلے پہر اپنے ماننے والوں کے ساتھ یہاں سے نکل جاؤ اور راستہ میں تم ان کے پیچھے پیچھے رہو اور تم میں سے کوئی بھی اِدھر اُدھر مُڑ کر نہ دیکھے اور جہاں جانے کا تمہیں فرمان دیا گیا ہے تم لوگ اُس محفوظ مقام کی جانب چلے

جاؤاور ہم نے اسے یہ بات بھی بتادی تھی کہ ان لوگوں کی جڑ صبح ہونے سے پہلے پہلے کاٹ دی جائے گی''۔

اسی طرح مؤمنین کی وفات کے بعدان کی روحوں کے استقبال کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت کی وحی کو لے کر فرشتے ہی آتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّاتَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ (فصلت ۴۱ :آیت ۳۰) ''وہ لوگ کہ جنہوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ صرف اللہ ہی ہمارا رب ہے اور پھر اپنے اس عقیدہ پر استقامت کے ساتھ قائم ہوگئے۔اُن لوگوں پر میرے فرشتے یہ کہتے ہوئے اتریں گے کہ تم اپنے پچھلے کسی گناہ یا غلطی پر نہ ڈرو اور جس جنت کے ملنے کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اس کے ملنے پر خوش ہو جاؤ''۔

الغرض وحی الٰہی کی بہت سی اقسام ہیں۔اسی طرح وحی الٰہی کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ یہ صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ زمین و آسمان میں موجود مختلف چیزوں اور جانداروں پر بھی نازل ہوتی رہتی ہے۔مثلاً:-

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ (نحل ۱۶ : آیت ۶۸) ''اور رب نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ تو پہاڑوں میں اور درختوں میں اور چھتوں میں گھر بنا''۔

اللہ تعالیٰ کا زمین و آسمان کے ساتھ مکالمہ۔فرمایا:-

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ ؕ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا ○ (الاحزاب ۳۳: آیت ۷۲) ''ہم نے اس کامل امانت یعنی مکمل شریعت (قرآن مجید) کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا لیکن وہ سب اس عظیم بوجھ کو اُٹھانے سے ڈر گئے اور انہوں نے اتنے بھاری بوجھ کو اٹھانے سے صاف انکار کر دیا لیکن انسان نے اس کو اُٹھا لیا کیونکہ انسان یقیناً اپنے اوپر بہت زیادہ ظلم کرنے والا اور اتنی بڑی ذمہ داری کے تمام عواقب سے قطعاً بے پرواہ تھا''۔

ان تمام آیات کی تلاوت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے یا مخلوق پر جب بھی جی چاہے وحی نازل کرتا رہا ہے اور تا ابد کرتا چلا جائے گا خواہ وہ تزکیہ نفس یا روز جزا سزا کے لئے ہو یا دوسرے امور کے واسطے۔فرمایا:-

رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ (مؤمن ۴۰ :

آیت ۱۵) " وہ اونچے درجات اور عرش کا مالک اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے روح یعنی روح القدس کو اپنی وحی کے ساتھ بھیجتا رہتا ہے تا کہ انہیں اس موعود ملاقات سے ڈرائے"۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ایک ایسے انسان کا ذکر کرتا ہے کہ جسے اللہ نے بعض ایسے علوم عطاء کر رکھے تھے کہ جن کی بدولت اسے غیب کا علم بھی آتا تھا کہ جس کے باوجود خود فائدہ اٹھانے کے وہ ہر قدم پر نیکیاں ہی کرتا چلا جاتا تھا۔ فرمایا:-

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (٦٥) قَالَ لَهٗ مُوْسٰی هَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰٓی اَنْ
تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (٦٦) قَالَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا (٦٧) وَ کَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ
خُبْرًا (٦٨) قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا (٦٩) قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ
حَتّٰٓی اُحْدِثَ لَکَ مِنْهُ ذِکْرًا (٧٠) فَانْطَلَقَا وقفة حَتّٰٓی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا ط قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا
ج لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا (٧١) قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا (٧٢) قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَ لَا
تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا (٧٣) فَانْطَلَقَا وقفة حَتّٰٓی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ لا قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ ط لَقَدْ
جِئْتَ شَیْئًا نُّکْرًا (٧٤) قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا (٧٥) قَالَ اِنْ سَاَلْتُکَ عَنْ شَیْءٍۢ بَعْدَهَا
فَلَا تُصٰحِبْنِیْ ج قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا (٧٦) فَانْطَلَقَا وقفة حَتّٰٓی اِذَآ اَتَیَآ اَهْلَ قَرْیَةِ اِسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ
یُّضَیِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ط قَالَ لَوْ شِئْتَ لَا تَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا (٧٧) قَالَ هٰذَا فِرَاقُ
بَیْنِیْ وَ بَیْنِکَ ج سَاُنَبِّئُکَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَیْهِ صَبْرًا (٧٨) اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَکَانَتْ لِمَسٰکِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی
الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا وَ کَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِکٌ یَّاْخُذُ کُلَّ سَفِیْنَةٍ غَصْبًا (٧٩) وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَکَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ
فَخَشِیْنَآ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّ کُفْرًا (٨٠) فَاَرَدْنَآ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَکٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا (٨١) وَ اَمَّا
الْجِدَارُ فَکَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَ کَانَ تَحْتَهٗ کَنْزٌ لَّهُمَا وَ کَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ج فَاَرَادَ رَبُّکَ اَنْ یَّبْلُغَآ
اَشُدَّهُمَا وَ یَسْتَخْرِجَا کَنْزَهُمَا صلے رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّکَ ج وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ط ذٰلِکَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَیْهِ
صَبْرًا (٨٢) (الکهف ١٨ : آیات ٦٥ – ٨٢) "پھر ہمارے بندوں میں سے ایک نے ایک ایسے بندے کو پایا جسے ہم

نے اپنے ہاں سے رحمت دی تھی اور اسے ہم نے اپنے پاس سے ایک علم سکھایا تھا۔ اس نے پوچھا کہ کیا میں اس شرط پر تمہارے ساتھ چل سکتا ہوں کہ تو مجھے اس میں سے کچھ سکھائے کہ جیسا کہ تجھے ہدایت کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔ کہا بے شک تو میرے ساتھ چل کر ہرگز صبر نہیں کر سکے گا۔ اور تو صبر کیسے کرے گا اس بات پر کہ جو چیز تیری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ اس نے کہا کہ انشاءاللہ تو مجھے صابر ہی پائے گا اور میں کسی بات میں بھی تیری مخالفت نہیں کروں گا۔ کہا پس اگر تو میرے ساتھ رہے تو مجھ سے کسی بات کا سوال نہ کرنا یہاں تک کہ میں خود تیرے سامنے اس کا ذکر کروں۔ پس دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہونے لگے تو اس نے اس کے پیندے میں سوراخ کر کے ڈبو دیا۔ کہا کہ یہ تو نے کیوں کیا۔ کیا تو نے اس لئے سوراخ کیا ہے کہ کشتی کے لوگوں کو غرق کر دے۔ یہ تو تو نے بہت ہی خطرناک حرکت کی ہے۔ کہا کہ کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ تو میرے ساتھ صبر نہیں کر سکے گا۔ کہا میرے بھول جانے پر گرفت نہ کر اور میرے معاملہ میں سختی نہ کر۔ پھر دونوں آگے چل پڑے یہاں تک کہ انہیں ایک لڑکا ملا تو اس بندے نے اسے مار ڈالا۔ اس نے کہا کہ تو نے ایک بے گناہ کو ناحق مار ڈالا۔ یہ تو تو نے بری بات کی۔ کہا کہ کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ تو میرے ساتھ صبر نہیں کر سکے گا۔ کہا اگر اس کے بعد میں آپ سے کسی چیز کا سوال کروں تو مجھے ساتھ نہ رکھیں۔ آپ میری طرف سے آزاد ہوں گے۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں سے گزرے تو ان سے کھانا مانگا انہوں نے مہمان نوازی سے انکار کر دیا پھر انہوں نے وہاں ایک دیوار پائی جو گرنے ہی والی تھی تب اسے سیدھا کر دیا۔ کہا اگر آپ چاہتے تو اس کام پر کوئی اجرت ہی لے لیتے۔ کہا اب میرے اور تیرے درمیان جدائی ہے۔ اب میں تجھے ان باتوں کا راز بتاتا ہوں جن پر تو صبر نہ کر سکا۔ جو کشتی تھی سو وہ محتاج لوگوں کی تھی جو دریا پر مزدوری کرتے تھے پھر میں نے اس میں عیب دار کر دیا اور یہ اس لیے کہ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک کشتی کو زبردستی پکڑ رہا تھا اور رہا لڑکا سو اس کے ماں باپ ایمان دار تھے سو ہم ڈرے کہ یہ انہیں بھی سرکشی اور کفر میں مبتلا نہ کرے۔ پھر ہم نے چاہا کہ ان کا رب اس کے بدلہ میں انہیں ایسی اولاد دے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر اور محبت میں اس سے بڑھ کر ہو اور ہاں یہ جو دیوار تھی سو وہ اس شہر کے ایک نیک آدمی کے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا۔ پس تیرے رب نے چاہا کہ وہ جوان ہو کر اپنا خزانہ تیرے رب کی مہربانی سے نکالیں۔ اور یہ کام میں نے اپنے ارادے سے نہیں کیا۔ یہ حقیقت ہے ان باتوں کی کہ جن پر تو صبر نہ کر سکا''۔

☆

کتاب نوح

جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد بہت سے مرسلین گزرے لیکن قرآن مجید میں ان سب کا ذکر موجود نہیں لیکن حضرت آدم علیہ السلام کے بعد جس مشہور نبی کا ذکر ملتا ہے وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ آپؑ کے حالات زندگی قرآن مجید میں جا بجا ملتے ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؑ ایک شریعت لانے والے پیغمبر تھے۔ فرمایا:-

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرَاهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ وَّكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ (سورة الحدید ۵۷: آیت ۲۶) ''اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا تھا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تھی۔ پس بعض تو ان میں راہِ راست پر چلتے رہے لیکن بہت سے ان میں سے نافرمان گزرے''۔

☆

صحف ابراہیم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم انسانوں کو ہمیشہ ہی صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت فرمائی ہے اور اس راہ پر گامزن ہونے کے لئے وقتاً فوقتاً اپنا کلام نازل فرمایا کہ جسے ہم مختلف الہامی صحیفوں اور الہامی کتب میں تحریراً بھی دیکھ سکتے ہیں۔ انہی مقدس کتب الہیہ میں سے ایک کتاب کا نام صحف ابراہیم ہے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اُتری۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص شان ہے کہ وہ اپنے ایک کلام کو ایک جگہ کسی ایک نام سے منسوب کرتا ہے تو اپنے اسی کلام کو ایک دوسری جگہ کسی دوسرے نام سے منسوب کر دیتا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل سورۃ کی تلاوت سے ثابت ہوتا ہے کہ کبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کو تورات کا نام دیا گیا ہے تو کہیں صحف موسیٰ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صحیفہ تاکہ ہمیں یہ علم ہو جائے کہ دراصل اللہ تعالیٰ کے ہر کلام پاک میں توحید کے بارہ میں اور شرک سے بچنے کے لئے نیز تمام گناہوں سے بچنے کے لئے ہمیشہ صرف ایک ہی پیغام دیا گیا ہے۔ اپنی ہر کتاب میں اللہ تعالیٰ نے ہم انسانوں کی بھلائی اور بہتری کے لئے بہت سے احکامات نیز مختلف قوانین اپنے الہام کے ذریعہ سے اتارے کہ جن کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ تم آج سے پہلی کتب میں بھی دیکھ سکتے ہو اور:-

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى (36) وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى (37) (سورة النجم ۵۳ : آیات ۳۶-۳۷) '' کیا

اسے ان باتوں کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں اور ابراھیم کے کہ جنہوں نے اپنا اپنا عہد پورا کیا''۔

اسی طرح مزید فرمایا کہ:-

صُحُفِ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ مُوۡسٰی o (الاعلیٰ ۸۷ :آیت ۱۹) ''ابراہیم اور موسیٰ کو دی جانے والی الہامی کتب میں بھی''۔

☆

تورات

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء علیہم السلام پر اپنی پاکیزہ وحی اتاری۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے چند ایک خاص خاص انبیاء علیہم السلام کو بعض خصوصی احکامات سے بھی نوازا اور عوام کی بھلائی کے لئے چند قوانین بھی سکھائے کہ جن کو وحی الٰہی کے نزول کے بعد اسی وقت یا بعد میں ایک کتابی صورت میں جمع کر لیا گیا۔اس وحی باری تعالیٰ کا نزول حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی ہوا۔وحی الٰہی کے اُس مجموعہ کا نام تورات ہے ۔فرمایا:-

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ لَعَلَّهُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ o (المؤمنون ۲۳ :آیت ۴۹) ''اور ہم نے موسیٰ کو بھی اپنے احکامات سے بھرپور ایک کتاب دی تھی تا کہ اس کی قوم ہدایت پائے''۔

اسی تورات کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ:-

نَزَّلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَاَنۡزَلَ التَّوۡرٰةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ o مِنۡ قَبۡلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ (اٰل عمران ۳ :آیات ۳–۴) ''اللہ تعالیٰ نے حق وانصاف پر مبنی یہ کتاب یعنی قرآن مجید ایک فیصلہ کن نشان کی صورت میں لوگوں کو ہدایت دینے کے واسطے نازل کیا ہے جیسا کہ اس نے اس کتاب سے پہلے تورات اور انجیل کو نازل کیا تھا۔اس لئے اب جس کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کی ان آیات کا انکار کیا تو اس کے لئے یقیناً ایک انتہائی سخت عذاب مقدر ہے اور اللہ کی قسم کہ وہ بہت ہی زیادہ انتقام لینے والا ہے''۔

اسی طرح تورات کے بارہ میں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا کہ:-

اِنَّـآ اَنْـزَلْـنَـا التَّـوْرَاـةَ فِيْهَـا هُـدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبَّانِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيَاتِیْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَمَنْ لَّـمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ (المائدة ۵ : آیت ۴۴) " ہم نےتم پرتورات نازل کی کیونکہ اس میں ہدایت کا نور ہے۔اس کے مطابق اللہ کے فرمانبردار پیغمبر یہود کو احکامات دیا کرتے تھے اور اہل اللہ اور علماء بھی اس لئے کہ وہ اللہ کی کتاب کے محافظ ٹھہرائے گئے تھے اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے۔سوتم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے میں تھوڑا مول مت لو اور جو کوئی اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتارا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں"۔

لیکن یہود نے بعد میں اس بابرکت کتاب تورات میں اپنی مرضی اور منشاء نیز حالات کے مطابق تبدیلیاں کرلیں جو کہ قرآن مجید کی اوپر درج آیت سے بھی ثابت ہیں کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے خود ماضی کا صیغہ استعمال فرما کر ہمیں اس جانب متوجہ کیا ہے کہ موجودہ تورات وہ تورات نہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا کہ:-

اِنَّـآ اَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْر" ---(المائدة ۵ :آیت ۴۴) "کہ ہم نے تورات کو یقیناً ہدایت اور نور سے بھرپور اُتارا تھا"---

پھر تورات کی تصدیق کے لئے ہی انجیل کو بھی نازل کیا۔فرمایا:-

وَقَـفَّيْنَا عَلٰى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَاٰتَيْنَاهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّـمَا بَيْـنَ يَـدَيْـهِ مِـنَ التَّـوْرَاةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ (المائدة ۵ : آیت ۴۶) " اور ہم نے ان کے پیچھے انہیں کے قدموں پر مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا جو اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا تھا اور ہم نے اسے انجیل دی جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔یہ انجیل اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والی تھی اور سیدھی راہ بتانے والی تھی اور ڈرنے والوں کے لیے نصیحت تھی"۔

یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ بذات خود ہی ہمیں کھول کھول کر یہ تمام باتیں سمجھا رہا ہے لیکن افسوس کہ یہودیوں نے ان ہدایت پر عمل نہ کیا۔اسی لئے تو آج کی تورات تو ایک طرف رہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہ السلام کے زمانہ مسیحیت میں پائی جانے والی تورات بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی جانی والی اصل تورات سے بہت دُور جا چکی تھی ورنہ یہودیوں کی اصلاح کے لئے کسی دوسری کتاب یعنی انجیل کو کیوں نازل کیا جاتا؟ اور اب ان دونوں مذاہب بلکہ دنیا کی بقیہ اقوام کی اصلاح کے لئے قرآن مجید کو کیوں نازل کیا جاتا؟

زبور

یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل فرمائی۔ زبور کا ایک مطلب ٹکڑے بھی ہے یعنی تورات کے بعد اس زمانہ کی اصلاح کے لئے کچھ خدائی احکامات ٹکڑوں کی صورت میں یعنی آہستہ آہستہ حضرت داؤد علیہ السلام پر بھی اتارے گئے تھے اور ان میں بھی وہی احکامات درج ہیں جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کتاب صحف ابراہیمی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات میں درج تھے بہرحال زبور کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ (النسأ ۴ :آیت ۱۶۳) ”یقیناً ویسے ہی جیسے کہ ہم نے اپنے تمام دوسرے انبیاً پر وحی نازل کی تھی بالکل اسی طرح ہم نے تجھ پر بھی اپنی وحی نازل کی ہے اور یقیناً ہم نے ہی ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور ان کی اولاد نیز عیسیٰؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ پر بھی وحی نازل کی تھی اور ہم نے داؤدؑ کو بھی ایک کتاب زبور نامی دی تھی“۔

پھر فرمایا:-

وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا (بنی اسرائیل ۱۷ : آیت ۵۵) ”اور تیرا رب خوب جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اور ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض دوسرے پیغمبروں پر فضیلت دی ہے۔ اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی“۔

پھر ایک جگہ اور فرمایا کہ:-

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِى الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِىَ الصّٰلِحُوْنَ (انبیاء ۲۱ : آیت ۱۰۵) ”اور یقیناً ہم بطور نصیحت زبور میں لکھ چکے ہیں کہ بے شک زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہوں گے“۔

☆

انجیل

خدا تعالیٰ کی جانب سے جتنے انبیائے کرام قوم کی جانب معبوث کئے گئے ہیں اتنے شائید کسی دوسری قوم کی جانب معبوث نہیں ہوئے۔لیکن نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اِدھر ایک یہودی نبی کی آنکھ بند ہوتی تھی تو اُدھر قوم یہود کی کارستانیاں پھر اپنے عروج تک جا پہنچتیں حتیٰ کہ بعض اوقات تو یہاں تک ہوا کہ ایک نبی نے انہیں کچھ ارشاد فرمایا لیکن ابھی اس نے پیٹھ پھیری ہی تھی کہ یہود پھر منکر ہو گئے۔پس! اسی لئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو ایک ہی وقت میں دو دو یا اس سے بھی زیادہ انبیائے کرام علیہم السلام یہود کی طرف بھیجنے پڑے۔اس کی وجہ اللہ تعالیٰ خود یوں بیان فرماتا ہے کہ آج سے پہلے گزرے ہوئے انبیائے کرام علیہ السلام کے متبعین میں سے سوائے چند ایک کے بقیہ سب کے سب فاسق و فاجر نکلا کرتے تھے۔فرمایا:-

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ج وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ٥ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ --- ٥ (الحدید ۵۷ :آیات ۲۶-۲۷)

''اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھی اس قوم کی جانب اپنا رسول بنا کر بھیجا تھا اور ہم نے ان کی ذریت سے نبوت اور اپنی الہامی کتب کو مخصوص کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود ان میں سے کچھ تو ہدایت یافتہ نکلے لیکن ان میں سے زیادہ تر فسق و فجور کرنے والے ہی نکلے کہ جن کا یہ نمونہ دیکھ کر ہم نے نوح اور ابراہیم کے نقش قدم پر بہت سے دوسرے انبیاؑ کو ان کی اصلاح کے لئے بھیجا اور عیسیٰ کو بھی انجیل عطاءٗ فرما کر انہی انبیائے کرام کے پیچھے پیچھے اسی مذہب کی تبلیغ کے لئے بھجوایا---

بہرحال یہودی قوم میں نازل ہونے والے سب سے آخری نبی کا نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیح ابن حضرت مریم علیہ السلام ہے۔قرآن شریف کی متعدد آیات سے یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی یہود کی اصلاح کے لئے ہی اپنی ایک کتاب انجیل سے نوازا تھا اور جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل ،حضرت موسیٰ علیہ السلام کی الہامی کتاب تورات کی تصدیق بھی کرتی تھی یعنی اُس میں درج احکامات وہی قوانین تھے جو تورات میں بھی درج ہیں لیکن ان کے علاوہ اس میں کچھ نئے احکامات بھی تھے جیسا کہ فرمایا:-

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ص وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ لا وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ٥ (المائدۃ ۵ : آیت ۴۶) ''اور ہم نے ان پہلے انبیاء کے بعد ان کے نقش قدم پر عیسیٰ بن مریم کو بھیجا جو اس تورات کی تصدیق کرتا تھا جو اس کے سامنے تھی اور ہم نے اسے انجیل بھی دی

تھی۔جس میں ہدایت اور نور تھا اور وہ تورات کی تصدیق کرتی تھی جو اس کے سامنے تھی اور وہ متقیوں کے لئے ہدایت اور نصیحت تھی‘‘۔

یعنی مزید کچھ ایسے نصیحت آمیز احکامات اُس انجیل میں بھی نازل کئے گئے تھے جو کہ اُس سے پہلے کسی دوسری کتاب میں نہ تھے۔ یہود سینکڑوں سال تک اپنے خدائی نوشتوں میں درج اپنے ایک ایسے ہی مصلح اور ایک ایسے ہی مسیح کا انتظار کررہے تھے جو کہ اُن کی اصلاح کا باعث بنے لیکن افسوس! کہ جب وہ مصلح وہ مسیح وہ مرسل ان میں آیا تو انہوں نے اس کی قدر نہ کی اور اسے ماننے سے صاف انکار کردیا اور پھر بہت سے یہودیوں نے اس نئی کتاب کے احکامات کو بھی نہ مانا لیکن چند ایک یہودیوں نے اپنی روحانی بصیرت سے یہ جان لیا کہ یہ وہی نبی اور وہی مسیحا ہے کہ جس کا ہم اب تک انتظار کرتے چلے آرہے تھے پس! انہوں نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے اقوال کو بہت توجہ اور نہایت غور سے سنا اور انجیل کے احکامات پر صدق دل سے عمل کیا اور وہ یہودی قوم سے ان کی شرارتوں اور بے ہودگیوں نیز گناہ آلود طرز معاشرت کی بنا پر الگ ہوگئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے کی وجہ سے نصاریٰ یا عیسائی کہلانے لگے۔

لیکن تاریخ شائید اپنے آپ کو دوہراتی ہے یا چونکہ یہ عیسائی بھی انہی یہودیوں میں سے ہی تھے لہذا صد افسوس! کہ ان پرانے یہودی اور نئے عیسائیوں نے بھی کچھ عرصہ تک تو اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باتوں کو دل و جان سے مان کر ان پر عمل کیا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے بھی اس مقدس کتاب میں تبدیلیاں کرنا شروع کردیں۔ یہاں تک کہ آج کی انجیل یعنی نیو ٹیسٹامنٹ کا اُس زمانہ کی اصل انجیل مقدس سے کوئی خاص تعلق نہیں جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اُتری تھی کیونکہ آج کی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور آپؑ کے حواریوں نیز بعد میں آنے والے معتقدین کے حالات زیادہ بیان کئے گئے ہیں اور خدا تعالیٰ کے واضح احکامات خال خال ہی کہیں کہیں نظر آتے ہیں۔شائید کہیں اُس اصلی انجیل مقدس کا کوئی نسخہ بھی محفوظ ہو جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی حواری ضابطہ تحریر میں لایا ہو لیکن افسوس! کہ عیسائی اپنی بدقسمتی سے اُس اصلی نسخہ کو چھپائے ہوئے ہیں یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قرآن مجید کے نزول سے پہلے تمام کتب کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے نہیں لیا تھا اس لئے اغلباً اصل صحیفہ انجیل کا ضائع ہو چکا ہے یا ضائع کردیا گیا ہے۔**واللہ اعلم بالصواب**

حقیقت حال دراصل یہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی انہی نافرمانیوں کو دیکھتے ہوئے ہی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل کرنے کا فیصلہ فرمایا۔انجیل میں انہی تبدیلیوں کی بناء پر کہ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے عیسائیوں کے کئی فرقے بن گئے کہ جن کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب کرے۔آمین

قرآن

معزز قارئین! اگر دنیا بھر کے تمام مذاہب کا غور سے جائزہ لیا جائے تو ہمیں یہ علم ہو جاتا ہے کہ نہ صرف یہود کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے نبی کی آنکھ بھی بند ہونے کا انتظار نہیں کیا کرتے تھے تاکہ فسق و فجور میں پھر سے منہمک ہو جائیں بلکہ دوسرے مذاہب کا بھی کم و بیش یہی حال تھا۔ چونکہ اُوپر درج تمام کتب صرف کسی ایک خاص قوم یا ایک محدود زمانہ اور ایک مخصوص علاقہ کی آبادی کے لئے نازل ہؤا کرتی تھیں لہذا خدا تعالیٰ نے تمام دنیا بھر کی اصلاح کے لئے حکمت سے بھرپور ایک ایسی کتاب نازل کرنے کا فیصلہ فرمایا کہ جس میں اگلے پچھلے تمام اچھے احکامات درج ہوں۔ ایک ایسی پائیدار کتاب جو کہ تا قیامت زمانہ کے دست و بُرد سے محفوظ رہے۔ ایک ایسی بے نظیر کتاب کہ جس کے مدمقابل دنیا بھر کی کوئی کتاب نہ ٹھہر سکے۔ اپنے پُر حکمت احکامات سے پُر عالیشان ایک ایسی بے نظیر کتاب کہ جس کے بین الاقوامی قوانین پر عمل کرنے سے تمام انسانیت کا بھلا ہو۔ یہ کتاب رب العالمین اللہ تبارک و تعالیٰ نے آنحضرت محمدؐ احمدؐ ﷺ پر نازل فرمائی اور اس کا نام قرآن مجید ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کے بارہ میں پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ:-

نَزَّلَ عَلَيْکَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًالِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ ٥ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ط اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَاب'' شَدِيْد'' ط وَاللّٰهُ عَزِيْز'' ذُوانْتِقَامٍ (اٰل عمران ۳ : آیات ۳-۴) ''اللہ تعالیٰ نے حق و انصاف پر مبنی یہ کتاب ایک فیصلہ کن نشان کی صورت میں لوگوں کو ہدایت دینے کے واسطے نازل کی ہے جیسا کہ اس نے اس کتاب سے پہلے تورات اور انجیل کو لوگوں کو ہدایت دینے کے لئے نازل کیا تھا۔ اس لئے اب جس کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کی ان آیات کا انکار کیا تو اس کے لئے یقیناً ایک انتہائی سخت عذاب مقدر ہے اور قسم ہے اللہ کی کہ وہ بہت ہی سخت انتقام لینے پر غالب ہے''۔

قرآن مجید کے نزول کے سلسلہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسے میں نے وحی کی صورت میں نازل فرمایا:-

قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ط قُلِ اللّٰهُ قف لا شَهِيْد'' م بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ قف وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَاالْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ م بَلَغَ ط اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ط قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ج قُلْ اِنَّمَا هُوَاِلٰه'' وَّاحِد'' وَّاِنَّنِيْ بَرِيْ ء'' مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ O (الانعام ۶ : آیت ۱۹) ''تو پوچھ کہ سب سے زیادہ سچی گواہی دینے والی کون سی ہستی ہوسکتی ہے؟ اور پھر خود ہی اس کا جواب بھی دے دے کہ اللہ۔ وہ یقیناً میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے کہ یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس

کے ذریعہ تمہیں اور جن تک یہ پہنچے انہیں خبردار کردوں۔کیا تم اس بات کی گواہی دے سکتے ہو کہ اللہ کے سوائے کوئی اور بھی معبود موجود ہے؟ تو کہہ دے کہ میں تو ایسی گواہی نہیں دے سکتا کیونکہ یقیناً وہ اکلوتا ہی ہمارا معبود ہے اور میں اپنے آپ کو تمہارے شرک سے بری الذمہ قرار دیتا ہوں''۔

پھر فرمایا:-

الٓرٰ قف کِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ o (ھود ۱۱:آیت ۱) ''میں اللہ بے حد دیکھنے والا ہوں۔یہ قرآن ایک پُرحکمت کتاب ہے اور اس قرآن کی آیات ہر ایک چیز کے بارہ میں ایک ایسی مظبوط دلیل ہیں کہ جنہیں بے حد تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کیونکہ یہ صاحب حکمت اور ہر چیز کی خبر رکھنے والے خدا کی جانب سے ہیں''۔

اسی طرح اپنے کلام کی تعریف میں ارشاد فرمایا کہ:-

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ o (الحجر ۱۵:آیت ۱) ''میں اللہ بے حد دیکھنے والا ہوں۔اس قرآن کی تمام آیات اپنے مفہوم اور مطالب کو خوب واضح کرنے والی ہیں''۔

اپنے کلام پاک کی سچائی کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ قسم کھا کر ہمیں بتلاتا ہے کہ:-

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ o (صٓ ۳۸:آیت ۱) ''اس قرآن کو صادق خدا نے اتارا ہے اور ہم اس دعویٰ کے ثبوت میں قرآن کو ہی شہادت کے طور پر پیش کرتے ہیں جو کہ ہر قسم کی عمدہ اور پاکیزہ نصائح سے پُر ہے''۔

پھر فرمایا:-

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ o (صٓ ۳۸:آیت ۲۹) ''یہ قرآن ایک مبارک کتاب ہے کہ جسے ہم نے تیری طرف نازل کیا ہے جو سب اعلیٰ وارفع خوبیوں کی جامع ہے تا کہ عقل مند لوگ اس میں درج امور پر غور وخوض کرتے ہوئے نصیحت حاصل کریں''۔

نیز مزید فرمایا کہ:-

اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ج فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ج وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ج وَمَآ اَنْتَ

عَلَیۡھِمۡ بِوَکِیۡلٍ o (الزمر ۳۹ :آیت ۴۱) ''ہم نے تجھ پر یہ قرآن ایک کتاب کی صورت میں یقیناً لوگوں کے فائدہ کے لئے حکمت برحق کے ساتھ اتارا ہے۔پس! جس نے اسے پڑھ کر یا سن کر ہدایت پالی تو اس کی بدولت ہونے والا نفع صرف اسی کی جان کو ہوگا اور جو اسے پڑھ کر یا سن کر بھی نہ بدلا تو اس کی گمراہی کے عذاب کا وبال بھی صرف اسی کی جان پر پڑے گا اور تمہیں یہ بات ہمیشہ یاد رہے کہ میں نے تمہیں ان میں سے کسی پر بھی کارساز چوکیدار کے طور پر مقرر نہیں کیا''۔

قرآن مجید چونکہ تمام پہلے گزری ہوئی تعلیمات کا نچوڑ ہے لہذا یہ صرف کسی ایک مذہب کے پیروکار کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا جہان کے بندگان خدا کے لئے ایک نصیحت آموز مقدس و بابرکت کتاب ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:-
اِنۡ ھُوَاِلَّا ذِکۡر'' لِّلۡعٰلَمِیۡنَ o (صٓ ۳۸: آیت ۸۷) ''یہ قرآن تو تمام جہانوں کے لئے ایک نصیحت آموز کتاب ہے''۔

پھر مزید تعریف کرتے ہوئے فرمایا:-
وَاِنَّہ' لَتَنۡزِیۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ o نَزَلَ بِہِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ o عَلٰی قَلۡبِکَ لِتَکُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِیۡنَ o بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیۡنٍ o (الشعرآء ۲۶ :آیات ۱۹۲-۱۹۵) ''اور یقیناً یہ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا ہوا کلام ہے۔جسے رُوح الامین لے کر اترا ہے۔تیرے دل پر۔تاکہ تُو ڈرانے والوں میں سے ہوجائے۔صاف اور شفاف یعنی سلیس عربی زبان میں ہے''۔

قرآن مجید کے بارہ میں مزید تفصیل انشاءَ اللہ اس کتاب کے اگلے صفحات میں پیش کی جائے گی کیونکہ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ روز ازل سے یہ سنت اللہ ہے کہ ہر ایک شرعی رسول اور اس کی شرعی کتاب کے نزول کے کچھ عرصہ کے بعد جب کہ اس کے متبع لوگ پھر دوبارہ بدیوں اور برائیوں نیز گناہوں میں ملوث ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھنے والوں کی تعداد بھی کم ہوتے ہوتے بالکل ہی ناپید ہونے کو ہوتی ہے تو تب اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق اپنے بندوں پر پھر اپنا فضل فرماتے ہوئے اور ان کی اصلاح اور بھلائی کو مدنظر رکھتے ہوئے ان میں پھر دوبارہ اپنے کسی امتی نبی، ظلی رسول، بروزی پیغمبر یا مصلح یا مسیح یا مہدی علیہ السلام کو معبوث فرماتا ہے اور پھر اس نئے نبی کو ان پہلی گزری ہوئی کتابوں میں درج احکامات کی تصدیق کے لئے مقرر کیا جاتا ہے لیکن اگر وہ احکامات بہت پُرانے ہو چکے ہوں یا ان پر عمل درآمد ممکن نہ ہو تو پھر وحی الٰہی کے ذریعہ کوئی نئی کتاب یعنی زبور و انجیل وغیرہ یا صحیفہ اس نئے نبی یا رسول یا پیغمبر یا مصلح کو دیا جاتا ہے کہ جس میں پہلے گزری ہوئی تمام کتابوں میں سے کچھ پرانے احکامات درج ہوتے ہیں یا ان پرانے احکامات میں سے ناقابل عمل احکامات کو منسوخ کر دیا جاتا ہے یا پھر ان پرانے قوانین کو بالکل کالعدم قرار

دینے کی بجائے ان میں موجودہ نئے زمانہ کے دستور کے عین مطابق تبدیلی کر دی جاتی ہے۔اس کے علاوہ نئے زمانہ کے حسب حال چند ایک نئے احکامات بھی جاری کئے جاتے ہیں۔

ہمارے زمانہ کی سب سے آخری شرعی کتاب جو کہ اپنے سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی صداقت اور تمام الٰہی کتابوں میں درج احکامات کی گواہی دیتی ہے وہ قرآن مجید ہے۔قرآن مجید کا ہر ایک لفظ خدا تعالیٰ کا اپنا مقدس کلام پاک ہے جو کہ وحی الٰہی کی صورت میں رسول خدا آنحضرت محمدؐ احمدؐ ﷺ کے ۲۳ سالہ دور نبوت پر پھیلا ہؤا ہے۔نزول قرآن شریف کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ ٥ (اٰل عمران ۳:آیت ۳) ’’اس اللہ نے تجھ پر حق وانصاف پر مبنی یہ قرآن نازل فرمایا ہے کیونکہ یہ کتاب تو آج سے پہلے اتری ہوئی تمام کتب میں درج احکامات الٰہیہ کو بھی پورا کرنے والی ہے جو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ہدایت دینے کے لئے وقتاً فوقتاً تورات اور انجیل کی صورت میں نازل فرمائے تھے‘‘۔

لہٰذا جب یہ متبرک کتاب قرآن مجید اپنے سے پہلے گزری ہوئی تمام کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور آج سے پہلے گزرے ہوئے تمام مرسلین کی تصدیق بھی کرتی ہے تو پھر اس میں درج تمام احکامات کو مان لینے میں دنیا بھر کے عوام کو کیا حرج محسوس ہوتا ہے؟ اور پھر جب کہ اس کتاب مقدس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے کہ:-

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ’’ ٥ (التغابن ۶۴ :آیت ۸) ’’اےلوگو! اللہ اور اس کے رسول اور اس کے نور ہدایت قرآن پر ایمان لے آؤ جو کہ ہم نے اپنا فضل فرماتے ہوئے تم پر نازل فرمایا ہے کیونکہ اللہ تمہارے اچھے بُرے تمام اعمال سے خوب واقف ہے‘‘۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں پر ایمان لے آنے کی ہدایت فرمائی ہے یعنی اللہ پر، اس کے رسول پر اور اس کی بھیجی ہوئی نورانی کتاب قرآن مجید پر۔ یہ آخری شرعی کتاب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر نازل فرمائی یعنی قرآن مجید کوئی معمولی کتاب نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک ایسی عالیشان نورانی کتاب ہے کہ جس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی لہٰذا اسی کتاب کے بارہ میں اللہ تعالیٰ مزید ارشاد فرماتا ہے کہ:-

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ٥ (الزمر ۳۹:آیت ۱) ’’اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب اور نہایت حکمت والا ہے‘‘۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس جامع کتاب کو اس حکمت اور خوبی کے ساتھ نازل فرمایا ہے کہ قیامت تک اس کی مثال نہ مل سکے گی۔ اسی لئے ہمیشہ سے مشرکین خدا اور منکرین رسول نیز مکفرین قرآن اسے ایک شاعرانہ کلام خیال کرتے رہے ہیں اور اس مبارک کلام کے پیش کرنے والے شخص آنحضرت محمدؐ احمدؐ ﷺ کو ایک جادوگر سمجھتے رہے ہیں کیونکہ اس بابرکت کتاب کی آیات کو توجہ سے سننے والے ہر شخص پر اس مقدس کلام کا کوئی نہ کوئی اچھا اثر ضرور پڑتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں کی نفی کرتا ہے کہ یہ کوئی شاعرانہ کلام ہے یا جادو سے بھری ہوئی کوئی عبارت ہے۔ فرمایا:-

اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ ٥ وَّمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ٥ وَلَا بِقَوْلِ کَاھِنٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ٥ تَنْزِیْلٌ'' مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ (الحآقۃ ۶۹ :آیات ۴۰-۴۳) ''یہ قرآن ایک عزت والے رسول کا کلام ہے اور کسی شاعر کا کلام نہیں اور نہ ہی کسی پادری پنڈت اور کاہن کی باتیں ہیں۔ یہ کلام پاک تو تمہارے رب العالمین کی طرف سے تم پر اتارا گیا ہے مگر اس کے باوجود بھی تم ایمان نہیں لاتے اور نصیحت حاصل نہیں کرتے''۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام پاک قرآن مجید کی تمام پاکیزہ خوبیاں بیان کرتے ہوئے یعنی دریا کو کوزے میں بند کرتے ہوئے فرمایا:-

وَ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ (۲) اِنَّا جَعَلْنٰہُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ (۳) وَ اِنَّہٗ فِیْۤ اُمِّ الْکِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ (۴) (الزخرف ۴۳ : آیات ۲-۴) '' اور اس روشن کتاب کی قسم ہم نے اسے عربی زبان میں قرآن بنایا ہے تا کہ تم اسے سمجھو اور یہ قرآن تو دنیا بھر کی تمام کتب کا نچوڑ ہے کہ جس کی وجہ سے ہمارے نزدیک یہ بہت ہی بلند شان والی اور نہایت ہی حکمت سے بھرپور کتاب ہے''۔

سی لئے تو قرآن مجید کی مدح میں رطب اللسان ہوتے ہوئے سیدنا حضرت مرزا غلام احمدؑ مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

نُورِ فُرقاں ہے جو سب نُوروں سے اَجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
یا الٰہی! تیرا فُرقاں ہے کہ اِک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اِس میں مُہیّا نکلا (درثمین)

قرآن مجید میں ہی یہ تمام مثالیں دے کر اللہ تعالیٰ ہم بندوں سے ازراہ شفقت یہ پوچھتا ہے کہ اب بتاؤ! تم قرآن کو نہ مان کر کہاں جاؤ گے؟ فرمایا:-

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ط اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ o (الانبیأ ۲۱ :آیت ۵۰) اور یہ قرآن تو ایک ایسی یاددہانی کرانے والی کتاب ہے کہ جس میں آج سے پہلے نازل ہونے والی ہر آسمانی کتب کی تمام خوبیاں جمع کر دی گئی ہیں تو کیا اس کے باوجود بھی تم میری ایسی عمدہ و اعلیٰ کتاب کا انکار کرتے ہو؟

پھر اتمام حجت کے لئے ایک نہایت زبردست مثال دیتے ہوئے فرمایا:-

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ o اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ص وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ o اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ج فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ ج فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ط سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ o (الانعام ۶ : آیات ۱۵۵–۱۵۷) ”اور یہ قرآن تو ایک ایسی پاکیزہ اور برکت والی کتاب ہے کہ جس کو ہم نے خود اتارا ہے۔ پس! اس کی پیروی کرتے ہوئے تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ کیونکہ ایسا نہ ہو کہ کسی دن تم یہ کہو کہ ہم سے پہلے دو جماعتوں پر جو کتاب اتاری گئی تھی وہ کتاب ہم کسی وجہ سے نہ پڑھ سکے اور اس طرح ہم تک اللہ کا پیغام نہیں پہنچ سکا۔ اور پھر ایسا بھی نہ ہو کہ کسی دن تم اپنی جان بچانے کے لئے یہ واویلا مچاؤ کہ اگر ہم پر بھی کوئی کتاب اتاری جاتی تو یقیناً ہم ان سے بھی زیادہ ہدایت پا جانے والوں میں سے ہو جاتے۔ پس! یاد رہے کہ اب تمہارے رب کی طرف سے اس قرآن کی صورت میں تمہارے پاس ایک روشن دلیل اور ہدایت نیز خدا کی رحمت آ گئی ہے لہٰذا اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا کہ اب جس نے اللہ کی ان آیات کو جان بُوجھ کر جُھٹلایا اور ان پر ایمان لانے سے جان بُوجھ کر رُکا رہا تو پھر اس سے زیادہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا اور کوئی نہ ہوگا۔ کیونکہ ہم یقیناً اُن کو جو جان بُوجھ کر ہماری آیات پر ایمان نہیں لاتے انہیں ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے انتہائی سخت تکلیف دہ عذاب کی سزا دیں گے“۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت مبارکہ سے پہلے جن اقوام کو الہامی کتب دی گئی تھیں انہوں نے ان رسولوں کے اس دنیا سے گزر جانے کے بعد بھی کچھ عرصہ تک تو اپنے اُس رسول کی سچی اطاعت میں وقت گزارا لیکن پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنی مرضی یا حالات کے مطابق ان مقدس الہامی کتب میں ردوبدل کر لیا لہٰذا اس ردوبدل کا لازمی نتیجہ اپنے مذہب سے دوری بلکہ رُوگردانی اور آپس کے اختلافات کی صورت میں ظاہر ہوا۔ ان تمام اختلافات کو مٹانے کے لئے خدائے واحد لاشریک نے قرآن مجید کو نازل فرمایا اور ارشاد

فرمایا:-

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ o (النمل ۲۷ :آیت ۷۶) ’’یقیناً یہ قرآن ہی ہے جو بنی اسرائیل کے سامنے ان کے تمام اختلافی مسائل کو صحیح اور درست حالت میں پیش کرتا ہے تا کہ وہ آپس میں ان مسائل پر ایک دوسرے سے اختلاف نہ کریں‘‘۔

نیز اس آخری مکمل اور جامع شرعی کتاب میں تمام دنیاوی امور کے بارہ میں ہر قسم کی باتیں کھول کھول کر وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہیں تا کہ لوگ کسی کہاوت، کسی کہانی، کسی قصہ یا پھر کسی کمزور اور ضعیف حدیث کا سہارا نہ لے سکیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِى الذِّكْرِ o (صٓ ۳۸: آیت ۱) ’’اس قرآن کو صادق خدا نے اتارا ہے اور ہم اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں قرآن کو ہی شہادت کے طور پر پیش کرتے ہیں جو کہ ہر قسم کی نصائح سے بھرپور ہے‘‘۔

پھر فرمایا:-

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ o (هود ۱۱ :آیت ۱) ’’میں اللہ خوب دیکھنے والا ہوں۔اس کتاب کی آیات کو محکم کیا گیا ہے نیز انہیں کھول کر بیان کیا گیا ہے کیونکہ یہ کتاب سب سے زیادہ حکمت والے اور سب سے زیادہ علم رکھنے والے خدا کی جانب سے ہے‘‘۔

پھر اپنے مضامین کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو ہم نے مختلف مضامین کو کئی بار لیکن ہر بار ایک بالکل نئے اور مختلف انداز میں بار بار صرف اس لئے بیان کیا ہے تا کہ تم کسی نہ کسی طرح ہماری باتوں کو سمجھ جاؤ اور غلطی سے کہیں ٹھوکر نہ کھا جاؤ۔فرمایا:-

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ---(بني اسرائيل ۱۷ : آیت ۴۱) ’’ہم قرآن میں ایک مضمون کو بار بار مختلف شکلوں اور مختلف صورتوں میں نیز ہر بار ایک مختلف طریق سے بیان کرتے ہیں تا کہ لوگ ان مختلف مثالوں کو دیکھ کر ہر مسئلہ کو ہر طرح سے بخوبی سمجھ لیں اور کسی بھی قسم کی غلطی میں مبتلاء ہو کر ٹھوکر نہ کھا جائیں‘ ---

پھر اسی سورۃ میں کچھ آگے چل کر فرمایا:-

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ز فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا o (بني اسرائيل ۱۷ :آیت ۸۹) ’’اور ہم نے اس قرآن میں یقیناً ہر ایک ضروری امر کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے تا کہ شائد تم کسی نہ کسی مثال سے ہی بات

کو سمجھ جاؤ لیکن افسوس کہ اکثر لوگوں نے کفر اختیار کرتے ہوئے یہ تمام اچھی باتیں ماننے سے انکار کر دیا''۔

لیکن خدا تعالیٰ اس کے بعد پھر ایک بار مقرر ارشاد فرماتا ہے کہ خواہ کوئی مانے یا نہ مانے ہم نے پھر بھی انسانوں کی اصلاح کے لئے اس کتاب اللہ میں تمام ضروری باتیں بیان کر دی ہیں۔فرمایا:-

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ (الزمر ۳۹: آیت ۲۷) ''اور ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی باتیں بیان کر دی ہیں تا کہ تمام مشرکین، منکرین، ملکفرین اور ملحدین نصیحت حاصل کریں''۔

بہر حال خدا تعالیٰ نے ہر طرح سے انسان کو یعنی پیار محبت سے اور جنت الفردوس کا حسین اور خوبصورت نظارہ دکھلا کر اور نہایت حکمت کے ساتھ بھی یعنی جہنم کا ڈراؤنا اور بھیانک نظارہ دکھلا کر بھی کوشش کی ہے کہ وہ برائیوں، بدیوں گناہوں کو چھوڑ کر راہ راست پر چل پڑے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی بہت سی آیات میں کھلے طور پر ان چیزوں کی تمام تفصیل بھی بیان کی ہے لیکن اس کے باوجود بھی کچھ آیات ذو معنی ہیں اور ان کے دقیق مسائل صرف چند ایک عالم فاضل لوگوں پر ہی کھولے جاتے رہے ہیں اور کھولے جاتے رہیں گے جو کہ ان آیات پر بار بار غور کر کے ان میں چھپے ہوئے مطالب اور معنی پر عمل کرنے والے بھی ہوں گے اور ایسے لوگ جو صرف اوپرا اوپر سے ہی قرآن پڑھنے والے ہیں وہ لوگ قرآن کریم کی آیات میں چھپے ہوئے مطالب و معنی کو نہ سمجھ سکیں گے اور پھر نہ ہی ان کی صحیح تشریح کر سکیں گے کیونکہ وہ قرآن اس نیت سے پڑھتے ہی نہیں کہ اس کی آیات مبارکہ میں چھپے ہوئے معانی کے بارہ میں غور و خوض کر کے پھر ان پر صدق دل سے عمل کر کے بھی دکھائیں۔لہٰذا فرمایا:-

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (اٰل عمران ۳: آیت ۷) '' وہی ہے کہ جس نے تجھ پر یہ کتاب نازل کی ہے۔جس کی بعض آیتیں تو محکم آیات ہیں جو اس آخری کتاب کی جان ہیں اور کچھ دوسری آیات ہیں جو کہ اس سے پہلی کتب میں موجود آیات کے متشابہ ہیں۔پس ! جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کتاب کی کھلی کھلی روشن دلائل سے بھرپور آیات کے مقابلہ میں صرف فتنہ اٹھانے کی غرض سے اور حقیقت کو چھپانے کے لئے ان متشابہ آیات کا سہارا لیتے ہیں حالانکہ ان کی تفسیر سوائے اللہ اور ہماری جانب سے عطاً فرمودہ قرآنی علم میں دسترس رکھنے والے علماً کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ عالم تو ہر وقت یہی کہتے رہتے ہیں کہ ہم اس قرآن پر مکمل یقین رکھتے ہیں کیونکہ اس کتاب کا یہ علم تو ہمیں اللہ کی جانب سے ہی عطاً ہوا ہے۔لہٰذا ان عقلمند افراد کے سوا کوئی دوسرا قرآنی احکامات سے نصیحت حاصل نہیں کر سکتا''۔

اللہ نے اس آیت کے نزول کے بعد ہمیں اس اوپر والی آیت میں درج کجی سے بچنے کے لئے فوراً ایک دعا بھی سکھادی تا کہ انسان یہ نہ سمجھ لے کہ قرآن شریف میں درج جن آیات کی مجھے سمجھ نہیں آتی یا آ ہی نہیں سکتی ان آیات کی تلاوت میرے لئے تو بالکل ہی فضول ہے۔فرمایا کہ نہیں! ایسا نہیں ہے۔پس!تم یوں دعا مانگا کرو کہ:-

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنتَ الْوَهَّابُ ٥ (ال عمران ۳: آیت ۸) " اے ہمارے رب! تُو ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو کج نہ کر اور ہمیں اپنی رحمت کے سامان عطاً فرماتے ہوئے ہمیں ان آیات میں درج معنی اور مطالب سمجھا کیونکہ یقیناً تُو ہی ہمیشہ سے ہمیں سب کچھ عطاً کرنے والا ہے"۔

لیکن پھر افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ اب دیکھ لو کہ ان تمام واضح احکامات اور ہدایات کے باوجود سوائے چند مخلص مؤمنین کے کوئی شخص ان احکامات پر عمل کرنے کا بھی روادار نہیں:-

وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ ٥ (العنکبوت ۲۹ :آیت ۴۳) "اور یہ مثالیں وہ ہیں جو ہم تم لوگوں کی سہولت کے لئے بیان کرتے ہیں لیکن پھر بھی گنتی کے چند علماً کے سوا کوئی شخص بھی ان کو اپنے پلے باندھ کر ان پر عمل کر کے نہیں دکھاتا"۔

قرآن مجید سے پہلے بھی بہت سے آسمانی صحیفے اور الہامی کتابیں اتری تھیں لیکن وہ کتابیں اور ان کا کلام مرورِ زمانہ سے نیست و نابود ہو گئے یا ان کے متبعین نے دانستہ یا نادانستہ ان میں تغیر و تبدل یا تحریف کر لی اور اس طرح کتاب نوح، صحیفہ ابراہیمی، زبور، تورات اور انجیل کی بہت سی اچھی اور عمدہ تعلیمات کو چھپا لیا۔لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:-

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۗ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّالَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ۗ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ٥ (الانعام ۶ :آیت ۹۱) "اور جب انہوں نے یہ بات کہی کہ اللہ نے اپنے کسی بندے پر کچھ نہیں اتارا تو یہ بات کہتے ہوئے ان لوگوں کو اللہ کی تمام صفات کے بارہ میں کوئی اندازہ ہی نہیں لہذا تُو ان یہودیوں اور عیسائیوں سے کہہ کہ خدا کی وہ کتاب جو موسیٰ لے کر آئے تھے اور وہ کتاب جو کہ نور اور ہدایت سے بھرپور تھی آخر اس تورات کو کس نے اتارا تھا؟ پھر تم کیوں کلام الٰہی کو ورق در ورق کر کے اس طرح ظاہر کرتے ہو کہ اس کے کچھ حصے تو دنیا کو دکھا دیتے ہو اور کچھ آیات کو چھپا لیتے ہو؟ حالانکہ اس کتاب کے ذریعہ ہی تو تمہیں ایسے پاکیزہ خدائی احکامات سکھلائے گئے تھے جو کہ تم سے پہلے تمہارے باپ دادا بھی نہ جانتے تھے۔پھر تُو ان سے کہہ دے کہ ہاں!وہ کتاب یقیناً اللہ نے ہی تم پر تمہاری اصلاح کے لئے نازل فرمائی تھی اور اس

حجت کے بعد بھی اگر وہ انکار کریں تو تُو انہیں ان کے اپنے ہی جھوٹ میں بھٹکتا ہُوا چھوڑ دے''۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے پہلی قوموں یعنی صابی اور یہود اور نصاریٰ کی ایسی بداعمالیاں دیکھ کر جبکہ اور تو اور وہ اپنی ہی مقدس خدائی کتب میں بھی بلا استثناء اور بلا خوف وہراس اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق تبدیلیاں کرتے چلے آ رہے تھے اپنی اس آخری شرعی کتاب قرآن مجید کو تا ابد محفوظ کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا:-

اِنَّـا نَـحۡنُ نَـزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ○ (الـحجر ۱۵ :آیت ۹) ''ہاں! یقیناً ہم نے ہی یہ کلام اتارا ہے اور ہم اپنی ذات کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یقیناً ہم ہی اس کلام پاک کی حفاظت کریں گے''۔

اب تمام زمانہ گواہ ہے کہ چودہ صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی الحمدللہ! قرآن شریف کی آیات تو کیا کوئی لفظ بلکہ یہاں تک کہ اس کلام پاک کی ایک زَیر یا زَبَر بھی تبدیل نہیں ہوئی اور ہی نہ انشاء اللہ تعالیٰ کبھی ہوگی۔ یہ خدائی احکامات الفاظ کی صورت میں یکدم نازل نہیں ہوئے بلکہ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو آہستہ آہستہ اور ضرورت کے مطابق مصلحتاً وقتاً فوقتاً نازل فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

اِنَّـا نَـحۡنُ نَـزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ تَنۡزِیۡلًا ○ (سـورۃ الدھر ۷۶ : آیت ۲۳) ''یقیناً ہم نے خود ہی یہ قرآن تجھ پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے یعنی آہستہ آہستہ اتارا ہے''۔

قرآن مجید کو اس آہستگی سے اتارنے میں جو حکمت بیان کی گئی ہے اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ انسانوں پر تمام قوانین کا بوجھ یکدم ہی نہیں ڈال دیا گیا بلکہ ایک کے بعد دوسرے قانون سے متعارف کروا کر ان پر چلنے کی ہدایت اور تلقین کی گئی ہے یعنی ان پر عمل کرنے کے لئے مناسب وقت مہیا کر کے ان احکامات کو صدق دل سے بجالانا نہایت آسان بنا دیا گیا ہے۔ فرمایا:-

وَقَـالَ الَّـذِیۡـنَ کَـفَرُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَ عَلَیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ جُمۡلَۃً وَّاحِدَۃً ۚ کَذٰلِکَ ۚ لِـنُثَبِّتَ بِہٖ فُؤَادَکَ وَرَتَّلۡنٰہُ تَرۡتِیۡلًا ○ (الـفرقان ۲۵ : آیت ۳۲) ''اور کافروں نے کہا کہ کیوں نہ قرآن کو ایک ہی دفعہ نازل کر دیا گیا؟ ان کفار کا کہنا ایک طرح سے درست تو ہے لیکن ہم نے اس کو مختلف سورتوں اور مختلف اوقات میں عمدگی سے بنا کر اس لئے اتارا تا کہ ہم اس قرآن کے ذریعہ وقتاً فوقتاً تیرے دل کو مظبوط کرتے رہیں''۔

پھر فرمایا:-

وَقُـرۡاٰنًـا فَرَقۡنٰہُ لِتَقۡرَاَہٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکۡثٍ وَّنَزَّلۡنٰہُ تَنۡزِیۡلًا ○ (بنی اسرائیل ۱۷ : آیت ۱۰۶) ''اور ہم نے اس

کتاب کا نام قرآن رکھا ہے اور اس کے مختلف حصے بنائے ہیں تا کہ تُو اسے آہستہ آہستہ اور باسہولت پڑھ کر لوگوں کو سنائے۔ پس! اسی لئے تو ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے‘‘۔

یعنی اس طرح نہایت ہی حکمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کا سیکھنا ،سکھانا اور اس پر عمل کرنا بے حد آسان بنا دیا لیکن اتنی سہولت دینے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے سہ بار پوچھتا ہے کہ بولو! اب تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا اب بھی تم نصیحت حاصل کرو گے یا نہیں؟ فرمایا:-

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ٥ (القمر ۵۴: آیات ۲۲+ ۳۲+۴۰) ’’اور ہم نے قرآن کے احکامات کو ان پر عمل کرنے والے کے لئے بالکل آسان بنا دیا ہے پس! کیا کوئی ہے جو یہ آسان نصیحت حاصل کرنے والا ہو‘‘۔

حضرت قمر الانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے سیدنا آنحضرت محمدؐ احمدؐ ﷺ پر نزول قرآن مجید کے سلسلہ میں فرمایا:-’’---اگر آپؐ کی نبوت کے مجموعی ایام کے مقابلہ پر قرآنی آیات کی مجموعی تعداد کو رکھ کر دیکھا جائے تو روزانہ نزول کی اوسط ایک آیت سے بھی کم بنتی ہے کیونکہ جہاں آپؐ کی نبوت کے ایام کم وبیش ۷۹۷۰ سات ہزار نوسو ستر بنتے ہیں وہاں قرآنی آیات کی تعداد صرف ۶۲۳۶ چھ ہزار دوصد چھتیس ہے اور چونکہ قرآنی الفاظ کی مجموعی تعداد ۷۷۹۳۴ ستتر ہزار نوسو چونتیس ہے اس لئے فی آیت بارہ الفاظ کی اوسط ہوئی۔ جس سے روزانہ نزول کی اوسط کم وبیش ۹ نو لفظ سمجھی جاسکتی ہے۔ اِن اعداد وشمار سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف بہت ہی آہستہ آہستہ نازل ہؤا تھا اور گویا یہ درست ہے کہ قرآن کے نزول میں بعض اوقات ناغے بھی آجاتے تھے اور بعض دُوسرے ایام میں ایک ہی وقت میں متعدد آیات اکٹھی نازل ہوجاتی تھیں لیکن پھر بھی قرآن شریف کبھی بھی ایک وقت میں اتنی مقدار میں نازل نہیں ہؤا کہ اُسے لکھ کر محفوظ کرنے یا ساتھ ساتھ یاد کرتے جانے میں کوئی مشکل محسوس ہوئی ہو‘‘۔(سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ ۵-۶)

معزز قارئین! جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ اس طرح باسہولت سمجھ میں آجانے والے احکامات کے باوجود بھی اس کتاب میں چھپی ہوئی علم وعرفان اور معرفت کی باتیں صرف اور صرف پاک طینت بزرگوں اور متقی و پرہیزگار علمائے کرام کو ہی سمجھائی جائیں گی کیونکہ نہ صرف یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بلکہ اس کا وعدہ ہے کہ بدکردار اور بے راہ رو، شریر اوراوباش انسانوں پر ایسے پاکیزہ حقائق وعمدہ معارف ہرگز نہیں کھولے جائیں گے اور وہ صرف لفظی ترجمہ کے چکروں میں ڈال دئے جائیں گے اور یوں درحقیقت ان کی کھلی ہوئی آنکھیں حقیقی روحانی نور کی کسی بھی کرن کو کبھی بھی دیکھ نہ پائیں گی اور یوں ان کی کُھلی ہوئی آنکھیں ہمیشہ کے لئے تاریک وتار ہو

کر بند ہی رہیں گی نیز وہ اپنی ناپاکی۔نجس اور گندے خیالات کی بدولت اس عظیم الشان اور اعلیٰ وارفع خدائی تعلیم وہدایت سے بھی بہرہ ور نہ ہوسکیں گے۔اس کی مثال بہت سی آیات کریمہ سے دی جاسکتی ہے لیکن یہاں مختصراً صرف چند آیات قرآنی درج کی جاتی ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

قُرانًا عَرَبِيًّا غَيۡرَ ذِيۡ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ ٥ (الزمر ۳۹ :آیت ۲۸) ''ہم نے اس قرآن کو فصیح وبلیغ بنایا ہے تاکہ اس میں کسی قسم کی کوئی کجی باقی نہ رہے تبھی تو یہ کتاب اپنا مطلب کھول کھول کر بیان کرتی ہے تاکہ اسے پڑھ کر یا سن کر لوگ تقویٰ اختیار کریں''۔

پھر مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے اس قرآن کو تیری اپنی ہی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ حجت قائم ہوجائے:-

وَالۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ٥ اِنَّا جَعَلۡنٰهُ قُرۡانًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ٥ (الزخرف ۴۳ : آیات ۳-۴) ''ہم اس کتاب کی قسم کھا کر اس کتاب کو ہی شہادت کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ ہم نے اس قرآن کو فصیح وبلیغ بنایا ہے اور قرآن بھی ایسا جو کہ تمہاری اپنی ہی مادری زبان عربی میں بھی ہے تاکہ تم اس کو باآسانی سمجھ سکو''۔

خدا تعالیٰ اس قرآن مجید کے عربی زبان میں نزول کے بعد پوچھتا ہے کہ اب تو تم لوگ یہ نہیں کہہ سکتے کہ تمہیں میرے احکامات کی سمجھ نہیں آتی لیکن اس کے باوجود حیرت کی بات ہے کہ تم اس فصیح وبلیغ کلام پاک کا یوں انجان بن کر انکار کررہے ہو کہ جیسے ایک دُور کھڑا انسان بہت دُور سے آنے والی کسی مبہم آواز کو سُن کر سمجھ نہیں سکتا کہ اُس پکارنے والے نے کیا کہا ہے۔فرمایا:-

وَلَوۡ جَعَلۡنٰهُ قُرۡاٰنًا اَعۡجَمِيًّا لَّقَالُوۡا لَوۡلَا فُصِّلَتۡ اٰيٰتُه‘ ط ءَاَعۡجَمِيٌّ'' وَّ عَرَبِيٌّ'' ط قُلۡ هُوَلِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا هُدًى وَّ شِفَآء'' ط وَالَّذِيۡنَ لَايُؤۡمِنُوۡنَ فِيۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡر'' وَّهُوَ عَلَيۡهِمۡ عَمًى ط اُولٰٓئِکَ يُنَادَوۡنَ مِنۡ م مَّكَانٍ م بَعِيۡدٍ ٥ (سورۃ الفصلت ۴۱ : آیت ۴۴) ''اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان یعنی کسی دوسری زبان میں اتارتے تو یہ عربی لوگ کہہ سکتے تھے کہ ہمیں اس کی آیات کی سمجھ نہیں آتی کیونکہ عجمی زبان اور عربی زبان کی بھلا آپس میں کیا مشابہت؟ پس! اسی لئے ہم نے ان کو ہدایت دینے کے واسطے اسے عربی میں ہی تمہارے لئے شفاء حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہے اور اس کے باوجود بھی اب جو لوگ ایمان نہیں لاتے تو ان کے کانوں میں ایسا بہرا پن ہے کہ جیسے انہیں کوئی بہت دور سے آواز دے کر کوئی سمجھ نہ آنے والی بات بتا رہا ہو''۔

پس! اسی لئے اس مضمون کو ایک اور جگہ اس طرح بیان فرمایا:-

فَاِنَّمَا يَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِکَ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ٥ (الدخان ۴۴: آیت ۵۸) ''پس! سُن لو کہ ہم نے اس قرآن کو تمہاری اپنی

ہی زبان عربی میں ہی نہایت آسان بنا کر تم پر اتارا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو''۔

اور پھر پیشگوئی کے طور پر آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے بعد آنے والے مبلغین اسلام کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ہماری اس کتاب میں تمام مطالب اور تمام معنی کو کھول کھول کر نہایت صفائی اور وضاحت سے پیش کیا گیا ہے لیکن پھر بھی ہم جانتے ہیں کہ اس میں چھپی ہوئی صداقت کو بار بار جھٹلایا جائے گا۔فرمایا:-

وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُم مُّكَذِّبِيْنَ ٥ (الحآقة ٦٩ :آیت ۴۹) ''اور ہم خوب جانتے ہیں کہ تم لوگوں میں اس قرآن کو جھٹلانے والے بھی ہیں''۔

لیکن پھر بھی ان آیات میں پنہاں علوم وخزائن کی سمجھ صرف متقیوں کو ہی دی گئی ہے اور جھٹلانے والوں کو اس کے ترجمہ کی بھی سمجھ نہ آئے گی کجا وہ اس کی تشریح اور تفسیر کو سمجھ سکیں۔ارشاد فرمایا:-

ذَلِكَ الْكِتٰبُ لَارَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ٥ (البقرة ٢ :آیت ٢) ''یہ ایک کامل کتاب ہے۔اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں لیکن اس کے باوجود یہ صرف متقیوں کو ہی ہدایت اور راہنمائی دیتی ہے یعنی کسی بے راہ رو اور شر پسند کی سمجھ میں نہیں آتی''۔

قرآن شریف ایک بہت بڑی عزت وحرمت والی کتاب ہے کہ جس کو سمجھنے کے لئے انسان کو سب سے پہلے ہر طرح کی آلائش سے پاک وصاف ہونا پڑے گا کیونکہ یہ کوئی معمولی کتاب نہیں بلکہ یہ تو تمہارے رب کا کلام ہے۔فرمایا:-

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ٥ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ٥ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ٥ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ (الواقعة ٥٦ :آیـــات ٧٧-٨٠) ''یہ قرآن ایک بہت بڑی عزت والی کتاب ہے اور اس کتاب کی عظمت اس کی آیات میں مستور ہے لہذا اس قرآن کی حقیقت کو صرف وہی لوگ سمجھ پاتے ہیں جو کہ مطہر و پاک وصاف وجود ہوں کیونکہ یہ کوئی معمولی کتاب نہیں بلکہ یہ تو تیرے پروردگار کا بابرکت کلام پاک ہے جو کہ تجھ پر نازل کیا گیا ہے''۔

پھر تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ تم قرآن کے قاری لوگ کہیں غلطی سے یہ نہ سمجھ لینا کہ جو لوگ مکہ اور مدینہ کے رہنے والے ہیں قرآن کی حکمت، مطالب ومعنی کا سمجھنا صرف انہی تک محدود رہے گا۔نہیں ! بلکہ تمام دنیا بھر میں جو کوئی بھی اپنی نیکی اور تقویٰ نیز اخلاص میں ان سے آگے بڑھ جائے گا تو علم قرآن اس کو سونپ دیا جائے گا۔پس میرے مسلمان بھائیو اور بہنو! یہ ہے وہ بشارت کہ جس کی وجہ سے ہر مسلمان تلاوت قرآن مجید کرتے ہوئے ایک دوسرے مسلمان سے آگے بڑھنے کے لئے ہر وقت بیقرار رہتا ہے اور اس کا

ترجمہ وتشریح سمجھ کراس پرعمل کرتے ہوئے اپنے تقویٰ وطہارت میں بھی دوسروں سے آگے بڑھ جانے کے لئے ہمیشہ بے چین و بیتاب رہتا ہے بلکہ کسی کوقرآن مجید پڑھانے اوراس کے مطالب سمجھانے کے لئے بھی مچل مچل جاتا ہے تاکہ یہ برکت نہ صرف اس کے ہاتھ آجائے بلکہ اس نورکی روحانی روشنی اس کے شاگردوں کے ذریعہ دنیا کے بقیہ مذاہب کے گھٹاٹوپ اندھیروں کوبھی دُور کرنے کاموُجب بن جائے اوراسے ثواب دارین نصیب ہو-آمین-ارشادباری تعالیٰ ہے:-

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ۝ (عبس ۸۰ : آیات ۱۱-۱۶) ’’یہ قرآن تو ایک نصیحت ہےاور ہرگز ایسانہیں کہ کوئی اسے نہ سمجھ سکے۔پس جو چاہےکوشش کرکےاسے ذہن نشین کرلےاور پھر یہ قرآن تو نہایت عزت والے،عالیشان اور پاکیزہ صحیفوں میں سےایک صحیفہ ہے۔ یہ مذکورہ صحیفے وہ ہیں جوکہ دُور دراز کا سفرکرنے والوں کے ہاتھ میں ہیں اورایسےلوگوں کے ہاتھوں میں جوکہ نہایت ہی نیک اور پرہیزگار ہونے کی بدولت انتہائی معزز بھی ہیں‘‘۔

اس بےنظیر کتاب اللہ کے بارہ میں فرمایا:-

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۝ (بنی اسرائیل ۱۷ : آیت ۸۸)’’ تُوکہہ کہ اگرتمام انسان اورجن مل کربھی اس قرآن کی نظیرلانے کے لئے جمع ہوجائیں تو پھر بھی وہ اس کی نظیر کبھی نہ لاسکیں گےخواہ وہ اس معاملہ میں ایک دوسرے کے مددگار اور حلیف ہی کیوں نہ بن جائیں‘‘۔

یعنی جہاں قرآن کریم کی آیات کسی بات کوکھول کر بیان کررہی ہوں تو وہاں کسی بھی کمزورقسم کی حدیث کا سہارالےکرضد کرنا بہت بڑا کفراورشرک عظیم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس پاکیزہ کلام کے مقابلہ میں کوئی انسان تو کیا کوئی جن بھی کبھی کسی قسم کی کوئی مثال نہیں لاسکتے خواہ وہ جن وانسان دونوں ایک دوسرے کے حامی، مددگار اور حلیف نیز ساتھی ہی کیوں نہ بن جائیں۔قرآن شریف کی اس عظمت کو بیان کرنے کے بعداللہ تعالیٰ نے صاف صاف بتادیا ہے کہ آج کے بعداس دنیا کی تمام نئی وپرانی کتب میری اس عظیم الشان کتاب کی گردکوبھی نہ پاسکیں گی۔فرمایا:-

وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ (الزخرف ۴۳ : آیت ۴) ’’ اور یہ قرآن تو یقیناً اُم الکتاب یعنی تمام علوم کا سرچشمہ ہے کیونکہ یہ تمام کتاب ہرطرح کی حکمت سے معمور کتاب ہےاوراسی لئے تو ہمارے نزدیک یہ بہت ہی بڑی شان والی کتاب ہے‘‘۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی تعریف کرتے ہوئے مزیدفرمایا:-

يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ تْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (یونس ۱۰ : آیت ۵۷) ''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے یقیناً ایک ایسی کتاب آ گئی ہے جو کہ سراسر نصیحت سے بھرپُور ہے اور اس کی پاکیزہ تعلیم تمہارے دلوں میں موجود ہر روحانی بیماری سے شفاً دینے والی ہے اور اسی وجہ سے یہ کتاب ایمان لانے والوں کے لئے سراسر موجب ہدایت اور باعث رحمت ہے''۔

اس کے علاوہ مزید فرمایا:-

قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ (یونس ۱۰ : آیت ۵۸) ''تُو ان لوگوں سے یہ بھی کہہ دے کہ جو بھی مال ومتاع وہ اس دنیا میں جمع کر رہے ہیں اُن کے اس مال کی نسبت قرآن شریف کی صورت میں حاصل شدہ نعمت درحقیقت کہیں زیادہ بہتر ہے جو کہ تمہیں صرف اللہ کے فضل اور رحمت کی بدولت نصیب ہوئی ہے اور اس پر انہیں بہت خوش ہو جانا چاہیئے''۔

قرآن مجید میں پنہاں ظاہری و باطنی علوم کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں لہذا جو بھی علم ومعرفت کے اس سدابہار سرسبز وشاداب درخت کی گھنی چھاؤں میں بیٹھے گا وہ ضرور ان پاکیزہ علوم سے سرفراز بھی ہوگا۔اپنی اسی نعمت کا مزید ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝ (ابراھیم ۱۴ : آیت ۲۴) ''اے مخاطب! کیا تُو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح ایک پاک کلام یعنی قرآن مجید کے متعلق حقیقت حال کو بیان کیا ہے کہ اس کا کلام ایک ایسے پاکیزہ درخت کی مانند ہوتا ہے کہ جس کی جڑ مضبوطی کے ساتھ زمین میں پیوستہ ہوتی ہے اور اس کی ہر ایک شاخ آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی ہوتی ہے''۔

یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید کی پاکیزگی اور بزرگی کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ قرآن مجید مکمل تو ایک بہت ہی بزرگ کلام ہے یہاں تک کہ اس کی ہر آیت کریمہ بھی ایسی بلند وبالا پایہ کی شان رکھتی ہے کہ ان کے مطالب ومعنی کی بلندیوں کو کوئی چھو بھی نہیں سکتا جبکہ وہ آسمان سے باتیں کر رہی ہیں یعنی اس قرآن مجید اور اس کی تمام آیات کے ہر ہر لفظ میں جو انوار چھپے ہوئے ہیں وہ اپنے اپنے وقت پر ضرور ظاہر ہوں گے لیکن آج اور اس وقت وہ مطالب ومعنی ارض وسماء میں کہیں نہ کہیں نہاں ہیں لہذا جو کوئی بھی اس کلام پاک کو توجہ سے بار بار پڑھے گا اور پڑھتا چلا جائے گا تو اس پر یہ پاکیزہ روحانی ،نورانی ،آسمانی اور دنیاوی علوم روز بروز

مزید عیاں ہوتے چلے جائیں گے۔انہی نہاں درنہاں علوم کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

تُؤْتِيٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيۡنٍ ۢ بِاِذۡنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ۝ (ابراھیم ۱۴ : آیت ۲۵) ''یہ پاکیزہ درخت ہر وقت اپنے رب کے اذن سے تازہ بتازہ پھل دیتا رہتا ہےاور یوں اللہ لوگوں کی ضرورت کے مطابق وقتاً فوقتاً مناسب حال تمام باتیں بیان کرتا رہتا ہے تا کہ اس کے بندے ہمیشہ نصیحت حاصل کرتے رہیں''۔

اور پھر مزید فرمایا کہ:-

وَ مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيۡثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيۡثَةِ اجۡتُثَّتۡ مِنۡ فَوۡقِ الۡاَرۡضِ مَا لَهَا مِنۡ قَرَارٍ ۝ (ابراھیم ۱۴ : آیت ۲۶) '' لیکن اس پاکیزہ شجر کے برعکس بری باتوں کا حال اک ایسے خبیث درخت کی طرح ہوتا ہے کہ جس کو زمین سے اکھاڑ دیا جاتا ہے تا کہ وہ پھر دوبارہ وہاں نہ اُگ سکے اس طرح ایسے بد بخت درخت کو کبھی بھی سکون میسر نہیں آتا''۔

مؤدبانہ عرض ہے کہ قرآن حکیم کا ایک ایک حرف اتنے حساب وکتاب کے ساتھ اپنی جگہ پر فٹ ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔اتنی بڑی کتاب میں اتنی باریک جمع وتفریق یعنی کیلکولیشن کا کوئی حساب دان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ نیچے بریکٹس میں دیے گئے یہ الفاظ بطور نمونہ ہیں ورنہ قرآن کا ہر لفظ جتنی مرتبہ استعمال ہوا ہے وہ تعداد اور اس کا پورا بیک گراؤنڈ اپنی جگہ خود علم وعرفان کا ایک وسیع جہان ہے۔ دنیا کا لفظ اگر ۱۱۵ مرتبہ استعمال ہوا ہے تو اس کے مقابل آخرت کا لفظ بھی ۱۱۵ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ پھر (دنیا و آخرت ۱۱۵+۱۱۵)،(شیاطین وملائکہ:۸۸+۸۸) ، (موت وحیات:۱۴۵+۱۴۵)، (نفع وفساد:۵۰+۵۰) ، (اجر فصل ۱۰۸+۱۰۸) ،(کفر وایمان:۲۵+۲۵)،(شہر:۱۲) کیونکہ شہر کا مطلب مہینہ اور سال میں ۱۲ مہینے ہی ہوتے ہیں اور (یوم کا لفظ ۳۶۰) مرتبہ استعمال ہوا ہے)

الغرض اتنی بڑی کتاب میں اس عددی مناسبت کا خیال رکھنا کسی بھی انسانی مصنف کے بس کی بات نہیں۔مگر بات یہیں ختم نہیں ہوجاتی بلکہ جدید ترین ریسرچ کے مطابق قرآن حکیم کے حفاظتی نظام میں ۱۹ کے عدد کا بڑا عمل دخل ہے۔اس حیران کن دریافت کا سہرا ایک مصری ڈاکٹر راشد خلیفہ کے سر ہے جو امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں کیمسٹری کے پروفیسر تھے۔۱۹۶۸ء میں انہوں نے مکمل قرآنِ پاک کمپیوٹر پر چڑھانے کے بعد قرآنِ پاک کی آیات ان کے الفاظ وحروف میں کوئی تعلق تلاش کرنا شروع کر دیا رفتہ رفتہ کئی دوسرے لوگ بھی اس ریسرچ میں شامل ہوتے گئے حتیٰ کہ ۱۹۷۲ء میں یہ ایک باقاعدہ سکول بن گیا۔ریسرچ کا کام جونہی آگے بڑھا ان لوگوں پر قدم قدم پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔قرآنِ حکیم کے الفاظ وحروف میں انہیں ایک ایسی حسابی ترتیب نظر آئی جس کے مکمل

ادراک کیلئے اس وقت تک کے بنے ہوئے کمپیوٹر نا کافی تھے۔کلام اللہ میں ۱۹ کا ہندسہ صرف سورہ مدثر میں آیا ہے جہاں اللہ نے فرمایا:-

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ (مدثر ۷۴ : آیت ۳۰) ”دوزخ پر ہم نے انیس محافظ فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے“۔

اب اس میں کیا حکمت ہے یہ تو رب ہی جانے لیکن اتنا اندازہ ضرور ہو جاتا ہے کہ ۱۹ کے عدد کا تعلق اللہ کے کسی حفاظتی انتظام سے ہے پھر ہر سورت کے آغاز میں قرآنِ مجید کی پہلی آیت بسم اللہ کو رکھا گیا ہے گویا کہ اس کا تعلق بھی قرآن کی حفاظت سے ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں بسم اللہ کے کل حروف بھی ۱۹ ہی ہیں پھر یہ دیکھ کر مزید حیرت میں اضافہ ہوتا ہے کہ بسم اللہ میں ترتیب کے ساتھ چار الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور ان کے بارے میں ریسرچ کی تو ثابت ہوا کہ اسم پورے قرآن میں ۱۹ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ لفظ الرحمٰن ۵۷ مرتبہ استعمال ہوا ہے جو ۱۹ ضرب ۳ کا حاصل ہے اور لفظ الرحیم ۱۱۴ مرتبہ استعمال ہو ہے جو ۱۹ ضرب ۶ کا حاصل ہے اور لفظ اللہ پورے قرآن میں ۲۶۹۹ مرتبہ استعمال ہوا ہے ۱۹×۱۴۲ کا حاصل ہے لیکن یہاں بقیہ ایک رہتا ہے جس کا صاف مطلب ہے کہ اللہ کی ذات پاک کسی حساب کے تابع نہیں ہے وہ یکتا ہے۔قرآن مجید کی سورتوں کی تعداد بھی ۱۱۴ ہے جو ۱۹ ضرب ۶ کا حاصل ہے سورہ توبہ کے آغاز میں بسم اللہ نازل نہیں ہوئی لیکن سورہ نمل آیت نمبر ۳۰ میں مکمل بسم اللہ نازل کر کے ۱۹ کے فارمولا کی تصدیق کردی اگر ایسا نہ ہوتا تو حسابی قاعدہ فیل ہو جاتا۔

اب آیئے آنحضرت ﷺ پر اترنے والی پہلی وحی کی طرف۔ یہ سورۃ علق کی پہلی ۵ آیات ہیں:اور یہیں سے ۱۹ کے اس حسابی فارمولے کا آغاز ہوتا ہے! ان ۵ آیات کے کل الفاظ ۱۹ ہیں اور ان ۱۹ الفاظ کے کل حروف ۷۶ ہیں جو ٹھیک ۱۹ ضرب ۴ کا حاصل ہیں لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی جب سورہ علق کے کل حروف کی گنتی کی گئی تو عقل ورطہ حیرت میں ڈوب گئی کہ اسکے کل حروف ۳۰۴ ہیں جو ۱۹ ضرب ۴ ضرب ۴ کا حاصل ہیں۔اور انسان یہ دیکھ کر حیرت کی مزید اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب جاتا ہے کہ قرآنِ پاک کی موجودہ ترتیب کے مطابق سورہ علق قرآن پاک کی سورت نمبر ۹۶ ہے اب اگر قرآن کی آخری سورت والناس کی طرف سے گنتی کریں تو اخیر کی طرف سے سورہ علق کا نمبر ۱۹ بنتا ہے اور اگر قرآن کی ابتدا سے دیکھیں تو اس سورت نمبر ۹۶ سے پہلے ۹۵ سورتیں ہیں جو ٹھیک ۱۹ ضرب ۵ کا حاصل ضرب ہیں جس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ سورتوں کے آگے پیچھے کی ترتیب بھی انسانی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حسابی نظام کا ہی ایک حصہ ہے۔قرآنِ پاک کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت نصر ہے یہ سن کر آپ پر پھر ایک مرتبہ خوشگوار حیرت طاری ہوگی کہ اللہ پاک نے یہاں بھی ۱۹ کا نظام برقرار رکھا ہے پہلی وحی کی طرح آخری وحی سورہ نصر ٹھیک ۱۹ الفاظ پر مشتمل ہے یوں کلام اللہ کی پہلی اور آخری سورت ایک ہی حسابی قاعدہ سے نازل ہوئیں۔

سورہ فاتحہ کے بعد قرآن حکیم کی پہلی سورت سورہ بقرہ کی کل آیات ۲۸۶ ہیں۔ اگر یہاں ۲ ہٹا دیں تو مکی سورتوں کی تعداد سامنے آتی ہے ۶ ہٹا دیں تو مدنی سورتوں کی تعداد سامنے آتی ہے۔ ۸۶ کو ۲۸ کے ساتھ جمع کریں تو کل سورتوں کی تعداد ۱۱۴ سامنے آجاتی ہے۔

آج جب کہ عقل وخرد کو سائنسی ترقی پر بڑا ناز ہے یہی قرآن پھر اپنا چیلنج دوہراتا ہے حسابدان، سائنسدان، ہر خاص وعام، مؤمن وکافر سبھی سوچنے پر مجبور ہیں کہ آج بھی کسی کتاب میں ایسا حسابی نظام ڈالنا انسانی بساط سے باہر ہے طاقتور کمپوٹرز کی مدد سے بھی اس جیسے حسابی نظام کے مطابق ہر طرح کی غلطیوں سے پاک کسی کتاب کی تشکیل ناممکن ہوگی لیکن چودہ سو سال پہلے تو اس کا تصور ہی محال ہے لہذا کوئی بھی صحیح العقل آدمی اس بات کا انکار نہیں کرسکتا کہ قرآنِ کریم کا حسابی نظام اللہ کا ایسا شاہکار معجزہ ہے جس کا جواب قیامت تک کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔

پس! ان تمام آیات کریمہ سے ثابت ہوجاتا ہے کہ اس مقدس کتاب قرآن مجید میں کیسے کیسے روحانی اور علمی خزائن پنہاں ہیں اور ہر زمانہ کے مسئلہ مسائل کا حل اس میں موجود ہے لہذا اگر کسی کو قرآن مجید کی ان آیات مبارکہ کی سمجھ آجائے تو وہ فوراً خوف خدا کی بنا پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوا اور لرزتا ہوا **لبیک اللھم لبیک** کہتے ہوئے سجدہ میں گرجائے اور اپنے اگلے پچھلے گناہوں سے توبہ کرلے لیکن افسوس! کہ ہم کمزور انسانوں میں سے ہی بعض انسان ایک ایسی ڈھیٹ ہڈی کی طرح ہوتے ہیں کہ اُن پر اِن تمام باتوں کو پڑھنے اور سننے کے باوجود بھی کسی قسم کا کوئی اثر نہیں ہوتا لہذا اللہ تعالیٰ ہماری اس حالت کو جانتے ہوئے ہی تو فرماتا ہے کہ:-

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَه' خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ o (الحشر ۵۹: آیت ۲۱) ''اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو، تُو اُس پہاڑ کو دیکھتا کہ وہ بھی ادب سے جھک جاتا اور اللہ کی عظمت کے ڈر سے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا لہذا یہ باتیں جو ہم تجھ سے بیان کررہے ہیں دراصل یہ تمام نصائح منکرین قرآن کے فائدہ کے لئے ہی تو ہیں تاکہ وہ ان پر ایک مرتبہ پھر غور کرکے عقل وشعور حاصل کرلیں''۔

پھر فرمایا کہ یہ کتاب ام الکتاب ہے یعنی اس کا کوئی ثانی نہیں کیونکہ یہ تمام علوم کا خزانہ ہے۔ فرمایا:-

وَالْكِتَابِ الْمُبِيْنِ (2) اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (3) وَاِنَّه فِيْٓ اُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ (4) (سورۃ الزخرف ۴۳: آیات ۲-۴) '' روشن کتاب کی قسم ہے کہ ہم نے اسے عربی زبان میں قرآن بنایا ہے تاکہ تم سمجھو اور یہ کتاب لوح محفوظ میں ہمارے نزدیک بلند مرتبہ حکمت والی ہے''۔

یعنی ارشادِ خداوندی کی بنأ پر قرآن مجید تمام دینی و روحانی اور معاشرتی و اخلاقی کتب کی ماں کتاب ہے اور قرآن شریف کے ام الکتاب ہونے کی وجہ سے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ببانگ دہل یہ اعلان فرمایا کہ یہی سب سے آخری اور کامل ترین شریعت بھی ہے اور اگر اللہ چاہتا تو اس کی پابندی کرنا ہر شخص پر واجب قرار دے دیتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم کمزور انسانوں پر احسان عظیم کرتے ہوئے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنی اس کامل شریعت کے نزول کے باوجود ہم ناسمجھ انسانوں کو اپنی خصوصی رحمت سے بار بار یہ موقعہ عنایت فرماتا ہے کہ ہم اس شریعت کے ذریعہ ہدایت پا کر جہنم کے عذاب سے بچ جائیں۔ اپنی اس مکمل شرعی کتاب کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا o (الاحزاب ۳۳ : آیت ۷۲) ''ہم نے اس کامل امانت یعنی مکمل شریعت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا لیکن وہ سب اس عظیم بوجھ کو اُٹھانے سے ڈر گئے اور انہوں نے اتنے بھاری بوجھ کو اٹھانے سے صاف انکار کر دیا لیکن انسان نے اس کو اُٹھا لیا کیونکہ انسان یقیناً اپنے اوپر بہت زیادہ ظلم کرنے والا اور اتنی بڑی ذمہ داری کے تمام عواقب سے قطعاً بے پرواہ تھا''۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ ایک دوسری آیت کریمہ میں بیان فرماتا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے وقت تو ایک متقی انسان کا جسم و جان تو کیا اُس کی روح تک کانپ اٹھتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ۙ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُدَی اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ط وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ هَادٍ o (الزمر ۳۹ : آیت ۲۳) ''اللہ وہ ہے کہ جس نے اپنے سب سے زیادہ بہترین بیان کو اس قرآن کی صورت میں نازل فرمایا۔ ایک ایسا کلام جو اس کلام پاک سے پہلے گزری ہوئی کتب کے متشابہ تو ہے لیکن اس قرآن کے مضامین ان پہلی کتب کی نسبت نہایت ہی اعلیٰ معیار کے ہیں۔ اس لئے جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں تو اس کی تلاوت سے ان کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور پھر ان کے چمڑے یعنی جلد اور دل خوف خدا سے نرم ہو کر اللہ کے ذکر کے لئے اس کی بارگاہ میں جھک جاتے ہیں۔ یہ قرآن تو اللہ کی ایک ایسی ہدایت ہے کہ جس کے ذریعہ سے وہ جسے چاہتا ہے اپنی ہدایت کے نور سے سرفراز فرماتا ہے لیکن جس انسان کو اللہ گمراہ قرار دے دیتا ہے تو پھر اسے کوئی دوسرا کبھی کسی بھی قسم کی کوئی ہدایت نہیں دے سکتا ہے''۔

قرآن کریم کے ام الکتاب ہونے کی وجہ سے اللہ نے اس کی ہر طرح سے عزت وتکریم کرنے کا حکم دیا ہے اور اس بات سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے کہ تم کسی ایسی مجلس میں اٹھو بیٹھو کہ جہاں خدا تعالیٰ کی، اس کے قرآن شریف کی، اس کے فرشتوں کی، اس کے

رسولوں کی اور اس کے مذہب حقہ اسلام کی بے عزتی کی جاتی ہو کیونکہ جو کوئی بھی ایسی بدتمیز باتیں سن کر غیرت دکھاتے ہوئے وہاں سے اُٹھ نہیں جاتا یا ایسے افراد سے قطع تعلق نہیں کر لیتا تو پھر اس کا شمار بھی منافقین میں ہونے لگتا ہے۔فرمایا:-

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۚ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۝ (النسأ ۴:آیت ۱۴۰)

''اور اللہ نے اس کتاب کے ذریعہ تم پر یہ حکم اتارا ہے کہ جب تم اس میں درج اللہ کی مقدس اور پاکیزہ آیات کے اظہار کے متعلق کسی مجلس میں اظہارِ انکار سنو یا ان پاکیزہ آیات کے بارہ میں استہزأ ہوتا ہوا دیکھو تو ان آیات مبارکہ کے ساتھ ہنسی کرنے والوں کے ساتھ اس وقت تک اکٹھے نہ بیٹھو جب تک کہ وہ ایسے مذاق کے سوا کسی اور اچھی بات میں مشغول نہ ہو جائیں کیونکہ اگر تم اس وقت یعنی اس استہزأ کے دوران ان ٹھٹھا کرنے والوں کے درمیان بیٹھو گے تو یقیناً ان جیسے ہی متصور ہو گے لہذا یاد رکھو ! کہ اللہ ان سب ہنسی ٹھٹھا کرنے والے منافقوں اور کافروں کو یقیناً ایک دن جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے''۔

اس مقدس اور بابرکت کتاب اللہ کی تلاوت اور ترجمہ کے بیان کے وقت لوگوں کو خاموشی اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَه‘ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (الاعراف ۷: آیت ۲۰۴) ''اور اے لوگو! جب تمارے سامنے قرآن پڑھا جائے تو اُس وقت نہایت خاموشی اور ادب کے ساتھ نہایت غور سے اس کلام الٰہی کو سنا کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''۔

لیکن ان تمام باتوں کے بیان کرنے کے باوجود بھی اگر کوئی قرآنی تعلیمات کو جُھٹلاتا ہے تو ایک دن ضرور اس کی جواب طلبی کی جائے گی۔فرمایا:-

وَقُلْ اِنِّيْۤ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ۝ كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۝ فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (الحجر ۱۵ :آیات ۸۹-۹۳) ''اور تُو لوگوں سے کہہ دے کہ میں تو تمہیں خدا تعالیٰ کے اس عذاب سے ڈرانے والا ہوں کہ جس کے بارہ میں خود اللہ تبارک وتعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ ہم نے ایسے مشرک کفار کے لئے ایک عذاب مقرر کر دیا ہے جو کہ ہمارے خلاف بُرے کاموں میں پیش پیش رہے ہیں نیز ان لوگوں کے لئے بھی کہ جنھوں نے ہمارے اس قرآن کو جھوٹی باتوں کا مجموعہ قرار دے کر اس کے پاکیزہ احکامات ماننے سے انکار کیا۔پس! خدا کی قسم! ہم ان سب منکرین قرآن سے جواب طلبی کریں گے اور پھر اُن سے اُن تمام کاموں کے بارہ میں پوچھ گچھ ہوگی جو کہ وہ اس دنیا میں

کیا کرتے تھے''۔

پس! معزز قارئین! اب بھی وقت ہے کہ ہم سنبھل جائیں۔ جو پہلے گزر چکا سو گزر چکا۔ پیچھے مڑ کر دیکھنے کی بجائے ہمیں پیش آنے والے عذاب کے بارہ میں سوچنا چاہئے اور اپنے اپنے گناہوں سے توبہ کر لینا چاہئے۔ اوپر درج آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ بار بار ہمیں اس بات کی جانب متوجہ کروا رہا ہے کہ ان آیات پر عمل کرتے ہوئے معافی مانگ لو۔ اللہ کرے کہ ہم سب سچے دل کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے گڑگڑا کر گر جائیں کیونکہ توبہ کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا لیکن جو یہ سمجھتا ہے کہ میں کل معافی مانگ لوں گا تو اسے یہ یاد رہے کہ ہمیں تو اپنی اگلی سانس کے بارہ میں ہی علم نہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے بغیر لے بھی سکیں گے یا نہیں۔ اس پس منظر میں تو آنے والی کل نہ جانے کب آئے گی؟ اسی لئے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ:-

'' آج کا کام کل پر مت چھوڑو ''

اس لئے آیئے ہم سب آج اور اس وقت اس موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور نہایت ادب اور عاجزی سے جھک کر اپنی مغفرت کی دعائیں کر لیں تا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے۔ آمین اللھم آمین

☆

رموز اوقاف

دنیا بھر میں ہر ایک زبان کے اہل زبان جب آپس میں گفتگو کرتے ہیں تو بات چیت کرنے کے درمیان کسی مقام پر ٹھہر جاتے ہیں اور کسی جگہ نہیں ٹھہرتے بلکہ ایک ہی سانس میں اپنی بات کو جاری رکھتے ہیں اور اگر ایک ہی سانس میں بات کرنی مشکل ہو تو جب وہ اگلے سانس کے ساتھ اپنی بات کو دوبارہ شروع کرتے ہیں تو کم از کم اپنی آواز کے اتار چڑھاؤ میں اس بات کا خاص خیال رکھتے ہیں کہ ان کا انداز گفتگو وہی رہے جو کہ درمیانی سانس لینے سے قبل تھا تا کہ مضمون کی روانی میں فرق نہ آئے۔ یہ طریق اس لئے بھی اپنایا گیا ہے تا کہ کسی ایک لفظ یا فقرے کا مطلب کسی دوسرے لفظ یا فقرہ کے ساتھ مل کر اس کی معنی اور مطالب میں فرق نہ ڈال دے۔

قرآن مجید چونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے اور خدا تعالیٰ نے اپنے اس کلام کو سیدنا محمدؐ احمدؐ ﷺ پر اپنی وحی الٰہی سے حضرت جبرائیل

علیہ السلام کے ذریعہ اس طرح نازل فرمایا۔آنحضرت ﷺ چونکہ امّی تھے اس لئے یہ انداز سب سے زیادہ مؤثر تھا تا کہ آنحضور ﷺ کو بعد میں آپس کی یہ گفتگو یاد بھی رہے اور پھر خدا تعالیٰ نے آنحضور ﷺ سے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ میں تجھے اپنا کلام اس طرح سکھاؤں گا کہ تو اسے بھولے گا نہیں۔فرمایا:-

سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنسٰی (الاعلیٰ ۸۷ : آیت ۶) ''ہم آپ کو ایسے پڑھائیں گے پھر آپ نہ بھولیں گے''۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ اس کلام کی تا قیامت حفاظت کی جائے گی:-

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَه لَحَافِظُوْنَ (سورۃ الحجر ۱۵ : آیت 9) ''ہم نے یہ نصیحت اتاری ہے اور بے شک ہم ہی اس کے نگہبان ہیں''۔

اور اب آپ دیکھ لیں کہ سینکڑوں برس گزر جانے کے باوجود بھی اس کلام پاک کا کوئی ایک بھی لفظ تو کیا بلکہ ایک شوشہ تک تبدیل نہیں ہوا۔**سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللہِ العَظِیْم** ۔ اس لئے قرآن مجید کی عبارت یعنی آیات کو سمجھنے کے لئے بھی اس کے بعض مقامات پر ٹھہرنا پڑتا ہے۔کہیں مختصر وقفہ کرنا پڑتا ہے اور کہیں اسی وقفہ کو کچھ دیر کے لئے لمبا کرنا پڑتا ہے تا کہ ان آیات کے مطالب اور معنیٰ ایک دوسرے میں گڈ مڈ نہ ہو جائیں یعنی تلاوت قرآن مجید میں مختلف آیات کے درمیان کسی جگہ ٹھہر کر اور کسی جگہ ان آیات کو ملا کر پڑھنے کی بدولت قرآن مجید کی آیات میں ڈھکے چھپے معنی کا صحیح اور درست مطلب سمجھنے میں بہت زیادہ مدد ملتی ہے۔عربی زبان کے ماہرین کو تو عربی الفاظات پر زیر زبر کی علامات کے بغیر بھی ان الفاظات کی سمجھ آجاتی ہے لیکن دنیا بھر کے کروڑوں ایسے مسلمانوں کو کہ جن کی مادری زبان عربی نہیں بلکہ کوئی اور زبان ہے قرآن مجید کی تلاوت کے دوران بہت زیادہ دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ان کی اسی مشکل کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے علم القرآن کے ماہرین یعنی اہل علم الاکلام نے قرآن پاک کی ان آیات کریمہ کے مختلف مقامات پر ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے یا ملا کر پڑھنے کے لئے بعض رموز یعنی علامات مقرر کر دی ہیں کہ جن کو رموز اوقاف قرآن مجید کہا جاتا ہے تا کہ تلاوت قرآن شریف کے دوران ان علامات کے آجانے پر ان رموز کی تعمیل کی جائے۔ان علامات یعنی رموز اوقاف قرآن مجید کی تفصیل پیش خدمت ہے:-

O = یہ گول دائرہ وقف تام کی علامت کہلاتا ہے۔یہ گول دائرہ ﴿O﴾ کسی آیت کے اختتام پر لگایا جاتا ہے یعنی جہاں یہ گول دائرہ ﴿O﴾ لگا ہوا ہو وہاں اس آیت کا اختتام ہو جاتا ہے۔درحقیقت یہ دائرہ: گول ﴿ت﴾ ہے جو کہ عربی زبان میں ﴿ۃ﴾ کی صورت میں لکھی جاتی ہے۔یہاں پر ٹھہرنا لازم ہے۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اب یہ گول ﴿ۃ﴾ تو نہیں لکھی جاتی بلکہ اس کی جگہ

ایک چھوٹے سے گول دائرہ ﴿O﴾ نے لے لی ہے۔

ع = رکوع و سجود کی سہولت کی خاطر رکوع کا نشان ''ع'' مقرر کیا گیا ہے۔ رکوع کو رکوع اس لئے بھی کہا جاتا ہے کہ نماز تراویح کے دوران قاری یا نمازی قرآن مجید کو یہاں تک تلاوت کرنے کے بعد رکوع میں جاتا ہے۔

م = یہ علامت وقف لازم کی علامت کہلاتی ہے۔ اس پر ٹھہرنا بہت ضروری ہے یعنی لازماً ٹھہرنا چاہیئے کیونکہ اگر اس وقف لازم ﴿م﴾ پر دوران تلاوت نہ ٹھہرا جائے تو اس بات کا احتمال ہے کہ اس آیت کے ترجمہ کا مطلب کچھ اور ہی ہو جائے جبکہ اس آیت میں درج مطلب کے معنی کچھ اور ہی ہوں۔ اس طرح کی ایک مثال اردو فقرہ کے طور پر'' اٹھو مت لیٹو'' کے طور پر پیش کرتا ہوں مثلاً اگر آپ اپنے کسی عزیز مریض بچے کی تیمارداری کے لئے اس کے گھر جائیں اور وہ آپ کو دیکھتے ہی تعظیم کی خاطر اٹھ کر بیٹھنے لگے لیکن آپ اس کی بیماری کی تکلیف کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے از راہ شفقت یہ کہیں کہ'' اٹھو مت۔ لیٹے رہو'' تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ'' بیٹا! لیٹے رہو '' یعنی اس فقرہ میں لیٹنے کا ''امر'' اور اٹھنے کی ''نہی'' ہے یعنی'' اٹھو مت'' کے بعد ٹھہرنا ﴿م﴾ '' لازم'' ہے لیکن انہی الفاظات کو اگر'' اٹھو۔ مت لیٹے رہو '' کے تلفظ کے ساتھ کہا جائے یعنی ''اٹھو'' کے بعد وقفہ اور پھر کچھ دیر کے بعد ''مت لیٹے رہو'' کہا جائے تو اس دوران وہ بیچارہ مریض بچہ تو لیٹے رہنے کی بجائے اپنی تکلیف کے باوجود باعث عزت و تکریم اٹھ کر بیٹھ جائے گا۔

ط = یہ علامت وقف مطلق کی علامت کہلاتی ہے۔ یہ علامت وہاں ہوتی ہے کہ جہاں فقرہ یا آیت کا مطلب مکمل نہیں ہوا اور ابھی اسی مضمون پر مزید کچھ اور بھی آیات یا فقرات آئیں گے اس لئے اس پر ٹھہرنا چاہیئے۔

ج = یہ وقف جائز کی علامت ہے۔ یہاں ٹھہرنا بہتر ہے اگر نہ بھی ٹھہرے تو بھی جائز ہے۔

ز = یہ علامت وقف مجوز کی ہے۔ یہاں نہ ٹھہرنا ہی بہتر ہے۔

ص = یہ علامت وقف مرخص کی علامت ہے۔ یہاں آیت کے پہلے فقرہ کو اس سے اگلے فقرہ کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہیئے لیکن اگر کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو اسے اجازت ہے۔ یہاں اس بات کا بھی خیال رہے کہ ''ز'' کی نسبت ''ص'' پر ملا کر تلاوت کرنا زیادہ

ترجیح رکھتا ہے۔

صلے = یہ علامت ''الوصل اولیٰ'' کی علامت کا اختصار ہے۔ یہاں آیات کے فقرات کو ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ق = یہ علامت ''قیل علیہ الوقف'' کی علامت یا خلاصہ ہے۔ یہاں ٹھہرنا نہیں چاہئیے۔

صل = یہ علامت ''قَدْ یو صَلُ'' کی علامت ہے۔ تلاوت کے دوران کبھی یہاں ٹھرا جاتا ہے اور کبھی نہیں لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔

قف = یہ علامت ''قِفْ'' کی علامت ہے۔ ''قِفْ'' کے معنی ہیں کہ ٹھہر جاؤ اور یہ علامت وہاں استعمال ہوتی ہے کہ جہاں اس بات کا احتمال ہو کہ تلاوت کرنے والا وہاں ٹھہرنے کی بجائے اس مقام پر عبارت کو ملا کر پڑھے گا۔

س = یہ علامت ''سکتۃ'' کی علامت ہے۔ ''سکتۃ'' کا مطلب ہے ساکت ہو جانا یعنی ٹھہر جانا اس لئے دوران تلاوت یہاں کسی قدر ٹھہرنا چاہئے لیکن سانس نہ ٹوٹنے پائے اور قاری اسی سانس میں آگے تلاوت کرے۔
وقفہ = یہ علامت وقفہ کی علامت ہے۔ دوران تلاوت یہاں ''سکتۃ'' کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہئیے لیکن یہاں ٹھہرنے کے باوجود ''سکتۃ'' کی طرح سانس نہیں ٹوٹنا چاہئیے بلکہ قاری ''سکتۃ'' کی نسبت کچھ زیادہ دیر ٹھہرنے کے بعد اسی سانس میں اور اسی لے میں آگے تلاوت جاری رکھے۔ ''سکتۃ'' اور وقفہ کا فرق یہ ہے کہ ''سکتۃ'' میں وقفہ کی نسبت کم ٹھہرنا ہوتا ہے جبکہ وقفہ میں ''سکتۃ'' کی نسبت زیادہ ٹھہرا جاتا ہے۔

لا = یہ علامت ''نہیں'' کی علامت ہے۔ قرآن مجید کی آیات میں عموماً یہ علامت یعنی ''لا'' دو مقامات پر استعمال ہوتی ہے۔ بعض مقامات پر آیات کی عبارت کے اندر اور بعض مقامات پر آیت کے اختتام پر گول ''ت'' یعنی ''ۃ'' / ''O'' کے اوپر۔ اگر یہ علامت ''لا'' کسی آیت کی عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہئیے لیکن اگر کسی آیت کی اختتامی گول ''ۃ'' /''O'' کے اوپر ہو تو اس بات پر اختلاف ہے کہ وہاں ٹھہرنا چاہئیے یا نہیں۔ بعض علمائے دین کا خیال ہے کہ وقف صرف اسی جگہ نہیں کہ جہاں قرآن مجید کی آیات کریمہ کی عبارت کے اندر تحریر ہے بلکہ ہر جگہ جہاں یہ علامت استعمال ہوتی ہے۔ اور بعض دوسرے علمائے کرام کا خیال ہے کہ کسی آیت کے اختتام پر اس علامت کے باوجود یہاں ٹھہرو یا نہ ٹھہرو اس سے دونوں آیات کے مطلب و معنی میں کوئی خلل

واقع نہیں ہوتا۔

ک = یہ علامت ''کذٰلک'' کی علامت ہے۔یعنی جو''رمز'' اسی سورۃ یا آیت کی تلاوت کے دوران پہلے گزر چکی ہے اسی کی پیروی کی جائے یعنی اسی ''رمز'' کو یہاں بھی تحریر سمجھا جائے۔

∴ = یہ تین نقات کسی آیت کے آغاز میں یا اختتام پر یا پھر اس کے آغاز اور اختتام دونوں مقامات پر لگائے جاتے ہیں۔اس لئے اگر کوئی آیت دونوں طرف سے ان تین تین نقاط کے درمیان گھری ہوئی ہو تو قاری کو یہ اختیار حاصل ہے کہ یا تو وہ پہلے تین نقطوں پر وقف کر کے دوسرے تین نقطوں پر وصل کرے یا پھر پہلے تین نقطوں پر وصل کر کے دوسرے تین نقطوں پر وقف کرے۔ان نقطوں کے درمیان تحریر شدہ عبارت کو معانقہ یا پھر مراقبہ کی عبارات بھی کہا جاتا ہے۔

☆

ترتیل

قرآن مجید کے اکثر مقامات پر ''ا'' یعنی الف یا ''ل'' یعنی لام یا پھر ''ی'' یعنی یے لکھا ہُوا تو ہوتا ہے لیکن پڑھا نہیں جاتا۔اسی طرح بعض مقامات پر اس ''الف'' یا'' لام'' یا پھر ''یے'' پر کوئی شد یا مد یا زیر یا زبر وغیرہ بھی تحریر نہیں ہوتے یعنی وہاں یہ ''الف'' یا'' لام'' یا پھر''یے'' ساکن ہیں کیونکہ اس ''الف'' یا'' لام'' یا پھر''یے'' سے قبل کسی لفظ پر زیر یا زبر یا دوہری زیر یا دوہری زبر لگی ہوئی ہے کہ جس سے اس ''الف'' یا'' لام'' یا پھر''یے'' کو پڑھنا ضروری نہیں لیکن لکھنا لازمی ہے کیونکہ عربی رسم الخط میں اس ''الف'' یا'' لام'' یا پھر''یے'' کو وہاں لکھنے کے بغیر وہ لفظ مکمل نہیں ہوسکتا۔مثلاً:-

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ یعنی میں شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ جو کہ سب سے زیادہ مہربان اور سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اب اس آیت کو جب ہم علیحدہ علیحدہ الفاظات کی صورت میں تحریر کریں گے تو ہمیں صاف علم ہو جائے گا کہ اس عبارت کو ایسے کیوں لکھا جاتا ہے۔ملاحظہ فرمائیں:-

بِ	اسۡمِ	اللّٰہِ	الرَّحۡمٰنِ	الرَّحِیۡمِ
ساتھ	نام	اللہ	سب سے زیادہ مہربان ہے	سب سے زیادہ رحم کرنے والا

یعنی اگر یہاں ''اسم'' کی بجائے صرف ''سم'' لکھ دیا جائے تو اس لفظ کا مطلب کچھ کا کچھ اور ہی ہو جائے گا یعنی بجائے ''اسم'' یعنی نام کے اس کا مطلب ''سم'' یعنی کسی جانور کے پاؤں یا پائے ہو جائے گا۔اسی طرح اگر ''اللہ'' کے نام میں سے الف نکال دیا جائے تو یہ ''اللہ'' کی بجائے ''للہ'' بن جائے گا یعنی خدا کے لئے یا خدا کے واسطے یا خدا کی خاطر۔للہ کی مثال آگے آئے گی۔اس لئے قرآن مجید میں کہیں ''الف'' ظاہراً موجود ہے تو کہیں یہی ''الف'' مستور یعنی چھپا ہوُا بھی ہے۔اس کے علاوہ جب ہم ''رحمٰن'' کے لفظ پر غور کرتے ہیں تو ہم اس بات کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اردو کے قاعدہ کے مطابق تو ہم اس کو الف اور لام کے بغیر تحریر کر سکتے ہیں مثلاً رحمان لیکن عربی کے قاعدہ کے مطابق یہ بات ناممکن ہے اور اسی لئے ہمیں ''الرحمٰن'' اور ''الرحیم'' کے الفاظات میں ''الف'' کے ساتھ ساتھ ''لام'' بھی ساکن نظر آتا ہے جو کہ لکھا تو جاتا ہے لیکن بولا نہیں جاتا۔اس کے علاوہ ان پر کوئی شد مد یا زیر اور زبر بھی تحریر نہیں۔اس لئے خاکسار یہاں ایک دوسری مثال پیش خدمت کرتا ہے کہ جس میں **رب ال عالمین** میں **رب** اور **العالمین** کے درمیان ایک الف ساکن ہے۔اسی لئے یہاں ربِ اِل پڑھا جاتا ہے جبکہ رب ال لکھا جاتا ہے۔فرمایا: **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ** O **(فاتحة ۱ : آیت ۱)** یعنی تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہیں جو کہ تمام کائنات عالم کو پالنے والا ہے۔

الْعٰلَمِیْنَ	رَبِّ	لّٰهِ	لِ	اَلْحَمْدُ
تمام دنیا	پروردگار	اللہ	واسطے	تعریف

قرآن مجید کے آغاز میں ہی ایک تیسری مثال بھی موجود ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے بعض الفاظات کو کسی بھی قسم کی زیر زبر شد مد وغیرہ کی ضرورت نہیں بلکہ وہ لفظ اسی طرح بولے جاتے ہیں کہ جیسے انہیں تحریر کیا گیا ہے۔فرمایا:- **الٓمّٓ** O یعنی میں اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔

O	مٓ	لٓ	ا
ۃ	میم "اَعْلَمُ" یعنی جاننے والا	لام "اللہ" یعنی اللہ	اَلِف "اَنَا" یعنی میں

(البقرة ۲ : آیت ۱) پس! ثابت ہوُا کہ قرآن مجید کے بعض لفظ بغیر کسی زیر زبر کے انہی الفاظات کی اصل شکل وصورت میں پڑھے جاتے ہیں بلکہ بعض الفاظ مستور ہونے کے باوجود بھی اسی طرح پڑھے جاتے ہیں کہ جیسے یہ الفاظات فی الحقیقت اس عبارت میں موجود ہیں۔اس لئے اگر ہم قرآن مجید کے آغاز میں ہی غور وخوض سے تلاوت کرنا شروع کر دیں تو ہمیں قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور اس کے معنی اور مطالب سمجھنے میں انشاء اللہ تعالیٰ نہایت آسانی پیدا ہو جائے گی۔یہ مضمون بہت لمبا ہے کہ جس کے لئے بار بار قرآن مجید کی تلاوت کرنا پڑتی ہے لیکن اختصار کی خاطر میں یہاں مزید ایک مثال یعنی اس سلسلہ میں چوتھی مثال بھی آپ کی پیش خدمت کرتا ہوں کہ جس میں ایک جگہ ''الف'' مستور تو دوسری جگہ ''الف'' ساکن ہے اور اس آیت میں ایک جگہ ''یے'' بھی ساکن

ہے۔ملاحظہ فرمائیں۔فرمایا:-

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ ج صلے فِیْہِ ج ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ O (البقرۃ ۲ :آیت ۲) ” یہ ایک ایسی کتاب ہے جو کہ صرف متقین کو ہدایت دیتی ہے“

O	الْمُتَّقِیْنَ	لِّ	ھُدًی	ہِ	فِیْ	رَیْبَ	لَا	الْکِتٰبُ	ذٰلِکَ
ۃ	متقیوں	واسطے	ہدایت	اس	درمیان	شک	نہیں	کتاب	یہ

یعنی ”ذٰلِکَ “ کے ذالک میں الف مستور ہے اوراس کی جگہ یہاں کھڑی زبر تحریر ہے۔اس سے آگے ”لَا “ میں الف ساکن ہے حالانکہ اگر یہاں لام کے اوپر زبر نہ بھی ہوتی تو بھی لام کے ساتھ الف ملا کر وہی لا کا مطلب لیا جاسکتا ہے لیکن عربی زبان کے کلیات و قوانین ایسے ہیں کہ اگر ان سے روگردانی کی جائے تو ہر ایک لفظ کے معنی بالکل ہی تبدیل ہوجاتے ہیں یا ہوسکتے ہیں اسی طرح پھر ھُـــدًی میں بھی ”ی“ ساقط ہے۔پس! خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہمیشہ قرآن مجید کی اس طریق پر تلاوت کرنے کی توفیق بخشتا رہے کہ جس طریق پر اس نے اسے نازل فرمایا ہے۔آمین

☆

قواعدِ تجوید

انتہائی مؤدبانہ عرض ہے کہ میں چونکہ خود بھی ایک گورنمنٹ سکول میں بطور ٹیچر۔اُستاد۔مدرس کام کرچکا ہوں اس لئے مجھے خوب علم ہے کہ ہمارے مدرسوں اور سکولوں میں عربی زبان کے اُستاد یا اُستانیاں عربی سکھاتے ہوئے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرتے کہ معصوم طالبعلموں یا طالبات کو آسان اردو میں کچھ سمجھایا جائے بلکہ اپنی عربی کے زعم میں عربی میں رائج الفاظات کو ہی ذریعہ تعلیم بنائے رکھتے ہیں کہ جو عربی سمجھنے کے لئے مناسب نہیں۔مثلاً فَتْحَۃُ یا کَسْرَۃُ یا ضَمَّۃُ کی بجائے اگر بچوں کو زبر یا زیر یا پیش سکھائی جائے تو ان کے لئے فتحہ یعنی زبر اور کسرہ یعنی زیر نیز ضمہ یعنی پیش کو سمجھ لینا بہت آسان ہوجاتا۔اسی لئے میں نے یہاں عربی حروف اوران کی حرکات نیز ادائیگی کو حتیٰ الامکان اردو میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے تاکہ میرے یہ مضامین بچے بوڑھے جوان سبھی پڑھ کر بخوبی سمجھ جائیں۔آمین

حرکات:- زیر، زبر، پیش کو حرکات کہا جاتا ہے۔مثلاً زبر والے حروف کی آواز کو لمبا کئے بغیر ”آ“ کے وزن پر، زیر والے حروف کی

آواز''اِی'' کے وزن پر اور پیش والے حروف کی آواز''اُوْ'' کے وزن پر ہوتی ہے۔زبر والے حروف کو لمبا کر کے نہیں پڑھا جاتا یعنی''اَ'' کو''آ'' کر کے نہیں پڑھتے۔زیر، زبر، پیش والے تمام حروف متحرک حروف کہلاتے ہیں۔

حروف مدّہ:-ا، و، ی کو حروف مدہ کہا جاتا ہے اور اگر الف سے پہلے زبر والا حرف مثلاً ''فَا'' ہو فَا اُوْلٰئِکَ یا واؤ سے پہلے پیش والا حرف'' مُوْ'' یا ي/یے سے پہلے زیر والا حرف یعنی''یقین'' ہو تو تب انہیں دو حرکات جتنا لمبا ادا کرتے ہیں۔اسی طرح کھڑی زبر، کھڑی زیر اور اُلٹی پیش بھی حروف مدہ کی قائم مقام حرکات ہیں کہ جنہیں حرکات اشباعیہ بھی کہا جاتا ہے اور ان حرکات کو بھی دو حرکات جتنا لمبا کر کے پڑھا جاتا ہے۔

ساکن کے بعد مشدد حرف:-ساکن حروف پر جزم ہوتی ہے لیکن اگر ساکن کے بعد مشدد حرف آجائے تو تب جزم والا ساکن حرف نہیں پڑھا جاتا مثلاً ''حَدْ تُّ'' کو دال کے بغیر حَتُّ یا'' قُلْ رَّ'' کو لام کے بغیر قُرَّ پڑھا جاتا ہے۔

اِدغام تام:-اگر نون ساکن یا تنوین کے بعد''ل'' یا''ر'' آجائے تو نون کی آواز ختم ہو جاتی ہے۔مثلاً'' اَنْ لَّا'' کو ہم نون کے بغیر اَلَّا پڑھیں گے اسی طرح'' مِنْ رَّ'' کو بھی ہم نون کے بغیر مِرَّ پڑھیں گے۔

اِدغام ناقص:-اگر نون ساکن یا تنوین کے بعد''و'' یا ''ے'' آجائے تو نون کو نون غنہ کی طرح پڑھا جاتا ہے مثلاً ''مِنْ وَ'' کو مِں وَ یا''مَنْ یُّ'' کو مَں یُّ پڑھا جائے گا ۔

اِقلاب:-اگر نون ساکن یا تنوین کے بعد ب آجائے تو تب نون کی آواز میم میں بدل کر دو حرکات جتنی لمبی ہوگی۔برصغیر میں ہمارے شائع شدہ قرآن مجید میں وہاں نون کے اوپر ایک چھوٹی سی میم بھی لکھی ہوئی ہوتی ہے۔مثلاً'' مِنْ بَعْدِ'' کو ہم مِمْ بَعْدِ پڑھتے ہیں۔

نون اور میم مشدد:-اس صورت میں ان حروف کی آواز دو حرکات جتنی لمبی ہوگی یعنی پہلے وہ حرف اور پھر اس کی حرکت پڑھی جائے گی یا اس حرف کو دوبارہ پڑھا جائے گا مثلاً اِنَّ یا اِنَّا کو اِنْ اور پھر نَا کو ملا کر اِنَا پڑھا جائے گا یا مِمَّ یا مِمَّا کو پہلے مِمْ کو اور پھر مَا کو ملا کر مِمْمَا پڑھا جائے گا۔

طریق تلاوت

قرآن مجید کی عزت وحرمت اور طریق تلاوت بیان کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کے بارہ میں بھی کچھ عرض کروں۔ خاکسار اس سلسلہ میں سیدنا آنحضرت ﷺ کے طریقہ تلاوت کو سب سے زیادہ افضل جانتا ہے۔ اس لئے قرآن شریف کی تلاوت کے بارہ میں حدیث شریف میں درج ہے کہ حضرت انسؓ سے جب یہ پوچھا گیا کہ نبی کریم ﷺ کی قرأت کیسی تھی؟ تو آپؓ نے جواب میں کہا:۔ آنحضرت ﷺ قرأت لمبی کرکے پڑھا کرتے تھے اور پھر آپؓ نے **بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o (فاتحة ١)** پڑھ کر بتلائی:۔

بِسْـــــــــمِ الـــــلّٰــــــــــہِ

کو لمبا کر کے پڑھتے تھے،

الــــــــرَّحْــــــمٰـــــــنِ

کو لمبا کر کے پڑھتے تھے اور

الــــــــرَّحِیْــــــــمِ

کو لمبا کر کے پڑھتے تھے۔ (بخاری)

اسی طرح حدیث نبویؐ میں مزید روایت ہے کہ:۔ ’’آنحضرت ﷺ قرآن مجید علیحدہ علیحدہ کر کے پڑھتے تھے یعنی **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o (فاتحة ١ : آیت ١)** پڑھ کر ٹھہر جاتے تھے۔ پھر **الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o (فاتحة ١ :آیت ٢)** پڑھ کر ٹھہر جاتے تھے یعنی ہر آیت کے درمیان وقفہ فرماتے‘‘۔ (ترمذی)

اسی طرح تلاوت قرآن مجید کے بارہ میں حضرت ام سلمہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ:۔ ’’آنحضرت ﷺ کی قرأت بالکل واضح ہوتی تھی یعنی ہر حرف جدا جدا ہوتا تھا‘‘۔ (ترمذی)

بہر حال قرآن حکیم کی تلاوت ٹھہر ٹھہر کر اور سوچ سمجھ کر صحیح تلفظ کے ساتھ کرنی چاہیئے اور ’’ک‘‘ کی آواز کو ’’ق‘‘ کی آواز سے نہیں ملانا چاہیئے کیونکہ اس سے قرآن شریف کے الفاظ کے معنی میں فرق پڑ جاتا ہے مثلاً کابل (شہر) اور قابل (ذہین) کا تلفظ ہی ان الفاظ کو لکھ

پڑھ اور بول کر سمجھا جا سکتا ہے۔ پس! اسی فرق کو احتیاط سے دیکھنے سے قرآن پاک کے مبارک الفاظ میں چھپے ہوئے مطالب و معنی پر غور کرنے کا موقع بھی مل جاتا ہے مثلاً قبلہ اور کعبہ کو اگر کبلہ اور قعبہ یا مکہ کو مقہ پڑھیں تو نہ صرف تلاوت کا فرق بلکہ معنی کا فرق بھی ظاہر ہو جائے گا

☆

قرأت

اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاکیزہ کلام مبارک قرآن شریف کی تلاوت اچھی اور عمدہ آواز میں خوش الحانی سے کرنے کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت پسند کیا ہے۔ قرآن مجید کو درمیانی آواز سے یعنی نہ بہت اونچی یعنی بلند آواز میں اور نہ ہی بہت آہستہ یعنی دھیمی آواز میں پڑھنے کا حکم ہے لیکن عمدہ اور خوب لے دار آواز میں یعنی خوش الحانی اور ترنم سے نیز سوز و گداز سے پڑھنے کا حکم ہے لہذا حسن قرأت کے سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

--- **وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا o** (**المزمل ۷۳:آیت ۴**) ---'' اور قرآن شریف کو خوش الحانی سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو''۔

پس! قرآن کریم کی تلاوت خدا کو حاضر ناظر جانتے ہوئے نہایت خشوع وخضوع اور رقت سے کی جانی چاہئے۔ لیکن جن لوگوں کے دل قرآن کریم کی یہ مقدس آیات سن کر بھی نہیں پسیجتے اور انہیں یہ سب کچھ سن کر بھی خوف خدا پیدا نہیں ہوتا ان کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ o عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ o (**البلد ۹۰ :آیات ۱۹-۲۰**) ''اور جنہوں نے ہماری آیتوں کا کفر کیا وہ یقیناً نحوست والے وجود ہوں گے لہذا اُن پر دہکتے ہوئے تنور والی آگ جیسی سزا مسلط ہوگی''۔

اب یہاں بھی آپ خدا تعالیٰ کی بے انتہا رحمت و شفقت کا ایک حسین ترین نظارہ دیکھ رہے ہیں کہ وہ ہر انسان کو بار بار خبردار فرما رہا ہے کہ دیکھو! بچ بچ کے چلو ورنہ تمہیں تمہاری بد اعمالیوں کی سزا دی جائے گی یعنی جو میرا کہنا مان لیں گے انہیں ہر طرح کی تکالیف سے بچایا جائے گا اس کے باوجود بھی اگر کوئی گناہوں پر گناہ کرتا چلا جائے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ فرمایا:-

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى o لَا يَصْلٰهَآ اِلَّا الْاَشْقَى o الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى o وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى (**الیل ۹۲ :آیات**

۱۴-۱۷) ’’پس! یہ یاد رکھو کہ میں نے تو تم کو بروقت ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ہوشیار کر دیا ہے۔ پس! اب اس میں سوائے کسی بہت بڑے بد بخت کے اور کوئی داخل نہ ہوگا۔ ایسا نافرمان شخص کہ جس نے ہماری واضح ہدایات کے باوجود حق کو جھٹلایا اور سچ سے مونہہ پھیر لیا لیکن جس کسی نے ہماری باتوں اور احکامات کو مانتے ہوئے تقویٰ اختیار کیا تو ایسے متقی شخص کو یقیناً ہم اس دہکتی ہوئی آگ سے دور رکھیں گے‘‘۔

قرآن شریف کی آیات مقدسہ میں ایک خاص مناسبت اور ربط وضبط موجود ہے اور ان میں ایک کے بعد دوسرے موضوع کو بیان کیا گیا ہے لہذا قرآن حکیم کی تلاوت کرتے وقت اس ترتیب کو خصوصاً ملحوظ رکھنا چاہئیے کیونکہ قرآن مجید کے ظاہری الفاظ مبارکہ کی عبارت کی ترتیب اللہ تعالیٰ نے بذات خود مقرر فرمائی ہے لہذا قرآن شریف کو جلدی جلدی پڑھنا مناسب نہیں بلکہ اسے بہت سوچ سمجھ کر اور اس کے احکامات پر انتہائی غور وخوض کرتے ہوئے اسے جلد سے جلد بھی کم از کم سات یوم میں ختم کرنا چاہئیے۔ اس سلسلہ میں خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا:- وَاقرَأ فِی کُلِّ سَب لِیَالٍ مرّۃً اور قرآن مجید کم از کم سات روز میں ختم کیا کرو۔ (بخاری)

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ خوش الحان تلاوت خدا تعالیٰ کو بھی بہت پسند آتی ہے اس لئے حسن قرأت ایک بہت بڑی دولت ہے۔ لیکن یہ خوش الحانی بھی کوئی آسان کام نہیں بلکہ اس کے سیکھنے کے لئے بھی انسان کو دل جمعی کے ساتھ کافی جدوجہد کرنا پڑتی ہے تب کہیں جا کر انسان کی تلاوت میں کچھ روانی پیدا ہوتی ہے۔ موجودہ زمانہ میں تو ہمیں بہت آسانی ہے کہ ہم کسی نہ کسی قاری مثلاً مکرم قاری عبدالباسط صاحب مصری وغیرہم کی تلاوت کی آڈیو ٹیپ یا کیسیٹس یا ریکارڈ یا سی ڈی یا وڈیو یا یو ایس بی سٹک سے سن کر یا دیکھ کر ان کی نقل کرتے ہوئے اپنا معیار تلاوت درست کر لیتے ہیں لیکن اُس پُرانے زمانہ میں ایسی سہولیات مسلمانان عالم کو میسر نہ تھیں اور وہ لوگ اپنی اپنی مساجد کے امام یا اپنے مدرسہ کے استاد یا کسی قاری کی مدد حاصل کیا کرتے تھے۔ عمدہ قرأت کو آنحضور ﷺ کو بھی بہت پسند تھی تبھی تو آپؐ نے فرمایا:- ’’قرآن ان چار آدمیوں سے سیکھو ام عبد کے بیٹے عبداللہؓ بن مسعود، سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہؓ، ابیؓ بن کعب اور معاذؓ بن جبل‘‘۔ (حدیث بخاری ومسلم)

جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود ہی ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ اس کتاب کو صرف پاک وصاف ہونے کی حالت میں ہی پڑھنا لہذا تلاوت قرآن کریم کے لئے انسان کا باوضوٗ ہونا بے حد ضروری امر ہے۔ جنبی، محتلمہ، حائضہ اور مستحاضہ ہونے کی حالت میں قرآن مجید کو نہ چھوٗا جائے۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت سے قبل ہر قسم کے شیطانی خیالات وحرکات سے بچنے کی دعا مانگو:-

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؈ (النحل ۱۶ :آیت ۹۸) ''پس اے قرآن پڑھنے والے! جب تو قرآن پڑھنے لگے تو دھتکارے ہوئے شیطان کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ کی پناہ مانگ لیا کر''۔

پس! اسی لئے تو ہم سب قرآن شریف کی تلاوت سے قبل اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھتے ہیں اور پھر اس کے بعد۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؈ (النمل ۲۷ :آیت ۳۰) پڑھنے کے ساتھ ہی قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا آغاز کرتے ہیں لیکن قرآن مجید کی ایک سورۃ ایسی بھی ہے کہ جس کے آغاز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؈ (النمل ۲۷ : ۳۰) نہیں پڑھی جاتی اور وہ ہے سورۃ توبۃ ۔

بعض مفسرین کے خیال میں یہ سورۃ توبہ چونکہ سورۃ انفعال کا ہی حصہ ہے اس لئے اس کی تلاوت سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؈ (النمل ۲۷ : آیت ۳۰) پڑھنے کی ضرورت اللہ تعالیٰ نے ضروری نہیں سمجھی لیکن بعض دوسرے مفسرین کے نزدیک یہ ایک علیحدہ سورۃ ہے لیکن اس کے آغاز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؈ (النمل ۲۷ :آیت ۳۰) پڑھنے کی ضرورت اس میں درج مضمون کی بدولت ضروری نہیں اور یہ مضمون ہے مسلمانوں کے کفار سے مختلف معاہدات کے بارہ میں کہ جن کی تفصیل اس آیات کریمہ میں بتلائی گئی ہے۔ کفار چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہستی پر یقین نہ رکھتے تھے لہذا ان کے ساتھ کئے جانے والے بعض تحریری معاہدوں پر جب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؈ (النمل ۲۷ : آیت ۳۰) لکھنے کی کوشش کی گئی تو انہوں نے اس کے لکھنے پر اعتراض کیا جس کی وجہ سے خود آنحضرت ﷺ نے اس کے لکھنے کی ممانعت فرمائی لیکن اس کے باوجود کفار نے مسلمانوں سے کئے گئے معاہدوں کا پاس نہ کیا اور مختلف جہت سے انہیں توڑتے رہے۔

اس سورۃ کی آیات میں چونکہ انہیں سزا دینے کا مضمون ہے لہذا اغلباً اللہ تعالیٰ نے بھی انہی کے طرز عمل پر اس سورۃ کا آغاز بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؈ (النمل ۲۷ : آیت ۳۰) کے بابرکت الفاظات سے نہیں کیا کیونکہ اس طرح وہ بھی خدا تعالیٰ کی بے پایاں رحیمیت کے دائرہ میں آجاتے اور بطور رحمٰن شائید انہیں معاف کرنا پڑتا لیکن خدا تعالیٰ تو ان کی وعدہ خلافی کے باعث انہیں سزا دینا چاہتا تھا اس لئے اس سورۃ کا آغاز بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؈ (النمل ۲۷ : آیت ۳۰) کے بغیر کیا گیا ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؈ (النمل ۲۷ :آیت ۳۰) نہ لکھنے کی ایک وجہ وہ لوگ بھی ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنا عذاب دینے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا۔ ان کی تفصیل بھی اسی سورۃ کی مختلف آیات میں درج ہے الغرض کہ خدا تعالیٰ کی سزا اور عذاب سے توبہ ہی بھلی۔ اسی لئے اس سورۃ کا نام سورۃ التوبۃ ہے۔

قرآن شریف کوصرف اتنا پڑھنا چاہئیے کہ جتنا پڑھنے کودل چاہے اور جتنا انسان کے پاس وقت میسر ہو۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:-
--- **فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ** ---**(المزمل ۷۳ :آیت ۲۰)** ---''پس! چاہئیے کہ قرآن میں سے جتنا سہولت سے پڑھنا ممکن ہو بس اتنا پڑھ لیا کرو''---

قرآن شریف کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کو حفظ کرنا بھی ضروری ہے خواہ اس کی چند آیات ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا :**اِنَّ الَّذِی لَيْسَ فِی جَوْفِهٖ شَيْئٌ'' مِّنَ الْقُرْآنِ کَالبَيْتِ الْخَرِبِ** جس شخص کے دل میں قرآن کا کوئی ایک بھی حصہ محفوظ نہیں وہ دل ایک ایسے ویران گھر کی طرح ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی سے خالی ہے۔**(ترمذی)**

رکوع وسجود میں قرآنی آیات کی تلاوت نہیں کرنی چاہئیے بلکہ اگر عربی نہ آتی ہو تو اپنی مادری زبان میں دعا مانگنا مسنون ہے۔رکوع وسجود کا وقت حالت فروتنی کا وقت ہوتا ہے لیکن قرآن شریف خدائے ذوالجلال کا عظیم الشان کلام ہے لہذا اللہ کا یہ پاکیزہ کلام بھی اپنے خالق کی طرح عظمت کا متقاضی ہے اس لئے اس کلام پاک کو ہمیشہ نماز میں دست بستہ مؤدب کھڑے ہو کر تلاوت کیا جاتا ہے جبکہ رکوع وسجود تو خدا کے حضور انتہائی تذلل کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔

حدیث شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت درج ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **اَ لَا وَاِنِّی نُهِيتُ ان اَقرَأَ القُرآنِ رَاكِعًا اَوسَاجِدًا فَاَمَّا الرّكوع فَعَظِمُوا فِيهِ الرّب وَاَمَّا السَجُودُ فَاجتَهدُوا فِی الدُّعَاءِ فَمن ان يُستَجَابَ لَكُم** سنو! مجھے حالت رکوع اور سجود میں قرآن کا پڑھنا منع کیا گیا ہے لہذا رکوع میں تم اپنے پروردگار کی عظمت بیان کرو اور سجدہ میں اپنے لئے دعا کی بہت کوشش کرو پس! چاہئے کہ تم میری ان باتوں کو مان کر ان پر عمل کرو۔**(المسلم)**

رکوع اور سجود کرنے کی طرح مزاروں اور مقابر پر پیر فقیر بن کر بیٹھ جانا یا چلے کشی کرنا اور قرآن خوانی منع ہے۔حدیث میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ لَانْ يَجلِسَ اَحَدُكُم عَلٰی جَمرةٍ حَتّٰی تَحرِقَ خَيرٌ'' لَّهٗ، مِن يَّجلِسَ عَلٰی قَبر** تم میں سے کسی شخص کا آگ کی چنگاری پر بیٹھ کر جلنا کسی قبر پر بیٹھ جانے سے زیادہ اچھا ہے۔**(سنن مسلم ابی داؤد ابن ماجه)**

اگر کوئی شخص غور اور توجہ سے قرآن مجید کی آیات کی تلاوت کو سنے اور پھر اس کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش بھی کرے تو سخت سے سخت

انسان کا پتھر دل بھی پانی پانی ہو جاتا ہے۔اس سلسلہ میں حضرت عمر فاروق ؓ بن الخطاب اپنے ایمان لانے کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ: ”میں اپنے گھر سے آنحضرت ﷺ کے متعلق ایک انتہائی بدارادہ سے نکلا۔آپ ؐ چونکہ میرے آگے آگے تشریف لے جا رہے تھے لہذا آپ ؐ مجھ سے پہلے خانہ کعبہ میں پہنچ گئے اور اپنی نماز پڑھنا شروع کر دی۔میں آپ ؐ کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور آپ ؐ کی تلاوت سننے لگا۔اس کلام کا مجھ پر ایسا اثر ہونے لگا کہ میں نے سوچا کہ یہ تو کوئی شاعرانہ کلام ہے۔اتفاقاً اسی وقت آنحضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی:-

وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ (الحاقه ۶۹ : آیت ۴۱) ”اور یہ کلام کسی شاعر کا کلام نہیں مگر اس کے باوجود تم ایمان نہیں لاتے“۔

حضرت عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے سوچا کہ شائد یہ کسی کاہن کا کلام ہے اور اتفاقاً آنحضور ﷺ نے اس وقت آیت:-

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ (الحاقه ۶۹ : آیت ۴۲) ”اور نہ ہی یہ کسی پنڈت، پادری اور کاہن کی باتیں ہیں مگر پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے“۔

حضرت عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے دل میں ایمان نے اسی وقت جگہ بنالی تھی“۔(ماہنامہ انصاراللہ ربوہ دسمبر ۱۹۹۹ء صفحہ ۳۵) یعنی حضرت عمر ؓ قرآن مجید کی یہ آیات سن کر اندرونی طور پر ایمان لے آئے تھے لہذا آپ ؓ نے آنحضور ﷺ کے بارہ میں اپنے بدارادہ میں تبدیلی کر لی اور واپس چلے آئے لیکن اس کے باوجود اسلام کے بارہ میں ابھی بقیہ نفرت دور نہ ہوئی تھی لہذا اسلام لانے کا واقعہ اس بات کے کچھ عرصہ کے بعد اس وقت پیش آیا جب کہ حضرت عمر ؓ نے اپنی بہن اور بہنوئی کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو انہیں مارا پیٹا لیکن پھر اپنی بہن کے زخموں سے خون رستا دیکھ کر دل پسیج گیا۔

بہرحال یہ تمام قصہ بیان کرنے کا صرف یہی مقصد ہے کہ قرآن شریف کے مقدس الفاظ میں وہ طاقت ہے کہ بڑے سے بڑا سنگدل دشمن بھی اس کی سچائی کے سامنے سرنگوں ہو جاتا ہے لیکن اس انسان میں سچائی کی کوئی نہ کوئی رمق بھی ضرور موجود ہونی چاہئیے۔حضرت عبداللہ ؓ بن عمرو سے ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: قرآن پڑھنے والے کو کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا چلا جا اور جنت کے درجات میں بڑھتا چلا جا۔جتنا تو قرآن پڑھتا جائے گا اتنے ہی تیرے درجات بڑھتے چلے جائیں گے۔(**ابو داؤد، ترمذی**)

حضرت ابوذر غفاری ؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: قرآن کریم کی تلاوت کو اپنی زندگی کا ایک حصہ بنالو کیونکہ یہ

تمہارے لئے زمین میں نُور کا کام دے گا اور آسمان میں ایک جمع شدہ خزانے کا۔

اسی طرح ایک اور حدیث بھی حضرت ابوذر غفاریؓ سے ہی مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں میں سے کچھ لوگ خدا کے ایسے بندے ہوں گے جو اہل اللہ کہلائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں جو اہل اللہ کہلائیں گے؟ فرمایا: جو قرآن پڑھتے ہیں وہ اہل اللہ اور خدا کے خاص الخاص بندے ہوں گے۔ (ابن ماجہ)

☆

اوقات تلاوت

قرآن شریف کی تلاوت ہر وقت کی جاسکتی ہے اور اس کے لئے وقت کی کوئی قید اور کوئی تخصیص نہیں لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ محبوب وقت صبح صبح فجر کی نماز کے بعد کا وقت ہے یا پھر رات گئے جب کہ تمام لوگ دنیا و مافیہا سے بے خبر سور ہے ہوں اور صرف خدا سن رہا ہو تب بھی قرآن شریف کی تلاوت اور نمازوں میں اس کا پڑھنا خدا تعالیٰ کی بارگاہ عالی جناب میں انتہائی مسنون و مبارک و مقبول عمل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ط اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا o (بنی اسرائیل ۱۷ : آیت ۷۸) ”تُو سورج کے ڈھلنے سے لے کر رات کے خوب تاریک ہو جانے تک نماز کو عمدگی سے ادا کیا کر اور صبح کے وقت قرآن کے پڑھنے کو لازم سمجھ کیونکہ صبح کے وقت قرآن کا پڑھنا یقیناً اللہ تعالیٰ کے حضور ایک مقبول عمل ہے“۔

اسی طرح مزید فرمایا کہ:-

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً ق عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا o (بنی اسرائیل ۱۷ : آیت ۷۹) ”اور پھر رات کو بھی اسے تہجد کے ساتھ پڑھا کر کیونکہ یہ تیرے لئے نفل کے طور پر ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ اس عبادت کی بدولت خدا تعالیٰ تجھے مقام محمود پر فائز کردے“۔

☆

اجر تلاوت

قرآن مجید کے بارہ میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’جس کسی نے کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کا ایک حرف پڑھا اس نے ایک نیکی کمائی اور ہر نیکی کا اجر دس گنا ہوگا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ۝ (البقرۃ ۱ : آیت ۱) میں اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہوں--- ایک حرف ہے بلکہ ’’ ا = الف ‘‘ ایک حرف ہے، ’’ ل = لام ‘‘ ایک حرف ہے اور ’’م = میم ‘‘ ایک حرف ہے‘‘۔(ترمذی)

قرآن مجید کا خود سیکھنا اور دوسروں کو بلا معاوضہ سکھانا ایک احسن اقدام ہے بلکہ ایک صدقہ جاریہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **خَیْرُ کُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ** تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو کہ خود قرآن مجید کو سیکھتا ہے اور پھر دوسروں کو بھی سکھاتا ہے **(بخاری کتاب فضائل القرآن)**

حضرت اقدس مرزا غلام احمدؑ مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

’’جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے‘‘۔(کشتی نوح)

اور پھر اپنے اشعار میں فرمایا:-

جمال و حسن قرآن نور جاناں ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے (درثمین)

اسی سلسلہ میں مزید فرمایا: ’’ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی‘‘۔(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۷)

پھر یہ بھی فرمایا کہ: ’’ وہ کامل علم کا ذریعہ جس سے خدا نظر آتا ہے۔ وہ مَیل اُتارنے والا پانی جس سے تمام شکوک دُور ہو جاتے ہیں۔ وہ آئینہ جس سے اس برتر ہستی کا درشن ہو جاتا ہے۔ خدا کا وہ مکالمہ اور مخاطبہ ہے--- جِس کی رُوح میں سچائی کی طلب ہے وہ

اُٹھے اور تلاش کرے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر رُوحوں میں سچی تلاش پیدا ہو اور دِلوں میں سچی پیاس لگ جائے تو لوگ اس طریق کو ڈھونڈیں اور اُس راہ کی تلاش میں لگیں۔ مگر یہ راہ کس طریق سے کُھلے گی اور حجاب کس طرح اُٹھے گا؟

میں سب طالبوں کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف اسلام ہی ہے جو اس راہ کی خوشخبری دیتا ہے اور دوسری قومیں تو خدا کے الہام پر مُدت سے مُہر لگا چکی ہیں۔ سو یقیناً سمجھو، یہ خدا کی طرف سے مُہر نہیں بلکہ محرومی کی وجہ سے انسان ایک حیلہ پیدا کر لیتا ہے اور یقیناً یہ سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر کانوں کے سُن سکیں یا بغیر مونہہ کے بول سکیں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ بغیر قرآن کے اس پیارے کا مونہہ دیکھ سکیں۔ میں جوان تھا، اب بوڑھا ہؤا مگر میں نے کوئی نہ پایا جس نے بغیر اس پاک چشمہ کے اس کھلی کھلی معرفت کا پیالہ پیا ہو‘‘۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۴۲-۴۴۳)

اسی طرح مقرر ارشاد فرمایا کہ ’’سب سے سیدھی راہ اور بڑا ذریعہ جو انوار یقین اور تواتر سے بھرا ہؤا اور ہماری روحانی بھلائی اور ترقی علمی کے لئے کامل رہنما ہے، قرآن کریم ہے‘‘۔ (ازالہ اوحام، روحانہ خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۸۱-۳۸۲)

اسی طرح قرآن مجید کی محبت میں سرشار ہو کر فرمایا:-

دل میں یہی ہے ہر دم، تیرا صحیفہ چُوموں
قرآں کے گِرد گُھوموں، کعبہ میرا یہی ہے (درثمین)

قرآن مجید اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنا بابرکت کلام ہے اس لئے اگر اس کو غور وخوض سے پڑھنا چاہیئے کیونکہ یہ علم وعرفان کے ذخائر کا ایک بحرِ عظیم ہے۔ اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔۔۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں‘‘۔ (کشتی نوح - روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۷)

قرآن مجید کے بارہ میں حضرت مصلح موعود مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا: ’’ انبیاء کے ذریعہ سے دنیا میں جو تکمیل ہوئی ہے وہ کم وبیش تین طرح ظاہر ہوتی ہے۔ ایک قانون شریعت کے ذریعہ سے، دوسرے قانون اخلاق کے ذریعہ سے،

تیسرے قانون تمدن کے ذریعہ سے۔قرآن کریم چونکہ اعلیٰ اور اکمل کتاب ہے۔اس نے ان تینوں شقوں کو بیان کیا ہے''۔(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ۳۱۹)

اسی طرح مکرم نصراللہ خان ناصؔر صاحب ایڈیٹر ماہنامہ انصاراللہ ربوہ تحریرفرماتے ہیں کہ: ''قرآن کریم وہ بےمثل کتاب ہے جو تمام کمالات متفرقہ کی جامع اور حقائق ومعارف میں بےنظیر اعلیٰ وارفع مقام رکھتی ہے۔یہ وہ مبارک آسمانی صحیفہ ہے کہ جس کی کامل اتباع سے ایسی دائمی حیات حاصل ہوتی ہے جولقاء الٰہی کا وارث بناتی ہے''۔(اداریہ ماہنامہ انصاراللہ ربوہ جولائی ۲۰۰۱ءصفحہ۲)

☆

سجدہ تلاوت

قرآن کریم کی تلاوت کے دوران پندرہ (۱۵) مقامات پرسجدہ تلاوت آتا ہے۔اس وقت خواہ انسان اکیلا نماز پڑھ رہا ہو یا باجماعت نماز میں مصروف ہو یا تلاوت قرآن کریم کررہا ہو یا صرف سن رہا ہو یا کسی تلاوت کرنے والے کے پاس سے گزرتے ہوئے تلاوت کی آواز اس کے کان میں پڑ جائے۔انسان اس وقت باوضوٴ ہو یا بغیر وضوٴ ،کھڑا ہوٴا ہو یا لیٹاہوٴا ہو یا بیٹھاہوٴا ہو یعنی جس حال میں بھی ہو اور جہاں کہیں بھی ہو تو اس انسان کو ''اللہ اکبـــر'' کہتے ہوئے خُدا کے حضور سجدہ میں گر جانا چاہئیے یعنی بارگاہ الٰہی میں فوراً سجدہ تلاوت بجالانا چاہئیے۔سجدہ تلاوت میں قبلہ رو ہونے کی کوئی شرط نہیں یعنی انسان کا جس طرف بھی مونہہ ہو اسی طرف سجدہ کرلینا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہوں اور تم جدھر بھی دیکھو گے مجھے اپنے سامنے پاؤ گے یعنی اللہ تعالیٰ ہر جگہ اور دنیا کی ہر سمت میں موجود ہے۔قرآن مجید میں ان مقامات پرسجدہ کے لئے نشانات لگا دئے گئے ہیں لیکن ان سجود میں کہنا کیا ہے؟ کون سی دعا مانگنی چاہئے ؟ وہ ہمیں سنت رسول اللہ ﷺ پرعمل کرنے اور احادیث نبویہؐ کے مطالعہ سے ہی معلوم ہوسکتا ہے۔سجدہ تلاوت میں تسبیحات مسنونہ تین بار پڑھیں لیکن اگر زائد مرتبہ بھی پڑھنے کو دل چاہے تو کوئی ممانعت نہیں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ باعث ثواب ہے:-

سُبْحَانَ رَبِّیَ الاَعلیٰ ''پاک ہے میرا رب بلند شان والا''۔

سُبْحَانَ رَبِّیَ الاَعلیٰ ''پاک ہے میرا رب بلند شان والا''۔

سُبْحَانَ رَبِّیَ الاَعلیٰ ''پاک ہے میرا رب بلند شان والا''۔

اس کے علاوہ درج ذیل دعائیں بھی احادیث نبویہ ﷺ میں رقم ہیں اور ان کا پڑھنا بھی باعث ثواب مسنون ہے:-

۱:-اَللّٰھُمَّ سَجَدَلَکَ سَوَادِی وَآمَنَ بِکَ فُؤَادِی ۔ ''اے میرے اللہ! میرا جسم تجھے سجدہ کرتا ہے اور میرا دل تجھ پر ایمان لاتا ہے''۔

۲:-یا سَجَدَلَکَ رُوحِی وَجَنَانِی ۔''اے اللہ! میری روح، میرے جسم اور میرے دل نے صرف تیرے لئے سجدہ کیا''۔

۳:-سَجَدَوَجھِی لِلَّذِی خَلَقَہ' وَشَقَّ سَمْعَہ' وَبَصَرَہ' بِحَوْلِہٖ وَقُوَّتِہٖ ۔''میرا چہرہ سجدہ ریز ہے اس ذات بابرکات کے سامنے کہ جس نے مجھے پیدا کیا اور اپنی قدرت خاص سے مجھے سننے اور دیکھنے کی قوت عطاً کی''۔(ترمذی مایقول فی سجود القرآن جلد۲صفحہ۱۸۰)

سجدہ کی تکمیل پر''اللہ اکبر''کہتے ہوئے انسان سجدہ سے اٹھے۔سجدہ کے بعد سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں لکہ قاری اس سے آگے تلاوت کرنا شروع کردے۔سجدہ تلاوت کی قرآنی آیات کی تفصیل درج ذیل ہے کہ جن کی تلاوت کے وقت،سجدہ تلاوت کیا جاتا ہے۔

سجدہ نمبر	سورۃ نمبر	نام سورۃ	آیت نمبر		سجدہ نمبر	سورۃ نمبر	نام سورۃ	آیت نمبر
۱	۶	الاعراف	۲۰۶		۹	۲۷	النمل	۲۶
۲	۱۳	الرعد	۱۵		۱۰	۳۲	السجدۃ	۱۵
۳	۱۶	النحل	۵۰		۱۱	۳۸	ص	۲۴
۴	۱۷	بنی اسرائیل	۱۰۹		۱۲	۴۱	فصلت۔	۳۸
۵	۱۹	مریم	۵۸		۱۳	۵۳	النجم	۶۲
۶	۲۲	الحج	۱۸		۱۴	۸۴	الانشقاق	۲۱
۷	۲۲	الحج	۷۷		۱۵	۹۶	العلق	۱۹
۸	۲۵	الفرقان	۶۰					

سجدہ نمبر	سورۃ نمبر	سورۃ	آیت نمبر		سجدہ نمبر	سورۃ نمبر	سورۃ	آیت نمبر

سورۃ نمبر١٦ سورۃ بنی اسرائیل کوسورۃ الاسراء بھی کہا جاتا ہے اورسورۃ نمبر۴۱ سورۃ فصلت کوحٰم السجدۃ بھی کہا جاتا ہے۔اسی سورۃ میں غیراللہ کوسجدہ کرنے کی ممانعت کے بارہ میں فرمایا:۔

وَمِنْ اٰیَاتِہِ الَّیْلُ وَالنَّھَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَھُنَّ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ (سورۃ الفصلت ۴۱ : آیت ۳۷) ” اوراس کی نشانیوں میں سے رات اوردن اورسورج اور چاند ہیں لیکن تم سورج کوسجدہ نہ کرواورنہ ہی چاند کو بلکہ اس اللہ کوسجدہ کروجس نے انہیں یعنی دن رات سورج چاندستاروں کو پیدا کیا ہے اگرتم اسی کی عبادت کرتے ہو“۔

نیزسورۃ الدہرنمبر٧٦ کوسورۃ الانسان بھی کہا جاتا ہے۔

☆

تلاوت قرآن کے دوران جوابی دعائیہ کلمات

معززقارئین! رمضان المبارک کے بابرکت ایام میں ہم مسلمان نماز۔روزہ کی پابندی کرنے کے ساتھ ساتھ تلاوت قرآن مجید پربھی زوردیتے ہیں۔اس کے علاوہ تمام فرض نمازوں،سنت نمازوں اورنوافل نمازوں اورنماز تراویح کے دوران بھی قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے اورقرآن مجید کی تلاوت کے دوران بعض مقامات پر جواباً دعائیہ کلمات بھی پڑھے جاتے ہیں کہ جن کے بارہ میں دنیا بھرسے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے ایک عمومی جائزہ کے بعد یہ ثابت ہوا کہ چندایک دعائیہ کلمات مثلاً **سورۃ البقرۃ —سورۃ الاعلیٰ —سورۃ الغاشیۃ — سورۃ التین** کے جواب میں کہے جانے والے جوابی کلمات کے سوابقیہ جوابی دعائیہ کلمات کے بارہ میں بہت سے مسلمان بہنوں بھائیوں کوکوئی خاص علم نہیں۔اس لئے خاکسارتمام مسلمانوں کی سہولت کے لئے ان تمام دعائیہ کلمات کی تفصیل احادیث نبویہؐ سے چُن چُن کرآپ کی خدمت میں بغرض دعا پیش کررہا ہے۔ملاحظہ فرمائیں:۔

---**غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ٥ (الفاتحۃ ١ :آیت ٦)** کے جواب میں **آمِیْنُ** کہیں۔حضرت وائلؓ

بن حجر سے روایت ہے کہ:-آنحضرت ﷺ **صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ ۙ۬ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ۞ (الفاتحة ۱ : آیت ۶)** کہ کر اٰمین کہتے تھے اور آواز کو دراز فرمایا کرتے تھے۔ **(مسند احمد + ترمذی)**

--- **وَلَهُمۡ عَذَاب'' عَظِیۡم'' ۞ (البقرة ۲ : آیت ۷)** کے جواب میں **اللّٰهُمَّ لَا تُعَذِّبۡنَا** '' اے میرے اللہ! ہمیں عذاب میں نہ ڈال''۔ کہیں اور اسی طرح جہاں کہیں بھی عذاب کے بارہ میں مندرجہ بالا یا ان الفاظ سے ملتے جلتے الفاظ ہوں وہاں بھی **اللّٰهُمَّ لَا تُعَذِّبۡنَا** اے میرے اللہ! ہمیں عذاب نہ دینا ۔کو دوہرائیں کیونکہ حضرت حذیفہؓ بن یمان بیان کرتے ہیں کہ:-

'' آنحضرت ﷺ رکوع میں '' **سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡمِ** پاک ہے میرا رب جو بڑی عظمت والا ہے'' پڑھا کرتے تھے اور سجدہ میں '' **سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی** پاک ہے میرا رب بلند شان والا '' پڑھا کرتے تھے اور جب بھی کسی رحمت والی آیت پر آتے تو توقف فرماتے اور رحمت طلب فرماتے اور جب بھی کسی عذاب والی آیت پر آتے تو توقف فرماتے اور عذاب سے پناہ مانگا کرتے تھے''۔ **(سنن ترمذی کتاب الدعوات)**

--- **وَ یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ --- (البقرة ۲ : آیت ۲۸۴)** کے جواب میں **اللّٰهُمَّ لَا تُعَذِّبۡنَا** '' اے میرے اللہ! ہمیں عذاب میں نہ ڈال'' کہیں اور اسی طرح جہاں کہیں بھی عذاب کے بارہ میں مندرجہ بالا یا ان الفاظ سے ملتے جلتے الفاظ ہوں وہاں بھی **اللّٰهُمَّ لَا تُعَذِّبۡنَا** اے میرے اللہ! ہمیں عذاب نہ دینا ۔کو دوہرائیں۔

--- **وَاعۡفُ عَنَّا** وقفه **وَاغۡفِرۡلَنَا** وقفه **وَارۡحَمۡنَآ** وقفه **--- (البقرة ۲ : آیت ۲۸۶)** یہاں ہر ''وقفہ'' پر آمین کہیں۔ ان تینوں مقامات پر آئمہ دین متین کا اتفاق ہے کہ یہاں آمین کہا جائے۔اسی طرح سنت رسول اللہ ﷺ اور احادیث نبویہؐ سے ثابت ہوتا ہے کہ:-

'' قرآن شریف کے معانی کی معرفت ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی جب تک اس کے فاصلوں اور فرق کو اچھی طرح سے نہ سمجھ لیا جاوے اور یہی ایک بڑی دلیل ہے کہ یہ علم پڑھنا اور پڑھانا واجب ہے--- قاری قرآن مجید کو وقف جبریلؑ ضرور سیکھنا چاہئے۔حضرت جبریلؑ **قُلۡ صَدَقَ اللّٰهُ** پر وقف کیا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ ان کی اتباع کیا کرتے تھے اور جہاں آپؐ کو قُرّاء نے وقف کرتے دیکھا اس کا نام وقف نبی ﷺ ہے۔بعض اوقات آیات مغفرت کے ذکر میں نبی کریم ﷺ مغفرت کے لئے دعائیں شروع کر دیا کرتے تھے--- جہاں آپؐ نے مغفرت کے لئے دعائیں مانگی ہیں وہاں وقف غفران لکھا گیا ہے۔

حضرت امام سخاویؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جان بوجھ کران وقفوں پر وقف کیا کرتے تھے اور غالباً یہ ایسے وقف ہیں کہ یہ آیت کے سرے نہیں ہیں یعنی آیت ان سے شروع اور نیز ختم نہیں ہوتی بلکہ یہ وقف وسط آیت میں واقع ہوئے ہیں اور ان وقفوں کا آپؐ کو اللہ جلشانہٗ کی طرف سے خاص علم بخشا گیا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے **فَاِذَا قَرَاْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ** (القیامه ۷۵ : آیت ۱۸ تا ۲۰) یعنی جب ہم قرآن کو پڑھیں اس ہمارے پڑھنے کی تم اتباع کیا کرو پھر تحقیق ہم پر ہے اس کا بیان کردینا---رسول اللہ ﷺ نے تمام قرآن شریف کو نماز میں پڑھ کر خود سنایا ہے اور جہاں جہاں آپؐ سے رکوع کرنا بلا کسی خاص ضرورت کے ثابت ہؤا ہے اس پر بطور یادگار کے رکوع کا نشان قرآن مجید کے اصل متن سے باہر لگا دیا گیا ہے۔ پس آپؐ کی اتباع کرنا عین سنت اور اسوہ حسنہ ہے''۔(ریویو آف ریلیجنز (اردو) مئی ۱۹۰۸ء جلد ۵ صفحہ ۱۷۷-۱۸۰)

---**عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ** ۝ (البقرة ۲ : آیت ۲۸۶) کے خاتمہ پر اٰمین کہیں۔ اس مقام پر بھی آئمہ دین متین کا اتفاق ہے کہ یہاں آمین کہا جائے۔

--- **هُوَالْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ** ۝ (اٰل عمران ۳: آیت ۱۸) کے جواب میں **وَاَنَا اَشْهَدُ اَنَّكَ اَيْ رَبِّ وَاَنَا اَشْهَدُ بِهٖ** '' اور میں گواہی دیتا ہوں۔اے میرے اللہ! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں'' کہیں۔

---**وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا** ۝ (بنی اسرائیل ۱۷ : آیت ۱۱۱) کے جواب میں **تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِى لَا يَمُوْتُ** کہیں۔

---**مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**--- (الفتح ۴۸: آیت ۲۹) کے جواب میں ﷺ کہنا چاہیئے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ (الرحمٰن ۵۵ : آیات نمبر ۱۳، ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۸، ۳۰، ۳۲، ۳۴، ۳۶، ۳۸، ۴۰، ۴۲، ۴۵، ۴۷، ۴۹، ۵۱، ۵۳، ۵۵، ۵۷، ۵۹، ۶۱، ۶۳، ۶۵، ۶۷، ۶۹، ۷۱، ۷۳، ۷۵، ۷۷) کے جواب میں:- **لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعْمَتِكَ نُكَذِّبُ يَا رَبَّنَا** '' اے ہمارے رب! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی چیز کی بھی تکذیب نہیں کرتے'' کہنا چاہیئے۔

ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُوْنَ ۝ (الواقعة ۵۶ : آیت ۵۹) کے جواب میں **بَلْ اَنتَ يَارَبِّ** '' اے میرے رب! یقیناً صرف تُو ہی ایسا کرنے والا ہے'' کہنا چاہیئے۔

ءَ اَنۡتُمۡ تَزۡرَعُوۡنَہٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الزّٰرِعُوۡنَ o (الواقعة ۵۶ : آیت ۶۴) کے جواب میں بَلۡ اَنتَ یَارَبِّ ''اے میرے رب! یقیناً صرف تُو ہی ایسا کرنے والا ہے'' کہنا چاہیئے۔

ءَ اَنۡتُمۡ اَنۡزَلۡتُمُوۡہُ مِنَ الۡمُزۡنِ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡزِلُوۡنَ o (الواقعة ۵۶: آیت ۶۹) کے جواب میں بَلۡ اَنتَ یَارَبِّ '' اے میرے رب! یقیناً صرف تُو ہی ایسا کرنے والا ہے'' کہنا چاہیئے۔

ءَ اَنۡتُمۡ اَنۡشَاۡتُمۡ شَجَرَتَہَاۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡشِئُوۡنَ o (الواقعة ۵۶: آیت ۷۲) کے جواب میں بَلۡ اَنتَ یَارَبِّ '' اے میرے رب! یقیناً صرف تُو ہی ایسا کرنے والا ہے'' کہنا چاہیئے۔

فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الۡعَظِیۡمِ o (الواقعة ۵۶: آیت ۷۴) کے جواب میں سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡمِ '' پاک ہے میرا رب جو بڑی عظمت والا ہے'' کہنا چاہیئے۔

فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الۡعَظِیۡمِ o (الواقعة ۵۶: آیت ۹۶) کے جواب میں سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡمِ '' پاک ہے میرا رب جو بڑی عظمت والا ہے'' کہنا چاہیئے۔

قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ اَصۡبَحَ مَآؤُکُمۡ غَوۡرًا فَمَنۡ یَّاۡتِیۡکُمۡ بِمَآءٍ مَّعِیۡنٍ o (الملک ۶۷ : آیت ۳۰) کے جواب میں اللّٰہُ یَأۡتِیۡنَا بِہٖ وَھُوَ رَبُّ الۡعَالَمِیۡنَ '' اللہ اُسے ہمارے پاس لائے گا اور وہ اللہ سب جہانوں کا پالنے والا ہے'' کہنا چاہیئے۔

---اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ o (المزمل ۷۳: آیت ۲۰) کے جواب میں اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہ '' میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں'' کہنا چاہیئے۔

اَلَیۡسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یُّحۡیِ یَ الۡمَوۡتٰی o (القیٰمة ۷۵: آیت ۴۰) کے جواب میں بَلٰی اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ '' ہاں! یقیناً وہ ہر چیز پر پورا پورا قادر ہے'' کہنا چاہیئے۔

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ م بَعْدَه' يُؤْمِنُوْنَ o (المرسلت ۷۷: آیت ۵۰) کے جواب میں اٰمَنَّا بِاللهِ '' ہم اللہ پر ایمان لائے'' کہنا چاہیئے۔

---وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا o (النّبا ۷۸: آیت ۴۰) کے جواب میں اَسْتَغْفِرُ الله '' میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں'' کہنا چاہیئے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَى o (الاعلٰی ۸۷: آیت ۱) کے جواب میں سُبْحٰنَ رَبِّیَ الاَعْلٰی ''پاک ہے میرا رب جو بڑی عظمت والا اور بہت بلندشان والا ہے'' کہیں۔

فَيُعَذِّبُهُ اللهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ o (الغاشية ۸۸: آیت ۲۴) کے جواب میں اَللّٰهُمَّ لَا تُعَذِّبْنَا '' اے میرے اللہ! ہمیں عذاب میں نہ ڈال''۔کہیں اور اسی طرح جہاں کہیں بھی عذاب کے بارہ میں مندرجہ بالا یا ان الفاظ سے ملتے جُلتے الفاظ ہوں وہاں بھی اَللّٰهُمَّ لَا تُعَذِّبْنَا اے میرے اللہ! ہمیں عذاب نہ دینا ۔کو دوہرائیں۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ o (الغاشية ۸۸: آیت ۲۶) کے جواب میں اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِی حِسَابًا یَّسِیْراً '' اے میرے اللہ! میرا حساب نہایت آسان لینا'' کہیں۔

فَاَلْهَمَهَافُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا o (الشمس ۹۱: آیت ۸) کے جواب میں اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِی تَقْوٰهَا وَ سَبِّحَا اَنْتَ خَيْر'' رَكّٰهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلٰهَا '' اے میرے اللہ ! میرے نفس کو تقویٰ عطاء فرما اور اسے تمام گناہوں سے پاک فرما کیونکہ تُو ہی سب سے زیادہ بہتر پاک کرنے والا اور اس نفس کا سب سے بہترین ساتھی اور ہم سب کا مالک ہے'' کہیں۔

اَلَيْسَ اللهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ o (التین ۹۵: آیت ۸) کے جواب میں بَلٰی وَاَنَا عَلَى ذَالِکَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ ''ہاں یقیناً میں اس بات پر گواہوں میں سے ہوں'' کہیں۔

--- اِنَّه' كَانَ تَوَّابًا o (النصر ۱۱۰: آیت ۳) کے جواب میں'' سُبْحٰنَکَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اللّٰهُمَّ

اغْـفِـرْلَنَا '' پاک ہے تیری ذات اے میرے اللہ! اے میرے پروردگار اور اے میرے اللہ! تمام پاکیزہ تعریفوں کا صرف تُو ہی مستحق ہے لہذا میری بخشش فرما'' کہیں۔آمین اللھم آمین

اسی سورۃ کے بارہ میں حضرت عائشہ صدیقہ علیہ السلام بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ سورۃ نصر کے نزول کے بعد ہر نماز میں یہ دعا'' **سُبْحَانَکَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اللّٰھُمَّ اغْفِرلِی** ''پڑھا کرتے تھے۔

ایک دوسری روایت میں '' **سُبْـحَـنَکَ الـلّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا** '' پاک ہے تیری ذات اے میرے اللہ! اے میرے پروردگار اور اے میرے اللہ! تمام پاکیزہ تعریفوں کا صرف تُو ہی مستحق ہے لہذا میری بخشش فرما'' بھی ہے۔**(صحیح مسلم کتاب تفسیر القرآن سورۃ اذا جاء نصر اللہ)**

انتہائی غور طلب بات یہ ہے کہ جیسا کہ حدیث نبویہ ؐمیں حضرت حذیفہؓ بن یمان بیان کرتے ہیں کہ:-
'' آنحضرت ﷺ رکوع میں '' **سُبْـحَـانَ رَبِّیَ العَظِیْمِ** پاک ہے میرا رب جو بڑی عظمت والا ہے'' پڑھا کرتے تھے اور سجدہ میں '' **سُبْـحَـانَ رَبِّیَ الاَعلٰی** پاک ہے میرا رب بلند شان والا '' پڑھا کرتے تھے اور جب بھی کسی رحمت والی آیت پر آتے تو توقف فرماتے اور رحمت طلب فرماتے اور جب بھی کسی عذاب والی آیت پر آتے تو توقف فرماتے اور عذاب سے پناہ مانگا کرتے تھے''۔**(سنن ترمذی کتاب الدعوات)**

بالکل ویسے ہی یعنی اس ارشاد کی تعمیل میں ہم سب کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت قرآن مجید کی ان تمام مذکورہ آیات پر جہاں جہاں کہ رحمت رب العالمین یا عذاب الٰہی کا ذکر ہے وہاں عربی عبارت سے باہر حاشیہ میں کسی قلم یا پین یا پینسل سے نشانات لگا لینے چاہئیں تا کہ دوران تلاوت جب ہم ان مقامات پر پہنچیں تو ہم سب کو رسول اللہ آنحضرت محمد مصطفےٰ احمد ؐمجتبٰے ﷺ کے اسوہ کی پیروی میں خدا تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے کی یا اس کی رحمت طلب کرنے کی توفیق نصیب ملتی رہے۔آمین اللھم آمین

☆

کاتبین وحی

قرآن مجید کی جو آیات جس وقت نازل ہوا کرتی تھیں آنحضرت ﷺ خدائی تفہیم کے مطابق شروع سے ہی ان کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ اپنے کسی نہ کسی کاتب وحی کو لکھوا دیا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں حضرت عباسؓ کی روایت ہے کہ ’’حضرت عثمان غنیؓ بن عفان فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ پر جب کچھ آیات اکٹھی نازل ہوتی تھیں تو آنحضور ﷺ اپنے کاتبان وحی میں کسی کو بُلا کر انہیں ارشاد فرماتے کہ ان آیات کو فلاں سورۃ میں فلاں جگہ پر لکھواور اگر ایک ہی آیت اترتی تو پھر بھی اُسی طرح کسی کاتب وحی کو بُلا کر اور جگہ بتا کر وہ آیت اُسے تحریر کروا دیا کرتے تھے‘‘۔(ترمذی و ابو داؤد مسند احمدؒ بحوالہ مشکوٰۃ ابواب فضائل القرآن)

اس طرح قرآن مجید شروع سے ہی ایک خاص خدائی تصرف کے ماتحت مختلف ابواب اور ایک کتاب کی شکل کی صورت میں جمع ہونا شروع ہو گیا تھا۔ خاکسار صرف بغرض دعا چند ایک کاتبین وحی کے نام یہاں تحریر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عثمان غنی ذوالنورینؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت زبیرؓ بن العوام۔ حضرت ابیؓ بن کعب۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ۔ حضرت زیدؓ بن ثابت۔ حضرت شرجیلؓ بن حسنہ رضوان علیہم۔

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بن خطاب اپنے گھر سے سیدنا آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے ناپاک ارادہ سے نکلے تو راستہ میں بنوزہرا کے ایک مسلمان حضرت نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ملے تو انہوں نے پوچھا کہ عمر یہ تلوار اٹھائے کہاں جا رہے ہو؟ اس پر عمر نے جواب دیا کہ محمد کا قصہ پاک کرنے تو حضرت نعیمؓ نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو کیونکہ تمہاری اپنے ہی بہن اور بہنوئی بھی مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ آگ بگولا ہو گئے اور سیدھے اپنی بہن کے گھر جا پہنچے تو گھر کے اندر سے اپنی بہن حضرت فاطمہؓ بنت خطاب اور بہنوئی حضرت سعیدؓ بن زید دونوں کے قرآن پڑھنے کی آواز سنائی دی تو انتہائی طیش میں آ کر اندر پہنچے تو انہوں نے قرآن مجید کے وہ اوراق چُھپا دئے کہ جس پر حضرت عمرؓ نے اپنی بہن اور بہنوئی دونوں کو خوب زدوکوب کیا یہاں تک کہ بہن کے زخموں سے خون بہنے لگا تو ایک بھائی کا دل پسیجا اور کہا کہ اچھا وہ صفحات مجھے بھی پڑھنے کے لئے دو تو بہن نے کہا کہ آپ پہلے نہا دھو کر پاک صاف ہو جائیں تو پھر دوں گی۔

خیر اس پر حضرت عمرؓ جلدی سے نہائے اور وہ آیات پڑھیں تو کلام پاک کا دل پر ایسا اثر ہوا کہ اسی وقت حضرت رسول اللہ ﷺ کی

خدمت میں اسلام قبول کرنے کے لئے بیت ارقم کی جانب چل پڑے۔آنحضرت ﷺ اس وقت بیت ارقم میں اپنے چند اصحاب کے ساتھ موجود تھے۔حضرت عمرؓ نے جب دروازہ کھٹکھٹایا تو دروازے کی درز سے ایک صحابی نے عمر کو ننگی تلوار پکڑے دیکھ کو آنحضور ﷺ کو مطلع کیا کہ عمر ننگی تلوار لئے باہر کھڑا ہے۔یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اسے اندر آنے دو تو اس پر آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ بن ابومطلب نے کہا کہ اگر تو نیک نیتی سے آیا ہے تو ٹھیک ورنہ میں اسی کی تلوار سے اس کا کام تمام کردوں گا لیکن حضرت عمر کا ارادہ تو بدل چکا تھا اس لئے جب آنحضرت ﷺ نے دریافت کیا کہ عمر کس نیت سے آئے ہو؟ تو حضرت عمرؓ نے جواب میں عرض کیا کہ حضورؐ ایمان لانے۔اس پر وہاں موجود تمام مسلمانوں نے بے ساختہ اللہ اکبر کا نعرہ بلند کردیا۔

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ کی زندگی میں قرآن پاک تحریراً موجود تھا کہ جسے کسی نہ کسی کاتب نے تحریر کیا تھا۔اب یہ کاتب کتنے تھے؟ ان کی تعداد کے بارے میں تاریخ کی کتب میں مختلف اعداد وشمار پائے جاتے ہیں۔بعض مؤرخین نے ان کی تعداد ۱۶ بتائی ہے، جبکہ بعض نے ۴۲ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا بھی ذکر کیا ہے۔اسی طرح علیٰ ہذا القیاس کسی جگہ ۵۶ صحابہ کرام کا ذکر ہے تو کسی دوسری جگہ "کاتبین وحی" کی تعداد ۷۵ ہوجاتی ہے۔بہرحال ان میں سے ۴۹ صحابہ کرام ایسے ہیں کہ جن کے بارے میں ان کے کاتب ہونے کی وضاحت صراحت سے ملتی ہے لیکن عہدِ نبوی میں اصل دارومدار تو حفظِ قرآن مجید پر ہی تھا لیکن اس کے باوجود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت قرآن کا بھی خاص اہتمام فرمایا ہوُا تھا۔

کتابت قرآن کا طریقہ کار حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اس طرح بیان کیا: ”میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی کی کتابت کرتا تھا جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ سخت بوجھ محسوس کرتے اور آپ کے جسمِ اطہر پر پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے پھر آپ سے یہ کیفیت ختم ہوجاتی تو میں مونڈھے (کاندھے) کی کوئی ہڈّی یا کسی اور چیز کا ٹکڑا لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھواتے رہتے میں لکھتا جاتا یہاں تک کہ میں لکھ کر فارغ ہوجاتا تو قرآن کے نقل کرنے کے بوجھ سے مجھ کو ایسا محسوس ہوتا جیسے میری ٹانگ ٹوٹنے والی ہے اور میں کبھی چل نہیں سکوں گا۔بہرحال جب میں فارغ ہوتا تو آپ فرماتے "پڑھو" میں پڑھ کر سناتا۔اگر اس میں کوئی فروگذاشت ہوتی تو آپ اس کی اصلاح فرمادیتے اور پھر اسے لوگوں کے سامنے لے آتے“۔

کتابتِ وحی کا کام صرف حضرت زیدؓ بن ثابت کے ہی سپرد نہ تھا بلکہ آپؐ نے بہت سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس مقصد کے لیے مقرر فرمایا ہوا تھا جو حسبِ ضرورت کتابتِ وحی کے فرائض انجام دیتے تھے۔کاتبینِ وحی کی تعداد ۴۰ تک شمار کی گئی ہے۔ان میں

زیادہ مشہور صحابہ کرام یہ ہیں: حضرت ابوبکر صدیق ۔عمر بن خطاب ۔عثمان بن عفان ۔علی بن ابی طالب ۔ابی بن کعب ۔عبداللہ بن ابی السرح ۔زبیر بن العوام ۔خالد بن سعید ۔ابان بن سعید بن العاص ۔حنظلہ بن ربیع ۔معیقیب بن ابی فاطمہ ۔عبداللہ بن ارقم ۔شرحبیل بن حسنہ ۔عبداللہ بن رواحہ ۔عامر بن فہیرہ ۔عمرو بن العاص ۔ثابت بن قیس ۔مغیرہ بن شعبہ ۔خالد بن ولید .معاویہ بن ابی سفیان ۔زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔

جب حضرت محمد احمد ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ اپنے بعض کاتبین وحی کو بلواتے تھے اور ان کو نئی نازل شدہ آیتیں لکھواتے اور ساتھ ہی ساتھ آپ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بتانے پر اس کی جگہ کی تعیین بھی فرما دیتے تھے کہ اسے کس سورت میں کس آیت کے بعد رکھنا ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ: ’’آنحضرت ﷺ پر جب آیتیں نازل ہوتی تھیں تو آپ اپنے بعض کاتبینِ وحی کو بلواتے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ اس آیت کو اس سورت میں (اس مقام پر) رکھو جس میں فلاں فلاں شئے کا ذکر ہے‘‘۔

چنانچہ آپ کی ہدایت پر اس آیت کو وہاں لکھ لیا جاتا اور اس زمانہ میں عرب میں کاغذ کمیاب تھے اس لیے اسے کھجور کی شاخوں، پتھر کی سلوں، چمڑے کے پارچوں اور جانوروں کی ہڈیوں پر لکھا جاتا تھا اور لکھ کر آپؐ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں رکھ دیا جاتا تھا تو یوں عہد نبوی ہی میں پورا قرآن کریم آپ کی نگرانی میں لکھا ہوا محفوظ ہو چکا تھا مگر کاغذ کی نایابی کے سبب مختلف قسم کی چیزوں پر بطور تحریر منتشر تھا۔ اسی طرح صحابہ میں سے بھی بعض قرآن کریم کے لکھنے کا اہتمام کرتے تھے۔ اسی لئے حضرت رسول اکرم ﷺ نے دشمن کی سرزمین میں قرآن مجید کو لے جانے سے منع فرمایا تھا کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے پاس اس وقت مکمل یا نامکمل نسخے موجود تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد دلائل وشواہد ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام میں بھی اس کے لکھنے کا رواج تھا لیکن ان میں کی اکثریت اپنے ذاتی حافظہ ہی پر اعتماد کرتی تھی۔

پس! ثابت ہؤا کہ قرآن مجید حضرت رسول اللہ محمد احمد ﷺ کے زمانہ رسالت میں ہی مختلف طریق پر جمع ہو چکا تھا لیکن اس کو ایک مکمل کتاب کی صورت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ بن خطاب کے زمانہ خلافت میں ترتیب دیا گیا کہ جس کی تفصیل اگلے مضمون میں آئے گی۔

کاتبین وحی کے سلسلہ میں یہاں مجھے ایک اور انتہائی اہم نقطہ یاد آ گیا کہ ان میں سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ بن سعد بن ابی سرح

قریشی دین اسلام چھوڑ کر آنحضرت ﷺ کے سامنے ہی مُرتد ہو گئے تھے لیکن ان کو بھی کسی قسم کی کوئی سزا نہیں دی گئی اور نہ ہی ان کا پیچھا کیا گیا اور نہ ہی ان کی زندگی کو اجیرن بنایا گیا بلکہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا کیونکہ مُرتد کی کوئی سزا ہے ہی نہیں! لیکن فتح مکہ کے دن انہوں نے صدق دل سے دوبارہ اسلام قبول کیا اور پھر حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بن عفان کے زمانہ خلافت میں مصر کے امیر مقرر کئے گئے اور بالآخر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے زمانہ میں بطور امیر عسقلان ان کا انتقال ہوُا لیکن آج کے خود ساختہ ملاں اور نام نہاد جعلی مسلمان اسوہ رسول اللہ ﷺ اور اسوہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم پر عمل کرنے کی بجائے اپنے ہر ایک مخالف پر مُرتد ہونے کا فتویٰ لگا کر اسے قتل کرنے کا بہانہ تلاش کرتے رہتے ہیں۔

مرتدین کو ان کے حال پر چھوڑ دینے اور ہرگز قتل نہ کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک قرآن مجید کی بہت سی آیات میں مختلف مقامات پر واضح طور پر اپنے احکامات صادر فرما چکا ہے کہ ان کو سزا دینے کا کسی کو کوئی حق نہیں بلکہ یہ حق اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے محفوظ رکھا ہے ا۔ فرمایا:-

يَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرہ ۲ : آیت ۲۱۷) ” یہ تم سے حرمت والے مہینے میں لڑائی کے متعلق پوچھتے ہیں تو کہہ دو کہ اس میں لڑنا بہت بڑا گناہ ہے اور اللہ کے راستے پر چلنے سے روکنا اور اللہ کا انکار کرنا نیز مسجد حرام سے روکنا اور اس میں عبادت کرنے والوں کو اس میں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے کیونکہ فتنہ انگیزی تو قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔ اور یوں وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو وہ تمہیں تمہارے دین سے بھی پھیر دیں لیکن جو تم میں سے اپنے دین سے مُرتد ہو کر پھر جائے اور پھر کافر ہی مرجائے تو یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے عمل دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ دوزخی ہیں جو اسی میں ہمیشہ رہیں گے“۔

اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مُرتد اپنی موت آپ مرجائے تو ٹھیک ورنہ کسی کو اس پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں اسی لئے ایک اور جگہ واضح الفاظ میں فرمایا:-

لَآ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ ۙۚ قَدۡ تَّبَيَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَىِّ ۚ فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ يُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ (البقرة ۲ : آیت ۲۵۶) " دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں۔ بے شک ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔ اور جو کوئی شیطان کی نہ مانے اور صدق دل سے اللہ پر ایمان لائے تو اس نے ایک مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے"۔

لیکن بعض ایسے ڈانواں ڈول لوگ بھی ہوتے ہیں کہ جو کبھی ادھر تو کبھی ادھر یعنی آج کلمہ گو تو کل کو پھر مُرتد ہو جاتے ہیں۔ ان کے بارہ میں فرمایا کہ وہ جو مرضی کرتے رہیں میں ان کو خود سزا دوں گا یعنی تمہیں ان پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں:-

اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ثُمَّ كَفَرُوۡا ثُمَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ كَفَرُوۡا ثُمَّ ازۡدَادُوۡا كُفۡرًا لَّمۡ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَـغۡفِرَ لَهُمۡ وَ لَا لِيَـهۡدِيَهُمۡ سَبِيۡلًا ؕ (النساء ۴ :۱۳۷) "بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے لیکن پھر مُرتد ہو کر کفر اختیار کیا۔ اس کے بعد پھر ایمان لے آئے اور پھر دوبارہ کفر اختیار کر لیا بلکہ پھر اپنے کفر میں بڑھتے ہی گئے تو اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ انہیں سیدھی راہ دکھائے گا"۔

اسی طرح مزید فرمایا کہ:-

وَ قُلِ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ ۚ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡيُؤۡمِنۡ وَّ مَنۡ شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡ ۙ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِيۡنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمۡ سُرَادِقُهَا ؕ وَ اِنۡ يَّسۡتَغِيۡثُوۡا يُغَاثُوۡا بِمَآءٍ كَالۡمُهۡلِ يَشۡوِى الۡوُجُوۡهَ ؕ بِئۡسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا (الکہف ۱۸ : آیت ۲۹)

" اور کہہ دو کہ ہر ایک سچی بات تمہارے رب کی طرف سے ہی ہے۔ پھر جو چاہے اسے مان لے اور جو چاہے اس کا انکار کر دے لیکن یاد رکھو کہ ہم نے منکرین کے لئے دوزخ میں ایک ایسی آگ تیار کر رکھی ہے کہ جس کی قناتیں یعنی دیواریں انہیں گھیر لیں گی اور پھر اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی ایک ایسے پانی سے فریاد رسی کی جائے گی کہ جو تانبے کی طرح پگھلا ہوا ہوگا۔ جو ان کے مونہوں کو جھلس دے گا اور وہ کیسا برا پانی ہوگا اور کیسی بری آرام گاہ ہوگی"۔

یعنی ہر بار یہی فرمایا کہ میں ان مرتدین کو خود سزا دوں گا بلکہ یہاں تک اپنے غصہ کا اظہار فرمایا کہ اگر اللہ چاہے تو ان کی جگہ کسی اور کو دے دے:-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ يَّرۡتَدَّ مِنۡكُمۡ عَنۡ دِيۡنِهٖ فَسَوۡفَ يَاۡتِى اللّٰهُ بِقَوۡمٍ يُّحِبُّهُمۡ وَيُحِبُّوۡنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَعِزَّةٍ

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ(المائدہ ۵ : آیت ۵۴) " اے ایمان والو! جوکوئی تم میں سے مُرتد ہوکر اپنے دین سے پھر جائے گا تو ان کی جگہ عنقریب اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا کہ جن کو اللہ چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہوں گے۔ جو مسلمانوں کے لئے نرم دل ہوں گے اور کافروں پر سختی کرنے والے ہوں گے، وہ اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دیتا ہے اور اللہ کشائش والا جاننے والا ہے"۔

اللہ تعالیٰ مُرتد ہونے والوں پر اپنے غصہ کا اظہار تو ضرور کرتا ہے لیکن کسی دوسرے کو انہیں سزا دینے کی ترغیب نہیں دیتا بلکہ فرماتا ہے کہ اللہ ان مُرتدین کے دل حق وانصاف کی بات سننے کے لئے مقفل کردیتا ہے۔ فرمایا:-

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ(۳) (المنافقون ٦۳ : آیت ۳) "یہ لوگ جب ایمان لانے کے بعد مُرتد ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب پر بے ایمانی کی مُہر لگادی لیکن وہ نہیں سمجھتے کہ یہ کیسی مُہر ہے"۔

اب جو لوگ اپنے گلے پھاڑ پھاڑ کر ان تمام احکامات الٰہیہ کے باوجود دن رات " مُرتد کی ایک سزا۔ سرتن سے جُدا" جیسے نعرے لگاتے پھر رہے ہیں تو میں انہیں کلمہ گو ہونے کے باوجود مسلمان نہیں سمجھتا کیونکہ یہ لوگ سرعام قرآن پاک کی بے حرمتی کر رہے ہیں یعنی یہ لوگ اسی بے حرمتی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے تو وہ حضرت محمد احمد ﷺ کا فرمانبردار کیسے ہوسکتا ہے؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کفار کی طرح ان کے دلوں پر بھی ان کے لعنتی ہونے کی مُہر لگادی ہے۔ **لعنت اللہ علیٰ کافرین**

☆

تشہیر

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ہی قرآن شریف مکمل طور پر تحریری صورت میں موجود تھا لیکن صحابہ رضوان علیہم اس کلام پاک کے اتنے زیادہ شیدائی تھے کہ انہیں تمام کلام پاک لفظ بہ لفظ زبانی یاد تھا اور پھر کاتبین وحیؓ کے علاوہ بھی بہت سے صحابہ رضوان علیہم کے پاس قرآن مجید کسی نہ کسی صورت میں لکڑی کے تختوں، کاغذ یا کپڑے یا چمڑے کے ٹکڑوں یا پتھر کی سِلوں یعنی تختیوں وغیرہ پر بھی لکھا ہوا موجود تھا۔ اس تمام تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید آنحضور ﷺ کے زمانہ میں بھی مکمل طور پر تحریراً موجود تھا لیکن یہ تمام قرآن شریف کسی ایک مکمل کتاب کی صورت میں بہر حال موجود نہ تھا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کے مشورہ سے کاتب وحی حضرت زیدؓ بن ثابت انصاری کو یہ تمام ٹکڑے اکٹھا کر کے جمع کرنے کے بعد اسے ایک کتاب کی شکل میں لکھ کر محفوظ کر دینے کے لئے فرمایا۔

چنانچہ حضرت زیدؓ بن ثابت انصاری نے ہر قرآنی آیت کے متعلق صحابہ رضوان علیہم کی تحریری اور زبانی ہر دو اقسام کی پختہ شہادت کے بعد ان تمام ٹکڑوں کو یکجا کرنے کی توفیق پائی اور پھر اس ترتیب و تدوین کو باقاعدہ ایک مصحف کی صورت میں اکٹھا کر دیا۔ **فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ** ۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہی اسلام نے عرب کے ہمسایہ ممالک میں اپنا روحانی اثر دکھلانا شروع کر دیا تھا لیکن اس زمانہ میں حفاظ قرآن کی اتنی زیادہ تعداد موجود تھی کہ کسی قسم کے قلمی نسخہ کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی بلکہ تاریخ میں درج ہے کہ ”حضرت عمرؓ کے عہد خلافت یعنی دور فاروقی میں صرف ایک ہی جنگ میں تین صد سے اوپر حافظ قرآن (جذبہ شوق شہادت و جہاد کے تحت) موجود تھے“۔ (کنزالعمال باب فی القرآن فصل فی فضائل القرآن)

لیکن حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں جب ہمسایہ ممالک ایک ایک کر کے سرنگوں ہوتے چلے گئے اور مسلمانوں کے زیر نگین آ گئے تو تب ان نئے مسلمان ممالک کے نئے نئے مسلمان غیر عرب باشندوں کو قرآن مجید سکھلانے کے لئے اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس کی گئی کہ قرآن مجید تحریراً بھی ان کے پاس موجود ہونا چاہئے تا کہ انہیں قرآن مجید کی تلاوت کرنے میں سہولت میسر آ سکے لہذا ”حضرت عثمانؓ کی ایماء پر حضرت زیدؓ بن ثابت انصاری کے مرتب شدہ نسخہ کے مطابق قرآن مجید کی متعدد مستند کاپیاں

لکھوا کر تمام نئے اسلامی ممالک میں بھجوادی گئیں‘‘۔(بخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن)

☆

اعراب

خلفائے راشدین کے دور تک قرآن مجید پر اعراب لگانے کا دستور نہ تھا کہ جیسے ہم سب بھی اُردو لکھتے وقت کسی جگہ زیر اور زبر یا پیش یا شد اور مد کو مدنظر نہیں رکھتے اور باسہولت اور روانی سے تمام اُردو عبارت لکھ پڑھ لیتے ہیں بالکل اِسی طرح عرب میں بھی یہی رواج تھا بلکہ اب بھی موجود ہے لیکن غیر عربی مسلمان باشندوں کو عربی زبان کی اتنی زیادہ شُد بُد نہ تھی لہذا وہ روانی سے قرآن شریف کی تلاوت نہ کر سکتے تھے۔ایسے مسلمان باشندوں کی اس مجبوری کو دیکھتے ہوئے صرف ترویج قرآن کے واسطے مشرقی اسلامی ممالک کے گورنر حجاج بن یوسف مقیم بصرہ نے قرآن مجید کی عبارت پر اعراب لگوائے اور پھر یہ اعراب سے معمور قرآن شریف فارس ماوارئے نہر، ہند اور مصر اور افریقہ کے مختلف ممالک تک مقبول و معروف ہو گیا اور یوں قرآن مجید کی بابرکت مقدس تعلیم کی بدولت مذہب اسلام ترقی کی منازل جلد از جلد طے کرتے ہوئے ان نئے اسلامی ممالک کے عوام الناس کے دلوں میں سما گیا اور ابھی اسلام کی ابتداء پر سو برس بھی پُورے نہ ہوئے تھے کہ اسلام مشرق میں ہندوستان سے لے کر مغرب میں مراکش تک اور شمال میں چین سے لے کر جنوب میں مصر و سوڈان تک پھیل چکا تھا۔**فالحمدللہ**

☆

وقف، رکوع اور جُز یعنی سیپارے

معزز قارئین! جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ قرآن شریف کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے آہستہ آہستہ نازل کیا گیا تا کہ اس کے احکامات کو سمجھنا اور پھر اسے یاد کر لینے میں آسانی رہے لیکن کسی غیر عرب شخص کے لئے تو اس کے مطالب و معنی کو سمجھنا تو بہت دُور کی بات ہے۔سب سے پہلے تو قرآن مجید کا سادہ پڑھنا ہی اس کے لئے انتہائی جان جوکھوں کا کام ہے اور پھر جسے یہ پیارا کلام پاک پڑھنا آجائے یعنی وہ اس کی سادہ تلاوت باسہولت کر سکے یعنی قرآن مجید ناظرہ پڑھ سکے تو پھر اس کا ترجمہ سیکھنا

اس سے بھی زیادہ مشکل کام ہے کیونکہ اس کے لئے اسے عربی زبان پر مکمل عبور حاصل ہونا چاہئے لہذا قرآن مجید کے مطالب و معنی پر غور کر کے انہیں سمجھنا بھی ہر کس و ناقص کا کام نہیں بلکہ اسی کام میں تو بعض اہل قرآن کی تمام زندگیاں بیت گئیں اور آج صدیوں کے بعد بھی بعض ایسے مقامات ہیں کہ جن کے بارہ میں اہل قرآن کو بھی کچھ علم نہیں کہ ان آیات کا مطلب کیا ہے بلکہ وہ بھی صرف یہی بیان کرتے ہیں کہ مناسب وقت آنے پر ان آیات کا مطلب دنیا پر واضح ہو جائے گا۔

لہذا ان تمام تر مشکلات کے باوجود بھی ہم احمدی مسلمان یعنی قاری قرآن شکستہ دل نہیں ہوتے بلکہ جن کو ترجمہ نہ بھی آتا ہو وہ بھی انتہائی شوق اور نہایت دلی لگن کے ساتھ قرآن مجید کی انتہائی باقاعدگی سے تلاوت کرتے ہیں تا کہ اس تلاوت کی بدولت ان کے درجات بلند ہوں اور جنہیں ترجمہ سیکھنے کی سعادت مل جاتی ہے وہ پھر قرآن کریم مترجم پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کے مطالب و معنی پر بھی غور کرتے رہتے ہیں تا کہ ان کے دل سے ابہام کا اندھیرا دُور ہو اور جوں جوں ان خوش قسمت احباب کا علم ترقی کرتا ہے تو تب وہ ان دونوں مراحل سے گزر کر اس کی تفسیر بھی بیان کرنے لگ جاتے ہیں اور پھر خدا کے فضل سے وہ دوسرے مسلمانوں کو بھی اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ قرآنی مسائل پر ایک دوسرے کے ساتھ تبادلہ خیالات کیا جائے تا کہ ان کے علم میں مزید اضافہ ہو۔ بہر حال ان تمام امتحانات سے گزرنے کے لئے ہمیں بہت سے ادوار سے گزرنا پڑتا ہے کہ جس کے لئے علوم قرآنی کا علم حاصل کرنا بھی ایک طالب حق کے لئے بے حد ضروری ہے۔

☆

منازل قرآن

جیسا کہ ابھی اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ قرآن مجید کی ترتیب آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے عین مطابق فرمائی۔ آپؐ کی زندگی میں ہی قرآن شریف میں مختلف وقوف اور منازل کا ذکر بھی ملتا ہے لیکن قرآن کریم کی رکوعات اور پاروں میں تقسیم جیسی اصطلاحات کا کوئی ذکر موجود نہیں۔ قرآن حکیم کے رکوعات اور پاروں کی تاریخ کا آغاز حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت سے اس وقت شروع ہوا جب آپؓ نے رمضان المبارک کے بابرکت ایام میں نماز تراویح کا باجماعت التزام کرتے ہوئے فی رکعت تیس آیات قرآنی پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا تا کہ اس طرح دس روز میں قرآن مجید کی تکمیل ہو جائے اور یوں ماہ رمضان میں قرآن کریم کے تین دور مکمل ہوں۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں ہی قرآن شریف کی ہر پانچ اور دس آیات کے بعد باقاعدہ

نشان لگائے گئے۔

اسی طرح حضرت عثمان غنیؓ نے کمزور مسلمانوں کی سہولت کے لئے نماز تراویح کی ہر رکعت میں دس آیات قرآنی کی تلاوت کے لئے ارشاد فرمایا جس سے ماہ رمضان میں قرآن مجید کا ایک دور مکمل ہونے لگا اور اب تک تمام مسلمان حضرت عثمان غنیؓ کے اس فرمان کی تعمیل میں ہر سال ماہ رمضان میں نماز تراویح کے دوران ایک مرتبہ قرآن شریف کا دور مکمل کرتے ہیں۔ بہرحال اس کے کچھ عرصہ کے بعد علماء کو یہ خیال پیدا ہوُا کہ قرآن کریم کی آیات کی گنتی کو مدنظر رکھنے کی بجائے مضمون کو پیش نظر رکھا جائے اور جہاں مضمون مکمل ہو وہاں وقف کیا جائے۔ اس طرح قرآن شریف کے ۵۴۰ رکوعات قائم ہوئے۔ اس طریق پر قرآن مجید بیس رکعات کی نماز تراویح میں ۲۷؍ رمضان المبارک کی رات کو ختم ہو جاتا تھا جو کہ عام طور پر لیلۃ القدر خیال کی جاتی ہے۔ بعد میں آنے والے علماء نے عوام کی سہولت کی خاطر رکوع کا نشان ''ع'' مقرر کیا۔ رکوع کو رکوع اس لئے بھی کہا جاتا ہے کہ نماز تراویح کے دوران قاری یا نمازی قرآن مجید کو یہاں تک تلاوت کرنے کے بعد رکوع میں جاتا ہے۔

ہر مسلمان ہی قرآن مجید کی عزت و تعظیم کرتا ہے اور اسے انتہائی ادب اور دلی محبت سے پڑھنا بھی چاہتا ہے۔ اس لئے جو کوئی ہر ہفتہ میں ایک بار قرآن مجید کا دور مکمل کرنا چاہتا ہے تو اس کی سہولت کے لئے بھی قرآن پاک کی سات منازل مقرر کی گئی ہیں۔ ان منازل کی ترتیب یہ ہے:-

☆1:- پہلی منزل۔ سورۃ فاتحہ سے نساء تک 4 سورتوں پر مشتمل پہلی منزل۔

☆2:- سورۃ مائدہ سے توبہ تک 5 سورتوں پر مشتمل دوسری منزل۔

☆3:- سورۃ یونس سے نحل تک 7 سورتوں پر مشتمل تیسری منزل۔

☆4:- سورۃ بنی اسرائیل سے فرقان تک 9 سورتوں پر مشتمل چوتھی منزل۔

☆5:- سورۃ شعراء سے یٰسین تک 11 سورتوں پر مشتمل پانچویں منزل۔

☆6:- سورۃ صفات سے حجرات تک 13 سورتوں مشتمل چھٹی منزل۔

☆7:- سورۃ ق سے الناس تک 65 سورتوں پر مشتمل ساتویں منزل۔

یعنی ہر ایک دن کے لئے ایک منزل۔ اسی طرح پارہ کا تصور بھی اغلباً نماز تراویح کی وجہ سے پیدا ہوُا اور ایک دن میں پڑھا جانے والا قرآن مجید کا وہ حصہ ایک جز قرار پایا۔ پھر بعد میں ایک ماہ میں قرآن شریف کی تکمیل کے لئے قرآن مجید کو باقاعدہ تیس حصوں میں تقسیم

کر دیا گیا۔اس عمل کی بنیاد اس حدیث نبویؐ پر ہے کہ جس میں آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہؓ بن عمرو سے فرمایا:-

’’ قرآن کو ایک مہینہ میں ختم کیا کرو‘‘

صحابہ رضوان اللہ علیہم کے بعد تابعین کے دور میں ہر پارہ کا ایک نام تجویز کیا گیا۔عرب ممالک، مصر اور مراکش کے علماء کا دیگر علمائے اسلام سے قرآن شریف کے جملہ حروف کی گنتی اور مضمون کے ختم ہونے پر اختلاف کی وجہ سے برصغیر پاک و ہند اور عرب ممالک میں چھپنے والے قرآن مجید کے بعض پاروں کی ابتداء اور اختتام میں بھی اختلاف ہے چنانچہ عرب ممالک میں شائع ہونے والے قرآن مجید کے نسخوں اور برصغیر پاک و ہند میں شائع ہونے والے قرآن کریم کے نسخوں کے درمیان فرق اس سے اگلے مضمون ’’ترتیب قرآنی سیپارہ جات‘‘ میں تحریر کیا جائے گا۔انشاءاللہ

سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن شریف کے مطالب پر غور نہ کرنے والوں کو بڑے پیار سے یہ بات سمجھائی ہے کہ صرف اس غرض سے قرآن کو نہ پڑھنا یا اس کے معنی پر غور نہ کرنا کہ یہ تو بہت مشکل امر ہے بالکل درست نہیں اور ان عذر کرنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’بعض نادان لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم قرآن شریف کو نہیں سمجھ سکتے۔اس واسطے اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہئے کہ یہ بہت مشکل ہے۔یہ ان کی غلطی ہے۔قرآن شریف نے اعتقادی مسائل کو اسی فصاحت کے ساتھ سمجھایا ہے جو بے مثل اور بے مانند ہے اور اس کے دلائل دلوں پر اثر ڈالتے ہیں--- یہ قرآن ایسا بلیغ و فصیح ہے کہ عرب کے بادیہ نشینوں کو جو بالکل اَن پڑھ تھے سمجھا دیا تو پھر آپ کیوں کر اس کو نہیں سمجھ سکتے؟‘‘۔(ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۲۲۸)

☆

ترتیب قرآنی سیپارہ جات

برصغیر وممالک عربیہ

پارہ نمبر	ترتیب پارہ جات برصغیر	(سورۃ : آیت نمبر)	ترتیب پارہ جات عرب ممالک	(سورۃ : آیت نمبر)	آغاز
۷:-	برصغیر پاک وہند میں ساتواں پارہ	وَاِذَا سَمِعُوْا مَآاُنْزِلَ (المائدة:۸۴)	سے شروع ہوتا ہے جبکہ:- عرب ممالک میں ایک آیت پہلے	لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ (المائدة:۸۳)	سے شروع ہوتا ہے۔
۱۴:-	برصغیر پاک و ہند میں چودھواں پارہ	رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ (الحِجر:۳)	سے شروع ہوتا ہے جبکہ:- عرب ممالک میں ایک آیت پہلے	الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ (الحِجر:۲)	سے شروع ہوتا ہے۔
۲۰:-	برصغیر پاک و ہند میں بیسواں پارہ	اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ (النمل : ۶۱)	سے شروع ہوتا ہے جبکہ:- عرب ممالک میں چار آیات پہلے	فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ (النمل : ۵۷)	سے شروع ہوتا ہے۔
۲۱:-	برصغیر پاک و ہند میں اکیسواں پارہ	اُتْلُ مَآاُوْحِيَ (العنكبوت : ۴۶)	سے شروع ہوتا ہے جبکہ:- عرب ممالک میں ایک آیت کے بعد	وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ (العنكبوت : ۴۷)	سے شروع ہوتا ہے۔
۲۳:-	برصغیر پاک و ہند میں تیئسواں پارہ	وَمَالِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ (يٰسٓ : ۲۳)	سے شروع ہوتا ہے جبکہ:- عرب ممالک میں چھ آیات کے بعد	وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ (يٰسٓ : ۳۰)	سے شروع ہوتا ہے۔
۲۶:-	برصغیر پاک و ہند میں چھبیسواں پارہ	حٰمٓ ۝ (الاحقاف : ۲)	سے شروع ہوتا ہے جبکہ:- عرب ممالک میں چھ آیات پہلے	وَبَدَالَهُمْ سَيِّاٰتُ (الجاثية : ۳۴)	سے شروع ہوتا ہے۔

بقیہ تمام پاروں میں اتفاق ہے۔(خلاصہ مضمون از روزنامہ الفضل ربوہ مؤرخہ ۲رفروری ۲۰۰۰ء)

☆

دعائے تکمیل قرآن مجید

مؤدبانہ عرض ہے کہ قرآن شریف کی تکمیل پر دعائے ختم القرآن پڑھی جاتی ہے جو یہاں پیش خدمت ہے۔

اَللّٰهُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِیْ فِیْ قَبْرِیْ

اے میرے پیارے اللہ! میری قبر میں میری وحشت کو دور فرما

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ

اے میرے پیارے اللہ! مجھ پر قرآن عظیم کی برکت سے رحم فرما

وَاجْعَلْهُ لِیْٓ اِمَامًا وَّ نُوْرًا

اور مجھے اس میں درج پیاری تعلیم کی پیروی کرنے کی توفیق بخش نیز اسے میرے لئے پاکیزہ روشنی بنا

وَّهُدًی وَّ رَحْمَةً

اور اسے میرے لئے ہدایت اور اپنی رحمت کا موجب بنا

اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِی مِنْهُ مَا نَسِیْتُ

اے میرے پیارے اللہ! جو کچھ میں قرآن مجید میں سے بھول چکا ہوں وہ مجھے پھر یاد دلا

وَ عَلِّمْنِیْ مِنْهُ جَهِلْتُ

اور جو مجھے نہیں آتا وہ مجھے اپنے فضل سے سکھا

وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَ اٰنَآءَ النَّهَارِ

نیز دن رات مجھے اس کی تلاوت کرنے کی توفیق عطاء فرما

وَاجْعَلْهُ لِیْ حُجَّةً یَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ

اور اے رب العالمین! اسے میرے فائدہ کے لئے حجت کے طور پر بنا

آمین اللھم آمین

☆

دیوان نسیم

مؤ دبانہ عرض ہے کہ خاکسار کی تمام کتب اب خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے جرمنی کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے تمام ممالک میں بھی مناسب قیمت پر دستیاب ہیں۔بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے Books on Demand جرمنی کو استعمال فرمائیں اور EBOOKS خرید فرمانے کے لئے دنیا بھر میں AMAZON یا KINDLE کو استعمال فرمائیں کیونکہ یہ ای بکس تو اب آپ اپنے ہر قسم کے دستی فون یعنی موبائل فون پر بھی با آسانی پڑھ سکتے ہیں اور اس طرح یہ بھاری بھرکم کتب اِدھر اُدھر لے جانے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ Google Drive کے ذریعہ جہاں جی چاہے اور جب جی چاہے تب پڑھ سکتے ہیں۔**سبحان اللہ**:-

نام کتاب	سن اشاعت
چندے آفتاب	اگست ۱۹۶۸ء
دین ودُنیا	فروری ۱۹۷۰ء
انوار بشیر جلد اول	نومبر ۱۹۷۲ء
قرآنی خزائن جلد اول	ستمبر ۱۹۷۴ء
دیوان نسیم	مارچ ۱۹۷۸ء
چندے ماہتاب	اگست ۱۹۸۱ء
بزم نسیم	دسمبر ۱۹۸۵ء
قرآنی خزائن جلد دوم	اپریل ۱۹۸۷ء
خلد نسیم	مئی ۱۹۸۹ء
انوار بشیر جلد دوم	جنوری ۱۹۹۳ء
طلسم نسیم	جون ۱۹۹۵ء
قرآنی خزائن جلد سوم	اکتوبر ۱۹۹۷ء

بادِنسیم	ستمبر۲۰۰۲ء
انوارِبشیر جلد سوم	جنوری ۲۰۰۷ء
نسیمِ سحر	مئی ۲۰۰۹ء
بادِنسیم (رومن اردو)	اکتوبر ۲۰۱۱ء
انوارِبشیر جلد چہارم	فروری ۲۰۱۳ء
نسیمِ سحر (رومن اردو)	جولائی ۲۰۱۵ء
کاروانِ نسیم	مارچ ۲۰۱۷ء
خلدِ نسیم (رومن اردو)	نومبر ۲۰۱۹ء
گلستانِ نسیم	مارچ ۲۰۲۰ء
رومن قرآن (عربی اردو فارسی ترکی)	ستمبر ۲۰۲۱ء
تسنیمِ نسیم	۲۰۲۳ء
قرآنی خزائن جلد چہارم	۲۰۲۳ء

معزز قارئین! مجھے امید ہے کہ میری یہ تمام کتب آپ جیسے ذہین وفہیم عاشق قرآن اور ادب نیز شعروشاعری کے قدردان احباب وخواتین اور طلبا وطالبات کو انشاءاللہ تعالیٰ ضرور پسند آئیں گی۔ خُدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین

اب میں یہاں ایک اور انتہائی اہم معاملہ کی جانب آپ کی توجہ کو مبذول کروانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہم یورپ میں رہنے اور بسنے والوں کے لئے تو ان کتب کی قیمت انتہائی معقول ہے لیکن ایشیا اور افریقہ نیز وسطی اور جنوبی امریکہ کے مما لک میں رہائش پذیر اردو دان طبقہ کے لئے یہاں یورپ میں طبع ہونے والی یہ کتب بہرحال مہنگی ہیں اس لئے بہت سوچ بچار کے بعد میں نے امازون کے تعاون سے اپنی کتب کو ادھار مہیا کرنے کا فیصلہ کیا ہے تا کہ وہ تمام عزت مآب قارئین گرامی بھی میری کتب سے استفادہ حاصل

کرسکیں کہ جوانہیں خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے اوران میں زیادہ ترسکول اور کالج نیز یونیورسٹی کے طلبا اور طالبات ہیں۔

اس طرح مجھے یقین ہے کہ اب غریب ممالک میں رہنے والے قارئین کی یہ شکایت اب انشاءاللہ دُور ہوجائے گی کہ آپ کی کتب بہت مہنگی ہیں کہ جنہیں خریدنے کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ دعاہے کہ آپ سب خیروعافیت سے صحت مندشاد وآباد شاداب سلامت رہیں۔آمین

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَا لَمِیْنَ وَاَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ عَلیٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیتَ عَلیٰ اِبرَاھِیْمَ وَ عَلیٰ اٰلِ اِبرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْد'' مَّجِیْد'' وَعَلٰی عَبْدِکَ الْمَسِیْحَ الْمُؤْعُوْدُ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

والسلام

آپ کی قیمتی آراء کا منتظر

آپ کا اپنا مخلص جرمن کاتب رومن قرآن ومفسرقرآن،مؤلف،مصنف،ادیب،مدیرؔ،مغنی،شاعر

خاکسار مقصود احمد نسیم

از جرمنی

☆

عرضداشت

☆

IMPRESSUM

Titel:	Quraani Khazaiyen
Band:	Teil. 1
Sprachen:	Urdu (Teilweise Arabisch und Deutsch)
Umfang / Inhalt / Gebundene Format:	Seiten 380 DIN-A4 / Seite 7-370 / 31cm x 22 cm
Autor:	Maqsood Ahmad Naseem
Lektorat:	Qaari Maqsood Ahmad Naseem
Korrektorat:	Hafiz Maqsood Ahmad Naseem
Zusammenfassung:	Maulana Maqsood Ahmad Naseem
Herausgeber:	Maqsood Ahmad Naseem
e-Mail:	poetsudi@gmail.com
Druck, Verkauf, Verlag, Vertrieb:	Eigene Bedarfs Druck
Anschrift:	Allgemeine Redaktion Naseem
	Neue Wilhelmstraße 16, 56566 Neuwied

Bibliografische Information der Deutschen Nationalbibliothek:

Die Deutsche Nationalbibliothek verzeichnet diese Publikation in der Deutsche Bibliografische; detalierte bibliografische Daten sind im Internet über http://dnb.de abrufbar.

EAN 9783982449116

ISBN 978-3-9824991-1-6

9 783982 499116

نوٹس

☆